خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی جنگی حکمت عملی اور تدبیرات کا عسکری تجزیہ

تین سو سے زیادہ جنگوں اور مہمات پر محیط منفرد و مستند کتاب

حصہ چہارم

فتوحات وسط ایشیا، تا بحیرہ اوقیانوس

مصنف

میجر (ر) امیر افضل خاں

مدیر و ناشر

ارشد قریشی

بانی تصوف فاؤنڈیشن

تصوف فاؤنڈیشن
المعارف گنج بخش روڈ لاہور
۱۴۱۹ھ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) مومنین کو جنگ (جہاد) کی ترغیب دو۔ (فرمانِ الٰہی)

تصوف فاؤنڈیشن

۱۹۹۷ء

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْم

کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ

تم (لوگوں) پر جنگ (جہاد) کو فرض کر دیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناپسند ہے۔ (فرمانِ الٰہی)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

لِیْ حِرْفَتَانِ اَلْفَقْرُ وَالْجِهَادُ

میرے دو ہُنر (ہتھیار) ہیں فقر اور جہاد۔ (فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

تصوف فاؤنڈیشن

Marfat.com

Marfat.com

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی جنگی حکمتِ عملی اور تدبیرات کا عسکری تجزیہ

تین سو سے زیادہ جنگوں اور مہمات پر محیط منفرد و مستند کتاب

حصہ چہارم

فتوحات وسط ایشیا تا بحیرہ اوقیانوس

مصنف

میجر (ر) امیر افضل خان

مدیر و ناشر

ارشد قریشی

بانی تصوف فاؤنڈیشن

تصوف فاؤنڈیشن

المعارف سنت نگر لاہور

۱۴۱۹ھ

Marfat.com

شاہکار کتب جہاد

شمارہ (٦)

مدیر و ناشر
ابونجیب حاجی محمد ارشد قریشی
بانی تصوف فاؤنڈیشن ۷۵۹۹۵۴۳

جملہ حقوق محفوظ

ناشر ——— تصوف فاؤنڈیشن ۲۴۹-این سمن آباد
طابع ——— زاہد بشیر پرنٹرز- لاہور-
ایڈیشن ——— ۲۰۰۲ء/۱۴۲۲ھ (۵۰۰)
قیمت ——— مجلد [redacted] روپے
تقسیم کار ——— المعارف گنج بخش روڈ، لاہور، پاکستان-

آئی ایس بی این -۹۶۹-۵۰۶-۰۴۱-۲

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف آغاز

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

گیارہ ستمبر کو امریکہ کے تجارتی (ورلڈ ٹریڈ سنٹر) اور دفاعی (پینٹاگون) مراکز کی تباہی مکافاتِ عمل کا نتیجہ تھی لیکن امریکہ نے اس واقعہ کو بہانہ بنا کر دہشت گردی کے خاتمہ کی آڑ لے کر ایک طویل المیعاد نظریاتی و عسکری جنگ کا آغاز کر دیا ہے۔ وہ اسے صلیبی جنگ، تہذیبوں کا تصادم، آزادی کی جستجو یا دہشت گردی کے خلاف جنگ کوئی بھی نام دے، درحقیقت یہ کفر اور اسلام کی جنگ ہے۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے پانچ ہفتہ کی شدید ترین بمباری اور خون ریزی کے بعد افغانستان کو تباہ اور طالبان کی اسلامی حکومت کا خاتمہ کر دیا ہے۔ امریکہ پہلے ہی یہ واضح کر چکا ہے کہ یہ سلسلہ افغانستان پر نہیں رکے گا بلکہ ساٹھ ممالک پر محیط ہوگا۔ اسلامی ممالک کی تعداد ستاون ہے اس میں فلسطین، چیچنیا اور کشمیر شامل کر لیں تو یہ تعداد ساٹھ ہو جاتی ہے۔ گویا اس جنگ کے اہداف نامزد کئے جا چکے ہیں۔ امریکہ نے دہشت گردی کے خلاف اس جنگ کے عرصہ کا تعین نہیں کیا ہے لیکن امریکہ کے پالیسی ساز یہود نواز حلقے جنگ کو پچاس سال پر محیط دیکھتے ہیں۔ ظاہر ہے پچاس سال افغانستان جیسے ملک کو فتح کرنے یا دہشت گردوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے درکار نہیں ہیں بلکہ یہ عرصہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے عمل کو روکنے اور عالم اسلام میں روز افزوں جذبۂ جہاد کو سرد کرنے کے لئے مطلوب ہے۔ ایٹمی پاکستان اسلام کا قلعہ اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا عنوان ہے اس لئے براہ راست اس یلغار کی زد میں ہے۔ عالم اسلام اتحاد اور جہاد سے لیس ہو کر ہی اس یلغار کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ لیکن جہاد صرف جذباتی عمل نہیں ہے بلکہ ایک خاص ماحول کی پیداوار ہوتا ہے۔ یہ ماحول اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک امت کا ہر فرد یا اکثریت اسلام کے عطا کردہ نظامِ حیات کے مطابق پوری زندگی بسر نہ کرے۔ گیارہ ستمبر کے بعد دنیا بدل گئی ہے مسلم امّہ کو بھی بدلنا ہوگا، اسلام اور عالم اسلام کی بقا کے لئے اب جہاد ناگزیر ہو گیا ہے۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان " لِیْ حِرْفَتَانِ اَلْفَقْرُ وَالْجِهَادُ " کی تعمیل میں تصوف فاؤنڈیشن نے فقر و تصوف کے ساتھ ساتھ اب جہاد و فن حرب پر بھی کتابیں شائع کرنے کا عزم کیا ہے۔ پہلے مرحلے میں "شاہکار کتب جہاد" سلسلہ کی حسب ذیل تین کتابوں کا سیٹ جو چھ جلدوں پر مشتمل ہے شائع کیا جا رہا ہے ان کتابوں کے مصنف اس موضوع پر اتھارٹی اور یہ کتابیں بلاشبہ شاہکار کتب ہیں۔

(۱) جہاد : جہاد اور فن حرب کے متعلق قرآن مجید کے رہنما و عالمگیر اصول از بریگیڈیر گلزار احمد

(۲) رسول اللہؐ کی جنگی حکمت عملی اور تدبیرات کا عسکری تجزیہ از میجر امیر افضل خاں

(۳) خلفائے راشدینؓ کی جنگی حکمت عملی اور تدبیرات کا عسکری تجزیہ (چار جلدیں) از میجر امیر افضل خاں

جہاد اور فن حرب پر یہ شاہکار کتب ملٹری اور جہادی ٹریننگ کے لئے بہترین نصاب ہے۔ حالات کا تقاضا ہے کہ جہاد اور فن حرب کو تعلیمی اداروں اور دینی مدارس کے نصاب میں شامل کیا جائے اور موجودہ حالات سے نبرد آزما ہونے کے لئے مسلم لمّہ کو جہاد کے لئے تیار کیا جائے۔ یہاں یہ ذکر ضروری ہے کہ پہلی کتاب "جہاد" تیس سال پہلے شائع ہوئی تھی۔ "رسول اللہؐ اور خلفائے راشدینؓ کی جنگی حکمت عملی اور تدبیرات کا عسکری تجزیہ" پر مشتمل باقی پانچ کتابیں بھی بیس سال قبل آرمی ایجوکیشن پریس نے آرمی کے لئے شائع کی تھیں۔ اب تصوف فاؤنڈیشن ان نایاب اور لازوال کتابوں کو منظر عام پر لا رہا ہے۔ انتہائی محدود وسائل کی وجہ سے یہ کتابیں محدود تعداد میں شائع کی جا رہی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کتابوں کی وسیع اشاعت ہو اور جہاد اور فن حرب پر مزید کتابیں شائع کی جائیں۔ اس سلسلے میں دردمند مخیّر حضرات کو تعاون کی دعوت ہے۔ آخر میں ان دوستوں اور عزیزوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ان کتابوں کی اشاعت میں مدد کی ہے اللہ تعالیٰ اس کار خیر کو ان کے لئے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین۔ وما علینا الا البلاغ۔

ارشد قریشی

بانی تصوف فاؤنڈیشن لاہور

یکم رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ / ۱۷ نومبر ۲۰۰۱ء

Marfat.com

بسلسلۂ جلالِ مصطفیٰ ﷺ

خلفائے راشدینؓ کی جنگی حکمتِ عملی اور تدبیرات کا تجزیہ

کتاب چہارم

"وسط ایشیا سے بحیرہ اوقیانوس تک فتوحات"

●

ریٹائرڈ میجر امیر افضل خان

آرمی ایجوکیشن پریس

Marfat.com

اسلام کے

غازیوں اور شہیدوں

کے نام

بہ آں گروہ کہ از ساغر وفا مستند
سلام ما بہ رسانید ، ہر کجا ہستند

Marfat.com

خلفائے راشدین رضوان اللہ کی جنگی حکمت عملی اور تدبیرات کا تجزیہ

فہرست مضامین

۱۔ اختتامی وضاحت		۱
۲۔ کچھ اپنے کرم فرماؤں کے بارے		۵
۳۔ پہلا باب	حضرت علی کرم اللہ وجہ کی خلافت	۱۳
۴۔ دوسرا باب	جنگِ جمل (ایک حادثہ)	۴۱
۵۔ تیسرا باب	جنگِ صفین	۷۱
۶۔ چوتھا باب	جنگِ نہروان اور امیر معاویہؓ کا مصر پر قبضہ	۱۱۱
۷۔ پانچواں باب	حضرت علیؓ کی شہادت اور امام حسنؓ کی خلافت	۱۲۷
۸۔ چھٹا باب	خلفائے راشدینؓ کی حکمتِ عملی کے عطیات و ثمرات	۱۴۵
۹۔ ساتواں باب	مومن کا مقصدِ حیات۔ عملی پہلو	۱۶۵
۱۰۔ آٹھواں باب	اسلام کا نظامِ حکومت۔ حاکم وقت اور لوگوں کی ذمہ داریاں	۱۹۵
۱۱۔ نواں باب	اسلامی فلسفہ حیات	۲۱۹
۱۲۔ دسواں باب	اسلام کا فلسفہ دفاع	۲۴۵
۱۳۔ گیارہواں باب	تیسری اور چوتھی کتابوں کے مشہور واقعات کا خلاصہ	۲۹۹
۱۴۔ اشاریہ		۳۰۳

Marfat.com

خلفائے راشدین رضوان اللہ کی جنگی حکمت عملی اور تدبیرات کا تجزیہ

○

نقشہ جات

۱. نقشہ اول — جنگِ جمل — ۵۶ ل

۲. نقشہ دوم — جنگِ صفین۔ کوچ اور میدانِ جنگ — ۹۰ ل

۳. نقشہ سوم — جنگِ صفین سے حضرت علیؓ کی شہادت تک ملک میں افراتفری اور خانہ جنگی — ۱۲۲ ل

۴. نقشہ چہارم — امیر معاویہؓ کے زمانے میں قسطنطنیہ پر لگاتار حملے — ۱۵۲ ل

۵. نقشہ پنجم — ۴۱ ہجری سے ۶۳ ہجری تک مسلمانوں کی یورپ اور افریقہ میں کاروائیاں — ۱۵۸ ل

۶. نقشہ ششم — امیر معاویہؓ کے زمانے میں مشرقی محاذ پر کاروائیاں۔ بخارا، سمرقند، کابل، بنوں اور مکران تک کی مہمات — ۱۶۲ ل

۷. نقشہ ہفتم — امام حسینؓ کا کربلا کی طرف کوچ — ۱۸۲ ل

○

Marfat.com

تعارف

خلفائے راشدین کی جنگی حکمتِ عملی و تدبیرات کے تجزیہ پر مبنی سلسلہ کتب کی چوتھی اور آخری کتاب پیشِ نظر ہے۔ الحمد للہ کہ جس مشکل کام کا بیڑا آج سے دو سال پہلے اٹھایا گیا تھا، وہ آج بطریق احسن پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ مصنف اور آرمی ایجوکیشن ڈائریکٹوریٹ نے اس بیش قیمت تحقیقی سلسلۂ کتب کی تصنیف، ترتیب اور طباعت میں جو کاوش کی ہے وہ یقیناً قابلِ تحسین ہے۔

جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے اِن کتب میں جن خیالات و نظریات کا اظہار کیا گیا ہے وہ مصنف کے اپنے ذاتی ہیں۔ اور انہیں بغیر کسی ردو بدل کے شائع کر دیا گیا ہے۔ اِن نظریات سے اختلافِ رائے بھی ممکن ہے اور اگر یہ سلسلۂ کتب ہمارے فوجی مبصرین کو سوچ کی نئی راہیں سجھا سکے تو میں سمجھوں گا کہ ان کتب کا ایک بڑا مقصد پورا ہو گیا۔

اسلام کی تاریخ ایک ایسی قوم کی تاریخ ہے جس نے دُنیا کو جہالت کے ظلمت کدہ سے نکال کر ایک روشن اور تابندہ مستقبل کی راہ دکھائی۔ مسلمانوں کو اپنے مشن کی تکمیل میں ظالموں اور جابروں کے خلاف فیصلہ کن جنگیں بھی لڑنا پڑیں۔ لیکن جس طرح مسلمانوں نے زندگی کے دوسرے شعبوں میں اعتدال کی راہ دکھائی، اسی طرح میدانِ جنگ میں بھی اعتدال اور عدل و انصاف کا ایک قابلِ تقلید معیار قائم کیا۔ اسلام کی عسکری تاریخ کا یہ گہرا مطالعہ اور مختلف جنگوں اور مہمات کا تفصیلی جائزہ افواج پاکستان کی اخلاقی و عسکری تربیت کے لئے یقیناً مفید ثابت ہو گا۔

Marfat.com

آخر میں، میں مصنّف اور ڈائریکٹر آرمی ایجوکیشن کو اس سلسلۂ کتب کی تکمیل پر مبارکباد دیتا ہوں۔ میرے لئے بھی یہ امر باعثِ سعادت ہے کہ مجھے ان کتب کا تعارف لکھنے کا موقع ملا۔

میجر جنرل نصیر احمد خان، ستارۂ جرأت
انسپکٹر جنرل ٹریننگ اینڈ ایویلیوشن
جی ایچ۔ کیو

○

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وخاتم النبیین

اختتامی وضاحت

حرفِ تشکر

سب تعریفیں دو جہانوں کو پیدا کرنے والے اللہ کے لئے ہیں اور لاکھوں درود و سلام اس کے حبیبؐ پاک کے لئے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ حضور پاکؐ کے عظیم رفقاء کی زندگی کے جلالی پہلوؤں کی یہ آخری کتاب بھی مکمل ہو گئی۔ خلفائے راشدینؓ کی جنگی حکمت عملی کے سلسلہ کی یہ چوتھی اور آخری کتاب ہے حضور پاکؐ نے فرمایا تھا کہ خلفائے راشدینؓ کا زمانہ تقریباً تیس سال ہوگا اور ۴۱ ہجری کے شروع میں امام حسنؓ کی خلافت سے دستبرداری کے بعد خلافت راشدہ کا زمانہ ختم ہو گیا۔ اس کے بعد امیر معاویہؓ کے زمانے میں وسط ایشیا اور شمالی افریقہ میں مزید فتوحات ہوئیں اور اسلامی لشکر بحیرہ اوقیانوس تک پہنچ گئے۔ انہی دنوں میں اسلامی لشکر پہلی دفعہ قسطنطنیہ (استنبول) کی دیواروں تک پہنچ گئے۔ جہاں سات سو سال کسی نہ کسی شکل میں لڑائی جاری رہی۔ یعنی مسلمان اور رومی حالت جنگ میں رہے اور آخر ۱۴۵۳ عیسوی میں مسلمانوں نے قسطنطنیہ فتح کیا۔

حکمت عملی کے ثمرات اور عطیات

علاوہ ہم اپنے جائزہ سے یہ ثابت کریں گے کہ اگر حضرت عثمانؓ کے خلاف فتنہ و فساد شروع نہ ہو جاتا اور جناب علی المرتضیٰؓ اور امیر معاویہؓ کے درمیان خانہ جنگی نہ ہوتی تو یہ علاقے بہت پہلے فتح ہو جاتے۔ امیر معاویہؓ کے زمانے میں ان فتوحات کے لئے کوئی خاص حکمت عملی وضع نہ کی گئی۔ پس اسلام میں مرکزیت اور وحدت واپس آ گئی تھی اور یہ فتوحات اس حکمت عملی کے ثمرات اور عطیات تھے جو

Marfat.com

حضور پاکؐ نے بنائی اور اپنے عظیم رفقاءؓ کو اس پر عمل پیرا ہونے کی عملی تربیت دی۔ خلفائے راشدینؓ نے اسی حکمت عملی کو آگے بڑھایا اور اس وقت کی دو عظیم ترین سلطنتوں کو پاش پاش کر دیا۔ ایک کا نام ہی مٹ گیا اور دوسری ٹکڑے ہو رہی تھی۔ اگر آپس میں خانہ جنگی نہ شروع ہوجاتی تو دوسری بھی یعنی سلطنت روم بھی اسی زمانے میں ختم ہوگئی ہوتی

بہرحال جیسے ہی مسلمانوں میں خانہ جنگی ختم ہوئی اور امام حسنؓ خلافت سے دستبردار ہوگئے، تو مسلمان پھر ایک جماعت بن گئے اور ۴۱ ہجری کو اسلام کی تاریخ میں سنۃ الجماعت کہتے ہیں۔ چنانچہ چند سال بعد یعنی ۴۷ یا ۴۹ ہجری میں مسلمانوں نے سلطنت روم کے دار الخلافے کے دروازے کھٹکھٹانے شروع کر دیئے اور امیر معاویہؓ کے زمانے میں سات سال لگاتار مسلمان درہ دانیال اور آبنائے باسفورس کی فضاؤں میں نعرۂ تکبیر کی صدا بلند کرتے رہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ یہ جنگ ایک طرح سے سات سو سال جاری رہی اور مکمل طور پر اب بھی ختم نہیں ہوئی۔ بہرحال ۱۴۵۳ عیسوی میں سلطان محمد فاتحؒ نے قسطنطنیہ فتح کر لیا تو سلطنت روم تو ختم ہوگئی لیکن اسی زمانے میں یورپ کے مغربی کنارے یعنی سپین سے ہمارا انخلا شروع ہو چکا تھا اور یہ انخلا کچھ اس قسم کا تھا کہ ہم سپین میں ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئے۔

تاریخ کا بامقصد مطالعہ

تاریخ کے اس بامقصد مطالعہ میں ایک چیز جو کھل کر ہمارے سامنے آتی ہے، وہ یہ ہے کہ حضور پاکؐ کے صحابہ کرامؓ نے جو جو فتوحات حاصل کیں وہاں اسلام کسی نہ کسی طرح آج بھی قائم ہے۔ لیکن بعد کی فتوحات اتنی موثر ثابت نہ ہوئیں۔ سپین میں سات سو سال تک حکومت کی۔ وی آنا کا دو دفعہ محاصرہ کیا۔ بلقان کے اکثر ممالک یعنی یونان، یوگوسلاویہ بلکہ ہنگری تک بھی مسلمانوں کے قبضے میں رہے۔ علاوہ رومانیہ، بلغاریہ، کریمیا اور روس کے سارے تاتاری علاقے، سلطنت عثمانیہ کا حصہ رہے۔ وسط ایشیا میں بخارا، سمرقند، بلکہ یارقند (موجودہ چینی ترکستان کا ایک شہر) تک کے علاقے ہماری تہذیب کے مراکز رہے۔ امیر تیمور تو ماسکو تک پہنچ گیا تھا اور چین کے علاقوں میں بھی مسلمان دور دور تک چلے گئے تھے۔ برصغیر ہندو پاکستان میں دکن تک اسلام کے جھنڈے لہراتے

Marfat.com

رہے۔ لیکن ان سب علاقوں میں مسلمان اس طرح مکمل طور پر حاوی نہ ہو سکے جس طرح وہ ان ممالک میں حاوی ہو گئے جو خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں فتح ہوئے یا ان کی حکمت عملی کے ثمرات کے طور پر ہماری جھولی میں گر گئے۔

بنگال اور جنوبی ایشیا کے کچھ ممالک میں البتہ اسلام کی جڑیں مضبوط ہو گئیں۔ بے شک بنگال بھی صحابہ کرام کے زمانے کے بعد فتح ہوا اور جنوبی ایشیا یعنی انڈونیشیا اور ملائشیا وغیرہ میں اسلام صرف تبلیغ سے پھیلا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے راز ہیں کہ چند ممالک میں اسلام بغیر فتوحات کے پھیل گیا۔ اور ایک آدھ جگہ جو صحابہ کرامؓ کے زمانے کے بعد فتح ہوئی وہاں بھی اسلام قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے کچھ اور اسباب و ذرائع پیدا کر دیئے اور چونکہ ان علاقوں کے لوگ محدود قسم کی زندگی گزارتے ہوئے کنوئیں کے مینڈک بن چکے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رحمت کر دی کہ ان کو اسلام کی وسعت کا حصہ بنا دیا۔ "محدودیت" کی وجہ سے ان لوگوں کے پاس کوئی ملا جلا نظریہ یا فلسفہ موجود نہ تھا جو اسلام کے ساتھ ٹکر لیتا۔ ساتھ ہی کچھ روایتوں کے مطابق کچھ صحابہ کرامؓ نے ان علاقوں کی طرف بحری سفر ضرور کیے۔

اسلام کی نشاۃ ثانیہ

موجودہ پاکستان کا مسئلہ البتہ کچھ الگ ہے۔ اول تو اس کی حدود تک صحابہ کرامؓ کے قدم مبارک خیبر، میران شاہ، بنوں اور مکران کے علاقوں تک پہنچے جس کو تیسری کتاب میں کچھ بیان کر دیا گیا ہے۔ گو چودہ سو سال گذر جانے کے بعد بھی موجودہ پاکستان میں کافی آبادی غیر مسلموں کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ مہربانی اب کی ہے کہ یہ علاقہ مکمل طور پر مسلمانوں کا ملک بن گیا ہے۔ اس سب میں راز کیا ہے اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کو کسی دنیاوی پیمانے سے ناپنا مشکل ہے۔ بہر حال ہم کسی بہتری کی توقع کر سکتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ کو پاکستان اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز منظور ہو۔ اس ضمن میں حکیم الامت علامہ اقبالؒ کا اشارہ ملاحظہ ہو:

؎ کریں گے اہل نظر تازہ بستیاں آباد
مری نگاہ نہیں سوئے کوفہ و بغداد

Marfat.com

ایک جائزہ

اس سلسلہ میں ہمارا تجزیہ یہ ہے کہ جس جگہ بھی مسلمان اپنے فلسفۂ حیات پر صحیح طور پر عمل پیرا ہوتے ہوئے داخل ہوئے اور وہاں اسلام کا عملی مظاہرہ کیا، وہاں اسلام قائم دائم رہ گیا۔ چونکہ حضور پاکؐ کے صحابہ کرامؓ اسلام کا صحیح اور عملی مظاہرہ کرتے رہے، تو جہاں تک وہ پہنچے وہاں اسلام کی جڑیں زیادہ مضبوط ہوگئیں اور جو علاقے بعد میں فتح ہوئے وہاں پر یہ عملی پہلو کم تر تھا تو اکثر جگہوں پر اسلام کی جڑیں مضبوط نہ ہوسکیں۔ امیر معاویہؓ کے زمانے میں لشکرِ اسلام میں اکثر صحابہ کرامؓ یا ان کے فرزند موجود تھے تو ان کے کردار کے عملی اور روحانی اثرات بھی ہوئے۔ مثال کے طور پر قسطنطنیہ (استنبول) ۱۴۵۳ء میں فتح ہوا۔ لیکن صحابہ کرامؓ کے قدم چونکہ وہاں پر ۴۷ ہجری میں پڑنے شروع ہوگئے تو وہاں آج بھی اللہ اور رسولؐ کا نام بلند ہورہا ہے پھر میزبان رسولؐ جناب ابو ایوب انصاریؓ کا جسدِ خاکی بھی وہیں رہ گیا، تو اس کی برکت کے طفیل بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، یہ ایک سبق ہم نے اکثر دہرایا ہے کہ حضور پاکؐ کی پیروی، حضور پاکؐ کا ذکر اور حضور پاکؐ کی نگاہ کی طلب گاری کی اِس زمانے میں بھی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کہ حضور پاکؐ کے اپنے زمانے میں تھی اور ان کتابوں کے لکھنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ قوم کو احساس دلایا جائے کہ حضور پاکؐ کے جلال و جمال کے چشمے اب بھی جاری ہیں اور اگر ہم اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ہر کام میں یہ عرض کر کے شروع کریں کہ اپنے حبیبؐ کے طفیل ہم پر رحمت فرما، تو نتائج وہی ہوسکتے ہیں جو حضور پاکؐ اور حضور پاکؐ کے رفقاءؓ کے زمانے میں ظہور پذیر ہوئے۔

نظام حکومت

دوسرا پہلو جس کی ہم وضاحت کرنا چاہتے ہیں وہ نظام حکومت ہے۔ اسلام وحدانیت اور مرکزیت پر بہت زور دیتا ہے۔ اس کا نظام حکومت اسلامی فلسفۂ حیات کے تابع ہوتا ہے۔ اس کے سارے ڈھانچے کی بنیاد اسلامی اقدار اور قرآن پاک کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر رکھی جاتی ہے۔ اسلامی نظام حکومت کا الگ ایک مزاج ہے۔ دنیا کے بانی نظام حکومت یا فلسفوں کا

Marfat.com

اسلام کے کسی نظریہ کے ساتھ موازنہ نہیں کیا جا سکتا اسلام کا فلسفۂ دفاع یا فلسفہ جنگ بھی الگ ہے۔ اس کتاب میں ان سب معاملات کو بیان کرنا ممکن نہیں جو نظام حکومت کے تحت آتے ہیں یا جن سے نظام حکومت کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ تاہم کتاب کے آخر میں ہم اسلام کے نظام حکومت کا ڈھانچہ اسلامی فلسفہ حیات کی بنیادی باتیں اور اسلامی فلسفہ دفاع کا ایک اجمالی خاکہ بھی پیش کر رہے ہیں۔ گویا یہ جلال مصطفےٰ اور ان چار کتابوں کے عملی پہلوؤں کے بامقصد مطالعہ کا نچوڑ ہے۔ یہ سب مضامین اتنے وسیع ہیں کہ ان میں سے ہر مضمون پر ایک کتاب درکار ہے۔ اس لئے ہم اپنے آپ کو ان مقاصد کے چند بنیادی اصولوں کی نشاندہی تک محدود رکھیں گے۔

امیر معاویہؓ کا بیس سالہ دور حکومت بھی ایک کتاب کا مضمون ہے لیکن ہم اس زمانے کو خلافت راشدہ کا حصہ نہیں سمجھتے۔ اس لئے صرف فتوحات کے اجمالی خاکہ کو ثمرات کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔ سانحہ کربلا بھی کئی کتابوں کا مضمون ہے لیکن ہم اس سانحہ کا مختصر ذکر ایک مقصد کے تحت کر رہے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ جس اسلامی فلسفہ حیات کی ان کتابوں میں بار بار نشاندہی کی گئی ہے۔ وہ اس کہانی کے بغیر نامکمل ہی رہ جاتا چنانچہ ہم نے امام عالی مقامؓ کی عملی قربانی کے مقصد اور اس دنیا کے بارے ان کے کہنے کے رویئے کا جائزہ لیا ہے۔ اس لئے یہ ابواب خلفائے راشدینؓ کے زمانے سے ہٹ کر ہے۔ لیکن یہ اس زمانے کے واقعات کا کس حد تک عملی اختتام ہیں۔

سانحۂ کربلا

ایک چیز کی وضاحت یہاں بہت ضروری ہے اور آگے چل کر ہم نے اپنی کتاب میں اس سلسلہ میں سرسری جائزہ بھی پیش کیا ہے۔ ہمارے لحاظ سے مسلمانوں کی تمام فتوحات، تمام جنگیں اور تمام شہادتیں حضور پاکؐ کے جلال کا مظہر ہیں۔ اسی وجہ سے ان کتابوں کو بھی جلال مصطفےٰؐ کے سلسلہ کا نام دیا گیا ہے۔ ہماری چاروں کتابیں، غازیوں اور شہیدوں کی کارروائیوں سے بھری ہوئی ہیں۔ اور ہم نے یہ نکتہ اچھی طرح واضح کر دیا ہے کہ تمام لڑائیاں، فتوحات کی بجائے اللہ اور رسولؐ کے احکام کو جاری و ساری کرانے اور حق کو لانے یا حق کے نام پر قربان ہونے کے لئے لڑی گئی تھیں۔

Marfat.com

تھی لیکن سانحہ کربلا ان سب سے الگ نوعیت کا ہے۔ یہاں کوئی خواہش یا امید کارفرما نہ تھی۔ یہاں پر مقصد حق کے لیے لڑ کر قربان ہو جانا تھا اور یہ ذبح عظیم تھا۔ چنانچہ قرآن پاک میں سورہ صٰفٰت میں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا پیغام ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ایک ذبح عظیم کے بدلے بچا لیا تو اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ سانحہ کربلا ہی ذبح عظیم تھا اور یہ سب کچھ عشق کا ایک ارتقائی مظہر تھا۔

صدقِ خلیلؑ بھی عشق صبرِ حسینؓ بھی عشق

معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق (اقبالؒ)

اضافی ابواب

بہرحال اس ساری کہانی کو مکمل کرنے کے لیے ان دو ابواب کے علاوہ جن تین اور ابواب کا اضافہ کیا جا رہا ہے ان میں پہلا باب اسلامی نظام حکومت کے ایک خاکہ پر مشتمل ہوگا، جہاں غیروں کے نظامہائے حکومت سے موازنہ کرتے ہوئے اور غیر اسلامی اقتدار کی نشاندہی کے ساتھ چند بنیادی باتیں لکھی گئی ہیں چونکہ نظام حکومت اسلامی فلسفہ حیات کے تابع ہونا چاہیئے تو اس سے اگلے باب میں اسلامی فلسفہ حیات کی چند جھلکیاں ہیں اور حکومت کے بنیادی ڈھانچہ کی وضاحت ہے جس میں زیادہ زور اسلام کے سیاسی فلسفہ پر دیا گیا ہے۔ تیسرا اور آخری باب اسلام کے فلسفہ دفاع اور جنگ کے طریق کار کی نشاندہی کرتا ہے جس میں اسلام کے اصولوں کے تحت جنگ کے لیے تنظیم، حکمت عملی اور تدبیرات کا سرسری بیان ہے۔

پرانی تواریخ

اس کتاب کے لیے بھی بنیاد تو طبری اور ابن خلدون کی تاریخوں کو بنایا گیا ہے اور طبقات ابن سعد سے بھی ثانوی مدد لی گئی ہے لیکن اس کتاب کے مضامین اور واقعات ہماری کتابوں، اخباروں اور رسالوں میں بہت دفعہ زیر بحث آ چکے ہیں اور روزمرہ کی زندگی میں بھی ان پر بہت تبصرے ہو چکے ہیں لیکن ان واقعات کا جائزہ اور تحقیق آپ لوگوں کو یہاں پر بالکل مختلف نظر آئے گی۔ اکثر لوگ یہاں آ کر خاموش ہو جاتے ہیں اور کئی لوگ ان واقعات کے سلسلہ میں شکوک لیے پھرتے ہیں۔ بے شک مجھے بھی اس زمانے میں

Marfat.com

کچھ غلط مثالیں ضرور نظر آئیں۔ لیکن کچھ ایسی ارفع مثالیں بھی نظر آئیں کہ انہوں نے میری زندگی کا رُخ ہی تبدیل کر دیا اور میں صرف مسلمان رہ گیا۔ تمام تفرقے میرے سامنے محض حادثات بن گئے۔ بے شک مشیت ایزدی کی کئی باتوں میں کچھ راز تھے، اسباق تھے، انسانی کمزوریوں کے مظہر تھے اور بہت کچھ تھا لیکن عظیم صحابہؓ کی شان پر کوئی حرف نہیں آتا اور ان کے کردار میں ہمارے لیے بڑے اسباق ہیں کہ ناموافق حالات میں بھی وہ کس طرح حق پر قائم رہے۔

چنانچہ فضول قسم کی اختلافی اور تفرقہ والی باتوں کے سلسلہ میں جائزے پیش کر کے انکو ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسلام کے فلسفۂ حیات پر جو پردے ڈال دیئے گئے ہیں اُن کو ہٹانے کی سعی کی گئی اور غلط روایات کو قرآن پاک و حدیث کی روشنی میں پرکھنے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔ علاوہ ہم نے نادانی میں غیروں کی جو نقالی شروع کر دی ہے یا غیر اسلامی باتوں کو اسلامی بنا لیا ہے۔ ان کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ بڑا مقصد قوم میں وحدت فکر اور وحدت عمل پیدا کرنا ہے اور یہی مقصد مکمل طور پر ذہن میں رہا۔ گو جنگوں کے مطالعے تفصیل سے نہیں کئے گئے ہیں لیکن بنیادی پہلوؤں کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ اگر کسی کو جنگی پہلو زیادہ نمایاں نظر آئیں تو یہ بھی یاد رہے کہ ہم نے قرآن پاک اور سنت سے یہ ثابت کیا ہے کہ پوری ملت اللہ کی فوج ہے اس لئے زیادہ زور ان باتوں پر دیا ہے جن کی مدد سے پوری قوم کو اللہ کی فوج بنایا جا سکے۔

فقہ یعنی اسلام کا اخلاقی اور معاشرتی فلسفہ یا مادی ضرورتوں کے فلسفے اور قوانین کو اسلام میں ثانوی حیثیت حاصل ہے کہ ان کی مدد سے پوری قوم کو اللہ کی فوج بنایا جاتا ہے۔ اس لیے قوم میں اختلافات کو ختم کرنے کے لئے ہم نے "فقہ عسکریت" کی اصطلاح کو اس کتاب میں واضح کیا ہے کہ اسلام یا کسی قوم کے لئے اولین حیثیت سیاسی فلسفہ کی ہوتی ہے۔ ہمارا سیاسی فلسفہ ہمارے فلسفۂ حیات کے تابع ہوتا ہے اس لئے اس کو نظام مصطفےٰؐ یا نظام جہاد کا نام بھی دے سکتے ہیں اور آگے اس کتاب میں بھرپور تبصرہ کیا گیا ہے کہ فلسفہ دفاع یا جہاد بالسیف اس سیاسی فلسفہ یا نظام جہاد کے تابع ہے۔

بہر حال اس گنہ گار کی کوشش قارئین کے سامنے ہے اور اس چیز کا بڑا خیال رکھا گیا ہے کہ بیانات میں تضاد نہ ہو اور ساتھ ہی یہ خیال تھا کہ واقعات کے جائزوں یا تبصروں میں کسی فرد،

Marfat.com

کسی مکتب فکر یا کسی وقائع نگار یا مؤرخ کی دل آزاری نہ ہو لیکن یہ بڑا مشکل کام تھا جہاں وحدت اور مرکزیت کی بات تھی وہاں ہم نے اختلاف کرنے والوں یا تفرقہ ڈالنے والوں کی کھل کر مخالفت کی۔ لیکن ساتھ ہی لکھ دیا کہ شاید یہ کسی کی نادانی تھی یا کسی اور نے کوئی اضافی بات کسی کے ذمہ لگادی۔ اس سلسلہ میں بھی اگر کسی کی دل آزاری ہوئی ہو تو اُن سے معذرت خواہ ہوں۔ میں اپنی کتابوں کو تحقیق کا نام نہیں دے سکتا۔ البتہ تاریخ کی تحقیق کے سلسلہ میں بسم اللہ ضرور کہوں گا۔

آخر میں میں پھر امتِ واحدہ کے اتحاد کی دعا کرتا ہوں۔

امیر افضل خان

Marfat.com

کچھ اپنے اور کرم فرماؤں کے بارے میں

کتابوں کے اس سلسلے میں میں اپنے ماں باپ، فقیر بہن، رشتہ داروں، استادوں اور دیگر کرم فرماؤں کا سرسری ذکر ضروری سمجھتا ہوں۔ میری ماں اور فقیر بہن نے جو مجھ سے عمر میں تیرہ سال بڑی تھیں مجھے پنگورے میں اسلام کی لوری دی میں اپنے عظیم والد بزرگوار کو نہ دیکھ سکا، کہ میں چالیس دن کا تھا کہ وہ وفات پا گئے۔ اپنی ماں، بہن با رشتہ داروں اور اپنے والد کے رفقاء سے یہی سنا کہ وہ اسلام کے عظیم فرزند تھے۔

وہ برٹش انڈین آرمی میں شامل ضرور ہوئے اور موجودہ سات پنجاب رجمنٹ میں نائب صوبیدار تھے۔ پہلی جنگ عظیم کے شروع ہی میں عراق کے علاقہ میں قط العمارہ کے مقام پر جنرل ٹاونسنڈ کی فوج کے ساتھ ترکوں کی قید میں چلے گئے۔ وہاں آپ کو پہلے ترک فوج کے کرنل نورالدین اور پھر جنرل خلیل پاشا سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ وہاں ہی صراط مستقیم نظر آنے لگی کہ ان کی جگہ تو ترک فوج میں تھی۔ رہی سہی کسر موصل کے مقام پر نکل گئی جہاں غازی انور پاشاؒ کی زیارت نصیب ہوئی۔ بردسہ کے مقام پر برائے نام جنگی قیدی رہے اور گو سلطنتِ عثمانیہ زوال پذیر تھی، لیکن پھر بھی اسلامی حکومت کی عظمت دیکھ کر اپنی حالت پر اور نادم ہوئے۔ ساتھ ہی خلیفۃ المومنین غازی سلطان محمد ارشاد خان خامس کی طرف یکم اگست ۱۹۱۶ء کو ایک قرآن پاک عطا ہوا جو اب بھی میرے پاس موجود ہے۔

بہر حال قید سے واپس آکر والد بزرگوار نے انگریزی فوج چھوڑ دی گو ان کے افسروں نے ان کو فوج میں رکھنے اور ترقی دینے کی امید دلائی کہ ان سے جونیر بھی کہاں پہنچ چکے تھے لیکن والد بزرگوار اپنی بقایا زندگی توبہ میں گزارنا چاہتے تھے اور زندگی کے آخری سالوں میں اُمّتِ واحدہ کی باتیں ان کا اوڑھنا بچھونا تھیں۔ انہوں نے میری بڑی بہن کو اسلامی تعلیم دی جو سلسلہ ان کی وفات کے بعد بھی جاری رہا۔ میرے لئے والد صاحب کی تین نشانیاں میرے حصہ میں آئیں۔ ایک یہ قرآن پاک جس کا ذکر کیا گیا ہے۔ دوسری ان کی تلوار اور تیسری ان کی ہاتھ لے کر چلنے والی کھونٹی۔ اور ان تین چیزوں میں میرے لئے سبق ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ کا علم اور احکام ہیں۔ کھونٹی پکڑ کر صراطِ مستقیم پر چلنا حضور پاکؐ کی سنت ہے اور تلوار ہماری عزت کی نشانی ہے کہ عسکریت کے بغیر اسلام بے جان فلسفہ ہے۔

Marfat.com

میری پرورش میری بزرگ ماں اور بزرگ بہن نے کی۔ والدہ ماجدہ نے ۱۹۷۶ء تک میری رہنمائی کی اور بزرگ بہن نے مجھے اسلامی تعلیم دی اور جب میں ساتویں جماعت میں پڑھتا تھا تو وہ اپنی شادی کے دن بغیر کسی بیماری کے اللہ کو پیاری ہوگئیں اور مجھے وہ اس چیز سے آگاہ کر چکی تھیں گو اُن کے سلسلہ میں مَیں کئی غیر مرئی چیزیں دیکھ چکا تھا لیکن ان کی موت کا یقین نہ آرہا تھا لیکن وہ کہہ چکی تھیں کہ انہوں نے میری اسلامی تعلیم کی بنیاد باندھ دی آگے تعلیم عملی طور پر ہوگی۔

بے شک میں نے اسلامی تعلیم کسی ادارہ میں حاصل نہیں کی البتہ حوصلہ افزائی کرنے والے لاتعداد تھے۔ میرے ساتھی طالب علموں میں میاں نذیر عالم مرحوم کا ذکر ضروری ہے جن کے ساتھ بعد میں ہم نے مل کر تحریک پاکستان میں کام کیا اور وہ خود ۱۹۴۷ء میں چند دن سرگودھا ضلع کی مسلم لیگ کے صدر بھی رہے۔ میرے استادوں میں مولوی میاں محمد مرحوم اور قاضی منظور الحق مرحوم کا ذکر ضروری ہے کہ وہ ہمارے اردو اور عربی کے استاد تھے۔ انہوں نے مجھے اسلام کا مایہ ناز فرزند کہنا شروع کر دیا کہ مجھے خود اس قدر حوصلہ افزائی سے شرم آتی تھی بلکہ قاضی منظور الحق فرمایا کرتے تھے "کہ یہ غلطی بھی کرے تو اس پر غصہ نہیں آتا"۔ اس کے علاوہ میرے والد کے دوست میاں محمد اولیا زرگر مرحوم اور ان کے تمام گھر والوں یعنی ان کی زوجہ محترمہ اور ان کے بڑے بیٹے محمد لطیف جو میرے ہم جماعت تھے، کا ذکر ضروری ہے کہ ان کے گھر میں راقم نے دو سال گذارے وہاں بھی اسلام ہی اسلام تھا اور اس نے میری آئندہ زندگی پر بہت اثر کیا۔

دادا، دادی کو میں نے نہ دیکھا، اپنی نانی نانے کو میں نے دیکھا ضرور لیکن وہ بھی میرے بچپن میں ہی فوت ہوگئے لیکن ان سب کے لئے ہر جگہ سے اچھے الفاظ سنے کہ وہ کردار والے لوگ تھے۔ ویسے میرے رشتہ داروں، بزرگوں اور رفیقوں کا ایک انبوہ ہے جن کے سینوں سے میں نے اسلام کے نکتے سیکھے لیکن اُن سب کا نام لکھنے سے یہ وضاحت طول پکڑ جائے گی کہ اپنے چچاؤں، بڑے بھائی اور والد صاحب کے رفیقوں میں سے کس کا ذکر کروں اور کس کا نہ کروں البتہ اپنے بزرگ چچا فتح نور خان مرحوم کا ذکر ضروری ہے جو ۱۸۸۰ء میں برما چلے گئے تھے اور وہیں آباد ہوگئے۔ آج بھی اُن کی اولاد وہاں آباد ہے۔ ۱۹۳۶ء میں گاؤں آئے اور پورا ایک سال میری ذہنی پرورش کر کے برما واپس گئے۔ وہ عالم دین تھے اور مولانا ظفر علی خان مرحوم اور مولانا نصر اللہ خان عزیز کے ساتھ

Marfat.com

بڑی دوستی تھی۔ بہر حال انہوں نے بھی امتِ واحدہ کا سبق دہرایا۔

اس سب کے باوجود راقم خود ۱۹۳۸ء میں انگریزی فوج میں شامل ہو گیا بلکہ یہی نہیں ان کے سو سالے بھی منائے جنہوں نے دہلی میں بہادر شاہ کی حکومت کو روند ڈالا۔ اس سب کیلئے ندامت کے طور پر ایک اخبار میں اظہار کر چکا ہوں کہ میں "جدید اسلام" کے چکر میں رہا۔ بہر حال یہ لمبی کہانی ہے۔ یہاں فوج کے دو صاحبان کا ذکر ضروری ہے جو ان کتابوں کے سلسلہ میں، ہر لفظ میں میرے ساتھ رہے۔ اول میجر جنرل احسان الحق ڈار ہیں اور اگر وہ نہ ہوتے تو میں ان کتابوں کے لکھنے کے بارے میں سوچ بھی نہ سکتا۔ دوسرے لفظوں میں یہ سارا کام انہی نے کروایا اور جلال مصطفےٰ میں ان کا نام لئے بغیر اس سلسلہ میں اشارہ بھی کیا جا چکا ہے۔ اب وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ اور ان کی خدمات پر ایک الگ کتاب لکھنے کا ارادہ ہے۔

دوسرے کرنل شیر محمد ستارہ جرأت ہیں جو ۱۹۴۸ء میں کشمیر میں ٹھوال محاذ سے آگے جنرل خالد کے نام سے جہاد کرتے رہے۔ ۱۹۶۰ء میں کرنل بنے اور اسی عہدہ سے ۱۹۶۲ء میں ریٹائر ہوئے۔ اسلامی موضوعات پر ان کے ساتھ جتنا تبادلہ خیالات ہوا وہ ایک ہزار کتابوں کی مطالعہ کی نسبت زیادہ فائدہ مند رہا۔ گو ان کتابوں کے لکھنے میں وہ عملی طور پر اپنی بیماری کی وجہ سے کوئی مدد نہ کر سکے لیکن میرے اکثر جائزوں میں ان کے خیالات میرے ساتھ ساتھ چلتے رہے اور اس کتاب کے آخری تین ابواب میں میں نے نہ صرف ان کے کتابچوں یا خیالات سے استفادہ کیا ہے بلکہ بعض جگہ الفاظ بھی انہی کے استعمال کئے ہیں۔

میں صرف اس پر اکتفا کروں گا کہ قارئین مل کر میرے ان تمام کرم فرماؤں کے لئے دعا کریں کہ جو فوت ہو چکے ہیں۔ ان کی اللہ تعالیٰ مغفرت کرے جو زندہ ہیں ان کو اس دنیا میں آسودگی حاصل ہو اور ان کا خاتمہ نیک ہو اور یہ سب جناب ابوذر غفاریؓ کی خواہش کے مطابق روز قیامت حضور پاکؐ کے گروہ میں شامل ہوں۔ خاص کر میری اولاد کی اولاد کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی صراطِ مستقیم پر رکھے۔ میں اپنی بیوی، بچوں اور بہوؤں کا شکر گذار ہوں کہ ان سب نے گھر میں ایسا ماحول قائم رکھا کہ اس نے ان کتابوں کے لکھنے کے سلسلہ میں میری حوصلہ افزائی کی اور خاص کر میرے تین پوتے فیصل، قاسم اور سلمان جو معصوم ہیں لیکن ان کتابوں پر کام کرنے والی جگہ پر بیٹھ کر وہ راحت اور اطمینان محسوس کرتے ہیں۔

مصنفِ کتاب

Marfat.com

Marfat.com

پہلا باب

حضرت علی کرم اللہ وجہ کی خلافت

حضرت عثمانؓ کی شہادت

اسلام کی تاریخ میں حضرت عثمانؓ کی شہادت بلاشبہ ایک سانحہ عظیم ہے۔ اسلام کا مرکز پاش پاش ہو گیا۔ ایسے حالات میں مرکز کو سہارا دینا یا ٹوٹے ہوئے ٹکڑوں کو جوڑنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ خانہ جنگی کی ابتدا ہو چکی تھی۔ ہر شہر میں ایسے واقعات ہو سکتے ہیں کہ لوگ اپنے امرا کو شہید کر دیتے یا امارت کیلئے ہر جگہ آپس میں ٹکر لینا شروع کر دیتے۔ ہر صوبے کا عامل اس صورت سے دوچار ہوتا کہ ماتحتوں کو کیسے قابو میں رکھے اور مرکز سے کیا ہدایات لے یا کیسے تعلقات قائم رکھے۔ اسلام میں جانشینی کا مسئلہ ایسے تو نہ تھا کہ بادشاہ کی وفات کے بعد اس کا وارث تخت پر بیٹھ جاتا۔ اب اسلام کے مرکز میں ایک خلا پیدا ہو چکا تھا۔

حضور پاکؐ کی وفات کے وقت چند لمحوں کے لئے ایک خلا پیدا ہوا تھا۔ جس کو باہمی مشاورت سے طے کر لیا گیا تھا۔ جناب صدیق اکبرؓ اپنی وفات سے پہلے جناب فاروقؓ کو اپنا جانشین منتخب کر چکے تھے۔ جناب فاروقؓ نے یہ کام مجلس مشاورت کو سونپ دیا۔ لیکن یہاں پر تو حالات کا رُخ ہی تبدیل ہو چکا تھا۔ نہ حضرت عثمانؓ کسی کو نامزد کر گئے اور نہ کسی مجلس مشاورت کے ذمہ یہ کام لگا گئے کہ وہ کسی امیر کا تقرر کریں۔ البتہ قوم کو خانہ جنگی سے بچانے کے لئے انہوں نے اپنی جان اللہ تعالٰی کو پیش کر دی۔ اب مدینہ شریف میں جو عظیم صحابہ کرامؓ موجود تھے، وہ خلافت کے سلسلہ میں کوئی مشاورت کیسے طلب کرتے کہ بقول حضرت علیؓ وہ خود مغلوب ہو چکے تھے۔ یہاں سے آگے بڑھنے سے پہلے قارئین ذہن میں اُن حالات کے تصور کا نقشہ بنائیں تو اگلے حالات بہتر طور پر سمجھ آ سکیں گے۔

مرکز کو سہارا

چنانچہ ان حالات میں مرکز کو سہارا دینے کی ذمہ داری قبول کر کے جناب علیؓ نے اسلام کی عظیم

Marfat.com

مذمت کی ہے اور اگر وہ اس پر تیار نہ ہوتے تو حالات اتنے بھیانک ہو جاتے کہ نتائج کا اندازہ لگانا مشکل ہوتا۔ باغی اور مفسدین اس وقت تک مدینہ شریف میں دندناتے پھرتے تھے۔ وہ ان بھیڑیوں کی طرح تھے۔ جن کے منہ کو خون لگ جائے۔ مدینہ کے نئے آباد کار یا غلاموں کی زیادہ تعداد بھی اب ان "بھیڑیوں" کی طرف مائل ہو رہی تھی یا یہ لوگ ان سے متاثر ہو رہے تھے۔ یعنی آزادی کا بھوت ان کے سر پر بھی سوار ہو رہا تھا۔ روایت ہے کہ چار دن تک مفسدین کا لیڈر غافقی بن حرب ہی مدینہ کا امیر بنا رہا اور وہی مسجد نبوی میں امامت کراتا رہا۔ مدینہ کے پرانے لوگ یعنی خاص کو صحابہ کرامؓ گوشہ نشین ہو چکے تھے۔

"نادانوں" کو ہوش آنے لگا

سازشیوں کو اپنے گہرے مقاصد میں سے ایک مقصد حاصل ہو چکا تھا۔ باقی مقاصد حاصل کرنے کے لئے ضروری تھا کہ پہلے وہ حالات کا جائزہ لیں اور پھر کوئی تجویز بنائیں۔ اس لئے وہ کچھ خاموش تھے۔ لیکن مفسدین اور باغیوں میں "ناداں" لوگوں کو اب سمجھ آئی کہ وہ ایک بھیانک غلطی کر چکے ہیں اور ایسے لوگوں میں اشتر نخعی پیش پیش تھا۔ اس نے سوچا کہ حضور پاکؐ کے کسی عظیم صحابیؓ کو آگے لایا جائے کہ وہ خلافت سنبھالے۔ تیسری کتاب کے آخری الواب میں ذکر ہو چکا ہے کہ بنو اُمیہ کے کئی لوگوں نے جناب علیؓ، جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ کو طعنہ دیا تھا بلکہ ان کے خلاف ایسے سخت الفاظ استعمال کئے تھے کہ جناب علیؓ اور دونوں عظیم صحابہؓ حضرت عثمانؓ کے گھر سے اُٹھ آئے تھے۔ وہ الفاظ یہ تھے کہ اس فساد کے ذمہ دار ہی تینوں عظیم صحابہؓ ہیں کہ وہ خلافت کے اُمیدوار ہیں۔ ان حالات میں تینوں عظیم صحابہؓ میں سے کوئی ایک بھی آگے بڑھ کر خلافت کی ذمہ داری اٹھانے کو تیار نہ تھا۔ اب باغیوں میں سے "نادان" لوگوں کے دماغ کچھ درست ہو رہے تھے۔ انہوں نے جناب سعدؓ بن ابی وقاص اور جناب عبداللہؓ بن عمرؓ تک رسائی حاصل کی اور ان کو خلافت سنبھالنے کے لئے کہا۔ لیکن دونوں عظیم صحابہؓ نے انکار کر دیا۔ باغیوں کے نادان گروہ کو اب اگر "ذی ہوش" گروہ کا نام دے دیں تو کوئی حرج نہیں کہ انہوں نے سوچا کہ امام یا خلیفہ کے بغیر اسلامی سلطنت جو اتنی وسعت اختیار کر چکی ہے، اس کے کام کیسے چلیں گے؟

Marfat.com

مدینہ شریف میں سنجیدہ لوگوں کی تعداد کوئی ایک ہزار کے قریب تھی، جن میں سے سات سو تو حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لئے جنگ کرنے پر بھی تیار تھے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد یہ سب گوشہ نشین ہو گئے اور کچھ نزدیک کے دیہات میں چلے گئے۔ غلاموں یا نئے آباد کاروں کی تعداد بھی ہزار ڈیڑھ ہزار کے قریب تھی اور باغی یا مفسدین بھی اتنی ہی تعداد میں تھے۔ چنانچہ باغیوں اور مدینہ کے نئے آباد کاروں نے مل کر اہلِ مدینہ کے گوشہ نشین لوگوں کو گھروں سے باہر نکالنا شروع کر دیا اور اعلان کیا کہ اہل مدینہ کا سنجیدہ طبقہ اگر عظیم صحابہؓ کو امارت یا خلافت سنبھالنے کے لئے مجبور نہیں کرتا، تو باغی عظیم صحابہؓ کو باری باری شہید کرتے جائیں گے اور ابتدا رجناب علیؓ، جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ سے کریں گے۔

اشتر نخعی

اب جو حالات پیدا ہوئے تو باغیوں کی باگ ڈور تقریباً اشتر نخعی کے ہاتھوں میں چلی گئی۔ وہ مفسدین میں ضرور شامل تھا۔ لیکن جناب عثمانؓ کی شہادت میں وہ سیدھے طور پر ملوث نہ تھا لیکن جناب عثمانؓ نے اشتر کو بلا کر نادم بھی کیا تھا اور گھیراؤ کے آخری دو دنوں میں وہاں پر اشتر کی موجودگی کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اشتر بہادر آدمی تھا اور اس سلسلہ کی دوسری کتاب میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ کہ جنگِ یرموک کے بعد اس نے کئی دستوں کی کمانڈ کی تھی لیکن وہ کچھ زیادہ ہی "آزاد" ہو گیا تھا اور امراء پر اعتراض کرنا اس کی عادت میں شامل ہو گیا تھا۔ بہرحال وہ اہل کوفہ کا لیڈر ضرور تھا اور اہل کوفہ جناب زبیرؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ اس لئے یہ سب لوگ جناب زبیرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو خلافت سنبھالنے کے لئے کہا۔ لیکن جناب زبیرؓ نے بالکل انکار کر دیا۔ اہلِ مصر کی سرداری حکیم بن جبلہ کے ہاتھ آچکی تھی اور اہل مصر حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ اس لئے وہ حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ وہ خلافت سنبھال لیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ وہ امیر ہونے کی بجائے وزیر ہونا زیادہ پسند کریں گے۔ ویسے اس زمانے میں حکیم بن جبلہ بصرہ میں آباد تھے اور اس کا ذکر آگے بھی آئے گا۔ اس لئے حکیم بن جبلہ اہل بصرہ کے ساتھ جناب طلحہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ اہل بصرہ جناب طلحہؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے لیکن جناب طلحہؓ نے

Marfat.com

بھی انکار کر دیا۔

اب باغیوں نے اشتر نخعی کی سرداری میں مدینہ شریف سے تمام گوشہ نشین لوگوں کو باہر نکالا اور مسجد نبوی میں اکٹھا ہونے کا حکم دیا اور کہا کہ یہ اہل مدینہ کی ذمہ داری ہے کہ اپنے میں سے کسی کو مسلمانوں کا خلیفہ یا امام بنائیں۔ اشتر کے الفاظ یہ تھے:

"آپؓ لوگ اہل شوریٰ ہیں۔ آپؓ کا حکم تمام اُمت محمدیہ پر جائز و نافذ ہے۔ آپؓ امام مقرر کریں ہم آپؓ کے مطیع ہیں اور آپؓ اس کام کو انجام دیں۔ ہم آپؓ کو دو دن کی مہلت دیتے ہیں۔ اگر اس مدت میں امام مقرر نہ کیا گیا تو ہم عظیم صحابہؓ کو شہید کرتے جائیں گے۔"

ابنِ اثیر کے مطابق ترجیحات کے طور پر جناب علیؓ، جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ کے نام لیے گئے۔

تبصرہ

اگر سوچا جائے تو اصولی طور پر مفسدین کا یہ "نادان گروہ" آگے چل کر "ذی ہوش گروہ" بن گیا تھا۔ اس کی سوچ یا طریقہ کار صحیح معلوم ہوتا ہے کہ امیر کی موجودگی ہر وقت ضروری ہے۔

حضرت علیؓ اور خلافت

حضرت علیؓ بھی اپنے گھر میں گوشہ نشین تھے اور اس وقت تک باغیوں کو یہ ہمت نہ پڑی تھی کہ حضرت علیؓ یا باقی عظیم صحابہ کرامؓ کو دوسروں کی طرح زبردستی گھروں سے نکال کر مسجد نبوی میں لے جاتے۔ چنانچہ اہل مدینہ کے سنجیدہ لوگ باغیوں کی تنبیہہ سننے کے بعد جناب علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ وہ خلافت سنبھال لیں۔ جناب علیؓ تذبذب میں تھے۔ امام حسنؓ کا خیال تھا کہ اوّل تو خلافت قبول ہی نہ کی جائے لیکن اگر مجبوری ہے تو پھر بھی تمام بلادِ اسلامیہ سے وفود منگوائے جائیں اور جب تک سب وفود جناب علیؓ کو خلافت سنبھالنے کی گزارش نہیں کرتے، تب تک خلافت قبول نہ کی جائے۔

بدقسمتی یہ تھی کہ یہ معاملہ بڑا مشکل تھا۔ وفود کے آنے میں بڑی دیر لگتی اور آ بھی جاتے تو اگر ان میں اختلاف ہوتا تو حالات اور خراب ہو جاتے۔ پھر لوگوں کا کیا بھروسہ، وہ وفود بھیجنے کے بعد بھی تبدیل ہو سکتے تھے۔ جناب علیؓ علم کا دروازہ تھے اور ان سے کوئی پہلو پوشیدہ نہ تھا۔ وہ جانتے تھے کہ

Marfat.com

صوبوں کے عامل اپنے چھوٹے علاقوں کے امرا سے مشورہ کریں گے اور ہر جگہ سے بھانت بھانت کی بولیاں بولی جائیں گی۔ وہ سمجھتے تھے کہ مرکز میں کسی ایک آدمی کا امیر مقرر ہونا بہت ضروری ہے اور یہ کارروائی جتنی جلدی کی جا سکے، بہتر ہوگا۔ تذبذب یہ تھا کہ وہ خود یہ کام سنبھالنے کو تیار نہ تھے۔

آخر جناب علیؓ نے فرمایا کہ کل تمام لوگ مسجد نبویؐ میں اکٹھے ہوں اور یہ فیصلہ وہاں پر ہوگا چنانچہ مسجد میں جمع ہونے کا اعلان کر دیا گیا لیکن عظیم یا مشہور صحابہؓ میں سے بہت کم لوگ مسجد نبویؐ میں آئے یہاں تک کہ جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ بھی نہ آئے۔ یہ حالات دیکھ کر باغی یا باغیوں کا ذی ہوش گروہ مدینہ میں پھیل گیا۔ حکیم بن جبلہ جناب زبیرؓ کو لے آئے اور اشتر نخعی جناب طلحہؓ کو، اور اس طرح کافی صحابہ کرامؓ کو زبردستی مسجدِ نبویؐ میں لایا گیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ وہ اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں کہ مرکز میں ایک امیر کی ضرورت ہے اور جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ میں سے جو صاحب بھی خلافت قبول کریں وہ ان کی بیعت کرنے کو تیار ہیں۔ جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ نے فرمایا کہ جناب علیؓ خلافت کے زیادہ حق دار ہیں اور جناب طلحہؓ نے اٹھ کر حضرت علیؓ کی بیعت کر لی۔ اس کے بعد جناب زبیرؓ سمیت مسجد نبویؐ میں جتنے لوگ موجود تھے سب نے حضرت علیؓ کی بیعت کر لی۔

جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ نے بیعت کرتے وقت اونچی آواز میں یہ الفاظ ادا کیے:

> "ہم اس شرط پر بیعت کر رہے ہیں کہ جناب علیؓ کتاب اللہ
> اور سنتِ رسولؐ کے مطابق کام کریں گے اور شرعی حدود
> کو قائم کریں گے۔"

تبصرہ

قارئین! جن حالات کے تحت جناب علیؓ کو خلافت قبول کرنا پڑی، وہ بڑے عجیب و غریب تھے۔ ان حالات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ آگے چل کر اس بیعت کے طریق کار یا بیعت کرتے وقت "الفاظ کی ادائیگی" بڑے مسئلے بن جائیں گے۔ حضرت علیؓ مجبور تھے۔ لیکن اگر مدینہ میں رہنے والے صحابہ کرامؓ میں سے کوئی اس امید پر بیعت کر رہا تھا کہ خلیفہ بن جانے کے بعد جناب علیؓ تمام قاتلینِ عثمانؓ کو اسی دن یا چند ماہ کے اندر اندر قتل کر دیں گے یا قصاص کا مقدمہ چلائیں گے تو یہ خیالات

Marfat.com

ٹھیک نہ تھے یا اگر کسی کو یہ خیال تھا کہ اس نے جناب علیؓ کی بیعت مجبوری کے تحت کی تو اس بات میں بھی کوئی جان نہ تھی۔ حضرت علیؓ خود مجبوری کے تحت خلافت سنبھال رہے تھے اور اس کے بغیر چارہ بھی نہ تھا۔ اُمت میں تفرقہ سے حالات اتنے بھیانک تھے کہ مسلمان گروہوں میں بٹ کر وہ سب کچھ کھو بیٹھے جو انہوں نے پچھلے چالیس سالوں میں حاصل کیا تھا۔ اگلا سوال یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے قاتل کون تھے اور یہ مقدمہ کن لوگوں پر چلایا جاتا؟ تمام وہ لوگ جنہوں نے حضرت عثمانؓ کا گھیراؤ کیا ہوا تھا، ان پر مقدمہ چلانا تو عملی طور پر ناممکن تھا، انہی لوگوں کے کہنے پر جناب علیؓ نے خلافت قبول کی اور وہ کہتے تھے کہ ان کا حضرت عثمانؓ کی شہادت میں کوئی ہاتھ نہ تھا۔ شہادت ایک حادثہ تھی اور اس میں چند لوگ شامل تھے اور کچھ بے وقوفی کر بیٹھے اور جناب عثمانؓ کو شہید کرنے والوں میں سے دو آدمی تو ادھر ہی مارے گئے۔ محمدؓ بن ابوبکرؓ بھی ان لوگوں میں شامل تھے جو حضرت عثمانؓ کے گھر کی دیوار توڑ کر ان کے گھر میں داخل ہوئے لیکن اندر جا کر ندامت ہوئی تو واپس آ گئے۔ اب ان پر مقدمہ چلانا بھی کچھ عجیب معلوم ہوتا تھا۔ حضرت عثمانؓ کا قصاص طلب کرنے والے لوگ دراصل وہ تھے جو حضرت علیؓ کو پسند نہ کرتے تھے اور حضرت علیؓ اگر تمام گھیراؤ کرنے والوں کو پکڑ بھی لیتے تو یہ لوگ راضی نہ ہوتے۔ لیکن سوال یہ تھا کہ حضرت علیؓ کن لوگوں کی مدد سے گھیراؤ کرنے والوں کو پکڑتے۔ بس قارئین اس پہلو کو مدنظر رکھیں۔

باقی صحابہ کبارؓ کا رویہ

گو مسجد میں کافی صحابی موجود تھے لیکن کئی صحابہ کرامؓ غیر حاضر بھی تھے۔ ان میں جناب سعدؓ بن ابی وقاص اور جناب عبداللہؓ بن عمرؓ قابلِ ذکر ہیں۔ اس لئے اشترؔ کا گروہ، جناب سعدؓ بن ابی وقاص کو گھر سے نکال لایا۔ مسجد میں پہنچ کر جناب سعدؓ نے کہا کہ جب باقی صحابہؓ بھی بیعت کر لیں گے تو وہ تب بیعت کریں گے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا " ان کو رہنے دو اور کچھ مت کہو" پھر جناب عبداللہؓ بن عمرؓ کو لایا گیا۔ انہوں نے بھی یہی بات کہی۔ لوگوں نے کہا ضامن دو۔ جناب عبداللہؓ نے کہا کہ وہ ضامن نہیں دے سکتے۔ اشترؔ نے حضرت علیؓ سے اجازت طلب کی کہ اسے جناب عبداللہؓ کو قتل کرنے کی اجازت دی جائے۔ جناب علیؓ نے فرمایا: " نہیں چھوڑ دو میں ان کا ضامن ہوں۔"

Marfat.com

تبصرہ

قارئین اس واقعہ کو بھی یاد رکھیں۔ حضرت علیؓ اگر بیعت نہ کرنے والوں پر سختی کرتے یا لوگوں کو اجازت دیتے کہ وہ ایک آدھ مخالف کو قتل کر دیتے، تو معاملات اسی دن حل ہو جاتے اور اس طرح بعد میں کسی کو بھی بغاوت کرنے یا حضرت علیؓ کی مخالفت کرنے کی ہمت نہ ہوتی لیکن جناب علیؓ اس سلسلہ میں حضرت عثمانؓ کی طرح اپنی امارت کو قائم رکھنے کے لئے کسی خون خرابے کے حق میں نہ تھے۔ وہ قوم میں وحدت چاہتے تھے لیکن با اصول اور پُر امن وحدت۔ آگے جو انہوں نے بغاوت ختم کرنے کے لئے تلوار اٹھائی تو وہ مجبوری کے تحت تھی۔ جن لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت علیؓ بہت سخت تھے وہ غلطی پر ہیں اپنوں کے لئے جناب علیؓ جتنا رحم دل ہونا ناممکن ہے۔ غصہ تو ان کو آتا ہی نہیں تھا اور یہی بہادر آدمی کی نشانی ہے کہ اس کو غصہ نہیں آتا۔

بیعت میں دیر

ابن خلدون کے مطابق کچھ اور صحابہؓ نے بھی اس دن بیعت نہ کی لیکن پانچ روز کے بعد مدینہ کے سب لوگوں نے بیعت کرلی جنہوں نے اس دن بیعت نہ کی ان میں انصار سے حسانؓ بن ثابت، کعبؓ بن مالک، مسلمہؓ بن مخلد، ابوسعیدؓ خدری، محمدؓ بن مسلمہ، زیدؓ بن ثابت، رافعؓ بن خدیج، نضالہؓ بن عبید، کعبؓ بن عجزہ اور سلمہؓ بن سلامہ شامل ہیں بلکہ نعمانؓ بن بشیر، جناب عثمانؓ کی زوجہ نائلہؓ کی کٹی ہوئی انگلیاں اور حضرت عثمانؓ کی خون آلودہ قمیص لے کر شام میں امیر معاویہؓ کے پاس چلے گئے۔ جن مہاجرین نے اس دن بیعت نہ کی ان میں عبد اللہؓ بن سلام، صہیبؓ بن سنان (ان کو صہیبؓ رومی بھی کہتے ہیں) اسامہؓ بن زیدؓ، قدامہؓ بن قطعون اور مغیرہؓ بن شعبہ کا نام لیا جاتا ہے۔

ابن سعد، طبری اور ابن خلدون سب آگے چل کر یہ کہتے ہیں کہ چند روز بعد سب نے حضرت علیؓ کی بیعت کر لی۔ ہم اس پر شک نہیں کر سکتے، لیکن ان صاحبان میں سے اکثر لوگوں اور جناب سعدؓ اور جناب عبد اللہؓ بن عمرؓ سمیت کسی نے بھی حضرت علیؓ کی خلافت میں مکمل طور پر ان کا ساتھ نہ دیا۔

Marfat.com

ان میں سے کچھ غیر جانبدار رہے، کچھ وفات پا گئے۔ لیکن ان میں سے جناب مغیرہؓ بن شعبہ، مسلمہؓ بن مخلد اور ابوسعیدؓ خذری وغیرہ نے بعد میں امیر معاویہؓ کی بھرپور مدد بھی کی اور جناب معاویہؓ کی خلافت میں ان کے منظورِ نظر بھی رہے۔ ان لوگوں کے علاوہ بنو امیہ کے خاندان میں سے متعدد لوگوں نے حضرت علیؓ کی بیعت نہ کی۔ ان میں مروان وغیرہ شامل تھے۔ ان میں سے کچھ لوگ شام چلے گئے تھے۔ وہاں سے کچھ مکہ چلے گئے اور آگے حضرت عثمانؓ کے بیٹوں سمیت متعدد لوگوں نے جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ کا ساتھ دیا جس کا ذکر آگے آئے گا۔

یہ مدینہ شریف کے حالات تھے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو پکڑنے میں دیر لگائی وہ یہ سوچیں کہ حضرت علیؓ کس کس کو پکڑتے۔ حکومت کے ساتھ مکمل وفاداری نہ دکھانا بھی ایک کوتاہی ہے اور اس وقت زیادہ ضرورت اس بات کی تھی کہ لوگ حضرت علیؓ کو مکمل وفاداری دکھاتے اور جو لوگ وفاداری نہ دکھاتے، حضرت علیؓ بالکل حق بجانب تھے کہ وہ ان کو پکڑ کر ان کے خلاف کاروائی کرتے۔ قارئین اس نکتہ کو بھی مدِنظر رکھیں۔

جنابِ علیؓ اور جنابِ فاطمہؓ کی شان

یہاں تک حالات کا سرسری جائزہ پیش کرنے کے بعد ہم قارئین کو پہلی کتاب کے پہلے باب میں واپس لے جاتے ہیں۔ جہاں پر ہم نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی شان بیان کی تھی کہ وہ دنیاوی معاملات سے بہت بلند تھے اور آج اس کا عملی مظاہرہ ہو رہا ہے کہ اپنی امارت کی خاطر وہ کسی کو کچھ نہیں کہتے۔ قارئین! یاد رکھیں کہ جناب علیؓ کی عمر نو یا دس سال تھی کہ حضور پاکؐ نے اسلام کی دعوت دی۔ جن چار عظیم ہستیوں کا اول اسلام لانے کا ذکر ہے۔ ان میں ام المومنین جناب خدیجہؓ، سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا علی المرتضےٰؓ اور سیدنا زیدؓ بن حارث کا ذکر آتا ہے۔ ہم اس چکر میں نہ پڑیں گے کہ فلاں چند لمحے پہلے اسلام کے آغوش میں آگئے اور مردوں میں فلاں پہلے تھے اور عورتوں، لڑکوں یا غلاموں میں فلاں کو پہل حاصل ہے۔ ہمارے لئے سب ہمارے سر کے تاج ہیں۔ لیکن ہمارے اس بامقصد مطالعہ میں ایک پہلو نکھر کر سامنے آتا ہے کہ حضور پاکؐ کے چچا زاد بھائی بھی بہت تھے اور نو دس سال کے بچے بھی کئی ہوں گے لیکن یہ اللہ کی شان ہے خانہ کعبہ میں پیدائش اور آنکھیں اس وقت

Marfat.com

کھولنا جب حضور پاکؐ کا چہرہ مبارک سامنے ہو، یہی ایک پہلو ایسا ہے جس پر کئی کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔

جناب علیؓ نے اس عمر میں اپنے عظیم چچیرے بھائی کے ساتھ جو وقت گزارا اس کے ایک ایک لمحہ پر تمام دنیا کے علوم اور عشق قربان کئے جا سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضور پاکؐ نے فرمایا "علیؓ علم کا دروازہ ہے" اور عشق کی مثال جناب علیؓ کے فرزند اور حضور پاکؐ کے اپنے فرزند میدانِ کربلا میں قائم کر گئے۔ اس لئے اس گھرانے کی بات کرتے وقت اپنے قلموں کو لگام دینا ہی ادب کا پہلا قرینہ ہے۔

حضور پاکؐ نے ہجرت کی تو جناب علیؓ کو اپنے بستر پر چھوڑ گئے۔ مدینہ میں عقد مواخذہ کرایا تو جناب علیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ "میرے بھائی علیؓ ہیں"۔ اپنی پیاری بیٹی فاطمہؓ کو جناب علیؓ کی زوجیت میں دے کر اس دنیا میں ایک ایسے عظیم گھر کی بنیاد رکھی اور لاثانی مثال قائم کی کہ وہاں پر جنت کے نوجوانوں کے سردار امام حسنؓ اور امام حسینؓ پیدا ہوئے۔ جناب فاطمہ الزہرہؓ کی شان کو کوئی قلم بیان نہیں کر سکتا۔ حضور پاکؐ کے بعد کون افضل ہے۔ ہم اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے۔ ہمارے لحاظ سے چار یاروں کے بارے بھی وہی الفاظ بہتر ہوں گے۔ جو اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے لئے قرآن پاک میں استعمال کئے یعنی لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ۔ کہ ان میں کوئی فرق نہیں۔ ویسے مسلمانوں کے سوادِ اعظم میں یہ دستور چلا آتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے نام لکھتے ہوئے وہ ترتیب استعمال کی جاتی ہے جس ترتیب سے انہوں نے خلافت سنبھالی یعنی خلیفہ راشد اوّل، دوم، سوم اور چہارم وغیرہ۔

ایک بیان جناب مجدد الف ثانیؒ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو مسلمان درجوں کے لحاظ سے چار یاروں کو اس طرح ترجیحی طور پر افضل نہیں سمجھتا جس طرح انہوں نے خلافت سنبھالی تو ایسے مسلمان کو اہل سنت والجماعت سے خارج سمجھا جا سکتا ہے۔ ان کا یہ بیان ان کے ایک خواب کی وضاحت میں تھا لیکن ہمیں اس کی صحت پر شبہ ہے کہ امام شافعیؒ جو اہل سنت والجماعت کے امام ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضور پاکؐ کے بعد جناب فاطمۃ الزہرہؓ افضل ہیں تو اب ہم اس چکر میں پڑ جائیں کہ کون افضل ہے تو وحدت کی بجائے ہم میں تفرقہ

Marfat.com

بڑھ جائے گا۔ قرآن پاک کے لحاظ سے اور حضور پاکؐ کی سنت کے لحاظ سے ہم سے روزِ قیامت یہ نہ پوچھا جائے گا کہ حضور پاکؐ کے رفقاء یا اولاد میں سے کون افضل تھا اور ہم کس کو افضل مانتے تھے اور اگر ایسا سوال پوچھا بھی جائے تو میرا جواب تو یہ ہوگا کہ سب ہمارے سروں کے تاج ہیں اور ہم ان کی جوتیوں کے بھی غلام ہیں۔

پہلے تین خلفائے راشدین کی شان بیان ہو چکی ہے۔ یہ خیال رہے کہ جب ہم اُن کی شان بیان کرتے رہے تو ان کی عظمت کی بلندیوں تک ہماری پہنچ نہ تھی۔ اب جب جناب شیرِ خداؓ پر پہنچے ہیں تو مہم تبوک کی بات یاد آجاتی ہے کہ حضور پاکؐ نے حضرت علیؓ کو مدینہ شریف میں اپنا جانشین چھوڑا تو فرمایا: "اے علیؓ آپ میرے لئے اسی طرح ہیں جس طرح حضرت موسیٰؑ کے لئے حضرت ہارونؑ تھے۔ ہاں! بے شک میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔"

خلافت کا بوجھ

البتہ خلافت کے سلسلہ میں ایک بات تسلیم شدہ اور عملی ہے کہ خلافتِ راشدہ کا جو بوجھ حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت کے آخری چند ماہ میں نبھایا یا حضرت علیؓ نے اپنی ساری خلافت اس بوجھ کے تحت گزاری، ایسا بوجھ پہلے دو خلفائے راشدین کو نہ اٹھانا پڑا تھا۔ ظاہر ہے کہ پہلے دو خلفاء کا امت کے بہت لوگوں کے ساتھ واسطہ پڑا تھا۔ ان کی مشیر جناب عثمانؓ اور جناب علی کرم اللہ وجہ جیسی عظیم ہستیاں تھیں لیکن جناب علیؓ کے پاس کوئی بہت بڑے پایہ کا مشیر نہ رہ گیا تھا۔ اس پہلو کو ہم آگے پانچویں باب میں اور وضاحت سے بیان کریں گے۔

حضرت علیؓ کی شان کی تاویلات

ہم نے اپنے بس کے مطابق جناب امیرؑ کی شان کو آسان الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ لیکن بدقسمتی یہ ہوئی کہ بعض لوگوں نے جناب علیؓ کی شان کو بڑھانے کی کوشش کی جس کا ذکر تیسری کتاب میں بھی ہو چکا ہے اور بعض نے ردعمل کے طور پر یا ذاتی عداوت کی وجہ سے آپؓ کی

۱۵۸۳۳۷

Marfat.com

شان کو گھٹانے کی کوشش کی۔ شان کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنے کے سلسلہ میں ہم عبداللہ بن سبا اور اس کی تاویل دابۃ الارض کا ذکر تیسری کتاب کے نویں باب میں کر چکے ہیں اور اس سلسلہ میں امام حسنؓ کے بیانات کے بعد اس معاملہ کو ادھر ہی چھوڑ دیتے ہیں لیکن شان کو گھٹا کر بیان کرنے والوں نے معاملات کو جناب علیؓ کے عظیم والد پر ناجائز حملوں کے ذریعہ سے شروع کیا۔ آگے بنو امیہ کے کچھ لوگوں نے جناب عثمانؓ کی شہادت کی ذمہ داری بھی آپؓ پر ڈال دی اور یہاں سے آگے بڑھ کر یہ اعتراض کیا کہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ، محمدؓ بن ابوبکرؓ اور اشتر نخعی جیسے لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت میں بھرپور حصہ لیا تھا اور جناب علیؓ نے ان کو اپنے ساتھ شامل کر لیا۔

اب جناب عمارؓ بن یاسرؓ کے بارے میں تو خود حضور پاکؐ فرما گئے ہیں کہ " اے عمارؓ! آپؓ کو باغی لوگ شہید کریں گے۔" تو اُن کے سلسلے میں سب الزام بے معنی ہو جاتے ہیں لیکن محمدؓ بن ابوبکرؓ اور اشتر سیدھے طور پر حضرت عثمانؓ کی شہادت کے ذمہ دار نہ تھے اور اگر حضرت علیؓ ایسے لوگوں کے ساتھ بھی دشمنی کرتے تو وہ اسلام کے مرکز کو سہارا کیسے دیتے کہ بڑے بڑے عظیم صحابہ کرامؓ یا تو غیر جانبدار ہو چکے تھے یا کھل کر حضرت علیؓ کی مخالفت کر رہے تھے۔ یہ جناب علیؓ ہی کی شان ہے کہ ان حالات میں اسلام کے مرکز کو سہارا دیا۔ اگلے ابواب میں ان اُلجھنوں کی عملی تفصیل آئے گی۔

جناب ابوطالبؓ کا اسلام

لیکن ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ چودہ سو سالوں کے بعد بھی ہم فضول باتوں کی وجہ سے تفرقوں میں پڑے ہوئے ہیں اور جناب ابوطالبؓ کا اسلام خواہ مخواہ آج بھی اُمّت میں ایک نزاع کی وجہ بنا ہوا ہے۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ اس فضول تفرقہ کے عملی پہلو کو بیان کر کے کئی اور فضول تفرقوں کے بارے میں بھی ایسے ہی رویہ پر عمل کیا جائے۔

سب سے پہلے بنو امیہ کے کچھ لوگوں نے یہ شوشہ چھوڑا کہ خلافت کیلئے جناب علیؓ کی نسبت امیر معاویہؓ زیادہ حق دار ہیں کہ ان کے والد ابوسفیانؓ اسلام لے آئے اور

Marfat.com

جناب علیؓ کے والد جناب ابوطالبؓ اسلام نہ لاتے۔ اسلام کی تاریخ یا مغازی کی کتابیں زیادہ تر بنو اُمیہ کے زمانے میں لکھی گئیں۔ اس لئے بنو امیہ کو خوش کرنے کے لئے اکثر لوگوں نے تاریخوں میں لکھ دیا کہ جناب ابوطالبؓ کے اسلام لانے کا کوئی پکا ثبوت موجود نہیں ہے۔ بنو امیہ کے بعد بنو عباس نے خلافت سنبھالی تو ان کو علویوں سے خطرہ تھا کہ پہلے علوی اور عباسی یا سارے ہاشمی مل کر بنو امیہ کی مخالفت کر رہے تھے اور ان کا امام حضرت علیؓ کے بیٹے محمدؓ بن حنیفہ کا پوتا تھا۔ انہوں نے چونکہ خلیفہ سفاح کے بڑے بھائی ابراہیم کے گھر وفات پائی۔ اس لئے انہوں نے ابراہیم کو امام نامزد کر دیا اور امیہ کی شکست کے وقت ابراہیم بھی چونکہ جنگ میں مارا گیا۔ اس لئے خلافت اس کے بھائی سفاح نے سنبھال لی۔

اب خلافت حضور پاکؐ کے چچا حضرت عباسؓ کے بیٹے حضرت عبداللہؓ کی اولاد نے سنبھال لی، تو انہوں نے بھی بنو اُمیہ کے اس شوشہ کو تقویت دی کہ جناب ابوطالبؓ کے اسلام کا کوئی ثبوت نہیں ملا اور ان کے دادا جناب عباسؓ اسلام لائے تھے۔ اس لئے خلافت کے وہ زیادہ حق دار ہیں۔ بدقسمتی سے امیہ اور عباسی خاندان کے زمانے میں علم حدیث بڑے بڑے اماموں یا عالموں تک محدود رہا اور اس کی تدوین تقریباً تین سو سال بعد عباسی خاندان کے زمانے میں ہوئی۔ گو اس وقت عباسی خاندان کی شوکت کو بھی دھچکا لگ چکا تھا لیکن خلیفہ برائے نام سہی وہ انہی کے خاندان سے تھا اور کئی سو سال ایسے ہی رہا بلکہ سقوطِ بغداد کے بعد بھی ایک خلیفہ کو کہیں سے تلاش کر کے مصر میں ایک برائے نام خلافت کو مملوکوں کے زمانے میں بھی قائم رکھا گیا کہ عباسی خاندان کا ایک آدمی کہیں سے مل گیا تھا۔ عباسی خلافت کا خاتمہ سولہویں صدی میں سلطنت عثمانیہ کے سلطان سلیم نے کیا اور وہ خود خلیفۃ المسلمون بن گیا اور خلافت کا خاتمہ اس صدی میں کمال ترکی نے کیا۔

اب چونکہ ہم امتِ واحدہ کی طرف واپس آنے کی کوشش کر رہے ہیں تو بہتر ہے کہ تفرقوں کی تاریخ میں جا کر ان کو ختم کرنے کی کوشش کریں اور یہاں پر ایک عملی قصہ سے اس تفرقہ کو ختم کر دیں۔ چنانچہ جب علویوں کے مخالفین نے جناب ابوطالبؓ کے اسلام پر شک کیا تو جناب علیؓ کے ہمدردوں نے جواب دیا کہ جناب ابوطالبؓ کیسے دوزخ میں جا سکتے ہیں کہ انہوں

Marfat.com

نے باپ کی طرح حضور پاکؐ کی پرورش کی۔ مخالفین کا جواب تھا کہ بالکل اسی طرح جس طرح حضرت ابراہیمؑ کے والد آذر دوزخ میں جائے گا کہ وہ بُت پرست تھا اور یہ دوزخ میں جانے والی بات لوگوں نے اتنی بڑھائی کہ حضور پاکؐ کے عظیم والدین کے بارے میں بھی کہہ گئے کہ وہ بھی مسلمان نہ تھے۔ (نعوذ باللہ)۔

یہ بڑی بدقسمتی ہے کہ بن جانے ہم لوگ دوزخ اور بہشت کا فتویٰ اس جہان میں دے دیتے ہیں اوّل تو اس سے گریز ضروری ہے۔ دوم ہمارا یہ ایمان ہے اور ہمارے بزرگوں میں متعدد فقرا اور ابن اثیر نے یہ لکھا ہے کہ جس کی پشت میں نبی کا نور چلتا رہا۔ وہ دوزخ کی آگ میں نہ جلے گا۔ آذر اول حضرت ابراہیمؑ کے والد کا نام نہ تھا کہ ابن اسحٰق نے حضرت ابراہیمؑ کے والد کا نام تارح لکھا ہوا ہے۔ لیکن اگر وہ آذر ہی تھا تو ضرور مسلمان ہو گیا ہو گا کہ ہم لوگ ہر نماز کے آخر میں حضرت ابراہیمؑ کی ہی دعا کو دہراتے ہیں کہ اے رب ہمارے ماں باپ اور باقی مسلمانوں کو بخش دے۔ یہی بات حضور پاکؐ کے والدین کے لئے ہے کہ وہ دین حنیف کے پیرو تھے اور خدارا ہم ایسی بے ادبیوں سے بچیں۔

جناب ابوطالبؑ کی شان

اسی طرح جناب ابوطالبؓ کی اپنی شان ہے۔ ان کے مسلمان نہ ہونے کی روایت کا راوی جناب ابوسعیدؓ خدری کو کہا گیا ہے جو انصار تھے اور روایت منسوب کرتے وقت قرآن پاک کی آیت کا ذکر ہے کہ یہ آیت جناب ابوطالبؓ کے لئے ہے کہ ان کی بخشش نہ ہوگی۔ معلوم ہوتا ہے کہ جناب ابوسعیدؓ کا نام استعمال کیا گیا کہ وہ امیر معاویہؓ کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ دوسرے راوی حضرت مسیبؓ ہیں جن کا تعلق بنو مخزوم سے تھا۔ آپ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔

ہم اس بحث کو مزید طول نہ دیں گے۔ ابن اسحٰق میں واضح الفاظ میں حضور پاکؐ کے چچا جناب عباسؓ اس چیز کے خود راوی ہیں اور ان کے بیٹے معبد کی اولاد جو خلافت کے دعویداروں میں نہ تھی۔ تین سو سال یہ روایت کرتے رہے کہ ان کے دادا جناب عباسؓ، جناب ابوطالبؓ کی وفات کے وقت وہاں موجود تھے اور آخری وقت بھی جو اُن کے ہونٹ ہل رہے تو وہ لا الہ الا اللہ

Marfat.com

محمد رسول اللہ پڑھ رہے تھے اور جناب عباسؓ نے حضور پاکؐ کو عرض کی کہ یہ تو کلمہ پڑھ رہے ہیں تو حضور پاکؐ مسکرا دیئے۔

حضور پاکؐ شاید جناب عباسؓ کو یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ جناب ابو طالبؓ تو ہمیشہ کلمہ پڑھتے رہے۔ اب جناب عباسؓ کی باری ہے اور اس دن کے بعد جناب عباسؓ نے اپنا اسلام پوشیدہ رکھا لیکن بیعت عقبہ ثانی وغیرہ ثابت کرتی ہیں کہ جناب عباسؓ بھی دل سے مسلمان ہو گئے تھے۔

جناب ابو طالبؓ نے حضور پاکؐ کے ساتھ اپنی اولاد سے بڑھ کر محبت کی۔ جب سوتے تھے تو حضور پاکؐ بھی ان کے پہلو میں سوتے، جب باہر نکلتے تھے تو حضور پاکؐ بھی ساتھ ہوتے تھے اور جب حضور پاکؐ اپنے دادا کی وفات کے بعد ان کے گھر آئے تو ساتھ برکت اور رحمت بھی آ گئی جب کھانا شروع ہوتا تو جناب ابو طالبؓ اپنی اولاد کو روک دیتے اور فرماتے "ٹھہر جاؤ! میرے بیٹے کو آنے دو ان کی وجہ سے میرے گھر میں رحمت آ گئی ہے ورنہ تم لوگ تو کھانے سے سیر ہی نہ ہوتے تھے"۔ جب قریش کے کئی خاندانوں نے حضور پاکؐ کی مخالفت پر کمر باندھ لی تو جناب ابو طالبؓ نے سو اشعار کی جو نظم فی البدیہہ پڑھ دی وہ بنو ہاشم کے بچے بچے کی زبان پر تھی اور آپؓ نے صاف فرمایا: "ہمیں ہماری جانوں کی قسم! چمکتی تلوار میرے ہاتھ میں ہے اور میرے خاندان کے لوگ میرے ساتھ ہیں۔ خبردار! جو حضور پاکؐ کی طرف ہاتھ بڑھایا"۔

علاوہ قریش کے سرداروں کے ساتھ جناب ابو طالبؓ کی ایک بحث کے الفاظ ادب کے لحاظ سے عربی زبان میں ایک شہ پارہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپؓ نے فرمایا: "واللہ تم لوگ میرے ساتھ انصاف نہیں کر رہے۔ یہ بڑا عجیب اور ذلیل سودا ہے کہ تم کہتے ہو کہ میں اپنا بیٹا تمہیں دے دوں کہ آپ اس کو قتل کر دیں اور میں آپ کے بیٹے کی پرورش کروں"۔

جناب ابو طالبؓ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ آپؓ نے سب سے پہلے حضور پاکؐ کی شان میں نعت کہی جس میں آپؐ کو پیغمبر تسلیم کیا ایک شعر یہ ہے: "ہمیں محمدؐ مل گئے ہیں اور وہ بھی حضرت موسیٰؑ کی طرح پیغمبر ہیں"۔

چنانچہ جناب ابو طالبؓ کے مسلمان ہونے کے سینکڑوں ثبوت موجود ہیں لیکن اگر کوئی صاحب پھر بھی شک میں رہتے ہیں تو یہ ان کی اپنی قسمت۔ بہرحال اس پہلو کو امت میں تفرقہ بنانے کا وجوہ

Marfat.com

تو نہ بنایا جائے۔

سازش جاری تھی

یہ تجزیہ اور تبصرہ پیش کرنے کے بعد ہم پھر مدینہ شریف واپس جاتے ہیں جہاں مشکل حالات میں جناب علیؓ نے خلافت تو قبول کرلی۔ لیکن اہل سازش کی سازش ختم نہ ہوئی تھی۔ ان میں سے چند لوگوں نے جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ کو بھڑکایا کہ جناب علیؓ، حضرت عثمانؓ کے قصاص کے سلسلہ میں کوئی کارروائی نہیں کرنا چاہتے۔ چنانچہ دونوں عظیم صحابہؓ نے حضرت علیؓ سے ایک ملاقات میں حضرت عثمانؓ کے قصاص کے سلسلہ میں بات کی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا "کہ اس معاملہ پر دھیان دینے کا وقت ابھی نہیں آیا۔ ابھی تک مدینہ شریف میں ان لوگوں کی تعداد بہت کافی ہے۔ جنہوں نے حضرت عثمانؓ کا گھیراؤ کیا تھا۔ صوبوں کے بارے میں مجھے کوئی خبر نہیں کہ وہاں کیا حالات ہیں جو امرا جس جگہ پر موجود ہیں۔ کس حد تک حالات ان کے قابو میں ہیں اور میں ان پر کتنا بھروسہ کرسکتا ہوں۔ یہ ایسے معاملات ہیں جو فوری توجہ چاہتے ہیں اور میں پہلے ملک کے حالات ٹھیک کرلوں اور بعد میں ان معاملات پر توجہ دوں گا۔ اگر میں حالات کا جائزہ لئے بغیر پکڑ دھکڑ شروع کردوں تو اس کا ردعمل دُور دُور تک ہوگا اور ایک فتنہ کی بجائے کئی فتنے شروع ہوجائیں گے۔"

اس کے کچھ عرصہ بعد جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ پھر حضرت علیؓ کے پاس آئے اور کوفہ جانے کی اجازت طلب کی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ان کو ان دونوں عظیم صحابہؓ کی مشاورت کی مدینہ شریف میں ضرورت ہے اور ان کی اوّل کوشش یہ ہے کہ جو لوگ باہر سے آئے ہیں۔ انہیں اپنے گھروں کو واپس کیا جائے۔ انہیں اس میں پوری کامیابی نہیں ہوئی۔ جناب طلحہؓ و زبیرؓ ان کی مدد کریں کہ فی الحال مدینہ شریف میں من مانی نہیں کی جاسکتی۔ مفسدین اور باغیوں کا کافی اثر ہے۔ اور ان کے پاس طاقت بھی ہے۔

جناب طلحہؓ و جناب زبیرؓ یہ سننے کے بعد کوفہ تو نہ گئے۔ لیکن وہ حضرت علیؓ کو کوئی مشورہ بھی نہ دیتے تھے اور اکثر لوگوں نے اس بات کو غلط رنگ میں پیش کردیا۔ دراصل بات یہ تھی کہ حضرت علیؓ علم کا دروازہ تھے اور ان کو مشورہ دینا سورج کو چراغ دکھانے والی بات تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپؓ

Marfat.com

نے فرمایا تھا کہ وہ امیر کی بجائے وزیر ہونا زیادہ پسند کریں گے اور پہلے خلیفہ آپ کے مشورہ کے مقابلہ میں کسی کی رائے کو زیادہ وقعت نہ دیتے تھے۔ جناب علیؓ کے زمانے میں لوگوں کا کام تھا کہ ان کے احکام کی تعمیل کرتے جاتے اور پھر نتیجے دیکھتے۔

حضرت عثمانؓ کے عامل

اب جناب علیؓ کے لئے سب سے بڑا اور مشکل مسئلہ یہ تھا کہ صوبوں میں جناب عثمانؓ کے مقرر کردہ عاملوں کے ساتھ کیا رویہ اختیار کریں۔ اکثر عامل یہ کہہ چکے تھے کہ حضرت علیؓ کو خلافت کی چاہت ہے اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد تو ایسے لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ فتنہ وفساد میں جناب علیؓ کا بھی ہاتھ تھا۔ پہلے جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ کا نام بھی لیتے تھے لیکن اب انہوں نے تمام تر توجہ جناب علیؓ پر ڈال دیا اور جناب علیؓ اس سلسلہ میں پیشگوئی کر چکے تھے۔ ان حالات میں حضرت علیؓ کے لئے ضروری ہو گیا کہ وہ حضرت عثمانؓ کے عاملوں کو تبدیل کر دیں۔

جناب مغیرہؓ بن شعبہ

جناب مغیرہؓ بن شعبہ جو منجھے ہوئے سیاستدان تھے۔ وہ حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے جناب علیؓ کی خدمت میں عرض کی کہ "جناب عثمانؓ کے مقرر کردہ عاملوں کو تبدیل نہ کیا جائے" اس پر جناب علیؓ نے اپنا نقطہ نظر جناب مغیرہؓ پر واضح کر دیا اور جناب مغیرہؓ لاجواب ہو گئے کہ سیاست صحیح علم کا سیدھا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جناب مغیرہؓ نے اس سلسلہ میں سوچ بچار کرنے کا وعدہ کیا اور عرض کی کہ دو تین دن کے بعد وہ حتمی رائے دیں گے۔ چنانچہ دو تین دن کے بعد جناب مغیرہؓ نے حضرت علیؓ سے عرض کی کہ وہ آن سے اتفاق کرتے ہیں۔ در اصل جناب مغیرہؓ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ جناب علیؓ کے سامنے وہ اکثر لاجواب ہو جایا کریں گے اور جناب علیؓ کے طریقوں کے سامنے جناب مغیرہؓ کے طور طریقے کوئی مقام حاصل نہ کر سکیں گے اور قارئین اس نکتہ کو ذہن نشین کریں۔

Marfat.com

جناب عبداللہؓ بن عباسؓ

جناب عبداللہؓ بن عباسؓ بھی پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے صاف گوئی سے کام لیا اور فرمایا جناب مغیرہؓ کی پہلی رائے یا تجزیہ سیاسی لحاظ سے بالکل صحیح تھا۔ اب یہ دوسری رائے مصلحت کے تحت ہے کہ ہاں میں ہاں ملائی جا رہی ہے اور بے شک جناب عبداللہؓ صحیح تھے۔ اس کے بعد جناب مغیرہؓ بن شعبہ مکہ مکرمہ چلے گئے اور انہوں نے حضرت علیؓ کی کوئی مدد نہ کی بلکہ حضرت علیؓ کی شہادت سے کچھ عرصہ پہلے آپ امیر معاویہؓ کے پاس چلے گئے جس کا ذکر آگے آئے گا۔

اب جناب علیؓ کے پاس، جناب عبداللہؓ بن عباسؓ کے علاوہ کوئی اور عظیم صحابیؓ موجود نہ تھا جو اُن کو کوئی مشورہ دے سکے۔ کچھ صحابہ کرام یعنی حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ وغیرہ گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ کچھ بین بین تھے اور کچھ دل سے حضرت علیؓ کے مخالف تھے۔ اس لئے حالات کو سہارا نہ مل رہا تھا۔ اس کی کئی وجوہات تھیں۔ اوّل ہر جگہ افراتفری تھی۔ پہلے حضرت عثمانؓ کے امرا کے خلاف شکایات تھیں۔ ایسی شکایات کرنے والوں کا ایک گروہ بن چکا تھا جس میں کچھ اہل سازش تھے۔ کچھ نادان اور کچھ تماشہ بین۔ دوسرا گروہ اُن لوگوں کا تھا جنہوں نے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں فائدے اٹھائے اور اس فکر میں تھے کہ اب کیا ہوگا۔ تیسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جو سمجھتے تھے کہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ بہت زیادتی ہوئی ہے اور اس کا ازالہ ہونا چاہیئے اور چوتھا گروہ ان سنجیدہ لوگوں کا تھا جو کہتے تھے کہ پہلے حضرت علیؓ کی مدد کی جائے کہ وہ حالات کو ٹھیک کریں اور باقی معاملات پھر طے ہوں۔

اب جناب علیؓ کے ساتھ اس چوتھے گروہ کے علاوہ پہلے گروہ کے نادان لوگ بھی شامل ہو گئے تھے۔ کچھ اہل سازش نے بھی ادھر ہی پناہ حاصل کر لی۔ اور کچھ غیر جانبدار لوگ بھی وقتی طور پر جناب علیؓ کے ساتھ شامل تھے۔ قارئین اس نکتہ کو نوٹ کریں کہ جناب علیؓ کے ساتھ جو لوگ تھے۔ ان میں مکمل طور پر وحدت فکر نہ تھی۔

مکمل غیر جانبداری

سب سے عجیب و غریب پہلو یہ تھا کہ کچھ لوگوں نے مکمل غیر جانبداری اختیار کر لی۔ ان

Marfat.com

لوگوں میں عظیم صحابہؓ میں سے جناب سعدؓ بن ابی وقاص، جناب عبداللہؓ بن عمرؓ جناب اسامہؓ بن زیدؓ جناب زیدؓ بن ثابت اور جناب محمدؓ بن مسلمہ کے پایہ کے لوگ تھے۔ ایسے لوگ مکمل طور پر گوشہ نشین ہوگئے۔ اور جناب سعدؓ فرماتے تھے کہ وہ اس صورت میں باہر نکلیں گے کہ اُن کی تلوار کی آنکھیں ہوں اور وہ پہچان سکے کہ صحیح کون ہے اور غلط کون۔ تاکہ وہ صرف غلط آدمی پر وار کرسکیں۔ قارئین اندازہ لگائیں کہ قوم کتنے گروہوں میں بٹ چکی تھی۔

جناب علیؓ کی مجلس مشاورت

اب جناب علیؓ کے ساتھ جو لوگ تھے وہ خود گروہوں میں بٹے ہوئے تھے اور ہر مشیر کی رائے میں اس کے ذاتی مقاصد کی جھلک ہوتی تھی۔ اس لئے ثقہ مشیر صرف جناب عبداللہؓ بن عباسؓ ہی تھے۔ انہوں نے یہ رائے دی کہ باقی عاملوں کو تو تبدیل کر دیا جائے لیکن امیر معاویہؓ کو نہ چھیڑا جائے۔ جنابِ علیؓ ہر کام کسی اصول کے تحت کرتے تھے۔ وہ جناب معاویہؓ کو کیسے رہنے دیتے۔ اوّل اگر عمال کو تبدیل کرنا ضروری ہے تو امیر معاویہؓ کو سرفہرست ہونا چاہیئے تھا۔ کہ ان کی امارت کو بہت عرصہ گزر چکا تھا۔ دوم دمشق میں امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے خلاف الزامات کی ایک مہم شروع کردی تھی اور ان کی وفاداری پر نہ صرف شبہ تھا بلکہ صاف ظاہر ہو چکا تھا کہ جناب معاویہؓ حضرت علیؓ کے دل سے مخالف ہیں۔

حضرت علیؓ چاہتے تھے کہ چونکہ شام کے علاقہ کی سرحدیں ملک روم کے ساتھ ملتی ہیں۔ اس لئے جناب عبداللہؓ بن عباسؓ ایسے علاقہ کی ذمہ داری سنبھال لیں لیکن جناب عبداللہؓ نے دمشق کی ذمہ داری قبول نہ کی چنانچہ حضرت علیؓ نے عظیم انصار صحابی جناب سہلؓ بن حنیف کو ملک شام کے لئے عامل مقرر فرمایا۔ آپ اسلام لانے والے اولیں لوگوں میں سے تھے اور انصار میں سے حضور پاکؐ نے جناب علیؓ کا عقد مواخذہ انہی سے کرایا۔

حضرت علیؓ کے عامل

سب سے پہلے جناب علیؓ نے حضرت سہلؓ کو عامل بنا کر ملک شام کی طرف روانہ کیا۔ آپؓ

Marfat.com

جب تبوک کے مقام پر پہنچے تو وہاں پر انہیں ملک شام سے آنے والا ایک سوار دستہ ملا۔ ان لوگوں کو امیر معاویہ رضؓ نے متعین کیا ہوا تھا کہ ملک شام میں داخل ہونے والے ہر آدمی سے پوچھ گچھ کریں اور جس شخص کی ہمدردیاں حضرت علی رضؓ کے ساتھ ہوں۔ اس کو ملک شام میں داخل نہ ہونے دیں لیکن ظاہری طور پر یہ الفاظ نہ استعمال کئے جائیں۔ چنانچہ ان سواروں نے جناب سہل رضؓ سے پوچھا کہ وہ کون ہیں اور کہاں جا رہے ہیں۔ جناب سہل رضؓ نے فرمایا کہ وہ امیر شام ہیں اور خلیفہ وقت نے ان کو اس کام پر مامور کیا ہے۔ سوار کہنے لگے کہ اگر حضرت عثمان رضؓ کے زمانے کا کوئی خط ہے تو وہ دکھا کر آگے جا سکتے ہیں اگر ایسا نہیں اور اگر وہ اپنی جان کی خیر چاہتے ہیں تو واپس مدینہ چلے جائیں۔ جناب سہل رضؓ کے پاس اتنی طاقت تو نہ تھی کہ وہ فوجی سواروں کے ساتھ لڑائی لڑتے یہ سب کچھ جناب معاویہ رضؓ کی تجویز سیاست کے تحت ہو رہا تھا کہ وہ حضرت علی رضؓ کی خلافت کا سیدھے طور پر تو انکار نہ کر رہے تھے بلکہ حالات کا مطالعہ کر رہے تھے۔ یہ طریقہ بالواسطہ تھا کہ وہ جناب علی رضؓ کی خلافت کو تسلیم نہیں کرتے تھے اور اس کاروائی کا یہ پہلا مظاہرہ تھا۔

جناب قیس رضؓ بن سعد رضؓ

مصر کے حالات عجب صورت اختیار کئے ہوئے تھے وہاں پر حضرت علی رضؓ نے عظیم انصار صحابی جناب سعد رضؓ بن عبادہ کے بیٹے قیس رضؓ کو عامل مقرر فرمایا۔ جناب سعد رضؓ کا ذکر پہلی کتاب میں بھی ہو چکا ہے کہ آپ خلافت کے امیدوار تھے اور سقیفہ بنو ساعدہ میں اجتماع آپ ہی کی رائے سے ہوا تھا۔ بہرحال آپ اسلام کے عظیم فرزند تھے اور آپ کے بیٹے قیس رضؓ بھی مانے ہوئے بہادر اور مدبر مسلمان تھے۔ حضرت علی رضؓ کا یہ انتخاب بڑا صحیح نکلا۔ مصر کے حالات بہت خراب تھے اور حضرت عثمان رضؓ کے زمانے کے عامل عبداللہ رضؓ بن ابی سرح مصر کو چھوڑ چکے تھے کہ بغاوت ہو گئی تھی اور عارضی طور پر محمد رضؓ بن ابو حذیفہ رضؓ نے امارت سنبھال لی تھی۔

جناب قیس رضؓ نے بڑی مصلحت سے کام لیا۔ انہوں نے راستے میں اپنی امارت کا کسی کے سامنے ذکر نہ کیا۔ انہوں نے ایلہ (عقابہ) والا راستہ استعمال کیا اور خاموشی کے ساتھ فسطاط پہنچ گئے۔ وہاں جا کر اعلان کر دیا کہ ان کو حضرت علی رضؓ نے امیر مقرر کیا ہے اور لوگوں سے حضرت علی رضؓ کی بیعت لینے کا

ملا جلال مصطفیٰ صفحہ ۱۳۳، ۱۸۱، ۲۵۰، اور ۲۹۰ پر ان کا ذکر ہے۔

Marfat.com

اعلان بھی کیا۔ کافی لوگوں نے حضرت علیؓ کی بیعت کی۔ لیکن جو لوگ کسی تذبذب میں تھے۔ اُنکو جناب قیسؓ نے مہلت دے دی اور کہا کہ وہ سوچ لیں۔ اس طرح مصر کے کافی لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر جناب قیسؓ نے مصر کی عملداری سنبھال لی۔

عثمانؓ بن حنیف

جناب علیؓ نے بصرہ پر جناب عثمانؓ بن حنیف کو عامل بنا کر بھیجا۔ وہاں پر حضرت عثمانؓ کے ماموں زاد بھائی جناب عبداللہؓ بن عامر تھے اور آپؓ کے والد عامر حضرت علیؓ کے بھی پھوپھی زاد بھائی تھے۔ یہاں رشتہ داری تو دونوں طرف تھی لیکن حالات کے تحت جناب علیؓ ان کو تبدیل کر رہے تھے کہ غلط یا صحیح لوگوں نے ان کے خلاف شکایات کی تھیں۔ تیسری کتاب کے ساتویں باب میں ہم جناب عبداللہؓ کی فتوحات کا ذکر کر چکے ہیں۔ بہرحال بصرہ میں جناب عثمانؓ بن حنیف نے امارت سنبھال لی۔ اور جناب عبداللہؓ مکہ مکرمہ چل پڑے۔ روایت ہے کہ ان کے پاس چھ لاکھ درہم کی رقم تھی اور یہ شاید ان کی اپنی ملکیتؓ ہو کہ انہوں نے کافی جنگوں میں حصہ لیکر مال غنیمت حاصل کیا تھا۔ بہرحال بصرہ کے لوگوں نے جناب عثمانؓ بن حنیف کے سامنے حضرت علیؓ کی بیعت کی اور اپنی وفاداری کا اعلان کر دیا۔

جناب عمارہؓ بن شہاب

جناب علیؓ نے حضرت عمارہؓ بن شہاب کو کوفہ کا عامل مقرر کیا۔ وہ جب زبالہ کے مقام پر پہنچے تو اُن کی ملاقات طلحہؓ بن خویلد سے ہو گئی۔ طلحہؓ اس علاقے میں کوفہ کے عامل جناب ابوموسیٰ اشعریؓ کی طرف سے امیر تھے۔ انہوں نے جناب عمارہؓ کو بتایا کہ اس علاقے میں جناب ابوموسیٰ اشعریؓ کے اعلان پر تمام لوگوں نے حضرت علیؓ کی بیعت کر لی ہے لیکن یہاں کے لوگ ابوموسیٰؓ کے بغیر کسی

ؔ طبقات ابن سعد کے مطابق ان فتوحات سے جناب عبداللہؓ نے حضرت عثمانؓ کی سفارش پر بیس ہزار درہم تو جناب علیؓ کو بھی پیش کیے تھے

Marfat.com

اور شخص کو امیر دیکھنا پسند نہ کریں گے اور میں تم کو یہاں سے آگے نہ جانے دوں گا۔ یہ بڑے عجیب حالات تھے۔ طلحہؓ خود بخود ایسا کر رہے تھے یا جناب ابو موسیٰؓ کا کوئی ایسا حکم تھا۔ بہرحال جناب عمارہؓ کو مدینہ واپس لوٹنا پڑ گیا جس کے بڑے خراب اثرات نکلے۔ اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

جناب عبید اللہؓ بن عباسؓ

جناب علیؓ نے یمن کے علاقے میں جناب عبید اللہؓ بن عباسؓ کو عامل مقرر فرمایا۔ ان کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی حضرت عثمانؓ کے زمانے کے عامل یعلیؓ بن منبہ اپنا مال و اسباب لاد کر مکہ مکرمہ روانہ ہو چکے تھے۔ اس لئے جناب عبید اللہؓ کو کوئی خاص تکلیف نہ ہوئی۔

تبصرہ

یہ تھے وہ حالات جن سے جناب علیؓ دوچار تھے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت نے اسلام کے مرکز کو پاش پاش کر دیا تھا۔ اور فتنہ سے فتنہ نکل رہا تھا۔ شام میں ایک طرح سے حضرت علیؓ کو تسلیم نہ کیا گیا۔ مصر میں کئی لوگوں نے حضرت علیؓ کی بیعت نہ کی۔ ہاں امیر حضرت علیؓ کی مرضی کا تھا۔ کوفہ میں ابو موسیٰؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت کا اعلان کر دیا کہ تمام لوگوں نے برضا و رغبت حضرت علیؓ کو خلیفہ تسلیم کر لیا ہے۔ لیکن حضرت علیؓ کے اپنے عامل واپس چلے جانے کی وجہ سے حضرت علیؓ کو کوئی بھروسہ نہ تھا کہ وہ کوفہ کے عامل یا لوگوں پر انحصار کر سکتے ہیں یا نہیں۔ بصرہ کے علاقہ کی باگ ڈور حضرت علیؓ کے عامل نے سنبھال لی لیکن بصرہ اہل سازش کا گڑھ تھا اور ان میں سے اکثر لوگ حضرت علیؓ کی جگہ جناب طلحہؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے یمن کو اتنی اہمیت نہ تھی اور مدینہ کے حالات لکھے جا چکے ہیں کہ اکثر لوگ غیر جانبدار تھے۔ ان حالات میں جو لوگ یہ تنقید کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے جناب عثمانؓ کے قاتلوں کو پکڑنے میں دیر کی وہ حالات کا بغور جائزہ نہیں لیتے۔

بہرحال جناب علیؓ نے حالات کو سنبھالا دینے کی کوشش کی۔ انہوں نے سب عاملوں کو

Marfat.com

ہدایت کی کہ وہ حالات ٹھیک کریں۔ آپؓ نے جناب سبرہؓ جہنی کے ہاتھ جناب معاویہؓ کو ایک خط بھیجا کہ نہ تو انہوں نے حضرت علیؓ سے وفاداری کا اعلان کیا تھا اور نہ ان کے عامل کو اپنے علاقہ میں داخل ہونے دیا تھا۔ اس لئے بہتر ہے کہ اب بھی وہ راہِ راست پر آجائیں جناب معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے قاصد کو تین ماہ تک اپنے پاس روکے رکھا اور کوئی جواب نہ دیا۔ آخر ربیع الاول چھتیس ۳۶ ہجری میں جناب سبرہؓ کے ساتھ اپنے ایک قاصد قبیعہ حبسی کو بھی ایک خط دے کر بھیجا اور کہا کہ کچھ باتیں زبانی بھی کرنا۔ خط میں صرف یہ کچھ لکھا تھا۔ "علیؓ کی طرف اور معاویہؓ کی جانب سے"۔ یعنی خط اس لیے دیا کہ قاصد کی حیثیت تسلیم ہو جائے ورنہ بات کوئی نہ لکھی تھی۔

جناب علیؓ یہ خط دیکھ کر حیران رہ گئے اور قبیعہ حبسی سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ قبیعہ نے کہا "میں قاصد ہوں اور آپؓ میرے لئے امن کا وعدہ کریں تو حالات عرض کروں گا" جناب علیؓ نے فرمایا "امن ہے" قبیعہ کہنے لگا کہ "میں شام میں ایسے لوگوں کو چھوڑ کر آیا ہوں جو کسی طرح آپؓ سے راضی نہ ہوں گے۔ یعنی آپؓ کو خلیفہ تسلیم کرنے پر تیار نہیں۔ میں نے ساٹھ ہزار شیوخ کو دیکھا ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ کی خون آلودہ قمیص پر روتے ہیں اور یہ قمیص لوگوں میں جوش پیدا کرنے کی غرض سے جامع دمشق کے منبر پر رکھی گئی ہے۔"

جناب علیؓ نے جواباً یہ فرمایا "اے اللہ میں خونِ عثمانؓ سے بری ہوں۔ قاتلینِ عثمانؓ سے اللہ سمجھے۔"

لیکن وہاں کچھ ایسے لوگ بھی بیٹھے تھے جو حضرت عثمانؓ کے گھیراؤ میں شریک تھے۔ وہ پکار اُٹھے "کہ قبیعہ کتے کو مارو" قبیعہ نے کہا کہ وہ امن طلب کر چکا ہے لیکن ساتھ ہی اس کے قبیلہ کے چار ہزار لوگ تیار کھڑے ہیں۔ اگر میرا بال بھی بیکا ہوا تو وہ بدلہ لیں گے۔"

جناب علیؓ نے معاملہ رفع دفع کر دیا کہ قاصد کو امان ہے اور قبیعہ چلا گیا لیکن وہ صحیح تھا کہ امیر معاویہؓ نے مدینہ شریف کے شمال میں قبیعہ کے حبسی قبیلہ کے ساتھ رابطہ قائم کیا ہوا تھا اور اگر قبیعہ کے ساتھ کوئی گڑبڑ ہوتی تو یہ قبیلہ مدینہ کی طرف پیش قدمی ضرور کرتا۔

بدتر حالات

حالات ابھی اور بھیانک صورت اختیار کرتے جا رہے تھے۔ زمانۂ جاہلیت کی طرح قبیلے اور گروہ

Marfat.com

آگے آرہے تھے۔ بنو امیہ حضرت عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ کر رہے تھے انہوں نے اہل شام کو بھی ساتھ ملا لیا تھا اور باقی جگہ بھی ہمدردیاں پیدا کر رہے تھے۔ کئی قبیلوں کو بھی ساتھ ملا رہے تھے اور حضرت علیؓ کے پاس چند مخلص اور سنجیدہ لوگوں کو چھوڑ کر زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی تھی جو یا تو حضرت عثمانؓ کے خلاف گھیراؤ میں شریک تھے یا گھیراؤ والوں کے حامی تھے یعنی وہ لوگ جو حضرت عثمانؓ یا اُن کے امراء کی کسی نہ کسی طرح مخالفت کر چکے تھے وہ تمام تر حضرت علیؓ کے ساتھی بنتے جاتے تھے کیونکہ دمشق میں جو کچھ ہو رہا تھا۔ اس نے حضرت عثمانؓ کے پرانے مخالفین کو ایک ایک کر کے حضرت علیؓ کی طرف دھکیل دیا۔

جناب علیؓ کی شام پر لشکر کشی کی تیاری

اب جناب علیؓ کے لئے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ وہ امیر معاویہؓ کو طاقت کے ذریعے راہ راست پر لاتے اور اگر لڑائی نہ بھی ہو تو جب تک کوئی فوج وہاں نہ بھیجی جاتی دمشق میں حضرت علیؓ کے نامزد کردہ عامل کا امارت حاصل کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔ اہل مدینہ نے حالات کو بھانپنے کے لئے حضرت علیؓ کا ردعمل معلوم کرنا شروع کر دیا اور اس سلسلہ میں زیادؓ بن حنظلہ تمیمی جناب علیؓ کے پاس آئے اور پوچھا کہ ان کے کیا ارادے ہیں۔ حضرت علیؓ نے صاف صاف بتا دیا کہ جنگ کے بغیر چارہ نہیں۔ زیادؓ نے حضرت علیؓ سے عرض کی کہ وہ اس سلسلہ میں اور سوچیں۔ جناب علیؓ نے فرمایا "کہ زبانی کوشش تب کامیاب ہو سکے گی جب اس کے ساتھ طاقت موجود ہو" اور آپؓ نے مجاہدین جمع کرنے شروع کر دیئے۔

لیکن اہل مدینہ کو جیسے ہی پتہ چلا کہ حضرت علیؓ کوئی فوج اکٹھی کرنا چاہتے ہیں تو اُن میں سے اکثر نے مدینہ کو چھوڑ دیا بلکہ جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ نے بھی حضرت علیؓ سے اجازت چاہی کہ وہ مکہ مکرمہ میں عمرہ کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے ان کو نہ روکا۔ حضرت علیؓ مکہ مکرمہ کے بارے میں اس وقت تک فکرمند نہ تھے اور اُن کو اُمید بھی نہ تھی کہ مکہ مکرمہ میں بھی کوئی فساد ہو سکتا ہے اور بے شک فساد تو نہ ہو رہا تھا لیکن مکہ مکرمہ میں لوگ اکٹھے ہو چکے تھے جنہوں نے الزام تراشی شروع کر رکھی تھی کہ حضرت علیؓ جناب عثمانؓ کے قاتلوں کو گرفتار نہیں کر رہے۔ مروان حضرت عثمانؓ کے

Marfat.com

بیٹے، عبداللہؓ بن عامر سابق گورنر بصرہ سعیدؓ بن عاص سابق گورنر کوفہ وغیرہ سب مکہ مکرمہ پہنچ چکے تھے۔ مغیرہؓ بن شعبہ بھی وہیں تھے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ، ام المومنین حفصہؓ اور عبداللہؓ بن عمرؓ بھی مکہ مکرمہ میں تھے۔

حضرت علیؓ مدینہ شریف میں لشکر اکٹھا کرنے میں لگے ہوئے تھے اور انہوں نے اپنے بیٹے محمدؓ بن حنیفہ کے علاوہ عبداللہؓ بن عباسؓ، عمروؓ بن ابی سلمہ، عمروؓ بن سفیان اور جناب ابو عبیدہؓ بن جراح کے بھتیجے ابو لیلیٰؓ بن عمر کو لشکر کے دستوں پر امیر مقرر فرمایا تاکہ وہ مدینہ کے گردونواح سے فوج اکٹھی کریں۔ پھر اپنے وفادار عاملوں کو بصرہ، کوفہ اور فسطاط میں خط لکھے کہ وہ فوج اکٹھی کرکے مدینہ شریف بھیجیں۔

تجویز میں تبدیلی

جناب علیؓ اس تیاری میں تھے کہ ان کو خبر ملی کہ مکہ مکرمہ میں لوگ جناب طلحہؓ، جناب زبیرؓ اور ام المومنین حضرت عائشہؓ کے گرد اکٹھے ہو رہے ہیں اور وہاں پر ایک تحریک چل رہی تھی کہ حضرت علیؓ سے پوچھا جائے کہ وہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو کیوں نہیں پکڑتے چنانچہ لوگ اس تحریک میں اکٹھے ہوکر مدینہ شریف کی طرف کوچ کریں گے۔ اب جناب علیؓ نے اہل مدینہ کو اکٹھا کیا اور ان کو حالات سے آگاہ کیا کہ بجائے اس کے کہ عظیم صحابہؓ میری مدد کرتے انہوں نے میرے ہی خلاف تحریک شروع کردی ہے۔ اس لئے شام پر فوج کشی کرنے کا تو فی الحال سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے پہلے مکہ مکرمہ چلیں اور عظیم صحابہؓ سے پوچھیں کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ مدینہ شریف میں بھی اکثر لوگ تذبذب میں پڑ گئے اور ان کو سمجھ نہ آ رہی تھی کہ کیا کریں لیکن جناب خزیمہؓ بن ثابتؓ، زیادؓ بن حنظلہ اور ابو الہیثمؓ بن التیہان نے لوگوں کو کچھ شرم دلائی۔ تب کچھ لوگ حضرت علیؓ کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوئے۔

لہ آپؓ کا مکمل ذکر تیسرے باب میں ہوگا جہاں آپ جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

Marfat.com

تبصرہ

امیر معاویہؓ نے سیاست کے ذریعہ سے تین ماہ کی التوا حاصل کر لی تھی۔ اب مکہ مکرمہ میں الزام تراشی کے حالات سے بھی امیر معاویہؓ کو فائدہ ہوا کہ حضرت علیؓ کا رُخ بھی تبدیل ہو گیا اور امیر معاویہؓ دمشق میں بیٹھ کر اپنی پوزیشن مضبوط کر رہے تھے۔

حضرت علیؓ کا بصرہ کی طرف کوچ

حضرت علیؓ مکہ مکرمہ جانے کی تیاری کر رہے تھے کہ خبر ملی کہ جناب زبیرؓ، جناب طلحہؓ اور ام المومنین حضرت عائشہؓ مکہ مکرمہ سے بصرہ کی طرف جا رہے ہیں۔ ان کو یہ امید تھی کہ وہاں پر زیادہ لوگ ان کی حمایت کریں گے اور وہاں سے تحریک شروع کر کے وہ طاقت کے ذریعے حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کے خلاف کاروائی کرنے پر مجبور کریں گے۔ اب اس چیز کو بغاوت کا نام دیں یا نہ دیں، ہمیں خدشہ محسوس ہوتا ہے کہ اس میں عظیم صحابہؓ ملوث ہیں۔ لیکن یہ طریق کار صحیح نہ تھا اور خود عظیم صحابہؓ اس تمام کاروائی پر نادم ہوئے۔ اسی لئے ہمیں بھی یہ الفاظ لکھنے کی ہمت ہوئی۔

مکہ مکرمہ میں اس سلسلہ میں جو کچھ ہوا وہ ہم اگلے باب میں بیان کریں گے۔ فی الحال اتنا کافی ہے کہ جناب علیؓ نے جب یہ خبر سنی تو آپؓ نے فیصلہ کیا کہ اب مکہ مکرمہ کی بجائے بصرہ کا رُخ کیا جائے۔ روایت ہے کہ عبداللہؓ بن سلام نے حضرت علیؓ کو بہت روکا۔ کہ وہ مدینہ شریف کو اس طرح نہ چھوڑیں اگر مسلمانوں کا امیر مدینہ شریف سے چلا گیا تو پھر امارت مدینہ شریف میں کبھی واپس نہ آئے گی۔ اور امام حسنؓ کا بھی کچھ ایسا ہی خیال تھا۔ لیکن مشیت ایزدی بھی تھی اور حالات ایسی صورت اختیار کر چکے تھے کہ یا تو حضرت علیؓ خلافت سے دستبردار ہو جاتے یا حالات کو سنبھالا دینے کے لئے پہلے جناب طلحہؓ، جناب زبیرؓ اور ام المومنین حضرت عائشہؓ سے معاملات طے کرتے اور یہ وہ ذاتی طور پر خود ہی کر سکتے تھے۔

بہر حال ابھی ایسے ہی صلاح و مشورے جاری تھے کہ خبر ملی کہ جناب طلحہؓ، جناب زبیرؓ اور ام المومنین عائشہؓ بصرہ پر قابض ہو گئے ہیں اور حضرت علیؓ کے عامل عثمانؓ بن حنیف شکست کھا چکے ہیں۔ بصرہ میں

Marfat.com

کیا کچھ ہوا۔ وہ سب ہم اگلے باب میں بیان کریں گے کہ یہ تمام واقعات جنگ جمل کا پیش خیمہ ثابت ہوئے اور اگلا باب اسی موضوع پر ہے۔

نتائج واسباق

ہمارا خیال ہے کہ قارئین پر واضح ہو گیا ہوگا کہ حضرت علیؓ نے کن حالات میں خلافت سنبھالی اور کن حالات سے دوچار ہوئے۔ یہ حضرت علیؓ ہی کی شخصیت تھی کہ وہ مرکز کو کچھ سہارا دیتے رہے ورنہ اُن کی جگہ کوئی اور ہوتا تو حالات بد سے بدتر ہو جاتے۔ امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد بیس سال تک بڑے پُرامن طریقے سے حکومت کی۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اگر امیر معاویہؓ یا عمروؓ بن عاص جیسا کوئی سیاسی آدمی اس زمانے میں خلافت سنبھال لیتا تو حالات ٹھیک ہو جاتے۔ ہمارا تجزیہ ہے کہ اگر اس وقت ان میں سے کوئی اوپر آجاتا تو اسلامی دُنیا کی اینٹ سے اینٹ بج جاتی۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اگر جناب طلحہؓ یا جناب زبیرؓ، یا جناب سعدؓ بن ابی وقاص یا عبداللہؓ بن عمرؓ جیسا کوئی صحابیؓ خلیفہ بن جاتا تو شاید حالات سنبھل جاتے۔ ہمارا تجزیہ ہے کہ ان صاحبان سے اگر کوئی بھی خلیفہ ہوتا تو صورت حال اور زیادہ تکلیف دہ ہوتی اور وہ بہت جلد خلافت سے دستبردار ہو جاتے۔ جناب سعدؓ اور جناب عبداللہؓ تو ان حالات میں گوشہ نشین ہو چکے تھے اور جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ نے جو کچھ کیا۔ اس پر وہ خود بعد میں نادم ہوئے۔ اور قارئین اگلے واقعات پڑھنے کے بعد خود تسلیم کریں گے کہ مرکز کو ان چار سال کے لئے حضرت علیؓ نے جو سہارا دیا وہ صرف آپؓ ہی دے سکتے تھے اور امیر معاویہؓ نے بعد میں جو بیس سال حکومت کی اس کی وجہ یہ ہے کہ ان چار سال کے بھیانک حالات نے لوگوں کو خاموش کر دیا لیکن امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد دس سال کے عرصہ میں حالات دوبارہ بدتر ہو گئے اور مسلمان ایک اور نئی ڈگر پر چل پڑے۔ یہ سب دراصل اسی زمانے کی آزاد فکری کا نتیجہ تھا جس کا ذکر ہم تیسری کتاب میں کر چکے ہیں۔

۲۔ اب ایسی باتوں کے کچھ لوگ بڑے عجیب وغریب تجزیئے شروع کر دیتے ہیں کہ اسلام عملی طور پر صرف پہلے دو خلفاء کے زمانے میں نافذ رہا یا چند سال تک حضرت عثمانؓ کے عہد میں۔ تو پھر

Marfat.com

کیا اسلام عملی مذہب نہیں ؟ معاذ اللہ ایسی بات نہیں۔ یہی تو دین فطرت کا راز ہے کہ امتحان جاری ہے اور گئے گزرے زمانے میں بھی بلند مرتبہ لوگ صراطِ مستقیم پر قائم رہتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے اپنی جان قربان کر کے اس راستے پر رہنے کا عملی ثبوت دیا۔ جناب علیؓ سب قباحتوں کے باوجود اسلام کے مرکز کو چار سال سہارا دیتے رہے اور صراط مستقیم کی نشاندہی کرتے رہے اور امتحان اتنا سخت تھا کہ بڑے بڑے لوگ بھی متزلزل ہوگئے اور کئی لوگ تو مکمل طور پر دنیا کی طرف مائل ہوگئے۔

۳۔ پہلے ہی گزارش کر دی گئی ہے کہ زمانہ تبدیل ہو چکا تھا اور جناب علیؓ تبدیل شدہ حالات میں بھی اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے صحیح راستے کی نشاندہی فرما رہے تھے اور جن مشکل حالات میں انہوں نے خلافت کا بوجھ سنبھالا۔ یہ آپؓ ہی کی شخصیت تھی جو ایسا کر سکی۔

۴۔ قارئین ہم اب بہت مشکل زمانے میں داخل ہو رہے ہیں۔ قدم قدم اور لفظ لفظ میں اسباق ہیں جن پر تبصرہ سے بات لمبی ہو جائے گی لیکن اصل بات یاد رکھیں اپنی آزادی فکر "افلاطونی"، حبِّ دنیا، گروہ بندی، ذاتی مفاد، نادانی، سازشیوں اور دانشوروں کا روپ دھار کر ہمیں گمراہ کرنا، فلسفۂ حیات سے روگردانی اور جاہلیت کے قبائلی گروہ سب چیزیں واپس آ رہی تھیں۔ حق پر عمل کرنے والے چند لوگ تھے اور بڑے بڑے عظیم صحابہؓ پر بھی ماحول کے اثرات ہو جاتے تھے۔ انسان توبہ کرے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ سے صراط مستقیم مانگتا رہے۔

Marfat.com

Marfat.com

دوسرا باب

جنگِ جمل (ایک حادثہ)

مکہ مکرمہ کے حالات

پچھلے باب میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ مکہ مکرمہ کے حالات پر اس باب میں تفصیل کے ساتھ تبصرہ پیش کیا جائے گا۔ اب قارئین خود ہی اندازہ لگائیں کہ جب قوم میں وحدت فکر ختم ہو جائے تو حالات کی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔ ایسے حالات جنہیں جناب علیؓ جیسی عظیم ہستی بھی مکمل طور پر سنبھالا نہ دے سکی۔ بڑے بڑے عظیم صحابہؓ کو یہ سمجھ نہ آ رہی تھی کہ ترجیحات کیا ہیں۔ کچھ نے تو گوشہ نشینی کو پسند کیا اور کچھ نے حضرت علیؓ کے ہاتھ مضبوط کرنے کی بجائے قصاصِ عثمانؓ کو ترجیح دی۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ

اب لطف کی بات یہ ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ بھی معاملات کی تہہ تک نہ پہنچ سکیں آپؓ مکہ میں تھیں۔ جب آپؓ نے حضرت علیؓ کے خلیفہ ہونے کی خبر سنی تو آپؓ نے جناب احنفؓ بن قیس کی ایک روایت کے مطابق لوگوں کو حضرت علیؓ کی بیعت کرنے کا مشورہ دیا اور مدینہ منورہ میں افراتفری کے حالات کی خبر سن کر مکہ مکرمہ ہی میں رک گئیں۔ آپؓ کے ساتھ ام المومنین حضرت حفصہؓ بھی تھیں بعد میں جناب عبداللہؓ بن عمرؓ، جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ بھی وہاں پہنچ گئے۔ امیر معاویہؓ کی ہدایت پر مروان بھی مکہ شریف میں تھا۔ اس نے حضرت عثمانؓ کے دونوں بیٹوں کو لوگوں کے سامنے کیا اور جگہ جگہ یہ تقریر شروع کر دی کہ ان کے مظلوم باپ کا قصاص نہیں لیا گیا۔ حضرت عثمانؓ کے بصرہ کے عامل عبداللہؓ بن عامر اور یمن کے عامل یعلیٰؓ بن منبہ بھی وہاں آ گئے اور کوفہ کا سابق گورنر سعیدؓ بن عاص بھی مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ پہنچ گیا جس نے ایک نئی تحریک شروع کی کہ اب خلافت بھی مظلوم حضرت عثمانؓ کے بیٹوں کو ملنی چاہیئے تاکہ حضرت عثمانؓ کا قصاص لیا جا سکے۔

Marfat.com

مکہ مکرمہ میں صلاح و مشورہ

چنانچہ مکہ مکرمہ میں صلاح و مشورہ کے بعد تحریک یہ شروع کی گئی کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے سلسلے میں قصاص لینا اُمت پر فرض ہے اور اتنے مہینے گذر گئے ہیں حضرت علیؓ نے قصاص عثمانؓ کے سلسلے میں کچھ بھی نہیں کیا۔ بنو امیہ کے لوگوں نے یہ شبہہ دی کہ اب بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے خلاف گھیراؤ کرنے والوں اور ان کو شہید کرنے والوں کی حفاظت کر رہے ہیں۔ بدقسمتی سے کسی نے یہ نہ سوچا کہ حضرت علیؓ کس کی مدد سے قصاص لیتے۔ ان کے پاس صرف چند وفادار ساتھی تھے۔ اور باقی ایسے لوگ تھے جن کی ہمدردیاں ان لوگوں کے ساتھ تھیں جو حضرت عثمانؓ کا گھیراؤ کر چکے تھے۔

بہرحال جناب طلحہؓ، جناب زبیرؓ اور جناب عائشہؓ نے لوگوں کو اکٹھا کیا کہ وہ ایک تحریک کی صورت اختیار کریں اور حضرت علیؓ کو قصاص عثمانؓ کے لئے مجبور کریں۔ اس اکٹھ میں وحدتِ فکر پیدا نہ ہو سکی۔ صرف چند آدمیوں نے عظیم صحابہؓ کے ساتھ اتفاق کیا۔ زیادہ لوگ غیر جانبدار رہے۔ ایسے لوگوں کی تعداد بھی کافی تھی جنہوں نے اعلان کیا کہ پہلے جناب علیؓ کے ہاتھ مضبوط کئے جائیں اور تمام مملکت میں امن قائم کیا جائے۔ قصاص والی بات کو اس کے بعد لایا جائے۔ یعنی پہلے فتنہ اور تفرقہ کو ختم کیا جائے۔ اور بے شک اسلام کے لحاظ سے یہی طریقہ کار درست ہے کہ جس امیر سے کام مطلوب ہو تو پہلے اس کی اطاعت کا دم بھرا جائے۔

اب جناب طلحہؓ، جناب زبیرؓ اور جناب عائشہؓ عجیب و غریب حالات سے دوچار ہوگئے۔ وہ کھلم کھلا طور پر حضرت علیؓ کے خلاف باتیں کر چکے تھے لیکن اہل مکہ نے ان کی مدد نہ کی اور وہ اگر مدینہ شریف واپس جاتے تو ان کو نادم ہونا پڑتا۔ اس لئے ان کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کریں۔ حضرت علیؓ کی تنقید ہو چکی تھی۔ تحریک کے الفاظ کو استعمال کر لیا تھا لیکن جب اہل مکہ سے کوئی خاطر خواہ امداد نہ ملی تو عبداللہؓ بن عامر آگے بڑھا۔ اس نے کہا کہ ان کے پاس کافی رقم موجود ہے سفر کے لئے سواریاں اور خرچ کا بندوبست وہ کر سکتا ہے۔ بہتر ہے کہ بصرہ کا رُخ کیا جائے۔ وہاں کے لوگ جناب طلحہؓ کو پسند کرتے ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی وجہ سے کافی لوگ ہمارے ساتھ مل جائیں گے اور ہم طاقت کے ذریعے جناب علیؓ کو مجبور کریں گے کہ یا تو وہ حضرت عثمانؓ

Marfat.com

کے قصاص کا بندوبست کریں یا خلافت سے دستبردار ہو جائیں۔

اس بات پر اتفاق ہو گیا۔ لیکن اسی دوران سعیدؓ بن العاص نے کہا کہ اگر ہم حضرت علیؓ کے خلاف کامیاب ہو جائیں تو پھر خلافت حضرت عثمانؓ کے بڑے بیٹے کو ملنی چاہیئے۔ جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ نے کہا کہ ایسی کوئی بات تسلیم نہیں کی جا سکتی کہ نوعمر لڑکوں کو خلیفہ بنایا جائے۔ خلیفہ وہ ہو گا جس کو اُمت چاہے گی اور وہ عمر رسیدہ آدمی ہونا چاہیئے۔ اس بات کا کچھ آدمیوں نے یہ مطلب لیا کہ جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ خلافت کے لئے اپنے آپ کو موزوں سمجھتے ہیں یا خلافت کے امیدوار ہیں اور حضرت عثمانؓ کا قصاص ایک بہانہ ہے۔ چنانچہ وہاں پھر اختلاف پیدا ہو گیا۔

گریہ وزاری والا دن

یہ اختلافات کئی قسم کی جدائیاں لے آئے۔ اول تو جناب سعیدؓ بن عاص سابق گورنر کوفہ جناب مغیرہؓ بن شعبہ اور عبداللہؓ بن خالد وغیرہ کئی لوگوں نے جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ جناب سعیدؓ بن عاص نے حضرت عثمانؓ کے بیٹوں کو بھی روکنے کی کوشش کی کہ وہ جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ کا ساتھ نہ دیں۔ لیکن مروان کی کوشش کی وجہ سے حضرت عثمانؓ کے دو بیٹے جناب ابانؓ اور جناب ولیدؓ نے جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ کا ساتھ دیا۔ البتہ جناب عثمانؓ کے دو بیٹے جناب سعیدؓ اور جناب خالدؓ کم عمری کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے مکہ ہی میں ٹھہر گئے۔

ام المومنین حضرت حفصہؓ بھی ام المومنین حضرت عائشہؓ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں ہی تھیں اور اُن کو بھی جناب عائشہؓ اپنے ساتھ بصرہ لے جانا چاہتی تھیں لیکن جناب عبداللہؓ بن عمرؓ ان کے بھائی نے ان کو روک لیا۔

اب ایک گروہ یعنی جناب طلحہؓ، جناب زبیرؓ، ام المومنین حضرت عائشہؓ، بصرہ کا سابق گورنر عبداللہؓ بن عامر، مروان اور حضرت عثمانؓ کے دو بیٹے وغیرہ تو بصرہ جانے کو تیار تھے اور دوسرا گروہ جن میں جناب عبداللہؓ بن عمرؓ، جناب حفصہؓ، جناب سعیدؓ، جناب مغیرہؓ اور حضرت عثمانؓ کے دو چھوٹے بیٹے شامل تھے وہ مکہ میں ٹھہر گیا۔ روایت ہے کہ جب یہ لوگ ایک دوسرے سے الگ ہوئے تو دونوں گروہوں میں لوگ اس قدر روئے کہ تاریخ میں اس کو گریہ زاری والا دن کہا جاتا

Marfat.com

ہے۔ ظاہر ہے کہ اکثر صحابہ کرامؓ یا ان گروہوں میں شامل لوگ بھی بڑے مخلص تھے لیکن اختلافات نے ان کی وحدت فکر کو پاش پاش کر دیا تھا۔ گریہ زاری میں بھی وہ مخلص تھے۔ کہ جدائی ہو رہی تھی صرف بدنی طور پر نہیں بلکہ فکری طور پر بھی۔ لیکن ہر آدمی اپنے آپ کو صحیح سمجھ رہا تھا اور جب قوم کی وحدت فکر ختم ہو جائے تو ہمیشہ ایسے ہی ہوتا ہے۔

امامت میں اختلاف

بہر حال بصرہ جانے والوں کو اب ہم حضرت عثمانؓ کے خون بہا کا مطالبہ کرنے والا گروہ کہیں گے کہ ان کے ساتھ کافی لوگ شریک ہو گئے تھے اور سازش یا فتنہ کرنے والوں میں سے بھی کئی لوگوں نے اب پینترہ بدل کر اس گروہ میں شرکت اختیار کر لی۔ مکہ مکرمہ سے نکلے ہی تھی کہ ظہر کی نماز کا وقت آ گیا۔ سب لوگ رک گئے تو مروان نے اذان دی۔ اب بحث شروع ہو گئی کہ امامت کون کرائے۔ جناب طلحہؓ یا جناب زبیرؓ۔ اور یہ بحث اور زیادہ اختلافات پیدا کرتی کہ ام المومنین جناب عائشہؓ نے فرمایا کہ جناب عبداللہؓ بن زبیرؓ امامت کرائیں کہ وہ حافظ قرآن بھی ہیں۔ جناب عبداللہؓ کی قرآن پاک کے سلسلہ میں خدمات کا ذکر تیسری کتاب کے آٹھویں باب میں بیان ہو چکا ہے۔ لیکن جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ کے ہوتے ہوئے ان کی امامت "نظریہ ضرورت" کے تحت تھی کہ اس گروہ کے اندر بھی کوئی وحدت فکر نہ تھی۔ ان کا اتحاد بھی منفی بنیادوں پر تھا کہ حضرت علیؓ کی مخالفت میں وہ متحد تھے یا اس کو حضرت علیؓ کے خلاف خروج کا نام بھی دیا گیا ہے۔ بہر حال ہم صرف یہ کہیں گے کہ اسلام میں ہر اتحاد اللہ اور رسولؐ کے احکاموں کے تحت ہونا چاہیئے اور منفی بنیادوں والے اتحاد کی اجازت نہیں اور اسی وجہ سے معاملات حل نہ ہو رہے تھے۔

چشمہ خواب کے کتے

چنانچہ یہ قافلہ بصرہ کی طرف چلتا رہا کہ ایک منزل "چشمہ خواب" کے نزدیک پہنچ گئے۔ وہاں پر آکر کتے اس زور زور سے بھونک رہے تھے کہ سب حیران تھے، بلکہ یہ کتے دوڑ دوڑ کر آتے تھے اور

Marfat.com

قافلہ کے اوپر حملہ کرتے تھے۔ جناب عائشہ رضؓ نے پوچھا "کہ کونسا مقام ہے؟" عرض کی گئی "کہ چشمہ خواب ہے"!

جناب عائشہ رضؓ کو حضور پاکؐ کی ایک حدیث مبارکہ یاد آگئی جس میں آپؐ نے فرمایا تھا: "اے عائشہ رضؓ! جب چشمہ خواب پر کتے بھونکیں گے تو تم غلطی پر ہوگی" حضرت عائشہ رضؓ نے حکم دیا کہ ان کے اونٹ کو بٹھا دیا جائے اور اب ہم آگے نہ جائیں گے چنانچہ ایک دن وہاں پر ہی قیام کیا اس گروہ میں جو سازش والے تھے۔ انہوں نے تاڑ لیا کہ اگر جناب عائشہ رضؓ نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا تو ان کا کھیل ختم ہوجائے گا۔ چنانچہ انہوں نے ایک ڈھونگ رچایا۔ چند آدمی ایک طرف سے دوڑتے ہوئے آئے اور شور مچا دیا کہ خبر ملی ہے کہ جناب علی رضؓ کا لشکر ان کا پیچھا کر رہا ہے۔ اس لئے یہاں سے بھاگ کر بصرہ پہنچیں کہ اپنی حفاظت کا کوئی بندوبست کریں اور ایسی ہڑبونگ اور افراتفری مچائی گئی کہ جلدی میں جناب عائشہ رضؓ کے اونٹ کو بھی اٹھا کر قافلہ میں شامل کر لیا کہ اب بات بچاؤ کی تھی۔ قارئین نقشہ اوّل پر حضرت علی رضؓ کے کوچ کا راستہ دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ان کا راستہ بھی الگ تھا اور شاید انہوں نے اس وقت مدینہ بھی چھوڑا تھا یا نہیں لیکن سازشی ہر جگہ کامیاب ہو رہے تھے۔

بصرہ میں بحث مباحثہ

بہرحال جناب طلحہ رضؓ، جناب زبیر رضؓ اور جناب عائشہ رضؓ جب بصرہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے جناب عبداللہ رضؓ بن عامر کو بصرہ بھیجا کہ جناب احنف رضؓ بن قیس اور صبرہ رضؓ بن شیمان وغیرہ کے ساتھ بات کریں۔ یہ لوگ شہر کے عمائدین تھے اور ان کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی گئی اور جناب احنف رضؓ پہلے جناب عبداللہ رضؓ کے ماتحت کام کر چکے تھے جس کا ذکر تیسری کتاب میں موجود ہے۔ ادھر جناب علی رضؓ کے عامل جناب عثمان رضؓ بن حنیف نے عمران رضؓ بن حصین اور ابو الاسود دولی کو جناب عائشہ صدیقہ رضؓ کی خدمت میں بھیجا کہ اُن سے معلوم کریں کہ وہ کس غرض سے آئی ہیں۔ جناب عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ "وہ حضرت عثمان رضؓ کے قصاص کے سلسلہ میں لوگوں کو اپنے ساتھ ملانا چاہتی ہیں تو عمران رضؓ وغیرہ نے کہا کہ جناب طلحہ رضؓ اور جناب زبیر رضؓ بھی آپ رضؓ کے ساتھ ہیں جو حضرت علی رضؓ کی بیعت کر چکے ہیں تو اب اس

Marfat.com

خروج یا بغاوت کا کیا مطلب ہے" تو دونوں عظیم صحابہؓ کا جواب یہ تھا کہ " بیعت کے وقت تلوار ہمارے سر پر تھی اور بیعت اس شرط پر تھی کہ قاتلین عثمانؓ سے قصاص لیا جائے گا۔

تبصرہ

قارئین تھوڑی دیر کے لئے مدینہ شریف واپس چلیں کہ بیعت کن حالات کے تحت ہوئی تھی۔ اس سلسلہ میں تو جناب طلحہؓ و زبیرؓ ٹھیک تھے کہ بیعت کے الفاظ شرعی حدود کو قائم کرنے کے بارے تھے اور شاید یہ بات عظیم صحابہؓ کے دل میں ہو کہ حضرت عثمانؓ کے قصاص کو اوّلین حیثیت حاصل ہے۔ ہمارے لحاظ سے اس سلسلے میں جناب عثمانؓ بن حنیف کا ردّ عمل صحیح تھا جس کا بیان آگے آتا ہے۔

عثمانؓ بن حنیف کا ردِّ عمل

اب عمرانؓ نے واپس جا کر بصرہ کے عامل جناب عثمانؓ کو حالات سے آگاہ کیا۔ جناب عثمانؓ نے کہا کہ حضرت عثمانؓ کو بصرہ کے لوگوں نے تو شہید نہیں کیا اور نہ ہی قاتل یہاں موجود ہیں۔ پھر ام المومنین حضرت عائشہؓ اور عظیم صحابیؓ بصرہ کس کام کے لئے آئے ہیں۔ میں تو مرکز اور جناب علیؓ کا وفادار ہوں۔ چنانچہ جناب عثمانؓ بن حنیف نے اہل بصرہ کو بڑی مسجد میں اکٹھا کر کے انہیں صحیح حالات سے آگاہ کیا اور کہا کہ ہم باہر نکل کر ام المومنینؓ اور عظیم صحابہؓ کو روکیں کہ وہ واپس مدینہ چلے جائیں۔ اور یہ معاملات جناب علیؓ کے ساتھ طے کریں۔ لیکن گورنر بصرہ کی حیرانگی کی کوئی حد نہ رہی کہ مسجد میں چند لوگوں نے اُن کے خلاف باتیں شروع کر دیں۔ ظاہر ہے کہ سازش والے ہر جگہ تفرقہ پھیلا رہے تھے۔

جناب عثمانؓ حالات کو زیادہ خراب نہ کرنا چاہتے تھے جن لوگوں پر ان کو بھروسہ تھا اُن کو اکٹھا کیا اور شہر سے باہر نکل کر بصرہ میں داخلے کے راستوں کو مسدود کر دیا۔ زیادہ نفری کے ساتھ آگے بڑھ کر جناب عائشہؓ اور جناب طلحہؓ و زبیرؓ کے ساتھیوں کو بصرہ سے واپس ہونے کے لئے کہا۔ آگے سے جناب عائشہؓ نے جناب طلحہؓ و زبیرؓ کے طرز عمل کی وضاحت کی تو جناب عثمانؓ بن حنیف کے ساتھیوں میں حکیم بن جبلہ قسم کے لوگ بھی تھے۔ پہلے باب میں بیان ہو چکا ہے کہ یہی حکیم بن جبلہ جناب زبیرؓ کو گھر سے مسجد نبوی میں لے آیا تھا کہ خلافت کا فیصلہ کیا جائے۔ چنانچہ اس نے سب کو

Marfat.com

سخت سُست کہا اور حضرت علیؓ کی سخت طرفداری کی اور ساتھ ہی کہا کہ جناب عائشہؓ کا کوئی حق نہ تھا کہ وہ اس طرح گھر سے باہر نکلتیں۔ اس بات پر تُو تُو مَیں مَیں کی وجہ سے دونوں گروہوں میں لڑائی شروع ہو گئی جس کو بڑی مشکل کے ساتھ روکا گیا اور پھر بحث شروع ہو گئی کہ معاملات کے ساتھ کیسے نپٹا جائے۔

طرفین کی بحث

اب بحث نے ایک اور شکل اختیار کر لی۔ یہ سوچنے کی بجائے کہ اُمت کے معاملات کو کیسے حل کیا جائے۔ انہوں نے جناب طلحہؓ و زبیرؓ کے طرزِ عمل پر بحث شروع کر دی کہ انہوں نے حضرت علیؓ کی بیعت کرنے کے بعد یہ طریقہ کیوں اختیار کیا۔ جناب طلحہؓ و زبیرؓ کے ساتھیوں کا جواب تھا کہ بیعت مجبوری کے تحت کی گئی ہے۔ بات تو صحیح تھا لیکن حضرت علیؓ نے خلافت بھی مجبوری کے تحت سنبھالی تھی کیونکہ مرکز کو سہارا دینے کی ضرورت تھی لیکن معاملات بحث مباحثے میں تبدیل ہو گئے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ ایک وفد تشکیل دیا جائے جو مدینہ شریف جا کر معلوم کرے کہ صحیح صورتحال کیا ہے چنانچہ کعبؓ بن سور قاضی کے ماتحت بصرہ سے مدینہ شریف کی طرف ایک وفد بھیجا گیا۔ اس دوران حضرت علیؓ مدینہ شریف چھوڑ چکے تھے۔

مدینہ شریف پہنچ کر کعبؓ نے مسجد نبوی میں جا کر حالات معلوم کرنے کی کوشش کی جناب اسامہؓ بن زیدؓ بول اُٹھے "کہ جناب طلحہؓ و زبیرؓ نے مجبوری کی حالت میں بیعت کی۔" یہ سنتے ہی کچھ لوگوں نے جناب اسامہؓ پر حملہ کر دیا کہ وہ غلط کہتا ہے اور بڑی مشکل کے ساتھ جناب ابو ایوب انصاریؓ، صہیبؓ رومی اور محمدؓ بن مسلمہ نے ان کو بچایا۔

کعبؓ جب واپس بصرہ پہنچے تو ان کی رپورٹ جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ کے حق میں تھی۔ لیکن جب انہوں نے پوری کہانی سنائی تو حضرت علیؓ کے عامل جناب عثمانؓ نے کہا کہ یہ رپورٹ تو بین بین ہی ہے اور پھر بحث شروع ہو گئی لیکن اس دوران جناب طلحہؓ و زبیرؓ کے ساتھیوں کی تعداد بڑھ چکی تھی اور ان کے ساتھیوں نے حضرت علیؓ کے عامل جناب عثمانؓ کو گرفتار کر لیا۔ جناب علیؓ کے طرفداروں میں اب صرف حکیم بن جبلہ رہ گئے تھے۔ جنہوں نے جوابی حملہ کر کے جناب عثمانؓ کو

Marfat.com

چھڑانے کی کوشش کی لیکن لڑائی میں وہ خود ہی مارا گیا اور بصرہ پر جناب طلحہؓ و زبیرؓ کے حامیوں کا مکمل قبضہ ہو گیا۔ روایت ہے کہ ان تمام جھڑپوں میں تقریباً چھ سو مسلمان شہید ہو گئے۔ البتہ بصرہ پر قبضہ کر لینے کے بعد جناب طلحہؓ اور زبیرؓ نے حضرت علیؓ کے عامل جناب عثمانؓ کو رہا کر دیا اور بعد میں وہ ذی قار کے مقام پر جا کر حضرت علیؓ کے ساتھ مل گئے۔

حضرت علیؓ کا کوچ

پچھلے باب میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت علیؓ کو مدینہ شریف ہی میں خبر مل گئی تھی کہ بصرہ پر جناب طلحہؓ و زبیرؓ کا قبضہ ہونے والا ہے۔ بہر حال جناب علیؓ نے مدینہ شریف سے بصرہ کی طرف کوچ کیا۔ ان کا ارادہ تھا کہ پہلے کوفہ سے کچھ امداد لیں گے اور پھر بصرہ کا رخ کریں گے۔ نقشہ اوّل کے مطالعہ سے حضرت علیؓ کے کوچ کے راستے کی نشاندہی ہوتی ہے۔ آپؓ نے مکہ والا راستہ اختیار نہ کیا۔ جناب سہلؓ بن حنیف کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور مکہ میں قثمؓ بن عباسؓ کو عامل بنایا اور خود مدینہ شریف میں سے بڑی مشکل کے ساتھ کوئی سات سو مجاہدین اکٹھے کر سکے۔ آپؓ ان کو لے کر ذی۔ قار کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ وہی ذی قار ہے جس کا ذکر پہلی کتاب میں اکثر ہوتا رہا کہ قادسیہ کی فتح کے لئے یہاں پر مسلمانوں کا پڑاؤ ہوتا تھا۔ آج بدقسمتی سے اسی مقام پر اپنوں کو راہ راست پر لانے کے لئے اکٹھ ہو رہا تھا۔

بہر حال مدینہ شریف سے چلنے کے بعد کچھ اور مجاہدین بھی جناب علیؓ کے ساتھ شامل ہوتے رہے اور تعداد تین ہزار تک پہنچ گئی۔ آپ کو زیادہ امداد کوفہ کے گرد و نواح سے ملنے کی اُمید تھی لیکن آپؓ کوفہ چھاؤنی کی طرف نہ جانا چاہتے تھے۔ آپؓ کا رُخ ذی قار کی طرف تھا اور ذی قار پہنچنے سے پہلے ہی آپؓ نے محمدؓ بن ابوبکرؓ اور اپنے بھتیجے محمدؓ بن جعفر طیارؓ کو کوفہ بھیجا کہ گورنر کوفہ ابوموسیٰؓ کو کہہ کر وہاں سے مجاہدین اکٹھے کریں لیکن جناب ابوموسیٰؓ نے صاف جواب دے دیا کہ ان حالات میں کسی جنگ پر نکلنے کی بجائے وہ بیٹھے رہنے کو ترجیح دیں گے۔ چنانچہ ان دونوں صاحبزادوں نے جناب علیؓ کے پاس ذی قار جا کر یہ خبر پہنچائی بلکہ روایت ہے کہ جناب ابوموسیٰؓ کے ساتھ ان کی تُو تُو مَیں مَیں بھی ہو گئی تھی۔ اس کے بعد جناب علیؓ نے جناب عبداللہؓ بن عباسؓ

Marfat.com

اور اشتر کو جناب ابوموسیٰ رض کے پاس بھیجا لیکن جناب ابوموسیٰ رض نے پھر بھی تامل کیا۔ جناب علی رض نے اشتر کو جناب ابوموسیٰ رض کے سلسلے میں قائم مقام کے حقوق بھی دے دیئے تھے اور اشتر نے جناب ابوموسیٰ رض پر واضح کیا کہ جناب علی رض کے قائم مقام کے طور پر وہ ان کو معزول کر سکتے ہیں۔ لیکن جناب ابوموسیٰ رض پھر بھی کسی مدد پر تیار نہ ہوئے بلکہ غیر جانبدار رہنا چاہتے تھے۔

یہ بڑی عجیب وغریب صورت حال تھی اور جناب عبداللہ رض بن عباس رض کے مشورہ پر جناب ابوموسیٰ رض کو معزول نہ کیا گیا اور ایک دفعہ پھر حضرت علی رض کو حالات سے آگاہ کیا۔ اب جناب علی رض نے اپنے بیٹے امام حسن رض اور حضرت عمار رض بن یاسر رض کو بھیجا۔ ان سے پہلے جناب عائشہ رض نے بصرہ سے زید رض بن صوحان کو قاصد بنا کر بھیجا کہ وہ ابوموسیٰ رض کو ان کے ساتھ ملانے کی کوشش کرے۔ البتہ جناب ابوموسیٰ رض نے مکمل غیر جانبداری کا اعلان کر دیا اور جناب عائشہ رض کو امداد دینے سے بھی انکار کر دیا۔

بصرہ کا سابق گورنر

اس دوران ذی قار میں حضرت علی رض کے مقرر کئے ہوئے بصرہ کے سابق گورنر جناب عثمان رض بن حنیف بھی پہنچ گئے اور آپ رض کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ اپنے زخم دکھائے۔ جو لوگ حضرت علی رض کی طرفداری کرتے ہوئے شہید ہوئے ان کا ذکر کیا۔ خاص کر حکیم بن جبلہ کی بہادری کی بات کی اور جناب امیرالمومنین رض کو بتایا کہ ان کے متعدد ساتھی شہید ہو گئے۔ حضرت علی رض نے شہدار کے لئے دعا فرمائی اور جناب عائشہ رض اور عظیم صحابہ جناب طلحہ رض و زبیر رض کے طرز عمل پر افسوس کیا۔ خاص کر اس بات پر زیادہ افسوس ہوا کہ جناب طلحہ رض و زبیر رض نے بیعت کرنے کے بعد یہ سب کچھ کیا

قعقاع رض بن عمرو

کوفہ کے مقام پر صرف ایک بات امید افزا تھی اور وہ جناب قعقاع رض[1] کی وہاں موجودگی تھی ورنہ جناب ابوموسیٰ رض نے تو اہل کوفہ کو صلاح دی کہ وہ اپنی تلواریں نیام میں رکھیں اور وہ ٹھیکری بن جائیں

---

[1] آپ رض کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ پہلی تینوں کتابوں میں آپ رض کا ذکر کثرت سے موجود ہے۔

Marfat.com

جس کے سایہ کے نیچے ہر طبقہ کا مسلمان بیٹھ سکے۔ جناب ابو موسیٰؓ کا مطلب مکمل غیر جانبداری سے تھا کہ کچھ بھی نہ کیا جائے لیکن ادھر حضرت علیؓ کے بصرہ کے سابق گورنر نے حالات کی صحیح نشاندہی کی تھی کہ رب کعبہ اسلام کی چکی چل چکی تھی۔ دیکھیے۔ اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ چھ سو آدمی بصرہ میں شہید ہو چکے تھے اور لوگوں کو سمجھ نہ آ رہی تھی کہ کون صحیح کون غلط ہے۔ لیکن قعقاعؓ بن عمرو نے کوفہ میں اعلان کر دیا کہ ان پر فرض ہے کہ وہ مرکز کی وفاداری کریں۔

ادھر جناب ابو موسیٰؓ نے کہا کہ سنو قریش دار الہجرت یعنی مدینہ شریف کو چھوڑ چکے تھے تو تم لوگ کسی کا ساتھ نہ دو۔ جناب قعقاعؓ کے خیالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جناب عبد خیرؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور جناب ابو موسیٰؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "آپ جانتے ہیں کہ جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت کی تھی" جناب ابو موسیٰؓ نے ہاں میں جواب دیا۔ اب جناب عبد خیرؓ نے سوال کیا "کہ حضرت علیؓ کی بیعت کیوں توڑی جا رہی ہے؟" تو جناب ابو موسیٰؓ کوئی جواب نہ دے سکے۔ اب عبد خیرؓ نے ادھر کھڑے ہوئے بڑی پیاری تقریر کی کہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ان حالات میں جناب علیؓ کی مدد کرے۔

امام حسنؓ اور جناب عمارؓ بن یاسرؓ بھی مسجد میں پہنچ چکے تھے۔ اب امام حسنؓ نے آگے بڑھ کر منبر سنبھال لیا۔ انہوں نے حالات کا جائزہ بڑے پیارے الفاظ میں پیش کیا اور امیر المومنین حضرت علیؓ کا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔ ویسے جناب علیؓ اور جناب فاطمہؓ کے عظیم فرزند اور حضور پاکؐ کے نواسے جناب امام حسنؓ کے جلال و جمال کو شاید اہل کوفہ میں سے کچھ لوگ پہلی دفعہ دیکھ رہے تھے۔ اور روایت ہے کہ آپ کافی حد تک حضور پاکؐ کے ہم شکل تھے تو جناب حسنؓ کی تقریر سن کر اہل کوفہ نے دیوانہ وار حضرت علیؓ کے حق میں نعرے لگانا شروع کر دیئے۔ اشتر نخعی بھی نزدیک تھا اور اس کے تمام قبیلے نے حضرت علیؓ کی مدد کا اعلان کیا۔ اس طرح نو ہزار مجاہدین نے جناب علیؓ کی امداد کا اعلان کر دیا اور جناب ابو موسیٰؓ کو کہا کہ وہ کوفہ کی امارت سے مستعفی ہو جائیں۔ دراصل کچھ لوگ ابو موسیٰؓ کا سامان لوٹنے پر بھی تیار ہو گئے لیکن اشتر نے انہیں منع کیا۔

لشکر کی ترتیب

امام حسنؓ نے کوفہ کے لشکر کو ترتیب دی۔ جناب معقل بن یسار کو قبیلہ اسد، کنانہ، تمیم، رباب

Marfat.com

اور مزینہ پر امیر مقرر کیا۔ قبائل قیس زیادہ تعداد میں تھے ان پر مختار ثقفی کے چچیرے بھائی سعد بن مسعود ثقفی کو امیر مقرر کیا اور مخدوج ذہلی کو بنو بکر، بنو تغلب اور بنو علقہ کا امیر بنایا۔ حجر بن عدی کو قبائل مذحج اور اشعریین پر امیر مقرر کیا۔ مخف بن سلیم کو قبیلہ بجیلہ، انمار، خثعم اور ازد کا امیر بنایا۔ کوفہ والوں کے چار لشکر بنائے گئے جن پر سعد بن مالک، ہند بن مالک، ہند بن عمرو، شہیم بن شہاب امیر تھے اور ان چاروں پر آگے جناب قعقاعؓ بن عمرو امیر مقرر کئے گئے۔ جنگ کی ترغیب دینے والے یعنی جو لوگ خطبات دیتے تھے ان میں عدیؓ بن حاتم، اشتر نخعی، زیدؓ بن صوحان، حبیب بن بجنہ اور یزید بن قیس وغیرہ شامل تھے۔ زیدؓ بن صوحان کا پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ جناب عائشہؓ کا پیغام لے کر ابو موسیٰؓ کے پاس آئے تھے۔ لیکن اب وہ بھی جناب علیؓ کے ساتھ شامل ہو گئے۔

ذی قار میں اجتماع

یہ تمام لشکر کوفہ سے ذی قار کی طرف کوچ کر کے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسی طرح قبیلہ عبد القیس کے لوگ یا دوسرے لوگ جو بصرہ میں جناب طلحہؓ اور زبیرؓ سے اختلاف کرتے تھے یا وہ لوگ جن کے رشتہ دار بصرہ کی جھڑپوں میں شہید ہو چکے تھے وہ بھی سب ذی قار کی طرف آگئے اور حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل ہو گئے جن لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے خلاف گھیراؤ وغیرہ میں حصہ لیا تھا۔ ان میں سب قبیلوں کے لوگ تھے اور اب غیر جانبدار رہنے کی بجائے ان میں سے کچھ حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل ہو گئے اور کچھ جناب طلحہؓ و زبیرؓ کے لشکر میں۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح وہ اپنی حفاظت بہتر طور پر کر سکیں گے۔

جناب علیؓ نے تمام مجاہدین کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ ان کی اگلی منزل بصرہ ہے۔ آپؓ نے تمام تر حالات کا جائزہ پیش کیا اور فرمایا کہ " وہ خانہ جنگی نہیں چاہتے اور ام المومنین حضرت عائشہؓ اور جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ کے ساتھ بات چیت کرنا چاہتے ہیں کہ آخر وہ کیا چاہتے ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے میں قعقاعؓ بن عمرو کو بصرہ بھیج رہا ہوں کہ وہ ام المومنین اور عظیم صحابہؓ کے ساتھ بات چیت کریں۔ ہم ان کے پیچھے پیچھے کوچ کریں گے۔ اگر ہمارے ساتھ کوئی معاملہ طے کرنے کی ضرورت ہوئی تو ہم نزدیک ہی ہوں گے۔ اس طرح آپؓ نے جناب قعقاعؓ کو بصرہ روانہ کرنے کے بعد اپنے لشکر کو بصرہ کی

Marfat.com

طرف کوچ کے احکام دیئے۔ لشکر کی تعداد پندرہ سے بیس ہزار بتائی جاتی ہے۔

جناب قعقاعؓ کا وفد

جناب قعقاعؓ جب حضرت علیؓ سے الگ ہونے لگے تو حضرت علیؓ نے فرمایا: "اے قعقاعؓ تم صحابی ہو میں نے تمہیں کوئی زیادہ ہدایات نہیں دیں۔ آپؓ معاملات کو کیسے طے کریں گے؟ جناب قعقاعؓ نے عرض کی "اے امیر المومنینؓ! آپ حق پر ہیں اور ہمیں سب کچھ معلوم ہے اور جو بات ہمیں معلوم نہ ہوگی اس کے سلسلہ میں ہمارا اجتہاد انشاء اللہ صحیح ہوگا۔" جناب علیؓ یہ سن کر بڑے خوش ہوئے اور جناب قعقاعؓ جس طرح میدانِ جنگ کے شیر تھے۔ مسلمانوں میں مصالحت کرانے یا وحدت پیدا کرنے میں بھی اتنے ہی شیر تھے۔ اس لئے وہ سیدھے ام المومنین جناب عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے پوچھا" آپؓ کو کس چیز نے خروج پر آمادہ کیا؟" ام المومنینؓ نے فرمایا: "اختلافات اور ان کی اصلاح نے۔"

اب جناب قعقاعؓ، جناب طلحہؓ اور زبیرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: "آپ لوگ اس معاملہ میں کیا کہتے ہیں؟" انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔

قعقاعؓ: "اس اصلاح کی وجہ کیا ہے اور آپؓ کو اس کا کیا حق حاصل ہے؟

جناب طلحہؓ و زبیرؓ: "قاتلینِ عثمانؓ سے قصاص لینا۔ اگر وہ لوگ قصاص سے بری کر دیئے جائیں تو عمل بالقرآن ترک ہو جائے گا۔"

قعقاعؓ: " آپؓ لوگوں نے قاتلین عثمانؓ کا قصاص لینے کی تحریک میں بصرہ کے چھ سو مسلمانوں کو شہید کر دیا جس کی وجہ سے چھ ہزار سے زیادہ آدمی آپؓ کے دشمن ہو گئے۔ آپؓ نے اس کے بعد حرقوص بن زہیر کا تعاقب کیا تو ایسے" چھ ہزار آدمیوں" نے اس کو بچا لیا۔ اس طرح اگر یہ عمل جاری رہا تو دشمنیاں بڑھتی جائیں گی۔ ایسی صورت میں اصلاح کہاں سے آئے گی؟"

ام المومنین عائشہؓ: (قعقاعؓ سے مخاطب ہو کر) "پھر تمہاری کیا رائے ہے؟

قعقاعؓ: اس امر کا علاج بالفعل فتنہ فرد کرنا ہے اور مصالحت سے کام لینا ہے۔ اس کے بعد قصاص کی بات ہو سکتی ہے کہ مسلمانوں کو عافیت حاصل ہو۔ آپؓ لوگ خیر و برکت کی کلید ہیں ہم کو مصیبت

Marfat.com

میں نہ ڈالیں۔ ورنہ آپؓ بھی آزمائش میں پڑجائیں گے۔ اس سے ہر دو گروہ کو نقصان پہنچے گا اور فتنہ ختم نہ ہوگا۔"

اس تقریر کا جناب ام المومنینؓ اور جناب طلحہؓ و زبیرؓ پر بڑا اثر پڑا اور انہوں نے فرمایا کہ" تمہاری رائے بڑی صائب ہے۔ آپ حضرت علیؓ کے پاس جائیں اور ان کو ہماری رائے سے آگاہ کریں کہ صلح ہو سکتی ہے۔"

چنانچہ جناب قعقاعؓ نے حضرت علیؓ کے پاس واپس جاکر ان کو یہ خوشخبری سنائی اس کے بعد جناب علیؓ نے اپنے لشکر کو اور آگے کوچ کرنے کا حکم دیا کہ بالمشافہ بات چیت ہو سکے۔ آپ قبیلہ عبدالقیس کی فرودگاہ سے ہوتے ہوئے زاویہ پہنچے اور وہاں سے بصرہ کی طرف کوچ کیا۔ جناب ام المومنینؓ اور جناب طلحہؓ و زبیرؓ کے لشکر نے بھی بصرہ سے نکل کر فرضہ پر پڑاؤ کیا اور پھر آگے بڑھے اور دونوں لشکر قصر کے مقام پر ایک دوسرے سے کچھ فاصلہ پر آمنے سامنے ہو گئے۔ بصرہ کے لشکر کی تعداد بیس سے تیس ہزار کے قریب بتائی جاتی ہے۔

سازش

اس سے آگے کے حالات میں کافی تضاد بیانی ہے اور حالات کی ترتیب میں مورخین نے الگ الگ آراء دی ہیں کہ پہلے کیا کچھ ہوا۔ بہرحال جس چیز پر سب مورخین اور راوی متفق ہیں۔ وہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ اور جناب طلحہؓ و زبیرؓ میں سے کوئی بھی فریق جنگ وجدل کے خواہاں نہ تھے بلکہ حضرت طلحہؓ کے بیٹے محمدؒ سخت کوشش میں تھے کہ کسی طرح سے صلح ہو جائے۔ وہ ذاتی طور پر حضرت علیؓ کے بہت مداح تھے اور ان کو حق پر سمجھتے تھے۔ روایت ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کے ساتھ اس سلسلہ میں ملاقات بھی کی۔ یہی حالت امام حسنؓ کی تھی۔ جناب طلحہؓ ان کے خسر تھے کہ جناب طلحہؓ کی بیٹی ام اسحٰقؓ ان کے نکاح میں تھی بلکہ آپؓ کی وفات کے بعد امام حسینؓ نے ان کے ساتھ نکاح کیا۔ یہی حالت جناب زبیرؓ کی اپنی تھی کہ حضرت علیؓ ان کے ماموں کے بیٹے بھی تھے۔

لیکن ایسے لوگ دونوں لشکروں میں شامل تھے جو جنگ چاہتے تھے اوّل تو عبداللہ بن سبا کے فرقہ کے لوگ دونوں لشکروں میں موجود تھے جنہوں نے حضرت عثمانؓ کے گھیراؤ میں حصہ لیا تھا۔ حضرت علیؓ

Marfat.com

کے لشکر میں اشتر نخعی وغیرہ کی ہمدردیاں بھی ان لوگوں کے ساتھ تھیں اور جناب طلحہؓ وزبیرؓ کے لشکر میں مروان وغیرہ چاہتے تھے کہ جنگ ہو جائے اور وہ چھپے ہاتھوں سے ایسے سازشیوں کی مدد کر رہے تھے جو جنگ چاہتے تھے۔

جناب قعقاعؓ کے وفد کے نتائج کے طور پر دونوں لشکروں میں اعلان کر دیا گیا کہ قاتلین عثمانؓ ان کے لشکروں سے الگ ہو جائیں۔ اب "قاتلین عثمانؓ" کے بڑے وسیع معنی ہونے لگے تھے اور اس پہلو کو مورخین اور راوی ٹھیک طور پر نہیں بیان کر سکے۔ بہرحال مختلف تاریخوں کے مطالعہ سے جو کچھ ہم سمجھ سکے ہیں۔ اس لحاظ سے قاتلین عثمانؓ در اصل وہ چند آدمی تھے جو حضرت عثمانؓ کے گھر کے اندر گھس گئے تھے اور ان میں سے بھی محمدؓ بن ابوبکرؓ اور ایک دو واپس آ گئے کہ وہ چند مطالبے پیش کرنا چاہتے تھے لیکن دوسروں کی نیت میں فتور دیکھ کر وہ واپس آئے تھے۔ فتور والوں کی تعداد درجن بھر تھی جن میں سے تین مارے جا چکے تھے۔

لیکن اصل بات یہ تھی کہ ابھی تفتیش ہونا باقی تھی کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے اصل محرکین کون تھے ورنہ ہزار ڈیڑھ ہزار آدمی جو حضرت عثمانؓ کا گھیراؤ کئے ہوئے تھے وہ سب قاتلین کے زمرہ میں نہ آتے تھے اور نہ ہی ان سب کو پھانسی کے تختے پر لٹکایا جا سکتا تھا لیکن حالات نے ایسا چکر کھایا کہ سب لوگ جنہوں نے حضرت عثمانؓ کا گھیراؤ کیا ان کو قاتلین عثمانؓ کے نام سے پکارا جانا شروع کر دیا گیا۔ اور ان میں سے بعض نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم سب حضرت عثمانؓ کی شہادت یا قتل کے ذمہ دار ہیں بلکہ ان کے قبیلہ کے لوگ یا حضرت عثمانؓ کے امراء کے مخالف کئی لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ وہ حضرت عثمانؓ کے قتل میں حق بجانب تھے۔ علاوہ اب بصرہ میں چھ سو آدمی مارے گئے تھے ان کے ورثاء بھی حضرت عثمانؓ کے ہمدردوں کے خلاف ہو چکے تھے۔

یہ ہے وہ پہلو جس کو مبصرین نے ہمیشہ نظر انداز کیا اور اس کی ذمہ داری حضرت علیؓ پر نہ آتی تھی جو غیر جانبدار یا گوشہ نشین ہو گئے تھے اور حضرت علیؓ کی مدد نہ کی یا حضرت علیؓ کو غلط وقت پر قاتلین عثمانؓ سے نپٹنے کے لئے کہہ رہے تھے یا حضرت علیؓ کے خلاف تحریک چلائی یا حضرت علیؓ کو خلیفہ ہی تسلیم نہ کیا۔ اب "قاتلین عثمانؓ" ایک گروہ تھا اور وہ ایک طاقت تھے اور ایسے لوگ دونوں لشکروں میں موجود تھے۔ جب دونوں لشکر خالی یہ اعلان کر چکے کہ ان کے ہاں قاتلین عثمانؓ کے

Marfat.com

لئے کوئی جگہ نہیں تو یہ کوئی ایسا طریقہ نہ تھا کہ حضرت عثمانؓ کے خلاف جن لوگوں نے گھیراؤ میں حصہ لیا تھا۔ ان کو پکڑ پکڑ کر باہر نکالا جاتا بلکہ یہ اعلان تھا۔ اس لئے حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت کرنے والوں میں سے کچھ لوگ ضرور الگ ہوئے لیکن کچھ خاموشی سے دونوں لشکروں میں موجود رہے اور ایسے اشخاص کا ایک دوسرے کا ساتھ بھی رابطہ تھا۔

قاتلینِ عثمانؓ

ابن خلدون کے مطابق اشتر نخعی، عبداللہ بن سبا اور خالد بن ملجم حضرت علیؓ کے لشکر میں موجود تھے اور ان کو شک تھا کہ اگر تفتیش ہوئی تو ان پر کچھ نہ کچھ بات ضرور آئے گی بلکہ جناب علیؓ کے لشکر میں عدیؓ بن حاتم، شریح بن اوفی، سالم بن ثعلبہ اور علیا بن الہیثم کی ہمدردیاں بھی قاتلین عثمانؓ کے ساتھ تھیں۔ جناب طلحہؓ و زبیرؓ کے لشکروں میں "قاتلین عثمانؓ" پردے اور پوشیدگی میں کام کر رہے تھے۔ دونوں لشکروں کے ایسے لوگوں نے خفیہ ملاقات کی اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ صلح ان کو بڑی مہنگی پڑے گی اور ان میں سے ایک ایک کو پکڑ کر تہ تیغ کر دیا جائے گا۔ عدیؓ بن حاتم نے کہا کہ سیدھے طور پر ہم حضرت عثمانؓ کے قتل میں ملوث نہیں اور ہم سب کو کیسے قتل کیا جا سکتا ہے ہاں جو ملوث ہیں ان کو سزا ملنی چاہیئے اور اگر سب کو پکڑ کر قتل کرنے کی کوشش کی گئی تو پھر ہم بھی آگے سے لڑائی لڑیں گے۔

اشتر نے کہا کہ اس کی نوبت نہ آنے دی جائے۔ بہتر یہ ہے کہ جناب علیؓ اور جناب طلحہؓ کو بھی شہید کر دیا جائے لیکن عبداللہ بن سبا نے کہا کہ یہ تمہارے بس کی بات نہیں کوئی اور طریقہ اختیار کرو۔

تبصرہ

ہم نے جو کچھ اوپر لکھا ہے وہ ابن خلدون کی متعدد تاریخوں سے نچوڑ کے طور پر لکھا ہے اور سب تاریخوں میں اشتر اور عدیؓ بن حاتم کی اس خفیہ اور پوشیدہ میٹنگ میں ان باتوں یا اس قسم کی کچھ باتوں کا ذکر ہے۔ لیکن دونوں کے کردار کو جانتے ہوئے مجھے ذاتی طور پر جناب عدیؓ کی اس میٹنگ میں شرکت پر بھی شک ہے اور اشتر یہ لفظ نہ کہتا کہ حضرت علیؓ کو بھی شہید کر دیا جائے۔ خیال ہے کہ یہ محض اضافی

Marfat.com

باتیں ہیں۔ اصل میں سب شرارت عبداللہ بن سبا کی تھی اور اس نے قاتلینِ عثمانؓ کے گروہ کو سمجھایا کہ صلح انہیں بہت مہنگی پڑے گی اور اس نے یہ تجویز پیش کی :

"تمام قاتلین عثمانؓ اپنے اپنے قبیلوں میں شامل رہیں اور صلح کے اعلان والے دن صبح کو دونوں طرف سے قاتلین عثمانؓ اپنے ساتھیوں کو ورغلا کر اپنے بالمقابل لشکروں پر حملہ کردیں جو لوگ حضرت علیؓ کے لشکر میں ہیں، وہ شور مچائیں کہ حملہ جناب طلحہؓ و زبیرؓ کے لشکر نے کیا اور جناب طلحہؓ و زبیرؓ کے لشکر والے سارا الزام حضرت علیؓ کے لشکر والوں پر دیں۔ اس طرح جب لڑائی شروع ہو جائے گی تو اس کے بعد جو گروہ بھی فتح حاصل کرے گا اس کو ہماری ضرورت ہو گی۔"

اور آگے چل کر یہی ہوا۔ اس صلاح میں کون کون لوگ شامل تھے۔ اس سلسلے میں ہم نے اپنی رائے دے دی ہے۔ لیکن ہر لشکر میں گروہوں کی حد نہ تھی جس کا ذکر ہم پہلے بھی کر چکے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ دونوں لشکروں کے علاوہ ایک اور گروہ بھی تھا جو بصرہ سے الگ ڈیرے ڈالے ہوئے تھا۔ یہ جناب احنفؓ بن قیس کا گروہ تھا۔ قارئین کو یاد ہو گا کہ تیسری کتاب کے ساتویں باب میں جن فتوحات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اُن میں جناب احنفؓ نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ شہادت عثمانؓ کے وقت آپ مکہ میں تھے اور جناب عائشہؓ سے مشورہ کے بعد مدینہ تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت علیؓ کی بیعت کی اور واپس بصرہ آ گئے۔

اب جب ام المومنینؓ واپس بصرہ آئیں تو انہوں نے جناب عبداللہؓ بن عامر کو جناب احنفؓ کے پاس بھیجا تاکہ وہ ان کا ساتھ دے۔ جناب احنفؓ نے جواب دیا کہ میں حضرت علیؓ کی بیعت کر چکا ہوں اور اس بیعت کو توڑنا پسند نہ کروں گا۔" اب جب ایک طرف حضرت علیؓ کا لشکر تھا اور دوسری طرف ام المومنینؓ اور جناب طلحہؓ و زبیرؓ کا۔ تو جناب احنفؓ غیر جانبدار ہی رہنا چاہیے تھے اور جناب علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی پوزیشن کی وضاحت کی۔ جناب علیؓ نے حضرت احنفؓ کو غیر جانبدار رہنے کی اجازت دے دی اور فرمایا کہ وہ خونخوار جنگ وجدل نہیں چاہتے وہ تو جناب طلحہؓ اور زبیرؓ کے ساتھ بھی ہر قیمت پر مصالحت کرنے کو تیار ہیں۔

جناب علیؓ کی جناب طلحہؓ و زبیرؓ سے بات چیت

چنانچہ حضرت علیؓ نے جناب طلحہؓ و زبیرؓ کو بلا کر پوچھا کہ ان لوگوں نے ان کے خلاف کیوں خروج

Marfat.com

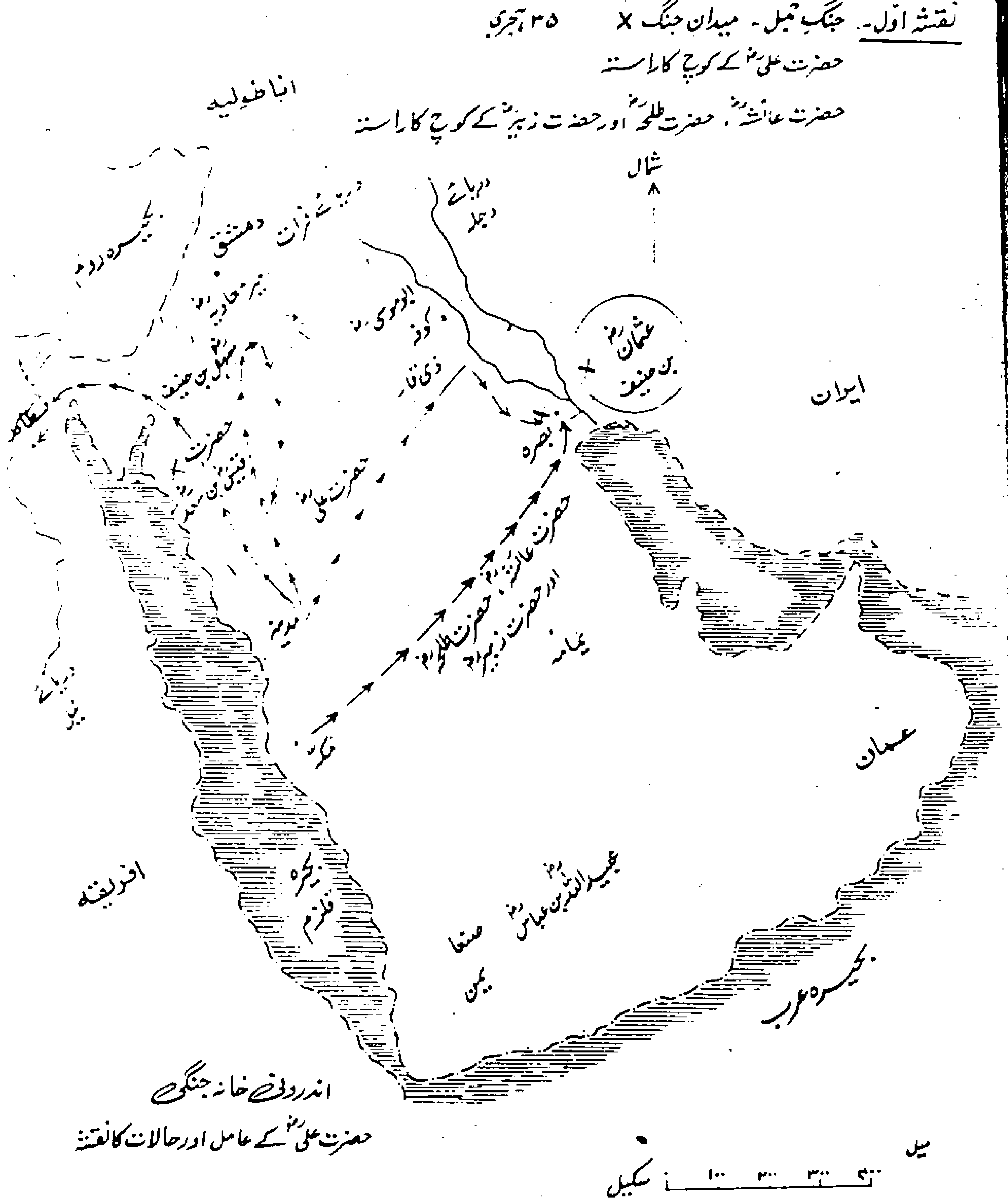

اندرونی خانہ جنگی

حضرت علیؓ کے عامل اور حالات کا نقشہ

Marfat.com

کیا ہے۔ جناب طلحہؓ نے کہا کہ "آپؓ حضرت عثمانؓ کے قتل کی سازش میں شامل تھے" جواباً حضرت علیؓ نے فرمایا کہ "جن لوگوں نے ایسا کیا ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو" اس جواب پر جناب طلحہؓ خاموش ہو گئے۔ اب جناب علیؓ نے حضرت زبیرؓ کو بلایا اور یاد کرایا کہ حضور پاکؐ نے فرمایا تھا کہ "اے زبیرؓ بے شک ایک دن تم ایک ایسے شخص سے لڑو گے جس پر تم ہی ظلم کرنے والے ہو گے"۔ جناب زبیرؓ نے فرمایا، "مجھے یاد آگیا اور اگر آپؓ یہ بات پہلے یاد کرا دیتے تو میں کبھی بھی خروج نہ کرتا"۔

اس کے بعد جناب زبیرؓ نے اعلان کر دیا کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے وہ حضرت علیؓ کے ساتھ لڑائی میں شامل نہ ہوں گے۔ ان کے بیٹے عبداللہؓ نے کہا آپؓ جنگ سے ڈر گئے۔ ہمیں عجیب حالات میں چھوڑ کر یہ کہہ رہے ہیں" جناب زبیرؓ نے فرمایا "بیٹا! جو کچھ مرضی ہے کہہ لو میں اس تمام معاملے سے اب کنارہ کش ہوں"۔ یہ بھی روایت ہے کہ بات چیت کے دوران جناب زبیرؓ کی نظر جناب عمارؓ بن یاسرؓ پر پڑ گئی جو نوے برس کی عمر کے قریب ہوتے ہوئے بھی حضرت علیؓ کے لشکر میں شریک تھے تو جناب زبیرؓ کو حضور پاکؐ کی ایک حدیث مبارکہ یاد آ گئی "کہ اے عمارؓ تم کو باغی لوگ شہید کریں گے"۔ اس لئے جناب زبیرؓ اپنے لشکر میں الگ تھلگ بیٹھ گئے اور صلح کی بات چیت کا انتظار کرنے لگے۔

اہل بصرہ کا لشکر

جناب علیؓ کے لشکر میں جو اہل کوفہ شامل تھے، ان کا ذکر ہو چکا ہے۔ ام المومنینؓ کے لشکر میں جو اہل بصرہ شامل تھے، ان میں قابل ذکر قبیلہ مضر اور رباب تھے جن کی امارت بسر کر رہے تھے۔ بنو تمیم اور بنو عمر کے لوگ بھی تھے جن کے امیر ابوالحربا تھے۔ بنو حنظلہ کی کمانڈ ہلال بن ربیع کر رہے تھے۔ بنو سلیم کے کمانڈر جناب مجاشعؓ بن مسعود تھے۔ جن کا ذکر تیسری کتاب کے ساتویں باب میں خراسان کی فتح کے سلسلہ میں اکثر کیا جا چکا ہے۔ بنو عامر اور بنو غطفان کے امیر زفر بن الحارث تھے۔ قبیلہ ازد کی کمانڈ صبرۃ بن شیمان کر رہے تھے اور بنو بکر، مالک بن مشمع کے ماتحت تھے۔ بنو ناجیہ کے سردار حریث بن راشد تھے اور جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے۔ لشکر کی کل تعداد بیس، تیس ہزار کے لگ بھگ تھی اور تقریباً ہر قبیلہ کے لوگ دونوں لشکروں میں شامل تھے۔

Marfat.com

صلح کا فیصلہ

صلح کی بات چیت جاری تھی۔ حضرت علیؓ کی طرف سے جناب عبداللہؓ بن عباسؓ نے جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ سے ملاقات کی۔ صلح کی شرائط طے ہو گئیں۔ ان شرائط کا چونکہ اعلان نہ ہوا۔ اس لئے مورخین تفصیل میں نہیں گئے کہ یہ شرطیں کیا تھیں۔ ہم بھی اس تفصیل اور تضاد بیانی کو موضوع نہیں بنانا چاہتے لیکن شرائط وہی تھیں جو حضرت علیؓ چاہتے تھے اور جناب قعقاعؓ ان کا اعلان کر چکے تھے۔ بے شک اس میں جناب علیؓ حق پر تھے اور اس سلسلہ میں حضور پاکؐ کے بیانات پہلے سے موجود تھے۔ اس لئے یہ معاملہ بالکل اختلافی نہیں ہو سکتا۔

بہر حال شرائط کا اعلان دوسرے دن صبح سویرے ہونا تھا کہ ان پر کارروائی کی جانا تھی۔ اس لئے دونوں طرف کے لشکر والے بڑے آرام سے سوئے اور وہ صبح کا انتظار کر رہے تھے۔

اچانک جنگ شروع ہوگئی

لیکن ابھی صبح کی اذانیں نہ ہوئی تھیں بلکہ پو پھٹنے کے بھی کوئی آثار نہ تھے کہ دونوں لشکروں سے شور اٹھا "کہ دھوکا ہو گیا، وعدہ خلافی ہوگئی، یہ دغا بازی ہے"۔ بصرہ کے لشکر والے شور مچا رہے تھے کہ ان پر حضرت علیؓ کے لشکر نے حملہ کر دیا۔ عبداللہ بن سبا نے جو سازش تیار کی تھی وہ کامیاب ہو گئی اور دونوں لشکر گتھم گتھا ہو گئے۔ اب جناب علیؓ آگے بڑھے اور انہوں نے اعلان فرمایا: "کہ بے شک جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ آج دوسری دفعہ اپنے عہد سے پھر گئے ہیں۔ اس لئے اب لڑائی کے سوا کوئی چارہ نہیں اور انہوں نے اپنے لشکر کو ترتیب دے کر بھرپور حملہ کرنے کا حکم دیا۔

بصرہ کے لشکر سے جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ نکلے اور انہوں نے اعلان کیا کہ بے شک حضرت علیؓ اپنے وعدہ پر قائم نہ رہے لیکن ہم جنگ سے کنارہ کش ہوتے ہیں۔ پہلے جناب زبیرؓ نے میدانِ جنگ چھوڑ دیا اور بصرہ کا رخ کیا لیکن ایسی جگہ سے گزرے جہاں جناب احنفؓ کا غیر جانبدار لشکر ڈیرا ڈالے ہوئے تھا۔ وہاں ایک آدمی نے آپؓ کو پہچان لیا وہ عمر بن الجرموز تھا اور اس کو یہ بھی پتہ چل گیا کہ ادھر اہل بصرہ اور اہل کوفہ کے درمیان جنگ شروع ہے۔ اس نے ایک جگہ جناب زبیرؓ کو نماز

Marfat.com

بڑھتے دیکھا اور ادھر ہی شہید کر دیا۔ جنگ ختم ہوئی تو ابن عمر، حضرت علیؓ کے پاس انعام لینے کے لئے پہنچا تو جناب علیؓ نے فرمایا کہ تم نے بغیر وجہ کے جناب زبیرؓ کو شہید کیا ہے اس لئے تو جہنمی ہے۔

جناب طلحہؓ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے میدان جنگ ذرا دیر سے چھوڑا۔ اور وہ میدان جنگ سے نکلنے ہی والے تھے کہ مروان نے پوشیدگی کے ساتھ زہر میں بجھا ہوا ایک تیر ان کو مار دیا جس کی وجہ سے وہ بھی شہید ہو گئے۔

طاقت کا مرکز

حضرت علیؓ کا لشکر تعداد میں کم تھا لیکن لوگ ترتیب سے لڑ رہے تھے۔ اہل بصرہ کا لشکر تعداد میں زیادہ تھا لیکن اس میں افراتفری تھی اور لعن وطعن بھی تھی۔ اہل کوفہ کہتے تھے کہ تم نے جنگ شروع کی۔ اہل بصرہ کہتے تم نے جنگ شروع کی۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ اونٹ پر سوار تھیں اور اہل بصرہ نعرہ پر نعرہ لگا رہے تھے کہ ہماری ماں کی عزت کا سوال ہے اور ان کے اونٹ کی مہار کو ہاتھ لگا لگا کر اور پھر آگے بڑھ بڑھ کر شہادت حاصل کریں۔

حضرت علیؓ بھانپ چکے تھے کہ جنگ کسی سازش کے تحت شروع کی گئی ہے اور وہ جنگ بند کرنا چاہتے تھے لیکن اہل بصرہ اپنی جان پر کھیل رہے تھے۔ وہ دیوانہ وار حملہ پہ حملہ کر رہے تھے۔ جناب علیؓ نے حکم دیا کہ خبردار کسی زخمی کو شہید نہ کرنا، بھاگنے والے کا تعاقب نہ کرنا، کسی کا سامان نہ لوٹنا بلکہ وار بھی اس طرح کرنا کہ اگلے میں لڑنے کی سکت نہ رہے، اس کو بالکل ختم نہ کرنا وغیرہ۔

جنگ کی کاروائی

ایسی جنگوں کی تفصیل بیان کرنے کو کسی کا جی نہیں چاہتا کہ یہ سچائی بڑی کڑوی ہوتی ہے۔ لیکن مجبوری ہے کہ حالات سے کچھ پردہ ضرور اٹھایا جائے تاکہ شاید ہم سبق سیکھیں کہ ایسے بھیانک حالات بھی ہو سکتے ہیں۔ دراصل جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ کے میدان جنگ سے چلے جانے کے بعد ایک دفعہ تو جنگ ختم ہوتی نظر آئی لیکن جناب عائشہؓ کا اونٹ کھڑا تھا جس کی وجہ سے اس جنگ کا نام بھی جنگ جمل پڑ گیا اور وہی طاقت کا مرکز تھا۔ جناب عائشہؓ جنگ سے فرار نہ کر سکتی تھیں

Marfat.com

اور نہ ان کو حالات کے بارے میں کچھ علم تھا لیکن آپ صلح چاہتی تھیں اور کعبؓ بن سور کو حکم دیا کہ قرآن پاک لے کر آگے بڑھیں اور اہل کوفہ کو بتائیں کہ اس قرآن پاک کے مطابق ہمارا فیصلہ ہونا چاہیئے لیکن جیسے ہی کعبؓ آگے نکلے۔ حضرت علیؓ کے لشکر سے کسی سازش والے یعنی عبداللہ بن سبا کے چیلے نے ان کو شہید کر دیا۔

جناب عائشہؓ کو جب یہ افسوسناک خبر ملی تو آپؓ نے حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے والوں پر لعنت بھیجی اور پورے لشکر میں شور اٹھا جس سے اہل بصرہ کی صفیں بحال ہوگئیں۔ جناب علیؓ نے پوچھا "کہ بصرہ والے کیا کہہ رہے ہیں"۔ جب لوگوں نے ان کو حقیقت حال سے آگاہ کیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا ہم بھی حضرت عثمانؓ کے قاتلوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اس پر اہل کوفہ نے بھی ایک ایسا نعرہ لگایا اور اہل بصرہ پر جواباً حملہ کر دیا۔

بصرہ کے بازوؤں والے سردار عبدالرحمٰنؓ بن عتبہ اور عبدالرحمٰنؓ بن حارث بڑی بہادری کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ درمیان میں جناب عائشہؓ کا اونٹ تھا اور لوگ اونٹ کے گرد شہید ہونے میں سعادت سمجھتے تھے۔ روایت کے مطابق اونٹ کے گرد بصرہ کے لشکر سے ستر مجاہد شہید ہوئے۔

شوق شہادت

اس سلسلہ میں جنرل گلب لکھتا ہے کہ مسلمان جو دنیا پر چھا چکے تھے اور موت سے محبت کرتے تھے۔ ان کی جنگوں میں یہ حالت ہو جاتی تھی کہ جب کوئی آدمی زخمی ہو جاتا تو وہ اور زیادہ بہادری سے لڑ کر جلد سے جلد شہادت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اب پہلی دفعہ وہ آپس میں لڑ رہے تھے۔ لیکن ہر ایک اپنے آپ کو صحیح سمجھتا تھا اور شہادت کا جذبہ اتنا ہی زیادہ تھا جو دوسری جنگوں میں ہوتا تھا۔

تبصرہ

ہم اس پر یہ تبصرہ کرینگے کہ غیر مسلم مسلمانوں کی تاریخ کو بھی سمجھتے ہیں اور مقصد حیات کو بھی۔ گو ان کے پیمانے متعصب ہیں لیکن افسوس کی بات ہے کہ اوّل بنو امیہ اور بنو عباس نے

Marfat.com

زمانے میں مومن کے مقصد حیات پر پردے ڈالے گئے اور اب دو سو سال کی غلامی کے بعد سارا تانا بانا ہی بگڑ گیا ہے اور موت سے کراہت پیدا ہو چکی ہے۔

تیغ و تفنگ دستِ مسلماں میں ہے کہاں
ہو بھی تو دل ہیں موت کی لذت سے بے خبر
کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل
کہتا ہے کون اسے کہ مسلمان کی موت مر!

(اقبالؒ)

بہر حال لڑائی اس زور شور سے جاری تھی کہ اہل بصرہ لشکر میں بے ترتیبی کے باوجود بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے۔ عبدالرحمنؓ بن عتاب کا بازو کٹ گیا تو وہ شیر کی طرح دھاڑتے ہوتے اہل کوفہ پر حملہ آور ہوئے اور شہید ہو گئے۔ ناقہ کی مہار کو پکڑے ہوئے اسود بن البوالجنتری، یزید بن قیس، عبداللہ بن رقیہ، ابوعبیدہ بن راشد اور ربیعہ وغیرہ شہید ہو چکے تھے بلکہ اونٹ کے گرد قبیلے کے قبیلے ختم ہو رہے تھے۔ عبداللہؓ بن زبیرؓ اور مروان زخموں سے نڈھال ہو کر میدان جنگ میں پڑے تھے اور جناب علیؓ بھانپ گئے کہ یہ لڑائی تب تک ختم نہ ہو گی جب تک یہ سب کے سب ناقہ یعنی اونٹ کے گرد شہید نہ ہو جائیں۔

ناقہ پر حملہ

ان حالات میں جناب علیؓ نے سوچا کہ جنگ کو ختم کرنے کا اب صرف ایک طریقہ باقی رہ گیا تھا کہ آہستہ سے جا کر جناب ام المومنینؓ کے اونٹ کو اس طرح زخمی کیا جائے کہ بھاگنے کی بجائے وہ ادھر ہی بیٹھ جائے۔ یہ کام جناب قعقاعؓ نے ایک آدمی کی مدد سے بڑی خوبی سے اور خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ ورنہ بصرے والے کسی کو اونٹ کے نزدیک نہیں پہنچنے دیتے تھے بس اونٹ کی اگلی اور پچھلی ٹانگوں پر بیک وقت ایسا وار کیا گیا کہ اونٹ بیٹھ گیا۔ محمدؓ بن ابوبکرؓ بھی ساتھ تھے۔ انہوں نے جلدی سے ہودہ کی رسیاں کاٹ ڈالیں اور ہودہ کو اونٹ سے الگ کر دیا کہ اونٹ کھڑا ہونے یا لیٹنے کی کوشش کرے تو ہودے کو نقصان نہ پہنچے۔ پھر ہودے کو اٹھا کر ایک طرف کر دیا اور اس پر پردہ کر دیا گیا

Marfat.com

یہ حالت دیکھ کر بصرہ والوں نے بھاگنا شروع کر دیا لیکن جناب علیؓ نے حکم دیا کہ خبردار کسی کا تعاقب نہ ہوگا۔

ام المومنینؓ اور جناب علیؓ کی ملاقات

اس کے بعد جناب علیؓ خود ہودے کے پاس گئے اور ام المومنینؓ کو سلام عرض کیا اور پوچھا، "اے ماںؓ آپ کیسی ہیں؟" جناب عائشہؓ نے فرمایا "الحمد للہ میں خیریت سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپؓ سے درگذر کرے۔" جناب علیؓ نے فرمایا "اور آپؓ سے بھی اللہ تعالیٰ درگذر کرے۔"

تبصرہ

ان الفاظ کو تفرقہ ڈالنے والوں نے خوب اچھالا کہ دونوں ایک دوسرے کو قصوروار سمجھتے تھے اور ہر تفرقہ ڈالنے والے نے جائزہ ایسا پیش کیا کہ کسی نہ کسی طرف الزام ڈال دیا۔ قارئین! بات سیدھی تھی، صلح ہو چکی تھی۔ ام المومنین جناب عائشہؓ اور جناب طلحہؓ و زبیرؓ، حضرت علیؓ کی شرائط پر صلح کر رہے تھے اور مان چکے تھے کہ وہ حق پر تھے لیکن اب جو اچانک لڑائی شروع ہو گئی تو جناب عائشہؓ کا خیال تھا کہ حضرت علیؓ نے لڑائی شروع کرائی۔ علاوہ وہ لڑائی بند کرانے میں بھی ناکام ہوئیں کہ ان کے قاصد کعبؓ کو بھی شہید کر دیا گیا۔ ان حالات کی وجہ سے وہ حضرت علیؓ سے ناراض ضرور تھیں۔ اس لئے فرمایا کہ اللہ آپؓ کو معاف کرے لیکن الفاظ کو دیکھیں کہ وہ اتنے سخت نہ تھے۔ روایت ہے کہ جب جناب قعقاعؓ اور آپؓ کے بھائی محمدؓ بن ابوبکرؓ نے حقیقت حال سے آپؓ کو آگاہ کیا کہ جنگ انہوں نے شروع نہ کی تھی تو آپؓ نے فرمایا، "کاش وہ آج سے بیس سال پہلے مر چکی ہوتیں۔"

دراصل حضرت علیؓ اور ان کے لشکر والوں کو بھی جنگ کے کئی دن بعد معلوم ہوا کہ یہ جنگ کسی شرارت سے شروع ہوئی تھی لیکن پوری حقیقت تو کئی سال بعد واضح ہوئی بہر حال جیسے ہی جنگ ختم ہوئی تو جناب علیؓ، ام المومنینؓ کی خدمت میں حاضر ضرور ہوئے اور جو آپؓ نے بھی جواباً یہ کہا "کہ آپؓ سے بھی اللہ تعالیٰ درگذر کرے۔" تو جناب علیؓ، ام المومنینؓ کو حضور پاکؐ کی وہ حدیث یاد

Marfat.com

دلا رہے تھے جس میں حضور پاکؐ نے چشمہ حواب کے کتوں کے بھونکنے کی پیشگوئی فرمائی تھی۔

ام المومنینؓ کی عزت افزائی

جناب علیؓ کے احکام پر جناب محمدؓ بن ابوبکرؓ، جناب عائشہ صدیقہؓ کو بصرہ میں عبداللہ خزاعیؓ کے گھر لے گئے۔ جناب عبداللہؓ جناب علیؓ کے ساتھیوں میں سے تھے اور اس جنگ میں شہید ہو گئے تھے۔ تو ان کے خاندان والوں نے ایسی عزت افزائی پر جناب علیؓ کا شکریہ ادا کیا۔ کچھ عرصہ جناب ام المومنینؓ نے وہاں قیام کیا۔ پھر رجب ۳۶ ہجری میں جناب علیؓ نے آپؓ کو حجاز روانہ کر دیا۔ چالیس خواتین معیت میں دیں اور محمدؓ بن ابوبکرؓ کے ماتحت ایک فوجی دستہ ساتھ بھیجا جب یہ قافلہ وہاں سے چلا تو خود جناب علیؓ کئی میل تک ساتھ پیدل چلتے گئے۔ پھر جناب امام حسنؓ نے ایک دن کی مسافت تک ہمراہی کی۔ آپؓ پہلے مکہ شریف گئیں وہاں حج تک ٹھہریں اور پھر مدینہ شریف چلی گئیں۔ آپؓ کی وفات جناب معاویہؓ کے زمانے میں مدینہ شریف ہی میں ہوئی۔

جنگ کے فوری نتائج

جنگ جمل ایک حادثہ ہے اس میں عبرت ہے کہ حضور پاکؐ کے عظیم رفقاءؓ میں بھی ایسے واقعات رونما ہو سکتے ہیں۔ اس میں بہت بڑا سبق ہے کہ اپنے اختلافات کو مسجد یا گھر کے اندر ختم کیا جائے۔ اگر ایسے اختلافات بازاروں یا میدانوں میں چلے گئے تو پھر ہم فتنہ و فساد والوں یا سازش والوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن جائیں گے۔

بہرحال میدان جنگ کی عجیب و غریب حالت تھی۔ ایک روایت ہے کہ دس ہزار مسلمان شہید ہوئے جس میں نو ہزار بصرہ کے لشکر کے تھے اور ایک ہزار کوفہ کے لشکر کے۔ دوسری روایت ہے کہ چھ ہزار مجاہدین شہید ہوئے جن میں پانچ ہزار بصرہ کے لشکر کے تھے اور ایک ہزار کوفہ کے لشکر کے۔ ہم کسی روایت پر شک نہیں کرتے مسلمان جذبہ شہادت سے سرشار تھے اور ضرور کافی لوگ شہید ہوئے ہوں گے۔ لیکن قربانی بے مقصد تھی۔

جناب عائشہؓ کے لشکر سے جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ کے علاوہ جناب طلحہؓ کے بھائی عبدالرحمٰنؓ

Marfat.com

اور بیٹا محمدؓ بھی شہید ہو گئے۔ جناب علیؓ کو جناب محمدؓ کے ساتھ بڑا پیار تھا وہ کالی ٹوپی پہنے ہوئے تھے اور جناب علیؓ نے کئی دفعہ فرمایا۔ سیاہ ٹوپی والے کا خیال رکھنا لیکن بقول ابن خلدون کے میرے اللہ کو ایسے ہی منظور تھا۔ باقی شہدا میں جناب کعبؓ بن سور، محرزؓ بن حارث، مجاشعؓ بن مسعود اور ان کے بھائی خالدؓ قابل ذکر ہیں اور کچھ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ جناب علیؓ کے لشکر کے شہدا میں سے جناب عبداللہؓ بن حکیم خزاعی اور ہندؓ بن ابی ہالہ قابل ذکر ہیں۔ جناب ہندؓ ام المومنین خدیجہ طاہرہؓ کے پہلے خاوند سے بیٹے تھے۔

شہدا کا جنازہ

جناب علیؓ نے سب شہدا کی لاشوں کو اکٹھا کرایا اور دونوں طرف کے شہدا کی نماز جنازہ پڑھی۔ شاید یہ اپنی قسم کی ایک عجیب و غریب جنگ تھی کہ دونوں طرف کے لڑنے والوں کو شہید کہا جاتا ہے کہ جنگ غلط فہمی یا حادثہ کی وجہ سے ہوئی۔ یہ غلط فہمی کیوں پیدا ہوئی۔ حالات کیسے ہاتھ سے نکل گئے کہ ایک غلطی کرنے کے بعد بہتر ہوتا ہے کہ غلطی کو تسلیم کر لیا جائے ورنہ جس طرح ایک جھوٹ پر پردہ ڈالنے کے لئے سو اور جھوٹ بھی بولنا پڑتا ہے اور معاملات وہیں کے وہیں رہتے ہیں۔ اسی طرح غلطی کو تسلیم نہ کرنے سے غلطیاں بڑھتی ہی جاتی ہیں۔

جنگِ جمل میں بنوامیہ کے لوگ

بنوامیہ کے متعدد لوگ اس جنگ میں جناب عائشہؓ کے لشکر میں شامل تھے۔ ان میں سے شہید تو کوئی نہ ہوا لیکن اکثر زخمی تھے اور انہوں نے میدان جنگ سے بھاگ کر بصرہ کے متعدد مقامات پر جا کر پناہ لی۔ ان میں عتبہ[1] بن ابوسفیانؓ، عبداللہؓ بن عامر، حضرت عثمانؓ کے دو بیٹوں ابانؓ اور ولیدؓ کے علاوہ مروان اور اس کے دو بھائی عبدالرحمن اور یحییٰ بھی شامل تھے۔ کچھ لوگوں نے ان کو گرفتار کر لیا اور حضرت علیؓ کے سامنے لے آئے۔ جناب علیؓ نے سب کو رہا کر دینے کا حکم دیا۔ بلکہ روایت ہے کہ عبداللہؓ بن عامر کو حضرت عائشہؓ کے ساتھ حجاز جانے کی اجازت دے دی اور

---

[1] عتبہ امیر معاویہؓ کا سگا بھائی تھا۔

Marfat.com

باقی سب کو اجازت دی کہ وہ جہاں چاہیں جا سکتے ہیں اور اکثر ملک شام میں امیر معاویہؓ کے پاس چلے گئے۔ روایت ہے کہ حضرت علیؓ کے لشکر میں اکثر لوگوں نے کوشش کی کہ کم از کم مروان کو تو قید میں رکھا جائے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ اگر مروان نہ ہوتا تو ام المومنینؓ چشمہ خواب سے واپس مدینہ شریف چلی جاتیں یا بعد میں صلح ہو جاتی اور مروان کسی گہری سازش میں ملوث تھا وغیرہ۔ جناب علیؓ نے فرمایا کہ نہ وہ لشکر کا سپہ سالار تھا اور نہ نائب۔ اس کے لئے وہی احکام ہیں جو باقی لوگوں کے لئے۔ مروان سامنے کھڑا تھا اور جناب علیؓ نے فرمایا: "جا میاں! جا! تم نے پتہ نہیں ابھی کیا کیا کرنا ہے۔"

فقرا اور اہل نظر کا بیان

صوفیا اور فقرا کے تین سلسلے یعنی قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ، جناب علیؓ کی طرف منسوب ہیں ان کے لحاظ سے مروان کو چھوڑنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی جو جناب علیؓ نے اپنے رفقا کو تین دن بعد بتائی کہ ان کو مروان کی پشت میں اسلام کے تین اولعزم بادشاہ[1] نظر آ رہے تھے وہ مرّان کو کیسے قتل کرواتے یا قید رکھتے۔ بے شک تاریخ کے طالب علم جانتے ہیں کہ مروان نے بعد میں خلافت سنبھالی اور اس کی اولاد میں سے عبد الملک بن مروان، ولید بن عبد الملک، سلیمان بن عبد الملک وغیرہ اپنے زمانے میں دنیا کی اس وقت کی سب سے بڑی سلطنت کے سربراہ تھے بلکہ جناب عمرؓ بن عبد العزیز بھی مروان کے پوتے تھے جن کی خلافت کو خلافت راشدہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

بے شک بہترین زمانہ حضور پاکؐ اور ان کے رفقاءؓ کا تھا لیکن مروان یا باقی بنو امیہ کے حکمرانوں کے زمانوں میں بھی اسلام کی عظمت، دبدبہ اور غیرت قائم رہی۔ موجودہ آغا خان کے دادا مرحوم آغا خان نے ایک دفعہ ہمارے دانشوروں کو مشورہ دیا کہ اسلام کے پہلے سو سالوں کی تحقیق کر کے وہ پہلے سو سال والا اسلام قوم کے سامنے پیش کریں کسی نے کہہ دیا کہ بنو امیہ کا زمانہ بھی ان سو سالوں میں شامل ہے تو آغا خان نے کہا کہ بے شک وہ بھی ہماری عظمت کا زمانہ تھا۔

---

[1] حضرت علیؓ نے خلیفہ کا لفظ استعمال نہ کیا بلکہ ملوک کا لفظ استعمال کیا۔

Marfat.com

اور قارئین! محمدؒ بن قاسم، طارقؒ بن زیاد اور موسیٰؒ بن نصیر بلکہ جناب عقبہؓ بن نافع جیسے عظیم فاتح سب کے سب بنوامیہ کے زمانے میں ہوئے بلکہ ہمارے عظیم علماء امام باقرؒ، امام جعفر صادقؒ، امام شعبیؒ، امام اعظمؒ، امام مالکؒ، امام زہریؒ (ابن شہاب) وغیرہ کے علاوہ جناب حسن بصریؒ، جناب سفیان ثوریؒ، جناب حبیب عجمیؒ، جناب داؤد طائیؒ، جناب عبداللہؒ بن مبارک، جناب حمادؒ بن ابی سلیمان، جناب زیدؒ بن امام زین العابدینؒ بھی بنوامیہ کے زمانے میں ہوئے۔ سلطنت اور حکومت معمولی چیزیں ہیں اصل چیز اسلام کا صراط مستقیم ہے اور فلسفہ حیات ہے جس پر عمل کرنے والے عظیم مسلمان ہر زمانے میں موجود رہے۔

زیاد بن سمیہ

تیسری کتاب میں جناب مغیرہؓ بن شعبہ کے خلاف گواہی کے سلسلہ میں ہم زیاد کا ذکر کر چکے ہیں جس کو یا تو زیاد بن ابی یعنی اپنے باپ کا بیٹا کہتے تھے اور یا وہ اپنی ماں سمیہ کے نام سے جانا جاتا تھا۔ حضرت علیؓ جب بصرہ پہنچے تو آپؓ نے زیاد کے بھتیجے عبدالرحمن بن ابوبکرہؓ سے زیاد کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں ہے اور کیا وہ بیعت نہ کرے گا۔ عبدالرحمٰن نے عرض کی کہ وہ بیمار ہیں۔ اور پھر زیاد حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر بھی ہوا۔ جناب علیؓ نے اس کی قابلیت کے مدنظر، اس کو امارت دینا چاہی تو زیاد نے گزارش کی کہ وہ مالی امور کا مشیر ہی ٹھیک رہے گا۔ یہاں پر بھی فقرا اور صوفیا کے مطابق جناب علیؓ، زیاد کو بڑے غور سے دیکھتے رہے لیکن کچھ کہا نہیں اور صرف مسکرا دیئے اور پھر چہرہ پر سخت سنجیدگی آگئی۔

قارئین آگے چل کر اسی زیاد کے بیٹے عبیداللہ کا ذکر ساتویں باب میں پڑھیں گے کہ سانحہ کربلا کی زیادہ ذمہ داری اسی پر آتی ہے اور کچھ بزرگوں نے لکھا ہے کہ جناب علیؓ کو نظر آ رہا تھا کہ زیاد کی اولاد ان کی اولاد کے ساتھ کیا کرے گی لیکن جناب علیؓ نے زیاد کو مالی امور پر مقرر رکھا بلکہ زیاد، جناب علیؓ کا بہت وفادار تھا۔ جناب علیؓ کی شہادت اور امام حسنؓ کے خلافت سے مستعفی ہونے کے بعد بھی امیر معاویہؓ کو جس شخص سے زیادہ خطرہ محسوس ہوتا تھا وہ زیاد تھا۔ چنانچہ امیر معاویہؓ نے زیاد کو زیاد بن ابوسفیانؓ بنا کر اپنا بھائی بنا دیا۔ کہ روایت ہے کہ جہالت کے زمانے میں ابوسفیانؓ بھی

Marfat.com

سمیہ کے پاس طائف میں اکثر جایا کرتے تھے اور زیاد کچھ جناب ابوسفیانؓ کا ہم شکل بھی تھا۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

بصرہ کی امارت

چنانچہ جناب علیؓ نے بصرہ پر جناب عبداللہؓ بن عباسؓ کو امیر مقرر فرمایا اور جو کچھ بصرہ کے خزانے میں تھا وہ اہل لشکر میں بانٹ دیا لیکن یہ رقم بہت تھوڑی تھی۔ لوگوں کو مال غنیمت یا لوٹ مار ہاتھ نہ آئی۔ غیروں کے خلاف جنگوں کے نتائج مختلف تھے۔ اب اپنوں کو کیسے لوٹا جاتے۔ اس لئے جن لوگوں کو دنیا کی چاہت تھی ان کیلئے حضرت علیؓ کی ہمراہی میں کشش کم ہوتی چلی گئی۔ بصرہ کے حالات ٹھیک کرنے کے بعد آپؓ کوفہ روانہ ہوگئے اور اسی جگہ کو اپنا دارالخلافہ یا مرکز بنایا کہ آگے ایک اور جنگ کی تیاری کرنا تھی جس کا ذکر اگلے باب میں آئے گا اور یہ مشیت ایزدی تھی کہ اسلام کے مرکز کو بھی حرکت کرنا تھی گو حرکت خراب حالات کے تحت ہوئی لیکن ایسی ہمت شاید کسی اور کو نہ ہوتی جناب علیؓ نے راہ نکالی اور یاد رکھیں دین اسلام متحرک دین ہے اور اس کا قافلہ رواں دواں ہے۔ ساکن اور مقامی چیزوں کی اسلامی فلسفہ میں محدود حد تک گنجائش ہے۔

نتائج واسباق

۱۔ جنگ جمل ایک حادثہ تھی اس کے نتائج واسباق پر پوری کتاب لکھی جا سکتی ہے کہ ایسی عظیم ہستیوں کے ساتھ بھی اس قسم کے حادثے ہو سکتے ہیں۔ یہاں جناب علیؓ کی شخصیت نکھر کر سامنے آتی ہے اللہ کے شیر ہر جنگ میں دشمن کی صفوں کو چیر کر رکھ دیتے تھے۔ ان کے خطاب میں وہ رُعب تھا کہ کوئی اس کی تاب نہ لا سکتا تھا۔ اس لئے لوگوں نے کچھ یہ تاثر بھی لے لیا کہ آپؓ بڑے سخت ہیں۔ نہیں! ایسی بات نہ تھی۔ دراصل آپؓ دشمنوں کے لئے اِشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ کا اور اپنوں کے لئے رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کا اعلیٰ ترین نمونہ تھے۔

۲۔ ایک مغربی مبصر لکھتا ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ میں جناب علیؓ کے علم اور عمل کی جو تصویر پیش کی گئی ہے۔ وہ پڑھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے اور حیرانگی اور بڑھ جاتی ہے کہ اتنے عظیم انسان کے

Marfat.com

ساتھ ان کی قوم نے کیا برتاؤ کیا۔ بے شک مغربی مبصر کا یہ تبصرہ کافی حد تک حقیقت پسندانہ ہے اور تاریخ کے بامقصد مطالعے کے تحت ہم آگے جو جائزے پیش کر رہے ہیں۔ ان میں یہ واضح کریں گے کہ حضرت علیؓ اور اصحاب ثلاثہؓ اتنے بلند ہیں کہ ان کے مقامات کو بیان کرنا ہماری قلم کے بس سے باہر ہے۔

۳۔ بدقسمتی سے ایک طرف حسد و بغض کی وجہ سے چند غلط روایات گھڑ لی گئیں اور ان کی مدد سے غلط جائزے پیش کر دیئے گئے۔ دوسری طرف عبد اللہ بن سبا کی سازش کے تحت آپؓ کے بارے ایسی باتیں مشہور کر دی گئیں جن کے بارے میں نہ تو حضور پاکؐ نے کچھ فرمایا اور نہ ہی اسلام کے پہلے سو سالوں میں آپؓ کی اولاد میں سے کسی نے ایسی بات کہی۔ البتہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس زمانے میں کم از کم آپؓ یا حضرت عثمانؓ کی شان کو گھٹانے کی کسی کو ہمت نہیں ہوئی سوائے ایک کالم نویس کے جو خود ساختہ عالم دین بھی بن گئے۔

۴۔ چند جائزے حسب ذیل ہیں:

ا۔ جن لوگوں نے مدینہ شریف میں آپؓ کی بیعت نہ کی۔ اُن سے بھی درگزر کیا۔

ب۔ جن لوگوں نے مدد کرنے کی بجائے آپؓ کے راستے میں مشکلات پیدا کیں، ان کو بھی راہِ راست پر لانے کی کوشش کی۔

ج۔ جنگ و جدل سے گریز کیا اور جنہوں نے آپؓ کی کھلم کھلا مخالفت کی ان کو بھی سمجھانے کی انتہائی کوشش کی۔

د۔ جو لوگ آپ کے خلاف جنگ میں شریک ہوئے ان کو بھی معاف کر دیا۔ ان میں سے جو شہید ہوئے ان کی نماز جنازہ بھی ساتھ ہی پڑھائی بلکہ جو لوگ آپؓ کے خلاف سازش کر رہے تھے ان کو بھی معاف کر دیا۔

س۔ البتہ یہ معافی صرف اس لئے تھی کہ جناب علیؓ کی ذات بیچ آجاتی تھی۔ ویسے آپؓ اس وقت کبھی بھی معاف نہ کرتے، جب کوئی آدمی اللہ اور رسولؐ کے خلاف فتنہ کھڑا کرتا۔ بے شک جناب علیؓ کے خلاف فتنہ بھی اللہ اور رسولؐ کے خلاف فتنہ تھا کہ حضرت علیؓ اسلام کے مرکز کو سہارا دے رہے تھے لیکن جناب امیر المومنینؓ نے اپنی ذات کے بیچ آجانے کی

Marfat.com

وجہ سے درگزر کیا۔ یہی وجہ تھی کہ آپؓ امارت کی بجائے مشاورت کو پسند کرتے تھے اور خدا کرے ہم اس پہلو کو سمجھ جائیں۔

س۔ اگر جنگِ جمل کے بعد آپؓ مخالفین کو تہس نہس کر دیتے تو امیر معاویہؓ کو بغاوت کی ہمت نہ ہوتی اور نہ کئی اور لوگ جا کر اس طرح امیر معاویہؓ کے لشکر میں شامل ہو جاتے۔ امیر معاویہؓ سمیت ایسے سب لوگوں کو معلوم تھا کہ شکست کی صورت میں جناب علیؓ ان کو معاف کر دیں گے۔

ص۔ ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم جناب طلحہؓ، جناب زبیرؓ یا جناب ام المومنینؓ کی کاروائی کو بغاوت یا خروج کا نام دیں۔ ہم صرف اسی پر اکتفا کریں گے جو ام المومنینؓ اور عظیم صحابہؓ نے خود اپنی زبان سے کہا اور عملی طور پر مظاہرہ بھی کیا۔ دونوں عظیم صحابہؓ نے اپنی غلطی تسلیم کی اور جنگ سے الگ ہو گئے۔ ام المومنینؓ کی حجاز واپسی کی کہانی، جناب علیؓ کی ان کی عزت افزائی، ہماری تاریخ کے درخشاں باب ہیں لیکن افسوس کہ کچھ لوگوں کو اسلام کے معطر باغ سے ایسی خوشبوئیں کم آتی ہیں۔

ض۔ جنگ جمل کے بعد مالِ غنیمت زیادہ نہ ملا۔ اس لئے دنیا کی طمع رکھنے والوں کے لیے حضرت علیؓ میں کشش ختم ہو رہی تھی اور کچھ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا۔ جناب علیؓ کے پیچھے نماز پڑھنے میں بڑا لطف آتا ہے اور جناب معاویہؓ کا دسترخوان وسیع تر ہے بلکہ لوگوں نے یہ بھی کہنا شروع کر دیا کہ جناب علیؓ کے ساتھ ملو گے تو آخرت میں فائدہ ہو گا اور جناب معاویہؓ کے ساتھ ملنے سے دنیا ملے گی پھر توبہ کر لیں گے اور آخرت بھی ٹھیک ہو جائے گی۔

۵۔ جنگ جمل سے فائدہ صرف امیر معاویہؓ کو ہوا۔ سیاست کو التوا میں ڈالنے سے فائدہ ملتا ہے۔ حق کو التوا میں رکھنا نقصان دہ ہوتا ہے۔ یہاں حق کا مقابلہ سیاست کر رہی تھی اور اس نے ایک اور التوا حاصل کر لی۔

۶۔ جناب عثمانؓ کے قاتلین کا معاملہ الجھ گیا۔ ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا کہ قاتلین کی تلمیح وسعت اختیار کر رہی تھی۔ جناب علیؓ کے تمام ساتھیوں کو "قاتلین عثمانؓ" کہہ کر پکارا جا رہا تھا۔ بصرہ کی پہلی جھڑپوں میں چھ سو مجاہد شہید ہوئے۔ اب کم از کم چھ ہزار مجاہد شہید ہوئے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کا مسئلہ روز بروز اُلجھ رہا تھا اور اس سلسلہ میں قصاص لینا مشکل کام بنتا جا رہا تھا۔

Marfat.com

۷۔ خانہ جنگی ختم نہ ہوئی، ایک جنگ ختم ہوتی تو دوسری کی تیاری ہو جاتی۔

۸۔ جناب علیؓ کو البتہ اتنا فائدہ ہوا کہ بصرہ اور کوفہ کے صوبے مکمل طور پر ان کی عملداری میں آگئے اور جناب احنفؓ بن قیس بھی اپنے لشکر سمیت جناب علیؓ کے ساتھ مل گئے۔

۹۔ اسلام کے مرکز کی حرکت پہلے مدینہ سے کوفہ میں ہوئی تو ایسی حرکت بھی کوئی عظیم صحابیؓ ہی کر سکتا تھا۔ ورنہ لوگ اعتراض کرتے تو پھر اسلام کا مرکز حرکت میں آگیا۔ کوفہ سے دمشق پھر بغداد پھر قاہرہ اور آخر میں قسطنطنیہ اب پھر مرکز مکہ و مکرمہ اور مدینہ منورہ بن رہے ہیں:

؎ کتاب ملت بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے

یہ شاخ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا

(اقبالؒ)

Marfat.com

تیسرا باب

جنگِ صفین

جنگِ صفین کے واقعات بیان کرنے سے پہلے چند اور وضاحتیں بھی پیش کرنا ہوں گی اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جناب علیؓ نے کوفہ ہی کو دارالحکومت قرار دے دیا۔ مدینہ شریف دور تھا اور اندرونی حالات کچھ صحیح نہ تھے۔ کوفہ اور بصرہ کے وسیع علاقے تھے اور یہی علاقے زیادہ آباد تھے۔ ان دونوں صوبوں کی حدود کا تیسری کتاب کے دو ابواب میں تفصیل سے ذکر ہو چکا ہے اور اسی زمانے میں علاقہ بجستان میں بھی کچھ بغاوت ہوئی، جس کے لئے جناب علیؓ نے بصرہ کے گورنر جناب عبداللہؓ بن عباسؓ کو لکھا اور انہوں نے یہ بغاوت فرد کردی۔ اس کام کے لئے چار ہزار کی جمعیت کے ساتھ ربعی بن کاس عنبری کو بھیجا جنہوں نے حالات کو ٹھیک کر دیا۔

جناب علیؓ نے کوفہ کو اس لئے بھی پسند کیا کہ اب ملک شام میں جناب معاویہؓ کی بغاوت کو فرد کرنا ضروری تھا اور اس کے لئے کسی لشکر کو بھیجنے کی بجائے جناب علیؓ خود جانا چاہتے تھے کہ معاملات بڑے نازک تھے۔ جناب علیؓ بصرہ اور کوفہ کی طرف کوچ کرنے سے پہلے ہی یہ کام کرنا چاہتے تھے لیکن پچھلے باب میں جن حالات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے ان کی وجہ سے آپؓ یہ کام نہ کر سکے۔

ملک مصر

مصر کے حالات کو پہلے باب میں بیان کیا جا چکا ہے کہ وہاں پر حضرت علیؓ کے عامل جناب قیسؓ بن سعدؓ نے امارت سنبھال لی تھی۔ انہوں نے مصر کے حالات کو کافی ٹھیک کر لیا تھا۔ اکثر لوگوں نے حضرت علیؓ کے ساتھ وفاداری کا اعلان کر دیا۔ معاویہ بن خدیج، یزید بن الحارث اور مسلمہؓ بن مخلد وغیرہ نے غیر جانبدار رہنا چاہا تو جناب قیسؓ نے ان کے ساتھ میعادی معاہدہ کر لیا اور حالات کو خراب نہ ہونے دیا۔ بہر حال جس زمانے میں حضرت علیؓ بصرہ کے معاملات میں الجھے ہوئے تھے تو امیر معاویہؓ اس پوزیشن میں تھے کہ

Marfat.com

مصر پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتے لیکن انہوں نے سیاست سے کام لینے کی کوشش کی یعنی سیاست کے ذریعے سے جناب قیسؓ بن سعدؓ کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی۔ بلکہ ایک خط میں یہ وعدہ کیا کہ امیر معاویہؓ جب امیر المومنین جناب علیؓ کو شکست دے چکیں گے تو وہ عراق کی حکومت جناب قیسؓ کے حوالے کر دیں گے۔ علاوہ ملک حجاز میں بھی ایسے آدمی کو عامل مقرر کریں گے جو جناب قیسؓ کا رشتہ دار ہو۔

جناب قیسؓ کا جواب

جناب قیسؓ نے جناب معاویہؓ کو ایک مصلحت آمیز جواب دیا جس کا متن یہ ہے:

"جناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت عثمانؓ کے خلاف کسی سازش میں شریک نہ تھے اور مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ آپ کس چیز میں میری متابعت یا موافقت چاہتے ہیں۔"

امیر معاویہؓ کی دھمکی

امیر معاویہؓ نے جواب کے طور پر بڑا سخت خط لکھا اور لڑائی کی دھمکی دی خط کے الفاظ کچھ اس طرح تھے:

"میں نے تمہارا خط پڑھا۔ اس میں کوئی امر صاف نہیں اور کوئی چیز بھی واضح نہیں۔ میں تم کو صلح و مصالحت کے لئے بلاتا ہوں۔ تم اس سے دور نہ بھاگو۔ میں تمہیں لڑائی سے بچانا چاہتا ہوں۔ میرے جیسا شخص مکر و فریب میں نہیں آسکتا اور نہ کسی حیلے میں گرفتار ہو سکتا ہے۔ اس وقت میرے پاس پیادوں اور سواروں کی ایک کثیر تعداد موجود ہے۔ والسلام۔"

جناب قیسؓ کا ردعمل

جناب قیسؓ کوئی معمولی شخصیت نہ تھے۔ سیاست میں آپؓ امیر معاویہؓ اور جناب عمروؓ بن عاص کے پایہ کی شخصیت تھے۔ غیرت مند اور بہادر بھی تھے لیکن سب سے بڑھ کر بہت زیادہ اصول پرست تھے پھر ایسے خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو انصار میں اولین اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ آپؓ کے

Marfat.com

والد بزرگوار کا ذکر ہو چکا ہے کہ آپ بیعت عقبہ ثانی میں موجود تھے اور بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے قبیلہ خزرج بلکہ تمام انصار کے سردار تھے۔ حضور پاکؐ کی میزبانی کا شرف نصیب ہوا۔ جناب قیسؓ نے لڑکپن میں حضور پاکؐ کو مدینہ شریف ہجرت کرتے دیکھا اور کئی دفعہ اپنے والد کی طرف سے تحفے تحائف لے کر دربار رسالت میں حاضر ہوئے جن کو مورخین نے سعدؓ کے بادیہ کا نام دیا ہے۔ چنانچہ جناب قیسؓ کا جناب علیؓ اور اہل بیت کے ساتھ بچپن سے والہانہ لگاؤ تھا۔ انہوں نے اندازہ لگایا کہ اب مصلحت سے کام نہ چلے گا۔ انہوں نے اس سلسلہ میں جناب معاویہؓ کو خط لکھا اس کا اردو ترجمہ ہم تاریخ کامل ابن اثیر سے نقل کرکے قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ ہم اس پر تبصرہ نہ کریں گے کہ وہ لوگ ہم زمانہ تھے وہ ایک دوسرے کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرنے کا حق رکھتے تھے کہ ان الفاظ کے باوجود امیر معاویہؓ کی خلافت کے زمانے میں جناب قیسؓ سے کوئی باز پرس نہ ہوئی جس کا بعد میں ذکر ہوگا۔ خط کا متن یہ ہے:

"مجھے تعجب ہے کہ تو مجھے فریب دینا چاہتا ہے اور تو مجھ سے یہ امید رکھتا ہے کہ میں تیرے دام فریب میں آجاؤں گا اور تو مجھے اپنی کوششوں سے شکست دے دے گا۔ کیا تو امید رکھتا ہے کہ میں اس شخص کی اطاعت سے نکل جاؤں جو امارت کے لئے بہترین آدمیوں میں سے ہے اور زیادہ سچ کہنے والا ہے۔ وہ راہِ حق کا بہت بڑا ہادی ہے اور از روئے تعلق اور اسلام حضور پاکؐ سے زیادہ قریب ہے۔

"کمال ہے تو مجھے اپنی اطاعت میں داخل ہونے کا حکم دیتا ہے کہ تو امر میں لوگوں سے بعید تر ہے اور بہت بڑا مکار اور گمراہ ہے۔ از روئے قرابت اور تعلق تو حضور پاکؐ سے بھی بہت دور ہے۔ گمراہ اور گمراہ کرنے والے کے لڑکے ہو اور یہ کاروائی شیطانی ہے اور تیرا یہ کہنا کہ تو سواروں اور پیادوں سے مصر کو بھر دے گا۔ اس سے مجھے کوئی ڈر نہیں۔ انشا اللہ اگر ادھر آؤ گے تو تمہیں جان کے لالے پڑ جائیں گے۔"

امیر معاویہؓ کی نئی چال

یہ خط پڑھنے کے بعد امیر معاویہؓ کو اندازہ ہوگیا کہ قیسؓ بن سعدؓ، امیر المومنین جناب علیؓ کے ساتھیوں میں ایک ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کو ڈگمگایا نہیں جا سکتا۔ اس لئے انہوں نے ایک نئی

Marfat.com

چال چلی۔ اسی زمانے میں حضرت علیؓ جنگ جمل کے بعد کوفہ پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے شام کے حالات کی مخبری کے لئے جناب محمدؓ بن ابوبکرؓ اور اپنے بھتیجے جناب محمدؓ بن جعفر طیارؓ کو شام کی سرحد کی طرف بھیجا ہوا تھا۔ یہ دونوں اخیانی بھائی بھی تھے جس بات کا اکثر جگہوں پر ذکر ہو چکا ہے۔ امیر معاویہؓ نے ان نوجوانوں تک یہ بات پہنچانے کی کوشش کی کہ وہ جناب قیسؓ بن سعدؓ کے ساتھ خط و کتابت کر رہے ہیں اور وہ ان کو جلد اپنے ساتھ ملا لیں گے۔ امیر معاویہؓ کا یہ طریقہ کامیاب رہا اور ان دونوں نوجوانوں نے حضرت علیؓ کو آگاہ کیا کہ قیسؓ بن سعدؓ کسی وقت بھی امیر معاویہؓ کے ساتھ مل سکتے ہیں۔

جناب قیسؓ کی تبدیلی اور محمدؓ بن ابوبکرؓ کا تقرر

یہ خبر جب امیر المومنینؓ کے پاس پہنچی تو عبداللہؓ بن جعفر طیارؓ اور اشتر نخعی نے بڑا سخت رویہ اختیار کیا۔ اشتر ہر معاملہ میں بڑا سخت رویہ اختیار کرتا تھا اور جناب علیؓ اگر اشتر کی باتوں کو سنتے تو شاید معاملات جلدی حل بھی ہو گئے ہوتے کہ اشتر کہتا تھا کہ تلوار کے ساتھ جلدی جلدی فیصلہ ہو جاتے۔ اور اکثر جناب علیؓ صبر کی تلقین کرتے تھے لیکن اس معاملہ میں جناب علیؓ نے اشتر کی بات مان لی کہ اس میں وزن تھا۔ اشتر کہنے لگا کہ ملک مصر میں ایسا شخص عامل ہونا چاہیئے جو امیر معاویہؓ کا دشمن ہو تاکہ ہم مصر کے معاملات سے بے فکر ہو جائیں اور ایسا شخص صرف محمدؓ بن ابوبکرؓ ہے کہ وہ امیر معاویہؓ کے ساتھ کبھی بھی نہیں مل سکتا۔

چنانچہ امیر المومنینؓ نے محمدؓ بن ابوبکرؓ کو مصر کا عامل مقرر کر دیا۔ جناب قیسؓ بن سعدؓ نے امارت محمدؓ بن ابوبکرؓ کے حوالے کی اور خود مدینہ شریف آ گئے۔ وہاں سے جناب سہلؓ بن حنیف کو ساتھ لیا اور کوفہ میں امیر المومنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ یہ سب سن کر جناب علی المرتضیٰؓ کو بہت افسوس ہوا اور فرمایا کہ یہ جلد بازی ہو گئی ہے بہر حال جناب علیؓ کا بھروسہ جناب قیسؓ پر بہت زیادہ بڑھ گیا اور جناب قیسؓ حضرت علیؓ کے مشیر خاص بن گئے اور آخری دم تک جناب علیؓ کے وفادار رہے بلکہ امام حسنؓ کے بھی وفادار رہے۔

Marfat.com

تبصرہ

یہاں ایک تبصرہ بھی ضروری ہے۔ ہم فقرا اور صوفیا کا ذکر کر چکے ہیں کہ ان کے خیال کے مطابق حضرت علیؓ کو حالات کی پہلے سے آگاہی ہو جاتی تھی۔ اب یہاں پر سوال کیا جا سکتا ہے کہ حضرت علیؓ کو یہ پہلو کیوں نہ معلوم ہو سکا۔ اس سلسلہ میں تیسری کتاب میں ہم جناب فاروق اعظمؓ کے سلسلہ میں ذکر کر چکے ہیں کہ اول مکمل ذات صرف حضور پاکؐ کی ہے۔ حضور پاکؐ کے رفقاؓ کے اس سلسلہ میں مقامات کے سلسلہ میں ہم عاجزی ہی کریں گے کہ وہ کہاں تک معاملات کو جانتے تھے یا مشیتِ ایزدی کے تحت اور بشری تقاضوں کے تحت خاموش تھے۔ یہ تبصرہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ آگے آنے والے واقعات کے سلسلہ میں کئی ایسی باتیں آئیں گی جو حضرت علیؓ کی خواہش کے مطابق نہ ہوں گی یا ان کو اپنے ارادوں میں مکمل کامیابی نہ ہوئی تو وہاں پر کوئی اپنے پیمانوں سے حضرت علیؓ کی روحانی اور باطنی طاقتوں کو ناپنا نہ شروع کر دے اور اعتراض فقرا اور صوفیا پر کر دے۔

محمدؓ بن ابوبکرؓ کی ناکامی

جناب محمدؓ بن ابوبکرؓ مصر کے گورنر کی حیثیت سے زیادہ کامیاب نہ ثابت ہو سکے۔ اول تو کئی لوگ ان کو ناپسند کرتے تھے اور ایسے لوگوں میں امام حسنؓ بھی شامل تھے۔ محمدؓ بن ابوبکرؓ حضرت عثمانؓ کی شہادت میں کافی حد تک ملوث تھے اور پھر انہوں نے مصر کے لوگوں کے ساتھ سختی کی۔ اب وقت کے لحاظ سے تو یہ ضرورت تھی کہ امیرالمومنین جناب علیؓ جب عراق کی طرف سے شام میں امیر معاویہؓ کے خلاف پیش قدمی کرتے تو مصر کا گورنر عقب سے شام پر حملہ آور ہوتا لیکن جناب محمدؓ مشکل کے ساتھ مصر کے حالات کو سنبھالا دیئے ہوئے تھے۔ اگر قیسؓ بن سعدؓ مصر میں رہ جاتے تو وہ یقینی طور پر امیر معاویہؓ کے عقب کی طرف سے حملہ کرتے۔ یہ سبق یاد رکھا جائے کہ اوپر والی سطح پر ایک آدمی سے اتنا فرق پڑ جاتا ہے۔ ہمارا تجزیہ ہے کہ اگر جناب قیسؓ ہی مصر کے عامل رہتے تو آج تاریخ یکسر مختلف ہوتی۔

انصار مدینہ کی وفاداری کا ذکر جلال مصطفیٰؐ کے ساتویں باب اور ان کتابوں کے سلسلہ میں جا بجا

Marfat.com

موجود ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا راز ہے کہ ان کی جزا آخرت میں ہے اور ان کے لئے اس دنیا میں شہرت نہیں ہے۔

عمروؓ بن عاص

ایک طرف جناب امیرالمومنین حضرت علیؓ کو اس قسم کے نقصانات اٹھانے پڑ رہے تھے تو دوسری طرف بڑے بڑے سیاستدان امیر معاویہؓ کے ساتھ شریک ہو رہے تھے۔ مغیرہؓ بن شعبہ حضرت علیؓ کو کب کا چھوڑ چکے تھے۔ اور روایت ہے کہ وہ بھی ملک شام میں پہنچ چکے تھے گو مورخین، جنگ صفین میں ان کا نام لے کر کسی کاروائی میں ان کی شرکت کا ذکر نہیں کرتے۔ ویسے آپ کے قبیلہ کے زیادہ لوگ جناب علیؓ کے ساتھ تھے۔ اس لئے شاید اس وقت تک جناب مغیرہؓ غیر جانبدار ہی رہے ہوں۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ عمروؓ بن عاص کی موجودگی میں مغیرہؓ بن شعبہ کچھ زیادہ اوپر نہ آتے ہوں۔ عرب کے یہ دو سیاستدان اس سے پہلے کبھی کسی محاذ پر اکٹھے نہ ہوئے۔ جناب مغیرہؓ بھی اسلام سے پہلے مصر کا دورہ کر چکے تھے جس کا ذکر تیسری کتاب میں موجود ہے۔ لیکن شاید عمروؓ بن عاص کی مصر کے لئے دلچسپی کے سامنے جناب مغیرہؓ نے اپنی "دلچسپیوں" کو اس رخ پر نہ جانے دیا۔

بہر حال جناب عمروؓ بن عاص نے امیر معاویہؓ کے ساتھ شرکت اختیار کر لی۔ جناب عمروؓ بن عاص عمر کے لحاظ سے امیر معاویہؓ سے بہت بڑے تھے اور امیر معاویہؓ کے والد کے ساتھ مل کر اسلام دشمنی میں بھی بڑا کام کر چکے تھے لیکن آپ امیر معاویہؓ اور ان کے والد دونوں سے پہلے اسلام لے آئے اور اسلام میں حضور پاکؐ اور پہلے دو خلفا کے زمانے میں بھی جناب عمروؓ بن عاص کو ہر لحاظ سے امیر معاویہؓ پر ترجیح حاصل رہی۔ حضرت عثمانؓ اور جناب عمروؓ بن عاص کے اختلافات کا ذکر ہم نے تیسری کتاب میں تفصیل کے ساتھ کیا ہے اور اب امیر معاویہؓ اور عمروؓ بن عاص کا اتحاد اسلام کی تاریخ میں ایک موڑ یا چکر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں پہل کس نے کی اس میں بھی اختلاف ہے۔ البتہ ان حالات کی تفصیل کافی سبق آموز ہے اور ہم کم سے کم تبصرے کے ساتھ ان واقعات کا ذکر کریں گے۔

اکثر راوی کہتے ہیں کہ یہ سب عمروؓ بن عاص کی ذاتی اختراع تھی۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے

Marfat.com

وقت وہ فلسطین میں تھے جب انہوں نے سنا کہ امیر معاویہؓ نے جناب علی المرتضٰیؓ کو خلیفہ تسلیم نہیں کیا تو اُلجھن میں پڑ گئے۔ اکثر گنگناتے تھے "علیؓ کے ساتھ آخرت ہے، معاویہؓ کے ساتھ دنیا ہے"۔ بہرحال جو کچھ بھی ہوا جناب عمروؓ بن عاص کو پتہ تھا کہ جو حالات ظہور پذیر ہو رہے تھے ان میں جناب عمروؓ بن عاص کی حضرت علیؓ کے ہاں زیادہ وقعت نہ ہوگی۔ لوگ دنیا کی طرف مائل ہو رہے تھے، کچھ سیاست بازی تھی۔ ساتھ ہی آزادیٔ فکر تھی اور لوگوں کو سختی کے ساتھ دبا دینے کی ضرورت تھی لیکن جناب علیؓ کے لئے ان چیزوں کی کچھ وقعت نہ تھی وہ سیدھی اور حق بات جانتے تھے اور اپنی امارت کو قائم رکھنے کے لئے لوگوں کو تہس نہس کرنے کو تیار نہ تھے۔

چنانچہ انہی دنوں جناب عمروؓ بن عاص، امیر معاویہؓ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ کے بڑے بیٹے عبداللہؓ، امیرالمومنین جناب علیؓ کو صحیح سمجھتے تھے اور انہوں نے اپنے والد کو روکا بھی لیکن چھوٹے بیٹے محمدؓ کا خیال تھا کہ دنیا وی زمانہ آگیا تھا۔ بہرحال جناب عبداللہؓ بھی باپ کا ساتھ نہ چھوڑ سکے۔ پہلے پہلے تو امیر معاویہؓ کو بھی شک گذرا اور کئی دن تک عمروؓ بن عاص کی نگرانی کی۔ لیکن عمروؓ بن عاص نے امیر معاویہؓ کو کہہ دیا کہ دنیا داری کا زمانہ آچکا تھا اور کامیابی امیر معاویہؓ کی ہوگی۔ لوگ آہستہ آہستہ جناب علیؓ سے الگ ہوتے جائیں گے اور وہ امیر معاویہؓ کی مکمل امداد کریں گے۔ اس کے بدلے ان کو مصر کی حکومت چاہیئے۔

مصر اور جناب عمروؓ بن عاص کا چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ تیسری کتاب کے پہلے دو ابواب میں ہم ساری تفصیل بیان کر چکے ہیں۔ امیر معاویہؓ کو یہ شرط پسند تھی اور جناب عمروؓ بن عاص نے بھی اپنی وفات سے پہلے ندامت کا اظہار کیا۔ اپنی ساری زندگی پر تبصرہ کیا اور موت سے گھبراہٹ نہ پیدا ہوئی اور اس کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ لیکن یہ الفاظ منہ سے ضرور نکلے "کہ اے عمروؓ تو نے آخرت کی بجائے مصر کو پسند کیا"۔ پورا بیان البتہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے اور ان باتوں میں ہمارے لئے بڑے سبق ہیں کہ ایک دن ندامت اٹھانا پڑتی ہے۔

جناب علیؓ کے لئے مسائل

یہ تھے وہ حالات جن سے امیرالمومنین اسد اللہ الغالب، ابوتراب جناب علی المرتضٰیؓ دوچار

Marfat.com

تھے۔ آپؓ نے جب خلافت سنبھالی تھی تو جناب عبداللہؓ بن عباسؓ نے آپؓ کو عرض کی تھی "الحرب خدعۃ" جنگ میں بڑے دھوکے ہوتے ہیں۔ آپؓ اپنی تلوار پر بھروسہ کرتے ہیں اور بہادر ہیں۔ آپؓ ہر جگہ پر موجود نہیں ہو سکتے۔ ہر مقام پر آپؓ کے خلاف دھوکے اور داؤ استعمال کئے جائیں گے۔ سیاست بازی ہوگی اور پتہ نہیں کیا کیا ہوگا اور آج حضرت علیؓ کرم اللہ وجہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ لوگ عجیب وغریب رنگ اختیار کر رہے تھے۔ وہ وقت کے لحاظ سے تبدیل ہو جاتے تھے اور اصولوں کو بھی قربان کر دیتے تھے۔

لیکن جناب علیؓ پھر بھی چاہتے تھے کہ مسلمان قتل وغارت سے بچ جائیں۔ چنانچہ آپؓ نے مشورہ کے لئے جریرؓ بن عبداللہ بجلیہ گورنر ہمدان اور اشعث بن قیس گورنر آذربائیجان کو بلایا۔ یہ دونوں صاحبان کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ جناب جریرؓ صحابی ہیں اور جنگوں میں کثرت سے شرکت کی۔ اشعث ایک دفعہ مرتد بھی ہوا۔ لیکن پھر معافی مانگ لی اور اب وہ اکثر ہمارے ساتھ رہے گا۔ جناب علیؓ ان دونوں میں سے کسی ایک کو امیر معاویہؓ کے پاس بھیجنا چاہتے تھے۔

جناب جریرؓ کا وفد

چنانچہ فیصلہ ہوا کہ جریرؓ بن عبداللہ بجلیہ کو دمشق بھیجا جائے اور جریرؓ کے ذمہ یہ کام لگایا گیا کہ امیر معاویہؓ کو راضی کریں کہ جو کچھ ہو چکا ہے اس کو بھول جائیں۔ اور اب امیر المومنین جناب علیؓ کی بیعت کر کے امت میں فتنہ ختم کر دیں۔ امیر معاویہؓ ایسے مواقع کی تاک میں رہتے تھے اور التوا پیدا کر کے فائدہ اٹھاتے تھے۔ انہوں نے جناب جریرؓ کو کافی عرصہ شام میں روکے رکھا اور ایسے لوگوں کے ساتھ ملاقات کرائی جو حضرت عثمانؓ کے خون کا قصاص طلب کرنے پر سب کچھ قربان کرنے کو تیار تھے۔ جناب جریرؓ اس سے بہت زیادہ متاثر ہوگئے۔ ادھر امیر معاویہؓ کا یہ بھی ارادہ تھا کہ جریرؓ کے بارے میں جناب علیؓ اور ان کے ساتھیوں میں شک ڈالا جائے کہ وہ شام میں زیادہ دیر اس لئے ٹھہر گئے کہ امیر معاویہؓ کے ساتھ ساز باز کرتے رہے۔

چنانچہ جب کافی عرصہ کے بعد جناب جریرؓ واپس کوفہ آئے تو انہوں نے جناب امیر المومنینؓ کے سامنے امیر معاویہؓ کی اہمیت کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کیا۔ اشتر بھی پاس ہی تھا۔ اس نے

Marfat.com

کہا " کہ میرے لحاظ سے تو جریرؓ اس کام کے لئے موزوں نہ تھے اور میں جانے کو تیار تھا لیکن مجھے نہ بھیجا گیا۔"

جناب جریرؓ: " اگر تم جاتے تو امیر معاویہؓ تمہیں قتل کر دیتے کہ وہ تمہیں حضرت عثمانؓ کے قاتلین میں شمار کرتے ہیں۔"

اشتر: "میں مرنے سے نہیں ڈرتا۔ امیرالمومنینؓ ہم کو اجازت نہیں دے رہے۔ ورنہ ہم آپ اور امیر معاویہؓ جیسے کئی آدمیوں کو ٹھیک کر چکے ہوتے۔"

جناب علیؓ نے دونوں کو خاموش رہنے کی ہدایت کی لیکن جریرؓ کافی رنجیدہ ہو گئے اور قرقیسیا چلے گئے۔ وہاں سے شرجیل بن السمط کندی کی وساطت سے امیر معاویہؓ کے ساتھ شامل ہو گئے۔

تبصرہ

جناب جریرؓ کا جائزہ بھی کسی حد تک صحیح تھا اور اشتر کا بھی۔ جناب علیؓ ہر پہلو پر کھل کر بحث کی اجازت دیتے تھے تو ان کے ساتھیوں میں اختلاف ہو جاتا تھا جس سے بڑے فرق پڑے۔ امیر معاویہؓ کے لشکر میں ان کا حکم چلتا تھا اور اکثر لوگ اس لئے ان کے ساتھ تھے کہ دنیاوی فائدہ ہو گا تو ان کے خیالات میں وحدت رہی۔ یہ بھی اللہ کا راز ہے کہ ان حالات میں حب الدنیا والے دنیاوی طور پر کامیاب رہے۔

جناب علیؓ کی تجویز

اب جناب علی المرتضےٰؓ کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ ملک شام کی طرف کوچ کر کے معاملات کو سختی کے ساتھ سلجھائیں۔ آپؓ نے جناب عبداللہؓ بن عباسؓ کو بصرہ سے بلا لیا۔ وہ ایک لشکر بھی ساتھ لائے اور کوفہ میں آ کر جناب امیرالمومنینؓ کے ساتھ مل گئے۔ جناب امیرالمومنینؓ نے کوفہ میں ابو مسعودؓ انصاری کو اپنا نائب مقرر کیا اور ملک شام کے لئے روانہ ہو گئے۔ نقشہ دوم پر آپؓ کے کوچ والے راستے اور صفین کے مقام کی نشاندہی کی گئی ہے۔ کچھ روایات کے مطابق آپؓ کے لشکر کی تعداد پچاس ہزار سے بھی زیادہ تھی اور بعض نے صرف تیس ہزار بتائی ہے۔ آپؓ کی فوج میں

Marfat.com

ہزاروں کی تعداد میں صحابہ کرامؓ اور ان کے فرزند موجود تھے۔ تقریباً چھ سو وہ صحابہ شامل تھے جنہوں نے بیعت رضوان میں حصہ لیا تھا بلکہ ستره اصحاب بدر بھی شریک تھے۔

لشکر کا کوچ

جناب امیرالمومنینؓ نے زیادؓ بن نصر حارثی کو آٹھ ہزار کے لشکر کے ساتھ مقدمۃ الجیش کے طور پر آگے روانہ کیا۔ ان کے پیچھے چار ہزار رابطہ والی فوج شریحؓ بن ہانی کے ماتحت تھی اور اس کے ذمے جناب علیؓ کے بڑے لشکر کے درمیان رابطہ کا کام کرنا تھا خود کوچ کر کے نخیلہ آئے اور وہاں سے مدائن پہنچے۔ معدؓ بن مسعود ثقفی کو جو شہید ایران ابوعبیدؓ ثقفی کے بھائی تھے۔ مدائن میں امیر مقرر کر کے اپنا جانشین چھوڑا اور وہاں سے تین ہزار کا لشکر جناب معقلؓ بن قیس کی سرکردگی میں موصل والے راستے روانہ کیا۔ (نقشہ دوم سے لشکر کے کوچوں کے راستوں کا مطالعہ کریں) آپؓ اس وقت تک صرف طاقت کا مظاہرہ کر رہے تھے کہ شاید ہر طرف سے لشکروں کی پیشقدمی کی خبر سن کر امیر معاویہؓ راہ راست پر آجائیں۔ لشکروں کو یہ بھی ہدایات تھیں کہ وہ اپنے آپ کو کسی بڑی جنگ میں نہ الجھنے دیں۔ چنانچہ آپؓ جب رقہ پہنچے تو جناب زیادؓ اور جناب شریحؓ کے لشکر بھی آ کر مل گئے اور یہاں پر دریا کو عبور کرنے کے بعد، آپؓ نے جناب زیادؓ اور شریحؓ کو پھر آگے بھیج دیا۔

شام کی فوج سے پہلا ٹکراؤ

دونوں مقدمۃ الجیش والوں کا ٹکراؤ امیر معاویہؓ کی فوج کے ایک دستہ کے ساتھ ہوا۔ جس کی کمانڈ ابوالاعورؓ کر رہے تھے۔ جب جناب امیرالمومنینؓ کو یہ خبر ملی تو آپؓ نے اشتر کو آگے بھیجا کہ دونوں لشکروں کی کمانڈ سنبھال لیں لیکن ساتھ ہی حکم دیا کہ جب تک آگے اہل شام مقابلہ نہیں کرتے خود لڑائی کے لئے صف بندی کر کے حملہ نہ کرنا۔ لیکن یہاں پر ابوالاعور سلمیؓ نے امیرالمومنینؓ کے لشکر کے جیش المقدمہ کو روکا تو جنگ چھڑ گئی لیکن جنگ کم تھی اور جھڑپیں زیادہ تھیں بلکہ لعن طعن کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جناب علیؓ کے لشکر والے اہل شام کو باغی اور گمراہ کہتے تھے اور ادھر وہ جناب علیؓ کے لشکر کو قاتلین عثمانؓ

Marfat.com

کا نام دیتے تھے۔ انہی حالات میں دوسرے دن جناب علیؓ بھی آگے پہنچ گئے اور انہوں نے جیسے ہی اشتر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا تو معلوم ہوا کہ امیر معاویہؓ کا ایک ٹڈی دل لشکر وہاں پہنچ چکا تھا جنہوں نے دریائے فرات کے پانی پر بھی قبضہ کیا ہوا تھا۔

جناب علیؓ کی نرمی

جناب امیر المومنینؓ نے جناب صعصعہؓ بن صوحان[1] کو امیر معاویہؓ کے پاس یہ کہلا کر بھیجا کہ "ہم لڑائی میں پہل نہیں کرنا چاہتے اور ہم اب بھی بات چیت کرنا چاہتے ہیں۔ میرا مقصد آپ کے نزدیک پہنچنا تھا۔ اور میں نے سختی سے حکم دیا تھا کہ لڑائی میں پیش رفت نہ کرنا لیکن آپ کے لشکر والوں نے ہمیں روکا تو ان کو پیچھے دھکیلنا پڑا۔ اب آپ لوگوں نے پانی پر قبضہ کر رکھا ہے اور ہم نہیں چاہتے کہ پانی کے مسئلہ پر خواہ مخواہ لڑائی ہو"۔ امیر معاویہؓ نے اس سلسلہ میں اپنے رفقاء کے ساتھ مشورہ کیا۔ عمروؓ بن عاص پانی پر سے قبضہ اٹھانے کے حق میں تھے لیکن عبد اللہؓ بن ابی سرح سابق گورنر مصر اور ولیدؓ بن عقبہ سابق گورنر کوفہ پانی پر قبضہ کے حق میں تھے اور امیر معاویہؓ نے پانی پر سے قبضہ نہ اٹھایا۔

پانی پر لڑائی

امیر معاویہؓ کی طرف سے دس ہزار کے لشکر کے ساتھ ابو الاعور اسلمیؓ پانی پر قابض تھے۔ جناب علیؓ نے اشعث بن قیس کو چند ہزار سواروں کے ساتھ بھیجا کہ پانی کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیں لیکن آگے سے امیر معاویہؓ نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ عمروؓ بن عاص اور یزید بن اسعد کو بھیج دیا۔ اب مجبوراً امیر المومنین جناب علیؓ نے اشتر کو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ آگے بھیجا اور اشتر نے ایک سخت لڑائی کے بعد دریائے فرات کے چشموں پر قبضہ کر لیا۔ اب کچھ لوگوں نے جناب امیر المومنین حضرت علیؓ کو مشورہ دیا کہ شامی فوج پر پانی بند کر دیا جائے۔ اللہ کے شیر مسکرا دیئے۔ بھلا وہ ایسا کب کر سکتے تھے۔ انہوں نے حکم دیا کہ کچھ چشموں کو خالی چھوڑ دیا جائے تاکہ امیر معاویہؓ کے لشکر کے لوگ بغیر کسی ڈر کے آئیں اور

---

[1] جناب زیدؓ کے بھائی

Marfat.com

پانی لیتے رہیں۔ سبحان اللہ کیا شان والی بات ہے۔

تبصرہ

کہتے ہیں کہ جنگ میں اور محبت میں سب کچھ جائز ہے لیکن یہ جنگ تو اپنوں کے ساتھ تھی مسلمان تو غیروں پر بھی پانی بند نہ کرتے تھے اور جناب علیؓ کی خلافت میں ہمارے لئے یہی اسباق ہیں کہ مشکل حالات میں بھی اصولوں کو نہ توڑا جائے اور غیروں کی طرح یہ نہ کہا جائے کہ جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہے۔ اسلام کی اس میں بڑائی ہے کہ ہر زمانے میں عظیم مسلمان موجود رہے اور یہ غلط تاثر ہے کہ اسلام صرف پہلے چند سال نظر آتا ہے۔ مسلمانوں نے اپنے عمل سے ہر زمانہ میں اپنے فلسفہ حیات کا اصولی اور عملی مظاہرہ کیا اور غلامی کے زمانے میں بھی غازی مرید حسین شہید اور غازی علم دین شہید جیسے عظیم مسلمان پیدا ہوئے جو ناموسِ رسولؐ پر قربان ہو گئے اور ایک ہی عمل سے غازی اور شہید بن گئے۔

امیر معاویہؓ کی فوج

کچھ مؤرخین نے امیر معاویہؓ کی فوج کی تعداد نوے ہزار بتائی ہے لیکن ان مؤرخین نے جناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فوج کی تعداد بھی اسی ہزار بتائی ہے۔ ہمارا اندازہ ہے کہ امیر معاویہؓ کی فوج زیادہ سے زیادہ ساٹھ ہزار تھی کہ آپ اکثر ساٹھ ہزار شیوخ کا ذکر کرتے تھے جو حضرت عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امیر معاویہؓ زیادہ سے زیادہ ساٹھ ہزار فوج اکٹھی کر سکتے تھے اور اسی حساب سے ہم نے امیر المومنینؓ کی فوج کی تعداد چالیس یا پچاس ہزار کے قریب بتائی ہے کہ وہ امیر معاویہؓ کی فوج سے چند ہزار کم تھی۔ امیر معاویہؓ کی فوج میں بھی کئی صحابہ کرام تھے جن میں عمروؓ بن عاص ان کا بیٹا عبد اللہؓ، عبید اللہؓ بن عمر فاروقؓ، حبیبؓ بن مسلمہ، ضحاکؓ بن قیس، ابو الاعور اسلمیؓ، عبد اللہؓ بن ابی سرح، ولیدؓ بن عقبہ وغیرہ شامل تھے۔

امیر معاویہؓ اس بات پر مُصِر تھے کہ قصاص کے طور پر وہ لوگ جنہوں نے حضرت عثمانؓ کے خلاف گھیراؤ کیا۔ ان کے حوالے کر دیئے جائیں لیکن یہ ناممکن قسم کی شرط تھی اور پہلے وہ امیر المومنینؓ کی بیعت کرتے اور پھر مقدمہ دائر کرتے لیکن اب تو حالات بالکل ہی تبدیل ہو چکے تھے کہ امت گروہوں میں بٹ چکی تھی اور ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ ایسے لوگ بھی پیدا ہو چکے تھے جو کہتے تھے کہ حضرت عثمانؓ

Marfat.com

کا قتل واجب تھا بلکہ یہ بھی کہتے تھے کہ حضرت عثمانؓ کے امرا میں سے امیر معاویہؓ سمیت کئی لوگوں کو پکڑ کر ان کی تمام جائداد حکومت کو لے لینی چاہیئے۔ اس کے علاوہ بصرہ میں کئی لوگ شہید ہو چکے تھے اور لوگوں کا خیال تھا امیر معاویہؓ کی شہ پر مروان وغیرہ نے سازش کر کے بصرہ میں خانہ جنگی کرائی اور لوگ شہید ہو گئے۔ ان سب کا قصاص امیر معاویہؓ اور بنو امیہ سے لیا جائے۔

چنانچہ لوگ کہتے تھے کہ امیر معاویہؓ کو حضرت عثمانؓ یا ان کے خاندان کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں وہ ان کی مظلومی کا بہانہ بنا کر حکومت پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ قارئین کی توجہ تیسری کتاب کے آخری ابواب کی طرف دلائی جاتی ہے جہاں امیر معاویہؓ نے مدینہ شریف میں عظیم صحابہؓ کو کہا کہ وہ اس بوڑھے یعنی حضرت عثمانؓ کو ان کے حوالے کیئے جاتے ہیں تو حضرت علیؓ نے ان کو ٹوکا تھا کہ یہ ایک غلط طرز ہے۔ حضرت عثمانؓ کی وارث ساری امت ہے کہ مسلمانوں کا امیر حضور پاکؐ کا جانشین ہوتا ہے اور اب چونکہ حضرت علیؓ جانشین تھے تو حضرت عثمانؓ کے قصاص کی ذمہ داری ان پر تھی۔ باقی لوگ دخل اندازی کر کے حضرت علیؓ کی پوزیشن کو خراب کر رہے تھے۔

امیرالمومنینؓ کی صلح کی ایک اور کوشش

چنانچہ پانی پر قبضہ کر لینے کے بعد بھی جناب علیؓ نے جنگ کو آگے نہ بڑھایا اور دو دن تک صبر سے کام لیا اور اس کے بعد ایک وفد تشکیل کیا جس میں اپنے قبیلہ قریش میں سے کسی کو شامل کرنے کی بجائے انصار سے بشیرؓ بن محصن، قبیلہ تمیم سے شبثؓ بن ربعی اور ہمدان کے علاقہ سے نومسلم سعید بن قیس کو شامل کیا اور فرمایا کہ آپ لوگ لشکر شام میں جائیں اور امیر معاویہؓ کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کریں۔

چنانچہ وفد نے امیر معاویہؓ کے پاس پہنچ کر اول اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر حضور پاکؐ پر درود و سلام بھیجا اور عرض کی:

"اے معاویہؓ! اُمت میں تفریق نہ پیدا کرو اور خونریزی سے باز آؤ۔"

امیر معاویہؓ: "ایسی نصیحت اپنے امیر علیؓ کو بھی کرو۔"

وفد: "خدا کی قسم وہ اسلام کو تم سے بہتر سمجھتے ہیں وہ سابق الاسلام ہیں اور وہ حق پر ہیں۔"

Marfat.com

امیر معاویہؓ: "میں تو صرف حضرت عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ کرتا ہوں کہ سب قاتلین ہمارے حوالے کر دیئے جائیں۔"

شبث بن ربیع: "اے معاویہؓ! خدا سے ڈر۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی ذمہ داری تمام بنو امیہ پر آتی ہے اور خاص کر تمہارے اوپر۔ تم لوگوں نے مشکل وقت میں حضرت عثمانؓ کی کوئی مدد نہ کی کہ تم لوگ چاہتے تھے کہ حضرت عثمانؓ شہید ہو جائیں اور ان کی شہادت کے ذریعہ سے آپ لوگ حکومت کے وارث بن جائیں۔ یہ آپ لوگوں کی سیاست ہے۔"

اس طرح کافی تلخ کلامی ہوئی۔ ہم شبث کے بیان پر زیادہ تبصرہ تو نہ کریں گے کہ وہ کوئی سخت قسم کا حضرت علیؓ کا حامی بھی نہ تھا۔ جنگ کربلا میں عمرو شمر کے لشکر میں شامل تھا جس کا ذکر ساتویں باب میں آئے گا۔

بہرحال وفد نے واپس آکر جناب امیر المومنینؓ کو حالات سے آگاہ کیا تو پھر جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ لیکن ذوالحجہ کا مہینہ تھا۔ جناب علیؓ نے فرمایا کہ شدت سے حملہ نہ کیا جائے کہ مسلمانوں کا خون خرابہ ہوگا۔ سب مؤرخین اور مبصرین یہ کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت علیؓ اگر کوئی بھرپور حملہ کر دیتے تو امیر معاویہؓ کو لشکر کو شکست ہوگئی ہوتی۔ حملہ یا جارحانہ کاروائی صرف جناب علیؓ ہی کر سکتے تھے۔ امیر معاویہؓ دفاعی طرز اپنائے ہوئے تھے کہ اس وقت تک ان کے پاس اتنی طاقت نہ تھی کہ حضرت علیؓ کے خلاف صفین کے مقام پر کوئی کامیابی حاصل کرنے کے بعد وہ فتح کو آگے بڑھا سکتے۔ اس لئے وہ وقت گزارنے اور ٹالنے کی کوشش میں تھے۔ امیر معاویہؓ جانتے تھے کہ "وقت"[1] ان کا ساتھی ہے اور وقت ہی کی وجہ سے وہ اتنا کچھ حاصل کر چکے تھے۔ اگر بصرہ میں حالات خراب نہ ہوتے تو جناب علیؓ شام میں بغاوت کب کی ختم کر چکے ہوتے۔ اسی وجہ سے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ مروان کو مکہ بھیجنے کی تجویز امیر معاویہؓ کی تھی کہ جناب طلحہؓ، جناب زبیرؓ اور جناب عائشہؓ نے بصرہ کا رخ کیا کہ ان سب

---

[1] وقت سے مطلب التوا ہے۔

Marfat.com

واقعات سے فائدہ امیر معاویہؓ ہی کو ہوا۔ جنگ میں التوا سے فائدہ ان کو ہوتا ہے جو سیاست کا داؤ استعمال کرتے ہیں۔ کلاسوِٹز نے اپنی کتابوں میں اس پہلو کی خوب وضاحت کی ہے کہ التوا اچھی چیز نہیں ہے اور ہم خود کشمیر کی فائر بندی کے نتائج دیکھ چکے ہیں کہ معاملات الجھتے جا رہے ہیں۔

جناب امیرالمومنینؓ کی مصالحت کی ایک اور کوشش

اب محرم ۳۷ ہجری تھی اور جناب علیؓ نے مصالحت کی ایک اور کوشش کی اس دفعہ شبث بن ربعی کے علاوہ وفد میں چار نئے امراء کو بھیجا گیا جن میں عدیؓ بن حاتم، زیدؓ بن قیس اور زیادؓ بن حفصہ تینوں صحابی تھے۔ اب سب لوگوں نے امیر معاویہؓ کو بہت سمجھایا لیکن امیر معاویہؓ کا جواب سیاسی الفاظ میں تھا کہنے لگے: "کمال ہے کہ تمہاری اس تقریر کا تو یہ مطلب ہوا کہ میں تمہارے دوست کی اطاعت قبول کر لوں۔ سمجھوتے کبھی یک طرفہ بھی ہوتے ہیں نہیں! نہیں! میرے لئے یہ ناممکن ہے۔ تمہارے دوست نے ہمارے خلیفہ کو قتل کروایا اور پھر قاتلوں کو پناہ دی"

اس دفعہ امیر معاویہؓ نے جناب عثمانؓ کے ساتھ رشتہ داری کی بجائے خلیفہ کا لفظ استعمال کر کے اپنے آپ کو مسلمانوں کا ایک جائز امیر ظاہر کرنے کی کوشش کی جو حق طلب کر رہا تھا تو شبث بن ربعی کو غصہ آ گیا۔ اس نے کہا: "اے معاویہؓ تو باغی ہے، اللہ سے ڈر۔ جناب عمارؓ بن یاسرؓ بھی جناب علیؓ کے لشکر میں ہیں اگر وہ شہید ہو گئے تو تمہاری بغاوت پر مہر لگ جائے گی"

امیر معاویہؓ نے کہا کہ مجھے عمارؓ کو شہید کرنے میں کوئی تامل نہیں۔

تبصرہ

اب یہ بات کہاں تک صحیح ہے۔ سب مؤرخین نے ایسے ہی لکھا ہے اور ایسا صحیح ہو سکتا ہے کہ جناب معاویہؓ اگر جناب علیؓ کے ساتھ لڑنے کے لئے تیار تھے تو جناب عمارؓ کے لئے بھی وہ ایسے الفاظ استعمال کر سکتے تھے۔ واللہ اعلم۔ بہر حال اگر یہ صحیح ہے تو پھر بھی یہ معاملہ اللہ تعالیٰ اور امیر معاویہؓ کے درمیان ہے۔

بہرحال جناب معاویہؓ نے اب ایک داؤ کھیلا۔ انہوں نے دیکھا کہ زیادؓ بن حفصہ خاموش تھے کہ وہ

Marfat.com

فطرتاً کم گو تھے تو امیر معاویہؓ ان کو ایک طرف الگ لے گئے اور ان کے سامنے امیرالمومنین جناب علیؓ کا گلہ کر کے انہیں اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی اور ساتھ ہی امارت کا لالچ بھی دیا لیکن جناب زیادؓ نے اونچی آواز میں جواب دے کر امیر معاویہؓ کو حیران کر دیا۔ ان کا جواب یہ تھا: "میں موید من اللہ ہوں. میں گنہ گاروں کا معین نہیں ہو سکتا اور نہ مجھے حکومت کی پرواہ ہے"

شامیوں کا وفد

امیر معاویہؓ نے اندازہ لگا لیا کہ وہ جناب علیؓ کے لشکر میں سے کسی اور کو ساتھ نہ ملا سکیں گے۔ حضرت علیؓ کئی مصالحاتی وفد بھیج چکے تھے۔ اس سے امیر معاویہؓ کو ڈر لگا کہ ان کے لشکر والے ان پر تہمت لگائیں گے کہ وہ مصالحت نہیں چاہتے لیکن ان کو اصل خوف یہ تھا کہ ان کے وفد والے جناب علیؓ کی باتوں سے متاثر نہ ہو جائیں۔ اس لئے ایسے آدمیوں کو وفد میں شامل کیا جو حضرت علیؓ اور اہل عراق کے لئے ناپسندیدہ شخصیتیں تھیں۔ ان میں ایک حبیبؓ بن مسلمہ تھے جن کے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں عراقی لشکر کے ساتھ آذربائیجان میں کئی جھگڑے ہوئے۔ دوسرے شرجیلؓ بن السمط تھے جن کی وساطت سے جناب جریرؓ، حضرت علیؓ کے لشکر کو چھوڑ کر امیر معاویہؓ کے ساتھ شامل ہو گئے تھے اور تیسرے معنؓ بن یزید تھے جو امیر معاویہؓ کے پروردہ تھے۔ حضرت علیؓ کے پاس پہنچتے ہی حبیبؓ بن مسلمہ نے ایک تقریر کر ڈالی جس کے الفاظ کچھ اس قسم کے تھے: "آپ لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو قتل کر ڈالا۔ اگر آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ آپؓ نے ان کو قتل نہیں کیا تو پھر ان کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دیں۔ آپ امارت چھوڑ دیں اور مسلمان جس کو چاہیں متفق ہو کر امیر بنا لیں"

امیرالمومنین جناب علیؓ کو یہ سن کر بڑا تعجب ہوا کہ اہل شام اس حد تک جا سکتے ہیں۔ انہوں نے ادھر ہی اپنے امرا کو بھی بلا لیا اور فرمایا کہ "سنو! اہل شام اس حد تک بھی جا سکتے ہیں" اور پھر حضرت علیؓ نے ایک خطبے میں تمام حالات کا جائزہ پیش کیا کہ حضرت عثمانؓ کس طرح شہید ہوئے۔ اور امیر معاویہؓ کی کیا سیاست ہے۔ تقریر اتنی رقت آمیز تھی کہ جناب علیؓ کے لشکر کے تمام امرا کے آنسو بہنے شروع ہو گئے۔ یہ حالت دیکھ کر شامی وفد نے ماحول میں تبدیلی لانے کی کوشش کی اور جناب علیؓ سے یہ سوال کیا "کیا آپ شہادت دیں گے کہ حضرت عثمانؓ مظلوم نہیں مارے گئے؟"

Marfat.com

امیرالمومنین جناب علیؓ نے فرمایا: "میں نہ ان کو مظلوم کہتا ہوں اور نہ ظالم"

شامی وفد کو ایک بہانہ چاہیئے تھا کہنے لگے "دیکھو عجیب بات ہے جناب علیؓ، حضرت عثمانؓ کو مظلوم بھی نہیں کہتے" اور اٹھ کر چلے گئے۔ شامی وفد کے واپس ہونے پر جناب امیرالمومنین حضرت علیؓ نے یہ آیت پڑھی: "اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی فَتِھِمْ مُسْلِمُوْنَ"۔ پھر اپنے ساتھیوں کو خطاب فرمایا: "یہ لوگ گمراہی میں اسی قدر کوشش کرتے رہیں گے جس قدر تم لوگ طلب حق اور اطاعت رب میں سعی کرو گے"۔

تبصرہ

قارئین! ہم ان واقعات پر تبصروں سے گریز کریں گے کہ ہم تفرقہ کو بڑھانا نہیں چاہتے لیکن تاریخ کے بامقصد مطالعہ سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت اور قصاص ایک شرعی یا فقہی مسئلہ تھا۔ حضرت علیؓ نے جن حالات میں اسلام کے مرکز کو سہارا دیا اور خلافت قبول کی اس سلسلہ میں پہلے باب میں تفصیل کے ساتھ بحث ہو چکی ہے لیکن اب جناب عثمانؓ کی شہادت ایک سیاسی مسئلہ بن چکا تھا اور لوگوں نے کھلم کھلا کہنا شروع کر دیا کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت بنوامیہ کی سازش کے تحت ہوئی جس میں امیر معاویہؓ شریک تھے اور اگر یہ لوگ ہم پر قاتلین عثمانؓ ہونے کا الزام لگاتے ہیں کہ ہم جناب علیؓ کی مدد کر کے اسلام کے مرکز کو سہارا دے رہے ہیں تو بے شک ہم "قاتلین عثمانؓ" ہیں۔ پہلے ایسی بات صرف وہ لوگ کہتے تھے جنہوں نے حضرت عثمانؓ کے خلاف گھیراؤ میں حصہ لیا تھا یا جن کے رشتہ دار بصرہ میں شہید ہو گئے تھے لیکن اب اہل شام کا رویہ دیکھ کر حضرت علیؓ کے لشکر میں لوگوں نے کھلم کھلا کہنا شروع کر دیا کہ بنوامیہ ایسا کہتے ہیں کہ ہم "قاتلین عثمانؓ" ہیں تو چلو مان لیتے ہیں کہ ہم ایسے ہیں۔ جب قوم سے وحدت فکر ختم ہو جاتے تو پھر حالات بھی ایسے ہو جاتے ہیں۔

ہے زندہ فقط وحدت افکار سے ملت
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد
(اقبالؒ)

Marfat.com

جنگ کے واقعات

اب امیرالمومنین حضرت علیؓ کے پاس جنگ کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا لیکن بھرپور جنگ یا پورے لشکر سے حملہ کرنے کی بجائے جناب علیؓ نے لشکر کو دستوں میں بانٹ دیا کہ باری باری حملہ کریں گے چنانچہ صفر، ۳۷ ہجری میں جنگ پھر شروع ہوگئی اور جنگ کے پہلے دن امیرالمومنینؓ کے لشکر سے اشترؒ علم لے کر آگے بڑھا تو امیر معاویہؓ کے لشکر سے حبیبؓ بن مسلمہ کا لشکر مقابلہ پر آیا اور سارا دن بھرپور لڑائی ہوتی رہی۔ دوسرے دن جناب علیؓ کے لشکر سے جناب سعدؓ بن ابی وقاص کے بھتیجے ہاشمؓ بن عتبہ علم لے کر آگے نکلے تو امیر معاویہؓ کے لشکر سے ابی الاعور اسلمیؓ نے مقابلہ کیا۔ تیسرے دن امیرالمومنینؓ کے لشکر سے نوے برس کی عمر والے جناب عمارؓ بن یاسرؓ علم لے کر آگے نکلے تو امیر معاویہؓ نے عمروؓ بن عاص کو آگے نکلنے کا حکم دیا کہ وہ بھی اسی برس کی عمر کے قریب تھے۔ آپ کے بیٹے عبداللہؓ نے ان کو منع کیا اور حضور پاکؐ کی حدیث یاد دلائی کہ کم از کم سیدھے طور پر تو جناب عمارؓ کے سامنے نہ جاؤ لیکن یہ امیر معاویہؓ کی سیاست تھی اور مصر کی حکمرانی کی خاطر جناب عمروؓ بن عاص بقول ان خود کے آخرت کو بھول چکے تھے۔

چوتھے دن حضرت علیؓ کے بیٹے جناب محمدؓ بن حنیفہ علم لے کر آگے نکلے تو امیر معاویہؓ نے آگے سے جناب فاروق اعظمؓ کے بیٹے عبیداللہؓ[۲] کو علم دیا۔ یہ بھی سیاست تھی اور سارا دن بھرپور لڑائی ہوتی رہی بلکہ شام کو عبیداللہؓ نے محمدؓ بن حنیفہ کو مبارزت کی دعوت بھی دے دی اور محمدؓ آگے بڑھ رہے تھے کہ امیرالمومنینؓ نے گھوڑا دوڑا کر اپنے بیٹے کو بلا لیا گو بعد میں جنگ میں عبیداللہؓ شہید ہو گئے لیکن امیر معاویہؓ چاہتے تھے کہ اولادِ علیؓ اور اولادِ عمرؓ میں دشمنی بڑھے۔

پانچویں روز جناب علیؓ کی طرف سے جناب عبداللہؓ بن عباسؓ علم لے کر آگے بڑھے، تو

۱: جنگ قادسیہ میں شام کے لشکر کو لا کر شریک کیا جس کا ذکر پہلی کتاب میں موجود ہے۔

۲: عبیداللہؓ اپنی والدہ کی طرف سے امیر معاویہؓ کے ساتھ رشتہ میں منسلک ہو چکے تھے۔ حضرت عمرؓ کی باقی اولاد غیر جانبدار تھی۔

Marfat.com

امیر معاویہؓ نے جناب عثمانؓ کے اخیافی بھائی ولیدؓ بن عقبہ سابقؓ گورنر کوفہ کو علم دیا اور بڑی خونریز جنگ ہوئی لیکن معاملات بین بین ہی رہے۔ چھٹے دن جناب علیؓ نے پھر اشتر کو آگے بڑھایا تو مقابلہ میں حبیبؓ بن مسلمہ ہی آیا لیکن لڑائی کسی فیصلہ کن مرحلہ پر نہ پہنچ رہی تھی۔ جناب علیؓ لوئی بھرپور حملہ نہ کر رہے تھے کہ شاید کسی طرح امیر معاویہؓ اور ان کے حواریوں کو عقل آجائے۔ لیکن اب جناب امیرالمومنینؓ مجبور ہوگئے اور بھرپور لڑائی کی تجویز بنائی۔

بھرپور لڑائی

جناب امیرالمومنینؓ نے اپنے لشکر کو نئے سرے سے ترتیب دی۔ میمنہ پر جناب عبداللہؓ بن بدیل خزاعی کو مقرر کیا۔ میسرہ پر جناب عبداللہؓ بن عباسؓ کو مقرر کیا۔ درمیان میں قرآن پاک کے قاری تھے جن میں جناب عمارؓ بن یاسرؓ، جناب عبداللہؓ بن زید اور جناب قیسؓ بن سعدؓ بن عبادہ قابل ذکر ہیں۔ آگے سے حبیبؓ بن مسلمہ حسب معمول نکلا لیکن جناب علیؓ کے لشکر نے بھرپور حملہ کر دیا جس کی وجہ سے حبیبؓ بن مسلمہ اور شامی لشکر کے قدم اکھڑ گئے۔

امیر معاویہؓ چوکنے تھے اور لشکر کی پچھلی صفیں تیار تھیں۔ اسی دوران امیر معاویہؓ نے لوگوں سے موت پر بیعت بھی لے لی اور جناب علیؓ کی پیش قدمی کرنے والی فوج پر اہل شام نے اتنا سخت حملہ کیا کہ جناب عبداللہؓ بن بدیل اور ان کے دستے گھیرے میں آگئے۔ جناب امیرالمومنینؓ نے ان کی مدد کے لئے جناب سہلؓ بن حنیف کو بھیجا تو وہاں حالات کو سنبھالا مل گیا لیکن اب میسرہ کی طرف حالات کچھ خراب ہو رہے تھے تو جناب علیؓ اپنے تینوں بیٹوں جناب امام حسنؓ، جناب امام حسینؓ اور محمدؓ بن حنیفہ کو ساتھ لے کر اس طرف بڑھے کہ آگے سے ابوسفیانؓ کے پرانے خادم کیسان نے حضرت علیؓ پر حملہ کرنے کی کوشش کی اور جناب علیؓ کا دفاع کرتے ہوئے ان کے خادم جناب احمر شہید ہوگئے۔ جناب علیؓ کو غصہ نہیں آتا تھا اور خود تو وہ کسی مسلمان پر ہاتھ نہ اٹھا رہے تھے کہ شاید کون کس "مجبوری" کی وجہ سے ان کے خلاف جنگ میں شریک ہے لیکن یہاں کیسان کی دیدہ دلیری کو

ۓ ان کا حضرت علیؓ کے ساتھ عقد مواخذہ تھا۔ شام میں ان کو عامل مقرر کرنے کا ذکر ہو چکا ہے۔

Marfat.com

دیکھ کر آپؓ نے اپنے ہاتھوں سے اس کو سر سے پکڑ لیا اور زمین پر سے اٹھا کر ایک گیند کی طرح اس طرح دور پھینک دیا کہ اس کے سب اعضا ٹوٹ گئے۔ اللہ کے شیر کی یہ طرز دیکھ کر آگے سے شامی لشکر بھاگ گیا۔

جنگ کا پانسہ تبدیل ہو چکا تھا اور اہل شام کے کچھ مزاج درست بھی ہوئے کہ دائیں بازو سے اشتر بھی ان پر حملہ آور ہو رہا تھا۔ جناب علیؓ اس سے آگے پیش قدمی نہ کرنا چاہتے تھے لیکن جناب عبداللہؓ بن بدیل پھر آگے نکل گئے اور شام والوں کی صفوں میں اتنے دور تک گھس گئے کہ امیر معاویہؓ کو گھوڑا منگوا کر اپنی پوزیشن تبدیل کرنا پڑی یعنی اہل شام کی فوج کی اگلی چار صفیں میدانِ جنگ چھوڑ چکی تھیں لیکن گہرائی میں جو لوگ تھے وہ موت پر بیعت کی وجہ سے ڈٹ گئے۔

اب بھرپور جنگ جاری تھی اور دوپہر کے بعد جنگ میں سخت شدت آ گئی۔ امیر معاویہؓ کے لشکر سے جناب عبیداللہؓ بن عمر فاروقؓ اور مشہور صحابی ذوالکلاعؓ شہید ہو گئے اور جناب علیؓ کے لشکر سے جناب عمارؓ بن یاسرؓ نے جب دیکھا کہ جناب علیؓ خود میسرہ کی طرف مصروف ہیں تو وہ بھی جذبہ جہاد کی وجہ سے اگلی صفوں میں پہنچ گئے۔ روایت ہے کہ آپ کی عمر نوے برس کے قریب تھی اور جناب علیؓ نے صرف ایک دن آپ کو علم دے کر لڑائی میں شامل ہونے کی اجازت اس لئے دی کہ اہل شام پر واضح ہو کہ جناب عمارؓ بھی حضرت علیؓ کے لشکر میں موجود ہیں۔

جناب عمارؓ کا خطبہ

کتابوں کے اس سلسلہ میں اس پہلو کی اکثر وضاحت کر دی گئی ہے کہ جب شہادت کا تحفہ پیش ہونے والا ہو تو اس سے چند لمحے یا چند دن پہلے اللہ تعالیٰ شہید کو ایک خاص نشے میں مخمور کر دیتا ہے۔ کسی کے لئے یہ عطا تھوڑے وقت کے لئے ہوتی ہے اور کئی عظیم شہداء زیادہ دن اس نشے میں مخمور رہتے ہیں۔ ان لوگوں کی ادا کو کسی قلم سے بیان کرنا مشکل ہے چنانچہ ایسے ہی نشہ میں مخمور جناب عمارؓ بن یاسرؓ نے تلوار ہاتھ میں لی اور پکار اٹھے:

"اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تیری مرضی اس میں ہے کہ میں اپنے آپ کو دریا میں پھینک دوں تو میں بے شک ایسا ہی کرتا۔ اے اللہ! تجھے یہ معلوم ہے کہ اگر میں جانتا کہ تیری خوشنودی اس میں ہے کہ تلوار کی دھار اپنے پیٹ پر رکھ لوں اور اس کو اس زور سے دباؤں کہ

Marfat.com

نقشہ دوم

جنگ صفین ۳۶/۳۷ ہجری

طرفین کے کوچ

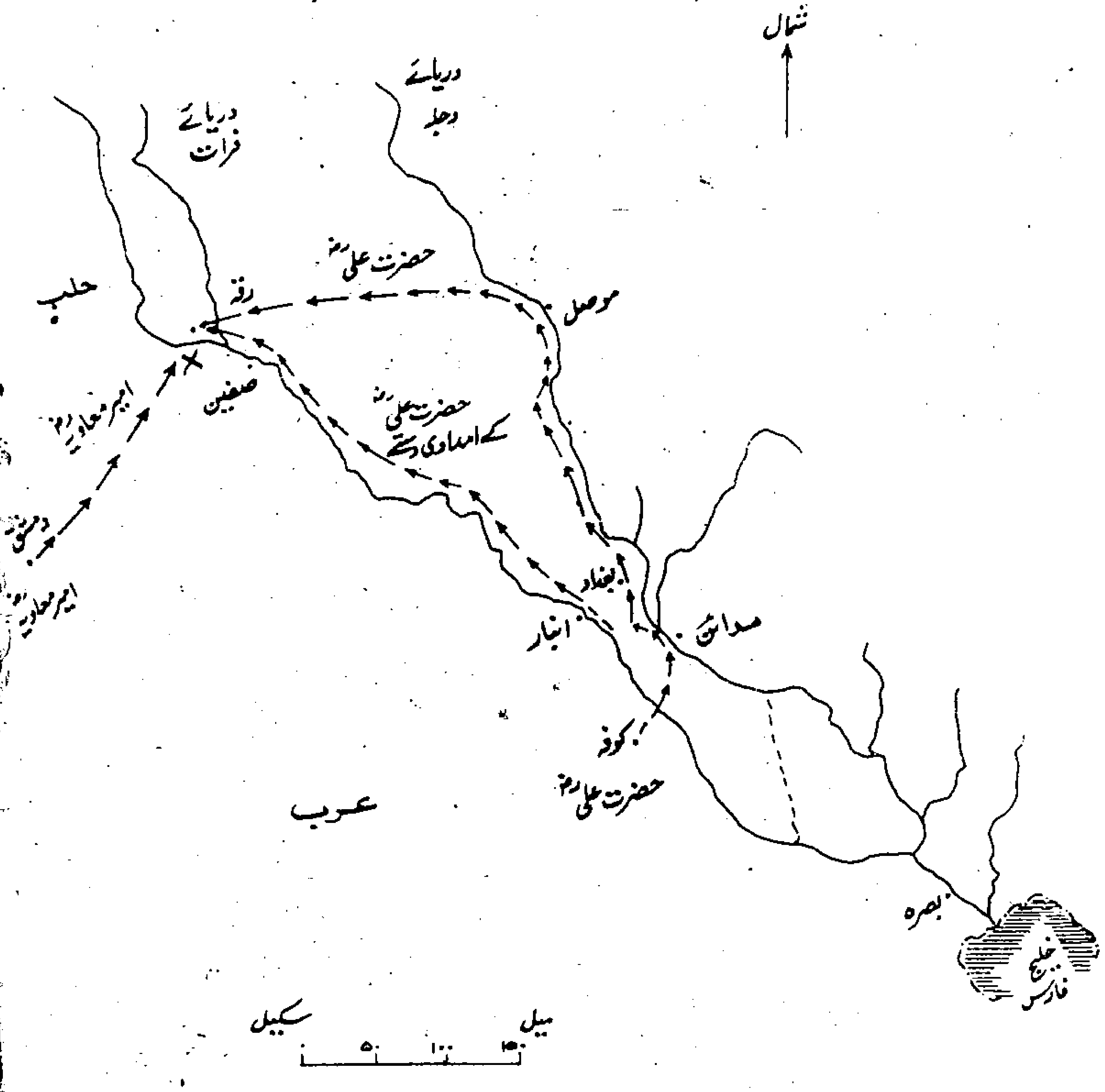

Marfat.com

پشت سے نکل آئے تو میں بلاشبہ ایسا ہی کرتا۔ اے اللہ! آج میں ایسا کرنا چاہتا ہوں کہ تو ان فاسقوں کی جنگ سے زیادہ اس سے راضی ہو۔"

پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر بلند آواز میں کہا "کوئی شخص ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا خواہشمند ہو تو پھر اسے مال و اولاد کی طرف واپس جانے کی امید نہ رکھنی چاہیئے۔"

مجاہدین کا جذبہ جہاد

جناب عمارؓ کا یہ الفاظ سن کر متعدد مجاہدین نے نعرۂ تکبیر بلند کیا لیکن کسی میدان جنگ میں پہلی دفعہ جناب عمارؓ بن یاسرؓ نے آج نعرہ تکبیر کے بعد یا رسول اللہؐ کے علاوہ یا علی کا نعرہ لگا دیا۔ عاشق رسولؐ جناب عمارؓ کی یاد میں آج بھی کئی پہلوان یا فوجی یا علی کا نعرہ لگاتے ہیں۔

علاوہ ایک اور روایت ہے کہ کچھ مجاہدین نے یہ بھی کہا "آؤ آگے بڑھیں اور ایسے لوگوں پر حملہ کریں جن لوگوں نے حضرت عثمانؓ کی شہادت کو سیاسی مسئلہ بنا کر مکر و فریب کیا ہے۔" ان حملہ کرنیوالے مجاہدین کی کمانڈ جناب عمارؓ کے علاوہ جناب سعدؓ بن ابی وقاص کے بھتیجے جناب ہاشمؓ بن عتبہ بھی کر رہے تھے۔ امیر معاویہؓ کی طرف سے مقابلہ میں جناب عمروؓ بن عاص تھے۔

حضرت عمارؓ کی شہادت

جناب عمارؓ ایک علم اٹھائے ہوئے تھے اور جیسے عمروؓ بن عاص نظر آئے تو پکار اٹھے:

"اے عمروؓ! تف ہے تجھ پر تو نے اپنے دین کو مصر کے عوض فروخت کر ڈالا۔"

عمروؓ بن عاص: "نہیں! بلکہ میں خونِ عثمانؓ کا معاوضہ طلب کرتا ہوں۔"

جناب عمارؓ: "میں اپنے علم و یقین سے شہادت دیتا ہوں کہ تو اپنے ان اعمال سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی نہیں چاہتا۔ مرنے کے بعد تجھ پر اس کا حال ظاہر ہو گا تو صرف آج کے دن اس لشکر کے ایک علم بردار (جناب عمارؓ خود) کے ساتھ نبرد آزما نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی تین بار تو حضور پاکؐ کے اس علم بردار (جناب عمارؓ خود) کے ساتھ نبرد آزما ہو چکا ہے اور آج یہ چوتھا واقعہ ہے۔ کیا تجھے یاد نہیں کہ حضور پاکؐ نے فرمایا تھا کہ عمارؓ کو باغی گروہ قتل کرے گا۔"

Marfat.com

عمروؓ بن عاص کچھ جواب نہ دے سکے۔ اور جناب عمارؓ لڑتے لڑتے شہید ہوگئے اور آپ نے عمروؓ بن عاص کو جو پہلے تین موقعے یاد کرائے تھے وہ جنگ بدر، جنگ اُحد اور جنگِ خندق تھیں۔ جناب عمارؓ اسلامی لشکر میں تھے اور عمروؓ بن عاص اس وقت کفار میں تھے۔ یہ شہادت کی کہانی اس عظیم شہید کی ہے جن کی والدہ اسلام کی پہلی شہید تھیں۔ اور اسلام لانے کے سلسلہ میں کفار کے جتنے ظلم جناب عمارؓ اور ان کے خاندان نے سہے ان کی مثال نہیں مل سکتی۔ یاد رہے کہ حق پر چلنے والوں کی بسم اللہ بھی اتنی عظیم تھی جیسے آخری لمحے تھے جناب عمارؓ کے ایک ایک لفظ میں اسلامی فلسفۂ حیات کے اسباق ہیں اور آپؓ کی اداؤں پر کئی مضامین لکھے جا سکتے ہیں۔ ہم جناب عمارؓ کو سلام کرتے ہیں۔

شیرِ خدا کا اعلان

امیرالمومنین جناب علیؓ کو جب جناب عمارؓ کی شہادت کی خبر ملی تو آپؓ امیر معاویہؓ کے نزدیک پہنچ گئے اور اعلان کیا:

"اے ابن ابوسفیانؓ! تیرے اور میرے درمیان آج اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے عمارؓ بن یاسرؓ میرے ساتھ تھے۔ تم لوگوں نے ان کو شہید کر دیا۔ حضور پاکؐ کا فرمان ہے کہ عمارؓ کو باغی لوگ شہید کریں گے۔ آج تیری بغاوت پر اللہ تعالیٰ نے مہر ثبت کر دی۔ اگر شک ہے تو اپنے لشکر میں سے صحابہ کرامؓ سے پوچھ لے۔"

امیر معاویہؓ کے لشکر سے جناب عمروؓ بن عاص کے بیٹے جناب عبداللہؓ نے گواہی دی کہ یہ حدیثؐ مبارکہ میں نے بھی سُنی ہے۔ امیر معاویہؓ نے عمروؓ بن عاص کی طرف دیکھا کہ تیرا بیٹا عبداللہؓ کیا کہتا ہے۔ عمروؓ بن عاص نے کہا کہ بات تو صحیح ہے چاہے تو اس سے کوئی اور مطلب نکال لے۔

امیر معاویہؓ پکار اٹھا، "عمارؓ کی شہادت کا قصور آپ لوگوں کے سر ہے کہ اتنے بوڑھے کو میدانِ جنگ میں لے آئے۔"

جناب علیؓ کی مبارزت طلبی

جناب علیؓ نے یہ سن کر فرمایا:

Marfat.com

"اے معاویہ! تف ہو تجھ پر۔ تیری ہر بات کی تاویل اپنی قسم کی ہوتی ہے۔ اب چھوڑ دو باقی باتوں کو اور آ میرے مقابلے پر آ جا کہ فیصلہ ہو جائے۔ مسلمانوں کا خون خواہ مخواہ رائیگاں نہ جائے گا اور امارت کا فیصلہ بھی ہو جائے گا۔" عمروؓ بن عاص نے بھی صلاح دی کہ مقابلہ کر لو لیکن امیر معاویہؓ نے کنارہ کشی اختیار کی اور مقابلے کے لئے آگے نہ آئے۔

جنرل گلب کا تبصرہ

جنرل گلب لکھتا ہے کہ "اس زمانے میں جناب علیؓ کی عمر ساٹھ برس کے قریب تھی اور امیر معاویہؓ کی عمر پچاس برس سے بھی کم تھی۔ ویسے جناب علیؓ کے بارے میں مسلمانوں نے تاریخ میں جو کچھ لکھا ہے اس میں بہادری، اصول پسندی، تدبر اور سنجیدگی یعنی ہر قسم کی برتری ٹپکتی ہے لیکن یہاں پر آکر آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ جناب علیؓ اتنا ذاتی خطرہ مول لینا چاہتے تھے۔ خیر امیر معاویہؓ کے مقابلہ پر نہ آنے کی بات تو سمجھ آسکتی ہے کہ وہ کبھی کوئی ذاتی خطرہ لینے کو تیار نہ تھے۔"

تبصرہ

یہاں قارئین ہمیں بھی تبصرہ کی اجازت دیں۔ دنیاوی لحاظ سے جنرل گلب کا تبصرہ کافی حقیقت پسندانہ ہے۔ امیر معاویہؓ کے بارے میں اس نے جو کچھ لکھا وہ صحیح ہے۔ لیکن گلب نے جناب علیؓ شیر خدا کی شان کو دنیاوی یا بودے پیمانوں سے ناپا ہے۔ امیر معاویہؓ کو البتہ معلوم تھا کہ جناب شیر خدا ان کو بھی پکڑ کر گیند کی طرح اس طرح پھینک دیں گے جس طرح ان کے خادم کیسان کو پھینکا تھا۔ اور کیسان سے تو کچھ نرمی برتی تھی اور امیر معاویہؓ کے ساتھ نرمی نہ برتتے کہ شاید ان کو اٹھا کر زیادہ دور پھینک دیتے۔ جنگِ بدر یا جنگِ احد کے وقت تو امیر معاویہؓ شاید چھوٹے تھے اور لشکر کفار میں شریک نہ ہوئے لیکن سن چکے تھے کہ شیر خدا کیا کر سکتے ہیں اور معلوم تھا کہ خیبر کی لڑائی میں ہاتھ سے ڈھال گر گئی تو قلعہ کے دروازہ کو اکھیڑ لیا اور اس کو ڈھال کے طور پر استعمال کیا۔

جنرل گلب کو شاید یہ بھی معلوم نہیں کہ مسلمان فتح کے لئے جنگ نہیں لڑتے بلکہ حق کے لیے لڑتے ہیں جنرل گلب واحد مغربی مبصر ہے جو دبی زبان میں کچھ ایسی باتوں کو تسلیم کرتا ہے لیکن یہاں کچھ بھول

Marfat.com

گیا۔ اگر حضرت علیؓ اس لڑائی میں شہید ہو جاتے تو پھر بھی انہوں نے مقصد حاصل کر لیا ہوتا۔ اہل حق ذاتی خطروں کی پرواہ نہیں کرتے۔ اس کی مزید وضاحت ساتویں باب میں آئے گی۔

لیلۃ الحریر

جب سورج غروب ہونے لگا تو جنگ اس وقت بھی جاری تھی اور اگر ایک دو گھنٹے اور روشنی رہتی تو شام کی فوج کے قدم اکھڑ جاتے لیکن اندھیرا ان کے آڑے آیا اور ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مل گیا۔ اہل شام کچھ ٹھہر گئے البتہ کئی محاذوں پر جنگ رات کو بھی جاری رہی اس لئے اس رات کو لیلۃ الحریر کہتے ہیں۔ تمام رات امیرالمومنین جناب علیؓ آگے والی صفوں میں چکر لگاتے رہے اور مجاہدین کو آگے بڑھنے کی ترغیب دیتے رہے۔

سورج نکلتے ہی جناب علیؓ بھانپ گئے کہ شامی لشکر میں اب لڑنے کی کوئی سکت باقی نہیں تھی اس لئے جناب علیؓ نے اشترؓ کو ایک بازو سے ایک لشکر کے ساتھ آگے بھیجا جس نے اہل شام کے عقب پر حملہ کر دیا۔ بس اہل شام کے قدم اکھڑ گئے اور اس کے بعد شام کی فوج میدان جنگ میں چند لمحے ہی ٹھہر سکتی تھی۔

آخری حربہ

امیر معاویہؓ البتہ ان حالات سے نپٹنے کے لئے تیار تھے اور میدانِ جنگ کی شکست کو امیر معاویہؓ نے سیاست سے التوا میں تبدیل کر دیا۔ انہوں نے فوج کو حکم دیا کہ قرآن پاک کو نیزوں پر اٹھا کر آگے بڑھو اور اعلان کرو کہ " اے اہل عراق! تمہارے اور ہمارے درمیان قرآن پاک فیصلہ کرے گا اور لڑائی بند کر دیں"۔

روایت ہے کہ جناب عمروؓ بن عاص نے امیر معاویہؓ کو یہ صلاح دی اور یہ بالکل ممکن ہے لیکن یہ کوئی "وقتی" صلاح نہ تھی بلکہ ظاہر ہے کہ یہ امیر معاویہؓ کی تجویز کا ایک حصہ تھی۔ اہل شام اس "حربہ" کو استعمال کرنے کے لئے پہلے سے تیار تھے کہ شکست کی صورت میں یہ "آخری حربہ" استعمال کریں گے۔

قرآن پاک کا ایسا استعمال سیاست کے طور پر اب بھی ہر سطح پر ہوتا ہے کبھی قرآن پاک کو ضامن

Marfat.com

بنایا جاتا ہے اور کبھی کوئی سیاست دان قرآن پاک کو اٹھا کر اعلان کرتا ہے کہ یہ ہمارا منشور ہے۔ یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ یہ سیاست والی بات ہے یا نفسیاتی اور وقتی بچاؤ کی۔ دراصل قرآن پاک پر عمل کا حکم ہے اور اس کے علاوہ جو آدمی قرآن کا کوئی اور استعمال کرتا ہے اس کی نیت دیکھی جائے۔ اور جنگِ صفین کا یہ بڑا سبق ہے۔ امیر معاویہؓ اور اہل شام اگر قرآن پاک کا فیصلہ ماننے کے لئے تیار تھے تو لڑائی کے پہلے دن یہ کاروائی کرتے۔

ابنِ خلدون کی تاریخ کے مترجم جناب حکیم احمد حسن الٰہ آبادی لکھتے ہیں کہ جناب عمروؓ بن عاص نے قرآن پاک کو نیزوں پر اٹھا کر اسلام کی بڑی خدمت کی کہ خون خرابہ بند ہو گیا۔ افسوس ہے کہ ہم ایسے خیالات کے ساتھ متفق نہیں ہیں۔ ہمارے لحاظ سے اس وجہ سے فتنہ بڑھا اور خون خرابے ہوئے۔ سانحہ کربلا ہوا اور اس کے بعد دس سال مسلمانوں میں خانہ جنگی جاری رہی۔ اگر قرآن پاک نہ اٹھایا جاتا اور اس دن جنگ جاری رہتی تو تاریخ کی شکل کچھ اور ہوتی۔ بہر حال ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کو ایسے ہی منظور تھا۔

حیران کُن باتیں

لیکن قرآن پاک کے اٹھانے کے سلسلے میں کچھ حیران کُن باتیں بھی ہیں۔ شام کے لشکر میں متعدد لوگ اس کام کے لئے تیار تھے اور اتنے قرآن پاک نیزوں پر نظر آئے کہ حضرت علیؓ کے لشکر پر نفسیاتی اثر ہو گیا اور انہوں نے تلواریں میان میں ڈال دیں بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عراق کی فوج میں کچھ لوگ اس طریقہ کار کے منتظر تھے کہ جب اہل شام قرآن پاک اٹھائیں گے تو عراق کی فوج میں وہ اور لوگوں کو بھی جنگ کرنے سے روک دیں گے۔ قرآن پاک جنگِ جمل میں بھی اٹھائے گئے لیکن وہاں کوئی اثر نہ ہوا۔ یہاں کیوں اثر ہوا۔ ظاہر ہے کہ جناب علیؓ کے لشکر میں کچھ لوگ امیر معاویہؓ کے لئے کام کر رہے تھے یعنی میدانِ جنگ میں بھی امیر معاویہؓ کی سیاست کام کر رہی تھی۔

بہر حال جیسے ہی اہل عراق نے قرآن پاک کو نیزوں پر دیکھا تو تلواریں نیام میں ڈال دیں اور لڑائی سے ہاتھ روک لئے۔ پھر بلند آواز میں کہنے لگے: "ہم کتاب اللہ کا فیصلہ منظور کرتے ہیں۔"

جناب علیؓ اور عبداللہؓ بن عباسؓ نے للکارا۔ "اے اللہ کے بندو حق کو حاصل کرنے کے لئے آگے

Marfat.com

بڑھو۔ یہ اہل شام کا مکروفریب ہے۔ ہم تو اُن کے ساتھ اس لئے لڑ رہے ہیں کہ وہ قرآن پاک پر عمل کریں لیکن یہ لوگ قرآن پاک کی آڑ لے کر مکروفریب کر رہے ہیں"

خارجی فرقہ کی ابتدا

جناب علیؓ نے بڑی کوشش کی کہ لڑائی بند نہ ہو لیکن اب قبیلہ تمیم سے مسعر بن فدک اور قبیلہ طے سے زید بن حصین آگے بڑھے اور جناب علیؓ کے لئے امیرالمومنین کے الفاظ استعمال کئے بغیر کہنے لگے:
"اے علیؓ! کتاب اللہ کو منظور کرو ورنہ ہم تم کو چھوڑ دیں گے اور تمہارے ساتھ وہی برتاؤ کریں گے جو ابن عفانؓ کے ساتھ کر چکے ہیں"۔ یہ تھے آزادی فکر والوں کے کرتوت۔ ان لوگوں نے سامنے سے جنگ بالکل بند کرا دی اور جناب علیؓ اب عجیب وغریب حالات میں میدان جنگ میں کھڑے تھے۔ اب اگر وہ جنگ جاری رکھنے کا حکم دیتے ہیں تو لشکر کا زیادہ حصہ حکم ماننے سے انکار کر دیتا۔ یہی نہیں بلکہ کئی لوگ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور زور دے کر کہنے لگے کہ اشتر نے جنگ بند نہیں کی اس سے جنگ بند کرائی جائے جناب علیؓ نے اشتر کو پیغام پہنچایا تو اشتر نے جواب دیا کہ اب فتح چند لمحوں کی بات ہے۔ اور اسے جنگ جاری رکھنے کی اجازت دی جائے لیکن حضرت علیؓ نے جناب زیدؓ بن ہانی کو بھیجا کہ اشتر کو صحیح حالات سے آگاہ کریں۔

جناب زیدؓ بن ہانی نے جا کر جب اشتر کو یہ کہا کہ تمہاری فتح کس کام آئے گی کہ اگر اس دوران عراق لوگ حضرت علیؓ کو شہید کر دیں۔ اشتر وہاں سے بھاگا اور جناب علیؓ کے پاس آیا اور مسعر وغیرہ کو سمجھانے کی کوشش کی کہ اہل شام کے مکروفریب میں نہ آئیں لیکن وہاں اتنی سخت کلامی ہوئی کہ الٹا جھگڑا ہو گیا۔ جناب علیؓ نے مشکل کے ساتھ بیچ بچاؤ کر کے حالات کو ٹھیک کیا اور اگر وہ ایسا نہ کرتے تو جناب علیؓ کے لشکر میں خانہ جنگی شروع ہو جاتی۔

تبصرہ

جناب علیؓ کے لشکر میں آزاد فکر والے لوگ زیادہ تھے اور یہی لوگ آگے خارجیوں کے سرغنہ بنے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ سازش بھی تھی۔ بہرحال پہلے گزارش کی جا چکی ہے کہ جناب علیؓ کے لشکر میں سنجیدہ لوگ بھی

Marfat.com

تھے اور آزادئ فکر والے لوگ بھی۔ کچھ ابن الوقت لوگ بھی تھے اور ان میں وحدت فکر نہ تھی۔ امیر معاویہؓ کے لشکر میں وحدتِ فکر تھی۔ ایک طرف سیاست کے طور پر ان کے سامنے حضرت عثمانؓ کا قصاص والا مسئلہ تھا تو دوسری طرف دنیا کی امارت کا پہلو بھی پیشِ نظر تھا۔ اگر جناب علیؓ کے لشکر میں سب لوگ سنجیدہ اور حق والے ہوتے جس طرح جناب عمارؓ بن یاسرؓ یا متعدد صحابہؓ تھے تو پھر جنگ کی یہ صورت نہ ہوتی۔ وقتی وحدتِ فکر یا دنیاوی باتوں پر اتحاد بھی کام دے جاتا ہے۔ اس لئے یہ سبق بڑا اہم ہے کہ قوم میں وحدتِ فکر پیدا کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی جائے۔

جنگِ صفین کے شہدا

بہر حال جس طرح بھی ہوا جنگ بند ہو گئی اور جو مسلمان بھی اس جنگ میں کام آئے ہم ان کو شہدا ہی کہیں گے۔ اصل بات نیت کی ہے اور ہم کسی کے الفاظ پر شک کرنے کو تیار نہیں۔ وہ سب اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے۔ حضور پاکؐ نے فرمایا تھا کہ جناب عمارؓ کو باغی لوگ شہید کریں گے اور جناب معاویہؓ کی کاروائی پر بغاوت کی مہر ضرور لگ جاتی ہے لیکن یہ معاملہ معاویہؓ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے۔ روایت ہے کہ جنگ صفین میں ستر ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ ہمارے پاس اس روایت کی تردید کا کوئی ذریعہ نہیں لیکن یہ کچھ زیادتی معلوم ہوتی ہے۔ بھرپور جنگ صرف دو دن رہی اور پھر عظیم صحابہؓ سے صرف چند صحابہؓ شہید ہوئے۔ جناب معاویہؓ کے لشکر سے جناب عبید اللہؓ اور جناب ذوالکلاعؓ کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ جناب علیؓ کے لشکر سے جناب عمارؓ بن یاسرؓ کا۔ البتہ چند اور عظیم ہستیوں کا ذکر ضرور کریں گے جو جناب علیؓ کے لشکر میں تھیں۔

خواجہ اویسؒ[1] قرنیؓ

روایت ہے کہ عاشقِ رسولؐ جناب اویس قرنیؓ اس جنگ میں حضرت علیؓ کے لشکر میں تھے اور شہید ہوئے۔ مؤرخین آپؓ کی شمولیت کا ذکر نہیں کرتے اور خواجہ اویس قرنیؓ کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کو

---

[1] آپؓ کے مزار پر ہر وقت خلقت کا جم غفیر موجود رہتا ہے۔

Marfat.com

زندگی میں حضور پاکؐ کی زیارت نصیب نہ ہوئی لیکن آپؓ "دیدارِ خاص" سے مستفیذ ہو چکے تھے۔ آپؓ مدینہ شریف حاضر بھی ہوئے لیکن حضور پاکؐ وہاں موجود نہ تھے اور اگر حضور پاکؐ وہاں ہوتے تو شاید آپؓ پروانے کی طرح جل جاتے۔ بہرحال فقراء میں آپؓ کا مقام بہت اونچا ہے اور عاشقوں میں ان کا نام سرفہرست ہے۔ جنگِ اُحد میں جب خبر سنی کہ حضور پاکؐ کا ایک دندان مبارک شہید ہوا تو اپنے سب دانت باری باری اکھیڑ دیئے۔ روایت ہے کہ حضور پاکؐ آپؓ کے لئے ایک جبّہ چھوڑ گئے تھے جو حضور پاکؐ کی وفات کے بعد جناب فاروق اعظمؓ اور جناب علی المرتضیٰؓ نے آپؓ کے گھر جا کر آپؓ کو دیا اور جناب علیؓ کی آپؓ کے ساتھ وہاں پر ملاقات ہوئی

جناب خزیمہؓ بن ثابت

ایک اور شہید جناب خزیمہؓ تھے۔ ان کا تعلق انصارِ مدینہ کے ساتھ تھا۔ آپ کو خزیمہ ذوالشہادتؓ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضور پاکؐ نے فرمایا کہ "آپ کی شہادت یعنی گواہی کو دو گواہوں کے برابر تسلیم کیا جائے۔" واقعہ یہ ہے کہ حضور پاکؐ کا ایک یہودی کے ساتھ مقدمہ تھا جس میں یہودی نے حضورؐ کو کوئی گواہ پیش کرنے کے لئے کہا۔ تو جناب خزیمہؓ آگے بڑھے کہ "میں گواہ ہوں"۔ حضور پاکؐ نے فرمایا کہ "آپ تو وہاں موجود نہ تھے" تو جناب خزیمہؓ نے عرض کی "اے آقا! آپؐ ہمیشہ سچ فرماتے ہیں اور میں گواہی دوں گا کہ آپؐ سچ فرما رہے ہیں"۔ حضور پاکؐ خوش ہوئے اور مسکرا دیئے۔ مقدمہ تو خیر معمولی بات تھی لیکن یہاں ایک مثال قائم ہو گئی کہ حضور پاکؐ کے غلاموں میں لوگوں کے ایمان کے بڑے بلند درجے تھے۔

بہرحال جناب خزیمہؓ کو جب پتہ چلا کہ جناب عمارؓ بن یاسرؓ، حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل ہیں اور جناب علیؓ کے خلاف جگہ جگہ بغاوت ہو رہی ہے۔ تو آپؓ بھی جناب علیؓ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ وہ جناب عمارؓ بن یاسرؓ کے ساتھ رہتے تھے کہ ان کی شہادت بھی ان کے ساتھ ہو تو ایک اور خواہش بھی پوری ہو گئی۔

جناب عبداللہؓ بن کعب

ایک اور عظیم شہید جناب عبداللہؓ بن کعب تھے۔ اہل شام پر حملہ کرتے وقت ان کے الفاظ یہ تھے:

Marfat.com

"اے مجاہدو! میدانِ جنگ کو پس پشت رکھو۔ بے شک جس شخص کی صبح اس حال میں ہوئی کہ میدانِ جنگ پس پشت رہا وہی فتح مند ہوا۔"

اسلامی فلسفہ جنگ کے سلسلہ میں ان الفاظ میں ایک پوری کتاب کا مضمون موجود ہے۔ بے شک اس زمانے میں جنگ کا نقشہ تبدیل ہو چکا ہے اور صفوں یا پوزیشنوں میں اتنی گہرائی ہوتی ہے کہ ہر ایک آدمی میدانِ جنگ کو پس پشت نہیں رکھ سکتا۔ لیکن ان الفاظ میں اسلامی فنِ سپہگری کا عملی فلسفہ ہے۔ جس پر ہر سطح پر عمل ضروری ہے۔ تفصیلات حالات کے مطابق طے کی جاسکتی ہیں۔

مکروفریب والوں کا دوسرا وار

اہل شام نے سیاست اور مکروفریب کے ذریعے ایک کامیابی حاصل کرلی تھی جنگ میں التوا ہو گیا یا وقتی طور پر جنگ ختم ہو گئی۔ اس کو آج کل کے زبان میں فائر بندی کہتے ہیں۔ جنگ میں کتنا نقصان ہوا اور اس نقصان کی وجہ سے شاید کچھ لوگ "فائر بندی" پر تیار تھے۔ لیکن ستر ہزار مسلمانوں کا شہید ہونا کچھ ناممکن نظر آتا ہے، اگر ایسا ہوتا تو دونوں طرف سے امرا یا مشہور ہستیاں بھی اسی اوسط کے ساتھ شہید ہوتیں۔ جنگ یمامہ میں شہدا کی تعداد زیادہ تھی تو وہاں صحابہ کرامؓ اور متعدد حفاظ کی شہادت کا ذکر ہے۔

بہر حال اب جناب علیؓ جو کچھ کر رہے تھے وہ مجبوری کے تحت کر رہے تھے۔ ویسے بھی انہوں نے حالات سے مجبور ہو کر خلافت سنبھالی اور حالات کی مجبوریوں کے تحت امارت اور اسلام کے مرکز کو قائم رکھنے کے لئے سب کچھ کر رہے تھے۔ ورنہ ماحول ایسا نہ تھا جس میں جناب علیؓ کے حق پر ہونے کی تائید ہو۔ لوگ بھانت بھانت کی بولیاں بول رہے تھے۔ اس لئے جناب علیؓ نے اشعث بن قیس کو امیر معاویہؓ کے پاس بھیجا کہ اہل شام سے معلوم کریں کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ امیر معاویہؓ سب کچھ کسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کر رہے تھے اور انہوں نے کہا کہ طرفین ایک ایک منصف مقرر کریں اور ان منصفوں سے حلف لیا جائے کہ وہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کریں گے اور ان کے فیصلہ کو ہمیں تسلیم کرنا ہوگا۔ ساتھ ہی امیر معاویہؓ نے اپنی طرف سے عمروؓ بن عاص کو منصف مقرر کر دیا۔

اب اس فیصلہ میں کوئی نئی بات نہ تھی۔ جناب علیؓ کئی وفد بھیج چکے تھے کہ آؤ کتاب اللہ یعنی حق کا فیصلہ تسلیم کریں لیکن اس کے نتائج کچھ بھی نہ نکلے تھے۔ اس لئے جب اشعث نے واپس آکر

Marfat.com

جناب علیؓ کو یہ بات بتائی تو آپؓ مسکرا دیئے اور تجویز منظور فرمائی کہ کتاب اللہ کے فیصلہ سے کون مسلمان انکار کر سکتا ہے۔ ساتھ ہی آپ نے فرمایا کہ "ہماری طرف سے جناب عبداللہؓ بن عباسؓ منصف ہوں گے۔"

خارجی گروہ کا پہلا وار

مسعر اور زید کے علاوہ اب شبثؓ بن عمرو بھی آزاد فکر والے گروہ میں شامل ہو چکا تھا اور وہ لوگ کہتے تھے کہ اب امیر المومنینؓ ہر فیصلہ ان سے پوچھ کر کریں گے۔ اور ساتھ ہی اعلان کر دیا کہ ان کو منصف کے طور پر جناب عبداللہؓ بن عباسؓ منظور نہیں بلکہ وہ جناب ابو موسیٰ اشعریؓ کو منصف منتخب کرتے ہیں۔ جناب ابو موسیٰ اشعریؓ کسی تعارف کے محتاج نہیں لیکن قارئین کو معلوم ہے کہ وہ حضرت علیؓ کے ساتھ دل سے شامل نہ ہوئے تھے بلکہ ان کو کوفہ کی امارت سے بھی ہٹانا پڑا تھا۔ وہ جنگ جمل میں بھی حضرت علیؓ کے ساتھ نہ تھے۔ بعد میں حالات سے مجبور ہو کر وہ جناب علیؓ کے ساتھ شامل ہو گئے تھے لیکن قارئین نے دیکھا ہو گا کہ جنگ میں انہوں نے کوئی خاطر خواہ کام نہ کیا تھا۔

چنانچہ جناب علیؓ نے فرمایا کہ جناب ابو موسیٰؓ ثقہ نہیں اور ان کی رائے وقتی ہوتی ہے میں ان کو منصف نہ بناؤں گا۔ خارجی کہنے لگے کہ عبداللہؓ بن عباسؓ آپؓ کے رشتہ دار ہیں ہم ان کو منصف تسلیم نہیں کرتے جناب علیؓ نے اشتر کا نام لیا تو خارجی کہنے لگے کہ وہ صحابہ کرامؓ کے زمرے میں نہیں آتا تو جناب علیؓ نے فرمایا کہ سب صحابہ کرام کو اکٹھا کر لیتے ہیں اور ان میں سے کسی کو منتخب کر لیں گے۔ لیکن خارجیوں نے یہ تجویز بھی نہ مانی بلکہ جناب احنفؓ بن قیس کا نام بھی پیش کیا گیا۔ لیکن خارجیوں نے ہڑلونگ مچا دی، یہی نہیں بلکہ اب اشعث بن قیس بھی جناب ابو موسیٰؓ کے حق میں بول رہا تھا تو یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اشعث ایسا کیوں کر رہا تھا اگر اشعث کے سارے کردار پر نظر ڈالی جائے تو یہ بالکل واضح ہوتا ہے کہ وہ امیر معاویہؓ کے ساتھ بھی کوئی رابطہ قائم رکھے ہوئے ہوں اور جناب ابو موسیٰؓ کا منصف کے طور پر چناؤ کسی تجویز کا نتیجہ تھا۔ اس تجویز میں اشعث بھی شامل ہو سکتا ہے۔ ہاں البتہ جناب ابو موسیٰؓ

لے: کچھ مبصرین نے شبث بن عمرو اور شبث بن ربیع کو ایک آدمی بنا دیا۔

Marfat.com

کے کردار پر کوئی حرف نہیں آتا کہ وہ ان باتوں سے بلند تھے۔ ان کی شرافت کا استعمال اپنے حق میں کیا جاسکتا تھا۔ قارئین البتہ ان باتوں پر نظر رکھتے ہوئے ہمارے ساتھ چلیں۔

اشعث بن قیس وہی ہے جس کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے بارے میں خلیفہ اول نے افسوس کیا کہ اپنی بہن کا رشتہ اس کو کیوں دیا۔ پھر اشعث ایک دفعہ مرتد بھی ہو گیا تھا اور دوبارہ اسلام کی آغوش میں آیا وہ بلاشبہ اسلام کی جنگوں میں بہادری سے لڑا۔ شاعر بھی تھا اور جناب خالدؓ سے کچھ ذاتی انعام بھی حاصل کیا اور اس کا ذکر دوسری کتاب میں ہے لیکن اسی کی بیٹی تھی جو امام حسنؓ کی زوجیت میں تھی۔ روایت ہے کہ اس نے امیر معاویہؓ یا یزید کے کہنے پر امام حسنؓ کو زہر دیا۔ اس لئے قارئین اشعث بن قیس کی مستقبل کی کاروائیوں پر نظر رکھیں۔

منصف کا انتخاب

بہر حال جناب علیؓ اب حالات کو بھانپ چکے تھے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھنے والا ہے۔ اس لئے انہوں نے فرمایا "اچھا جو چاہو اور جو تمہاری سمجھ میں آئے کرو" پھر جناب ابو موسیٰؓ کو بلوایا گیا اور ان کو بتایا گیا کہ لڑائی موقوف کر دی گئی ہے۔ جناب ابو موسیٰؓ بولے "الحمد للہ" اور پھر ان کو بتایا گیا کہ تم منصف مقرر کئے گئے ہو۔ آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔

تحکیم کا عہد نامہ

اسی دوران امیر معاویہؓ کے لشکر سے عمروؓ بن عاص پہنچ گئے اور اقرار نامہ لکھنے کے لئے کہا۔ کاتب نے بسم اللہ کے بعد جب آگے حضرت علیؓ کے نام کے ساتھ امیر المومنین کے الفاظ لکھے تو عمروؓ بن عاص نے قلم پکڑ لیا اور کہا کہ جناب علیؓ ان کے امیر نہیں۔ یہ الفاظ ختم کر دو۔

جناب احنفؓ پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ الفاظ ختم نہیں کئے جاسکتے کہ بے شک وہ اکثر مومنین کے امام ہیں لیکن اشعث نے عمروؓ بن عاص کی رائے سے اتفاق کیا۔

امیر المومنین جناب علیؓ پر رقت طاری ہو گئی۔ آپؓ کو صلح حدیبیہ یاد آگئی جس میں آپؓ خود کاتب تھے اور کفار زور دے رہے تھے کہ حضور پاکؐ کے نام مبارک کے ساتھ رسول اللہؐ کے الفاظ نہ لکھے جائیں اور آپؓ

Marfat.com

نے اس واقعہ کا ذکر کیا۔

عمروؓ بن عاص کہنے لگا کہ آپ ہمیں کفار سے تشبیہ دے رہے ہیں حالانکہ ہم مومن ہیں۔

جناب علیؓ نے فرمایا: اے عمرو! تو اس میں بھی حق کا مخالف تھا اور آج بھی ہے اور پھر کچھ سخت باتیں بھی ہوگئیں۔ تحریر البتہ حسب ذیل ہے:

"یہ وہ تحریر ہے جس کو علیؓ بن ابی طالبؓ اور معاویہؓ بن ابوسفیانؓ نے باہم بطور اقرار نامہ کے لکھا ہے۔ علیؓ نے اہل کوفہ اور ان لوگوں کی طرف سے جو ان کے ہمراہ تھے، منصف مقرر کیا اور معاویہؓ نے ان لوگوں کی جانب سے اور اہل شام کی طرف سے جو اُن کے ہمراہ تھے منصف مقرر کیا۔ بے شک ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی کتاب کو منحصر علیہ قرار دیتے ہیں اور اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ سوائے اس کے دوسرا کوئی دخل نہ ہوگا اور قرآنِ پاک شروع سے آخر تک ہمارے درمیان موجود ہے۔ ہم زندہ کریں گے اس کو جس کو اس نے زندہ کیا اور ماریں گے اس کو جس نے اس کو مارا ہے (قرآنِ پاک پر عمل کے لئے عربی طرزِ بیان کے یہ الفاظ ہوتے ہیں) اور منصفین جو کچھ قرآن میں پائیں گے ان پر عمل کریں گے اور وہ منصف ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس[2] اور عمروؓ بن عاص ہیں جو کتاب اللہ میں نہ پائیں گے تو سنّتِ عادلہ اور ایسی باتوں پر عمل کریں گے جو اختلاف پیدا نہیں کرتیں۔"

منصفین کے لئے ضوابط و شرائط

اس کے بعد دونوں منصفین کے لئے جناب علیؓ اور جناب معاویہؓ اور ان دونوں کے لشکروں سے اُن کی جانوں، مالوں اور ان کے اہل و عیال کے لئے امن کی ضمانت لی گئی اور منصفین پر فرض کیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ یہ معاہدہ صفر کے مہینے میں ہوا اور منصفین کو اجازت تھی کہ رمضان ۳۷ ہجری تک کسی ایسے مقام پر فیصلہ کریں جو کوفہ اور شام کے درمیان میں واقع ہو۔

---

[1]: عربی کے عہد نامہ پر رضی اللہ تعالیٰ وغیرہ کے الفاظ نہیں۔ ہم نے از خود ادب کے طور پر ناموں پر رضؓ کا لفظ لکھ دیا۔

[2]: جناب ابوموسیٰؓ کا پورا نام

Marfat.com

معاہدہ پر دستخط

اس معاہدہ پر جناب علیؓ کی طرف سے اشعث بن قیس کندی، سعید بن قیس ہمدانی، قاہر بن ہمی الجلی، عبداللہ بن محل العجلی، حجر بن عدی کندی، عبداللہ بن طفیل عامری، عقبہ بن زیاد حضرمی، یزید بن حجیہ تیمی اور مالک بن کعب ہمدانی نے دستخط کئے۔ جناب معاویہؓ کی طرف سے ابوالاعور اسلمیؓ، حبیبؓ بن مسلمہ، سبیع بن یزید انصاری، عتبہ بن ابی سفیانؓ، زمل بن عمرو عذری، حمزہ بن مالک ہمدانی، عبدالرحمٰن بن خالد مخزومی اور یزید بن عیسیٰ نے دستخط کئے۔ یہ نام لکھنے میں ہمارا مقصد یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ کے رشتہ داروں یا مہاجر و انصار صحابہ کرام اور اشتر میں سے کسی نے بھی معاہدہ پر دستخط نہ کئے کہ یہ معاہدہ اہل عراق کی مرضی کی وجہ سے جناب علیؓ مجبوری کے تحت کر رہے تھے لیکن امیر معاویہؓ کے ساتھیوں کی خوشی کی کوئی حد نہ تھی کہ ان کے بھائی اور ان کے ساتھ جو صحابہ کرامؓ شامل تھے ان سب نے دستخط کئے اور امیر معاویہؓ نے ایک اور التوا حاصل کر لی۔

جناب علیؓ کی کوفہ واپسی

اس کے بعد جناب علیؓ نے جب کوفہ واپس جانے کے احکام دیئے تو خارجی آگے بڑھے اور کہنے لگے یہ غلطی ہو گئی۔ ان کا خیال تھا کہ قرآن کے مطابق تو اسی وقت فیصلہ ہو جائے گا۔ یہ چھ مہینے تو ٹال مٹول والی بات ہے۔ وہ کہنے لگے کہ اس معاہدہ کو ختم کر کے لڑائی دوبارہ شروع کی جائے۔ جناب علیؓ نے فرمایا کہ "معاہدے توڑنے کے لئے نہیں کئے جاتے۔ تم ہی لوگوں کے کہنے پر یہ معاہدہ کیا گیا ہے۔" تو آزادی فکر والے کہنے لگے کہ انہیں ان نتائج کا خیال نہ تھا۔ جناب علیؓ نے فرمایا "اب جو کچھ ہونا تھا ہو چکا ہے اور واپس کوفہ کی طرف کوچ کا حکم دے دیا۔ خارجیوں میں سے کافی لوگ جناب علیؓ کے لشکر سے الگ ہو گئے اور ان لوگوں نے حرورا کی راہ لی۔ ان کی کمانڈ شبث[1] بن عمرو تیمی اور عبداللہ بن الکوا[2] یشکری نے سنبھال لی۔ ان لوگوں

---

[1]۔ آج کل کچھ تاریخ دانوں نے شبث بن عمر تیمی اور شبث بن الربعی کو ایک ہی شخص بنا دیا ہے۔ شبث بن ربعی کا ذکر اب ساتویں باب میں آئے گا۔ [2]؛ حضرت عثمانؓ کے خلاف فتنہ میں شامل تھا۔

Marfat.com

کو حروریہ بھی کہتے ہیں۔ بہر حال جناب علیؓ کی عملداری میں لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ایک شیعان علیؓ تھے جو کہتے تھے کہ جناب علیؓ حق پر ہیں اور دوسرے خارجی یا حروریہ جو ہر روز ایک نئی تاویل آگے لاتے تھے اور اس کا ذکر آگے آتا رہے گا۔

شیعانِ علیؓ

یہ بہتر ہوگا کہ شیعان علیؓ کا تاریخی پہلو بھی بیان کر دیا جائے۔ اس زمانے میں جو لوگ حضرت علیؓ کو حق پر سمجھتے تھے۔ وہ سب کے سب شیعان علیؓ ہی کہلاتے تھے۔ فقہی گروہ اس زمانے میں نہ تھے حضرت علیؓ کی وفات کے بعد اور امام حسنؓ کی خلافت سے دستبرداری کے بعد لوگوں نے امیر معاویہؓ کو خلیفہ تسلیم کر لیا لیکن ایسے لوگ جن کی ہمدردی ان اصولوں کے ساتھ تھیں جو کچھ حضرت علیؓ نے کیا۔ وہ سب شیعان علیؓ ہی کہلاتے رہے۔ کافی زمانہ بعد بھی فقہ کے لحاظ سے کوئی گروہ نہ تھے اور فقہ شرعی مسائل کے عدالتی فیصلہ تک محدود تھا یا عبادت کے طریقوں یا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے عملی پہلوؤں میں کچھ فروعی قسم کی باتوں میں تقلید کا پہلو تھا۔ فقہ جعفریہ یا فقہ حنفیہ یا حنابلہ وغیرہ کے الفاظ اس زمانے میں سننے میں نہ آتے تھے۔ امام اعظمؒ نے از خود امام جعفر صادقؒ سے بھی فقہ کی تعلیم حاصل کی اور امام مالکؒ اور امام اعظمؒ کے درمیان اختلافات اتنے معمولی تھے جس طرح کسی ایک مقدمہ کا فیصلہ سناتے وقت کوئی جج اختلافی رائے پیش کرے۔ دونوں نے از خود کوئی کتاب نہیں لکھی اور نہ کوئی فقہ کی کتاب امام حنبلؒ نے لکھی البتہ مسندِ حنبل یعنی امام حنبلؒ نے احادیث کی کتاب ضرور لکھی۔

مامون الرشید کے زمانے تک بھی خارجیوں سے تو معتزلہ، جبریہ، جہمیہ اور قدریہ اور پتہ نہیں کتنے گروہ پیدا ہو چکے تھے اور خود معتزلہ میں بہت گروہ تھے لیکن شیعانِ علیؓ یا سواد اعظم میں کوئی گروہ نہ تھے اور فقہ کے اختلافات کو گروہ بندی کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا بلکہ اہل سنّت والجماعت یا شیعہ کے لفظ بھی گروہ بندی کے طور پر استعمال نہ ہوتے تھے۔ امام حنبلؒ کے مامون رشید سے اختلافات کے وقت تمام سواد اعظم امام حنبلؒ سے متفق تھے اور امام علی رضاؒ اولاد حسینؒ کی سفارش کی وجہ مامون رشید نے امام حنبلؒ کو قتل نہ کیا۔ مامون نے اپنا جانشین بھی امام علی رضاؒ کو نامزد کیا تھا۔ بہر حال اکثر چھوٹے چھوٹے گروہ یا فرقے سامنے آتے رہے جنہوں نے خود بھی اپنا کوئی نام رکھا ہوا تھا اور مخالفین نے ان کا کوئی نام رکھ دیا تو وہ اسی نام

Marfat.com

سے موسوم ہونے لگے۔ بہرحال ہم اس کی تفصیل میں نہ جائیں گے کہ ان میں سے اکثر فرقے یا گروہ خود بخود ختم ہو گئے۔ اسلام کی تاریخ پڑھنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اسلام میں نہ کوئی گروہ بندی ہے نہ الگ الگ سیاسی جماعتیں۔ فقہی گروہ بھی ہماری سمجھ سے باہر ہیں کہ جس زمانے میں بڑے بڑے امام اور مفکر پیدا ہوئے۔ اس کے پورے ایک سو سال بعد بھی ان کے نام سے کوئی الگ فقہی گروہ نہ تھے۔

بے شک امام مسلمؒ اور امام بخاریؒ نے احادیث کی چھان بین کر کے اسلام کی بڑی خدمت کی اور ضعیف احادیث کو اپنی کتاب میں نہ شامل کر کے کافی تفرقے ختم کیے۔ اسی وجہ سے جو پہلے تین سو سالوں میں چھوٹے چھوٹے گروہ پیدا ہو گئے تھے ان میں سے کئی ایک ختم ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ اور تابعین و تبع تابعین کی زندگیوں کا مطالعہ اگر اس زمانے کے حالات کی مدد سے کیا جائے تو آگے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سب تفرقے اس وجہ سے پیدا ہونے شروع ہو جاتے تھے کہ جہاد یا جہاد کی تیاری میں جمود آجاتا تھا تو لوگ فضول بحث مباحثہ اور حب الدنیا کے تحت خود غرضی کا شکار ہو جاتے تھے۔ اسی وجہ سے ہم نے قومی وحدت یا امت کی وحدت کے لیے۔ "فقہ وحدت" یا "فقہ عسکریت" کی اصطلاح کا استعمال کیا ہے کہ اختلافات کو فقہ عسکریت کی مدد سے ختم کیا جائے یعنی پوری امت اللہ کی فوج بن جائے اور جہاد کو جاری و ساری کر دیا جائے۔ علامہ اقبالؒ نے بھی ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا کہ ہماری ذلت جہاد سے گریز کی وجہ سے ہے اور غیر ہمیں ترک جہاد کی تعلیم دے رہے ہیں۔

تعلیم اس کو چاہتے ہیں ترک جہاد کی
دنیا کو جس کے پنجہ خونین سے ہو خطر

منصفین کا اجتماع

دونوں منصف اذرح کے مقام پر اکٹھے ہوئے جو دومۃ الجندل کے پاس ہے۔ جناب علیؓ کی طرف سے ابن عباسؓ چند ہمراہیوں کے ساتھ وہاں موجود تھے یعنی جیسے مقدمہ میں طرفین حاضر ہوتے ہیں اور امیر معاویہؓ کی طرف سے عمروؓ بن عاص دونوں کام کر رہے تھے۔ منصف کا بھی اور امیر معاویہؓ کے مختار کا بھی۔ شام کے جو لوگ عمروؓ بن عاص کے ساتھ آئے وہ سختی کے ساتھ عمروؓ بن عاص کا حکم مانتے تھے لیکن ابن عباسؓ کے ساتھ جو لوگ عراق سے آئے۔ ان کی آزادی فکر نے ان کو آزاد چھوڑا ہوا تھا اور وہاں

Marfat.com

بھانت بھانت کی بولیاں تھیں۔

روایت ہے کہ کچھ غیر جانبدار لوگ بھی وہاں موجود تھے جن میں جناب سعدؓ بن ابی وقاص، جناب عبداللہؓ بن عمرؓ، جناب عبدالرحمنؓ بن ابوبکرؓ اور جناب عبداللہؓ بن زبیرؓ قابل ذکر ہیں مغیرہؓ بن شعبہ کا نام بھی لیا جاتا ہے جس سے ہمارے اس تجزیہ کو تقویت ملتی ہے کہ جنگ صفین تک وہ امیر معاویہؓ کے ساتھ شامل نہ تھے۔

متصفین کی بات چیت کو مؤرخین نے جس رنگ میں پیش کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ عمروؓ بن عاص باتیں کرتے تھے اور جناب ابوموسیٰؓ سن کر ہاں یا نہ کر دیتے تھے۔ عمروؓ بن عاص نے پہلے امیر معاویہؓ کی حضرت عثمانؓ سے قرابت کا ذکر کیا تو ابوموسیٰؓ نے جواب دیا کہ اسلام امارت میں وراثت کو تسلیم نہیں کرتا۔ پھر عمروؓ بن عاص نے امیر معاویہؓ کی حضور پاکؐ سے قرابت داری کا ذکر کیا کہ وہ ام المومنین ام حبیبہؓ کے بھائی ہیں تو ابوموسیٰؓ ہنس دیئے کہ اگر حضور پاکؐ سے قرابت کو پیمانہ بناتے ہو تو پھر جناب علیؓ سے بہتر کوئی حق دار نہیں۔

اب عمروؓ بن عاص نے پینترا بدلا اور کہا امیر معاویہؓ سیاست اور ملک داری میں بہت ہوشیار ہیں تو ابوموسیٰؓ نے کہا کہ پھر ابرہہؓ[1] بن الصباح کی اولاد سے کوئی آدمی تلاش کرو۔ اب عمروؓ بن عاص خاموش ہو گئے اور کہنے لگے کہ بہتر ہے جناب علیؓ اور جناب معاویہؓ دونوں کو معزول کر دیں اور مسلمانوں کا کوئی اور امیر مقرر کر لیں۔ ابوموسیٰؓ نے یہ تجویز منظور کر لی تو عمروؓ بن عاص نے اپنے لڑکے عبداللہؓ کا نام خلافت کے لئے پیش کیا تو ابوموسیٰؓ نے کہا کہ ان سے عبداللہؓ بن عمرؓ، سعدؓ بن ابی وقاص عبدالرحمنؓ بن ابوبکرؓ، عبداللہؓ بن زبیرؓ اور کئی عظیم صحابہؓ جو زندہ ہیں، بہتر ہیں۔ چنانچہ خلیفہ کے بارے کہ کون ہو، کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔

آخر اس بات پر سمجھوتہ ہو گیا کہ دونوں جناب علیؓ اور جناب معاویہؓ کو خلافت سے معزول کر دیا جائے۔ اور مسلمان جس کو چاہیں خلیفہ مقرر کریں یعنی بات ادھر کی ادھر ہی رہی کہ خلیفہ ابھی منتخب ہونا تھا۔

---

[1]: ابرہہ وہ تھا جس نے ہاتھیوں سے خانہ کعبہ پر حملہ کیا تھا اور جس کا ذکر سورۃ فیل میں ہے

Marfat.com

فیصلہ کا اعلان

عمروؓ بن عاص نے جناب ابوموسیٰؓ کو اولین اسلام لانے کی وجہ سے فیصلہ کا اعلان کرنے کے لئے کہا اور آپؓ نے سمجھوتہ کے مطابق اعلان کر دیا۔

جناب عمروؓ بن عاص ایک قدم آگے بڑھے اور کہنے لگے کہ حضرت علیؓ کے منصف نے ان کو معزول کر دیا وہ امیر معاویہؓ کو معزول کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ میں معاویہؓ کا منصف ہوں میں ان کو امیرالمومنین کے عہدے پر قائم رکھتا ہوں۔

ابن عباسؓ نے جناب ابوموسیٰؓ کو ملامت کی اور جناب ابوموسیٰؓ نے معذرت کی پھر عمروؓ بن عاص پر بدعہدی کا الزام لگایا۔ بہرحال وہاں کافی لعن طعن بھی ہوئی۔ شریحؓ بن ہانی نے تلوار کے ساتھ عمروؓ بن عاص پر حملہ بھی کر دیا مگر لوگوں نے عمروؓ بن عاص کو بچا لیا۔ ہاں غیر جانبدار صحابہ کرامؓ نے بھی عمروؓ بن عاص پر بدعہدی اور فتنہ کا الزام لگایا۔

تبصرہ

اس سارے واقعہ یا منصفین کی کارروائی پر اتنے زیادہ تبصرے ہوتے ہیں کہ ہم بھی اگر اس بحث میں پڑ گئے تو معاملات ادھر ہی رک جائیں گے۔ ابن خلدون کے مترجم حکیم احمد حسن کے تبصرے کا جواب تو ادھر ہی مل گیا کہ وہ صحیح نہ تھے۔ قرآن پاک کو نیزوں پر اٹھانے سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ تفرقہ اپنی جگہ پر موجود رہا۔ ہاں! اگر جناب عمروؓ بن عاص بدعہدی نہ کرتے تو شاید معاملات حل ہو جاتے جناب علیؓ کو خلافت کی کوئی خواہش نہ تھی اور ان کو یہ مشکل ذمہ داری چھوڑنے کا بہانہ مل جاتا۔ البتہ امیر معاویہؓ کے حق میں جناب علیؓ دستبردار نہ ہو سکتے تھے کہ اس سے ایک غلط راہ نکل آتی کہ آئندہ بھی لوگ باغی ہو کر فیصلہ اپنے حق میں کراتے۔

بہرحال چونکہ فیصلہ یہ ہوا تھا کہ جناب علیؓ اور امیر معاویہؓ دونوں کو خلافت سے معزول کیا جاتا ہے تو اب امت جس کسی کو خلیفہ چنتی یا مقرر کرتی تو جناب علیؓ بسر و چشم منظور کرتے اور وہ خلیفہ اگر حضرت علیؓ سے مشورہ مانگتا تو وہ مشورہ دیتے رہتے یا باقی عمر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزار دیتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو ایک ہی منظور تھا جو کچھ ہو گیا۔ خلافت، یا جانشینی والا معاملہ بہت مشکل ہے۔

Marfat.com

جناب ابوموسیٰؓ اور جناب عمروؓ بن عاص بھی کسی ایک نام پر متفق نہ ہوسکے۔ پوری امت کسی نام پر کیسے متفق ہوتی۔ آگے جب پوری امت جناب معاویہؓ کے سلسلہ میں متفق ہوئی تو معاملات صرف وقتی طور پر حل ہوسکے۔ عالم خلق میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں امتحان کے لئے پیدا کیا ہے۔ ایک طرف حق کا راستہ ہے، دوسری طرف دنیا کی محبت ہے۔ بڑا مشکل امتحان ہے۔ کئی بڑے بڑے لوگوں کے قدم لڑکھڑا گئے۔ خدا تعالیٰ ہمارا خاتمہ بالخیر کرے اور کسی امتحان میں نہ ڈالے۔ یہ بہت مشکل "پرچے" ہیں۔ یہاں پر عمل، عقل اور علم کسی پر مکمل بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ صرف رحمت خداوندی سے ہی اس امتحان سے پاس ہوسکتے ہیں:

کرم اے شہ عرب و عجمؐ کہ کھڑے ہیں منتظر کرم
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنہیں دماغ سکندری
(اقبالؒ)

نتائج و اسباق

جنگ صفین کے فوری نتائج پہلے بیان ہوچکے ہیں اور باقی نتائج اب سامنے آگئے کہ معاملات ادھر ہی رہے۔ اسباق حسب ذیل ہیں:

۱۔ جنگ بندی یا فائر بندی ایک التوا ہوتی ہے جس سے اہل حق ہمیشہ نقصان اٹھاتے ہیں اور سیاستدان فائدہ اٹھاتے ہیں۔

۲۔ جب جنگ شروع کر دی جائے تو اس کو ہمیشہ اختتامی مقام تک پہنچایا جائے۔

۳۔ اگر صلح کی جائے تو صلح حدیبیہ کی طرح تمام فیصلے اسی جگہ یا میدان جنگ میں طے کئے جائیں اور کاروائی کے تمام عطیات اور ثمرات ادھر ہی وصول کر لئے جائیں۔ التوا ہمیشہ نقصان دے گا۔

۴۔ اسلام میں گروہ بندی حضرت عثمانؓ کے زمانے میں شروع ہوئی۔ اس کی بنیاد کوئی عقائدی تفرقہ نہ تھا۔ آزادی فکر کی اجازت دے دی گئی۔ اس وجہ سے سازش اور فتنہ والوں کی سازش کو نہ سمجھا جا سکا۔ ساتھ ہی حب الدنیا اور خود غرضی ہمارے اندر داخل ہوگئی تو نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کا واقعہ ہوا۔ بصرہ میں قتل و غارت ہوئی۔ پھر جنگ جمل ہوئی اور بعد میں

Marfat.com

جنگ صفین ہوئی، تفرقہ اپنی جگہ رہا۔ ساتھ ہی عقائدی گروہ بندی کی بنیاد بندھ گئی اور یہ چیز جنگ صفین کے بعد کھل کر سامنے آئی کہ خارجی یا شیعان علیؓ کے گروہ بن گئے۔

۵۔ حکومت یا مرکز کو سہارا دینا یا حکومت کی مدد کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور اسلام تمام معاملات کو مسجدوں کے اندر بیٹھ کر حل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اختلافات کو بازار میں لے جانے سے یا کھلے میدانوں میں لے جانے سے معاملات حل نہیں ہوتے اور نتیجہ جنگ کی صورت میں نکلتا ہے یا اندرونی خانہ جنگی اور افراتفری کی صورت میں۔

۶۔ ہمارے ملک میں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام میں سیاسی جماعتوں کی اجازت ہے کہ حضرت علیؓ نے خارجیوں کو کچھ نہ کہا اور سیاسی پارٹیاں بھی تھیں۔ جناب طلحہؓ کی پارٹی۔ جناب زبیرؓ کی پارٹی۔ شیعانِ علیؓ یا حضرت علیؓ کی پارٹی، امیر معاویہؓ کی پارٹی۔ اول تو اس میں سبق ہے کہ ایسی پارٹیوں نے اسلام کا بہت نقصان کیا اور آگے عقائدی گروہ بن گئے لیکن حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ نے متعدد بار اعلان کیا کہ ان کی کوئی پارٹی یا گروہ نہیں ہے۔ ہاں امیر معاویہؓ کے سلسلے میں البتہ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے ایک گروہ کی بنیاد ضرور ڈالی جس کے نتائج بھی کچھ اچھے نہ نکلے۔

۷۔ اسلام میں جب بھی سیاسی گروہوں کی اجازت دی جائے گی۔ آگے سے وہ سیاسی گروہ یا جماعتیں عقائدی گروہوں میں تبدیل ہو جائیں گی اور اس وقت ملک میں کئی ایسے سیاسی گروہ ہیں جن کے جتھا بندی کسی خاص عقیدہ کی وجہ سے ہے۔ مثال کے طور پر جمعیت العلمائے اسلام، دیوبندی عقیدہ رکھتے ہیں۔ جمعیت العلمائے پاکستان، بریلوی عقیدہ رکھتے ہیں۔ جماعت اسلامی میں زیادہ تر غیر مقلد اور کچھ اہل حدیث ہیں یعنی زیادہ وہ لوگ ہیں جو مودودی صاحب کے ہم عقیدہ ہیں اور بریلوی یا دیوبندی بھی تازہ بانٹ ہے جس کے پیچھے سیاست کارفرما تھی۔

۸۔ اسی وجہ سے ان کتابوں کے ذریعے ہم حضور پاکؐ اور آپؐ کے رفقا کے اسلام کی تلاش میں ہیں جن میں کوئی گروہ بندی نہ تھی وہ اللہ اور رسولؐ کی وجہ سے ایک امت تھے۔

زندہ قوت تھی جہاں میں یہ توحید کبھی
آج کیا ہے؟ فقط اک مسئلہ علم کلام
(اقبالؒ)

Marfat.com

Marfat.com

چوتھا باب

جنگِ نہروان اور امیر معاویہؓ کا مصر پر قبضہ

جناب علیؓ اور خارجی

جناب علیؓ کو منصفین کے فیصلہ کے بارے میں ذرّہ بھر بھی شک نہ تھا اور اسی وجہ سے انہوں نے شامیوں کو قرآن پاک نیزوں پر اٹھانے والی بات کو ناپسند فرمایا اگر عبداللہ بن عباسؓ یا کوئی اور صحابیؓ منصفوں میں شامل ہوتا تو شاید کوئی بہتری نکل آتی بہرحال ہم پچھلے باب میں ذکر کر چکے ہیں کہ جناب علیؓ کوفہ پہنچ چکے تھے آپ کے لشکر سے دس بارہ ہزار آدمی الگ ہو چکے تھے اور وہ حرورا میں قیام پذیر تھے کوفہ پہنچ کر جناب علیؓ نے پہلے جناب عبداللہ بن عباسؓ کو ان کے پاس بھیجا پھر خود بھی گئے اور اُن کو سمجھا بجھا کر واپس لے آئے یہ لوگ جناب علیؓ کے لشکر میں دوبارہ شریک ہو گئے۔

جب ابو موسیٰؓ اذرح (دومة الجندل) کی طرف جا رہے تھے، تو اُسی دن ان خارجیوں کے گروہ میں سے حرقوص اور زرعہ وغیرہ نے جناب ابو موسیٰؓ کو روکا کہ اُن کو نہیں جانا چاہیئے بلکہ جنگ کی جائے وہ یہاں تک چلے گئے کہ جناب علیؓ کو کہنے لگے کہ منصف کا تقرر کر کے آپؓ ایک بہت بڑا گناہ کر چکے ہیں اس گناہ سے توبہ کریں۔ کفارہ دیں اور اس عہد کا پاس نہ کریں۔

جناب علیؓ نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ گناہ تو نہیں ہے البتہ ایک لغزش ہے اور اس لغزش کے ذمّہ دار بھی تم لوگ ہو اور اس وقت میں تمہاری بات نہ مانتا تو ہمارے لشکر میں خانہ جنگی شروع ہو جاتی اب میں وعدہ کر چکا ہوں اور اس وعدہ کو پورا کروں گا چنانچہ اس خطبہ سے وقتی سکون ہو گیا اور جناب ابو موسیٰؓ کو دومة الجندل بھیج دیا گیا۔

Marfat.com

خارجیوں کا نیا فتنہ

کچھ دنوں کے بعد جناب علیؓ جب مسجد میں خطبہ دے رہے تھے تو مسجد کے ایک کونے سے آواز آئی۔ "لاحکمَ اِلا اللہ" اللہ کے بغیر کوئی حکم نہیں۔ جناب علیؓ نے فرمایا "بے شک اللہ بہت بڑا ہے لیکن اللہ تعالٰی کے احکام کو نافذ کرنے کے لئے اولی الامر کی بھی ضرورت ہے" اُس دن تو خاموشی ہوگئی لیکن لاحکم اِلا اللہ کے تحت خارجیوں کا گروہ پھر اکٹھا ہونا شروع ہوگیا۔

اب لطف کی بات یہ ہے کہ وہ ویسے تو کہتے تھے کہ کسی امیر کی ضرورت نہیں لیکن اپنا امیر کسی نہ کسی کو مقرر کرتے تھے اِس سلسلہ میں زید بن حصین، ابن لکوا، شبث، زراعہ اور شریح" پتہ نہیں کتنے لوگوں کو باری باری امیر بنا چکے تھے لیکن آگے امیر کے ساتھ تماشہ بن جاتا تھا کہ ایسے آزاد فکر لوگوں کی امارت بڑا مشکل کام تھا۔ہاں شرارت یا منفی کاموں میں متحد ہو جاتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ ایک ایک کرکے جناب علیؓ کے لشکر کو چھوڑ دیں اور اس طرح وہ لوگ جناب علیؓ کے لشکر سے پھر الگ ہوگئے جناب عدیؓ بن حاتم کے بیٹے طرفہ کو بھی گمراہ کرکے ساتھ لے گئے جناب عدیؓ مدائن تک اپنے بیٹے کے پیچھے گئے لیکن اُسے واپس لانے میں کامیاب نہ ہوئے بلکہ جب وہ خود واپس آرہے تھے تو خارجیوں کے ایک گروہ نے اُن کو پکڑ لیا۔وہ اُن کو شہید کر دیتے لیکن قبیلہ طے کے کچھ آدمی وہاں پہنچ گئے جنہوں نے جناب عدیؓ کو بچالیا۔

افراتفری

اب حالات پھر وہی صورت اختیار کر گئے جیسے حضور پاکؐ کی وفات کے بعد رونما ہوئے تھے اُس وقت لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا اور اب کسی کو حاکم یا امیر ماننے پر تیار نہ تھے کہ فرد آزاد ہے لیکن یہ عجیب و غریب قسم کی آزادی تھی۔ وہ آزاد ایسے تھے کہ کسی کا حکم نہ مانتے تھے لیکن جواباً اگر کوئی دوسرا آدمی اپنی "آزادیٔ فکر" کو استعمال کرکے اُن کی بات نہ مانتا تو اُس کو قتل کر دیتے تھے۔یہ لوگ بصرہ اور کوفہ دونوں صوبوں میں تھے اور اب ہر جگہ سے نکل کر نہروان میں اکٹھے ہو رہے تھے۔

قارئین کو اِن لوگوں پر ہنسی نہیں آنی چاہیئے ہمارے ملک میں بھی کچھ لوگ اپنی آزادیٔ

Marfat.com

فکر کا مظاہرہ کرنے کے لئے جب بازاروں میں نکل کھڑے ہوتے ہیں تو آگے سے جو آدمی اپنی آزادی فکر کا استعمال کرتے ہوئے ان کی بات نہ مانے تو اُس پر پتھراؤ کرتے ہیں اور اُسکی گاڑی کو جلا دیتے ہیں اور پتہ نہیں کیا کیا کرتے ہیں۔

تبصرہ:۔ بہرحال یہاں پر یہ تبصرہ ضروری ہے پہلے باب میں گذارش کی گئی تھی کہ جناب علیؓ نے خلافت سنبھال کر اسلام کے مرکز کو سہارا دیا ہی نہیں بلکہ اہم بات یہ تھی کہ اسلام کے فلسفۂ حیات کو جاری وساری رکھا ورنہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے ساتھ اسلام کا اجتماعی فلسفۂ حیات، اطاعتِ امیر اور اولی الامر کا فلسفہ بھی پاش پاش ہو گیا ہوتا اگر حضرت علیؓ آگے نہ بڑھتے تو ساری اسلامی دنیا میں وہی کچھ ہوتا جو خارجی کر رہے تھے۔

امیر معاویہؓ کے علاقہ میں ایسی باتیں کچھ زیادہ نہ ہوئیں اول تو امیر معاویہؓ مدت سے ان علاقوں میں عامل کے طور پر مکمل کنٹرول کر رہے تھے دوسرے وہاں پر اُن کی حکومت کا دنیا کی باقی حکومتوں کیطرح زیادہ دباؤ تھا اسلام نے لوگوں کو انسانوں کی غلامی سے چھٹکارا دلایا تو لوگ زیادہ آزاد ہو گئے اور اجتماعی فلسفہ میں ہر آدمی ذاتی طور پر اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتا تھا! ایسے لوگوں کا قلع قمع کرنا آسان نہ تھا یہ جناب علیؓ ہی کی شخصیت تھی کہ انہوں نے خارجی تحریک کو کافی حد تک ختم کر کے اسلام کو تقویت پہنچائی ورنہ اگر کوئی اور شخص اُن کو اس طرح ختم کرتا تو خارجیوں کو بھی لوگ "مظلوم" کہنا شروع کر دیتے کہ ان بے چاروں کا کوئی گناہ نہیں کہ وہ اللہ کی حاکمیت کو مانتے ہیں لیکن جناب علیؓ کی حضور پاکؐ سے رُوحانی قرابت کام آئی اور حضور پاکؐ کی خارجیوں کے بارے میں پیش گوئیاں بڑی مددگار ثابت ہوئیں اس لئے قارئین آگے بڑھنے سے پہلے اِن باتوں کو اپنے ذہن میں رکھیں۔

گو خارجی بعد میں معتزلہ کی شکل میں ظاہر ہوئے لیکن وہ "علمی حملہ" نہ تھا وہ اس پر "فکری حملہ" تھا جو آج بھی جاری ہے اِس سلسلہ میں کچھ وضاحتیں آخری تین ابواب میں ہوں گی فی الحال خارجیوں کی کہانی کو آگے چلاتے ہیں۔

خوارج کو دعوتِ اتحاد

تمام خارجی کوفہ وبصرہ اور مختلف مقامات سے نکل کر نہروان کی طرف اکٹھے ہو رہے تھے۔

جناب علیؓ کے مدائن کے گورنر سعد بن مسعود ثقفی نے کچھ خوارج کو پکڑنے کی کوشش کی اور بصرہ سے

Marfat.com

جناب ابن عباسؓ کے حکم پر ابوالاسود دولی نے بھی اُن کا تعاقب کیا لیکن خارجی رات کی تاریکی میں نکل جاتے تھے چنانچہ حضرت علیؓ سوچ ہی رہے تھے کہ خوارج کا قلع قمع کیا جائے کہ اسی دوران منصفین کے فیصلہ کا اعلان ہو گیا جس کا ذکر پچھلے باب میں ہو چکا ہے اب جناب علیؓ نے جگہ بجگہ خارجیوں کو دعوت بھیجی کہ تم لوگ لڑائی کرنے کے خواہاں تھے اُس کی راہ نکل آئی ہے آؤ ہمارے ساتھ مل جاؤ تاکہ مل کر ملک شام پر لشکر کشی کریں"۔

آگے سے خارجیوں کا جواب یہ تھا۔

"تم نے منصفین کا تقرر کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا پاس نہ کیا اور اب اپنے نفس کی اتباع سے لڑنے کو کہتے ہو پس اگر تم اپنے کافر ہونے کا اقرار کرو اور توبہ کرو تو ہم تمہارے ساتھ ہیں ورنہ ہم تم سے لڑنے کو تیار ہیں"۔

شام پر لشکر کشی کی تیاری

خارجیوں کے اس جواب نے جناب علیؓ کو مایوس کیا لیکن یہ لوگ تھوڑے تھے اس لئے جناب علیؓ نے شام پر دوبارہ لشکر کشی کے احکام دے دیئے شروع میں بڑے کم لوگ لڑنے کے لئے تیار ہوئے لیکن جب جناب علیؓ نے خطبات میں لوگوں کو ترغیب دلانے کی کوشش کی تو کافی بڑی فوج تیار ہو گئی چالیس ہزار کے قریب پرانے مجاہدین تھے اور سترہ ہزار نوجوان بھی تیار ہو گئے جو لڑائی میں پہلی دفعہ شرکت کر رہے تھے علاوہ آٹھ ہزار خادم بھی تھے جناب عبداللہؓ ابن عباسؓ بھی بصرہ سے آ گئے اور اب فوج تیار تھی کہ جناب علیؓ کو جناب عبداللہؓ بن حباب کی شہادت کی خبر ملی۔

جناب عبداللہؓ بن حباب کی شہادت

جناب عبداللہؓ کی خارجیوں کے ایک گروہ کے ساتھ اتفاقاً ملاقات ہو گئی خارجیوں نے اُن سے پہلے دو خلفاء راشدینؓ کے بارے میں رائے پوچھی جناب عبداللہؓ نے کہا کہ وہ بہت اچھے تھے پھر خارجیوں نے حضرت عثمانؓ کے بارے میں پوچھا تو آپؓ نے فرمایا کہ وہ بھی بڑے حق پسند تھے پھر جناب علیؓ کے بارے میں پوچھا تو آپؓ نے فرمایا کہ وہ تم لوگوں سے زیادہ اللہ کے حکم کو سمجھنے

Marfat.com

والے اور جاننے والے ہیں۔ اور دینِ حق پر چلنے والے ہیں

خارجی یہ سُن کر چلا اٹھے کہ تم شخصیت پرست ہو اور آپؓ کو شہید کر دیا اس کے علاوہ آپؓ کی زوجہ محترمہ اور تین اور قبیلہ طے کی عورتیں جو آپ کے ساتھ تھیں اُن کے پیٹ پھاڑ ڈالے یہ سب کچھ سن کر جناب علیؓ کو بڑا صدمہ ہوا اور انہوں نے تفتیش کے لئے حرث بن مرہ العبدی کو بھیجا۔ خارجیوں نے اُن کو بھی شہید کر دیا۔

جناب علیؓ کی نہروان کو روانگی

اِن حالات میں اہلِ لشکر نے رائے دی کہ شام پر لشکرکشی سے پہلے خوارج کا قلع قمع کیا جائے چنانچہ امیرالمومنین جناب علیؓ نے نہروان کا رُخ کیا کہ یہ خارجیوں کا گڑھ تھا جناب علیؓ نے پہلے جناب ابوایوب انصاریؓ اور بعد میں قیسؓ بن سعدؓ انصاری کو خارجیوں کے پاس بھیجا انہوں نے اِن لوگوں کو خطبات دیئے کہ وہ راہِ راست پر آجائیں لیکن خارجیوں نے انکار کر دیا پھر جناب علیؓ خود گئے تو خارجیوں کے سرغنوں نے اعلان کیا کہ جناب علیؓ کی بات مت سنو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملنے کے لئے دوڑ پڑو یعنی جنگ کرو چنانچہ مجبور ہو کر حضرت علیؓ نے تمام خوارج کو گھیرے میں لے لیا اور میز بانِ رسولؐ جناب ابوایوب انصاریؓ کو علم دیا جنہوں نے خوارج کو ایک اور موقع دینے کے لئے اعلان کیا "جو شخص بلا جنگ ہمارے پاس آجائے گا جو شخص معترض نہ ہوگا یا جو کوفہ و مدائن کی طرف لوٹ جائے گا اُن سب کے لئے امان ہے۔"

جنگ نہروان

نقشہ سوم پر نہروان کے مقام کی نشاندہی کر دی گئی ہے ویسے نقشہ سوم جناب علیؓ کی خلافت کے آخری زمانے کی افراتفری کے حالات کی نشاندہی بھی کرتا ہے بہرحال اِس زیادہ افراتفری کی بنیاد یہی خارجی ہی تھے جن کا کافی حد تک قلع قمع ہو گیا جناب ابوایوبؓ کا اعلان سن کر مزدہ بن نوفل اپنے پانچ سو سواروں کو لے کر خوارج سے الگ ہو گیا کچھ لوگوں نے کوفہ کی راہ لی اور کچھ جناب علیؓ کے لشکر میں آگئے۔ ایسے لوگوں کی تعداد کوئی چار یا ساڑھے چار ہزار ہوگی اب خارجی کوئی اٹھارہ سو کے قریب

Marfat.com

باقی رہ گئے جنہوں نے دیوانہ وار جناب ابوایوبؓ کے لشکر پر حملہ کر دیا انہوں نے ان خارجیوں کے گرد گھیرا تنگ کر دیا اور بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی خارجی دیوانہ وار لڑے وہ اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتے تھے کہ اُن کی فکر آزاد ہے اور اُن کا حاکم صرف اللہ ہے وہ جو کچھ چاہیں کر سکتے ہیں لیکن اُن کو یہ یاد نہ رہا کہ دوسروں کو بھی اسی قسم کی آزادی حاصل ہونی چاہیئے۔

بہرحال اٹھارہ سو خارجیوں میں سے کوئی دوسو کے قریب زخمی تھے اور عورتوں اور بچوں کو جناب علیؓ نے چھوڑ دیا۔ باقی سب کے سب جنگ میں مارے گئے جن میں عبداللہ بن وہب، زید بن حصین، حرقوص، عبداللہ بن شجرہ اور شریح بن اوفی کے علاوہ جناب عدیؓ کا لڑکا طرفہ بھی شامل تھا جناب علیؓ کے لشکر سے بھی سات مجاہدین شہید ہوئے اور کافی لوگ زخمی بھی ہوئے۔

ذوالثدیہ کی تلاش

جناب علیؓ نے فرمایا کہ یہ خارجی وہی لوگ معلوم ہوتے ہیں جن کے بارے میں ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰؐ فرما گئے ہیں کہ "وہ لوگ اسلام کے دائرہ سے ایسے نکلے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے" اِن کی لاشوں میں ایک بونے کو تلاش کرو جس کے کندھے پر عورت کے پستان کی طرح گوشت ابھرا ہوا ہوگا تاکہ ہمارے دل کو تسلی ہو جائے کہ حضور پاکؐ جن لوگوں کی نشاندہی فرما گئے ہیں یہ وہی لوگ ہیں اور آپؐ نے اس بونے کے بارے یہ ذکر بھی کیا تھا، کہ اُس کے ہاتھ بھی ٹیڑھے ہوں گے۔

اہلِ لشکر نے کافی تلاشی لی لیکن بونا کہیں نظر نہ آیا جناب علیؓ نے حکم دیا کہ لاشوں کو اُٹھا کر ایسے عجیب آدمی کی تلاش کی جائے آخر جب لاشوں کو ہلایا گیا تو نیچے سے اس بونے کی لاش ملی جو قد میں عام انسانوں سے آدھا بھی نہ تھا اُس کے ہاتھ اور پاؤں بھی ٹھگنے تھے ایک کندھے پر گوشت ابھرا ہوا تھا جس کی شکل عورت کے پستان کی طرح تھی اور اس گوشت سے ایک گھنڈی اوپر نکلی ہوئی تھی اُس پر بال تھے اِس گوشت کے حصّہ کو ہاتھ لگا کر اگر کھینچا جاتا تو وہ گوشت ربڑ کی طرح ایک بازو کی لمبائی کے برابر بڑھ جاتا سب دیکھنے والوں نے اِس عجیب الخلقت شخص کو دیکھ کر توبہ کی اور کچھ سمجھ نہ آیا کہ وہ آدمی اُس دن تک پوشیدہ کیسے رہا اللہ کے راز ہیں

Marfat.com

اُس کو اُس دن ظاہر ہونا تھا کہ آقا جو فرما گئے تھے کہ جناب علیؓ حق پر ہوں گے اُس پر ایک اور مہر لگنی تھی اور آزادیٔ فکر کے فلسفہ کا عملی قلع وقمع ہونا تھا۔ لیکن افسوس۔ ہم نے کوئی سبق نہ سیکھا۔ آج بھی اپنی فکر کو آزاد کئے ہوئے ہیں۔

جناب علیؓ کی کوفہ کو واپسی

دراصل جناب علیؓ اب دریائے دجلہ کے علاقہ میں تھے اور مدائن سے ہو کر موصل کے راستے شام جانے کے لئے پہلے بھی آپؓ نے دریائے دجلہ والا راستہ استعمال کیا تھا۔ اب شام پر لشکر کشی کا وہی راستہ تھا۔ جب آپؓ نے ملک شام کی طرف کوچ کا ارادہ ظاہر کیا تو اشعث بن قیس کہنے لگا کہ لشکر تھکا ہوا ہے پہلے کوفہ جائیں کچھ دن آرام کر لیں اور پھر پوری تیاری کے ساتھ ملک شام پر لشکر کشی کرنا بہتر ہوگا۔ جناب علیؓ نے لشکر پر نظر ڈالی تو دیکھا، کہ کافی لوگ اشعث کی رائے کے حامی ہیں۔ آپ مسکرا دیئے اور کوفہ جانے کا حکم دے دیا۔

مورخین و مبصرین نے اس پہلو پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اشعث امیر معاویہؓ کو وقت حاصل کرنے میں ضرور مدد دے رہا تھا۔ اشعث کے عمل اور رویہ کا جائزہ لینے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب سے وہ آذربائیجان کا گورنر تھا اور جناب علیؓ نے اس کو صلاح کے لئے بلایا تھا، وہ اسی زمانے سے، امیر معاویہؓ کے ساتھ کچھ نہ کچھ اندرونی تعلقات قائم کئے ہوئے تھا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اشعث، جناب علیؓ کے لشکر میں رہ کر کام امیر معاویہؓ کے لئے کر رہا ہو۔ لیکن ایسی کسی چیز کا واضح ثبوت سامنے نہ آیا کہ حضرت علیؓ کی شہادت کے چند دن بعد اشعث بھی فوت ہو گیا۔ اگر وہ زندہ رہتا اور امیر معاویہؓ کی طرف اس کو کچھ امارت دی جاتی تو یہ راز پوشیدہ نہ رہتا۔

بہر حال یہ اشعث ہی کی بیٹی تھی جس نے یزید کے ساتھ مل کر امام حسنؓ کو زہر دیا، کہ وہ امام حسنؓ کی زوجیت میں تھی۔ اور امیر معاویہؓ کا گھرانا جانتا تھا کہ اشعث کے خاندان کے لوگوں کو "خریدا" جاسکتا ہے کہ اشعث کا بیٹا قیس جس کا نام اپنے دادا کے نام

Marfat.com

پر تھا، سانحۂ کربلا کے وقت یزید کے امراء میں سے تھا، جس کا ذکر ساتویں باب میں آئے گا۔

"پتا بہ پوت، گھوڑے بہ گھوڑا۔ بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا۔"

عمروؓ بن عاص کا مصر پر حملہ

امیر معاویہؓ اور عمروؓ بن عاص کو جو یہ وقت مل گیا تو انہوں نے مصر پر حملہ کر دیا دراصل جب جناب علی کوفہ واپس آئے تو لشکر کے کافی لوگ اپنے گھروں میں چلے گئے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ گھروں میں جانا منع تھا پھر بھی لوگ گھروں میں چلے گئے اور واپس نہ آئے یہ بات تو ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ گھروں میں جانا کیوں منع تھا۔ کوفہ میں آرام کا مطلب ہی گھروں کا چکر لگانا تھا ورنہ "ٹھنڈی چھاؤں" تو مدائن اور شام کی طرف کوچ کرتے ہوئے کئی جگہوں پر مل جاتی اور کوفہ جا کر بارکوں کا سایہ لینا تو مقصود نہ تھا۔ گھروں میں جانے کی ضرور اجازت ہوگی البتہ لوگ جلدی واپس نہ آئے تو یہ بات ٹھیک ہو سکتی ہے۔

البتہ وقت امیر معاویہؓ کا ساتھ دے رہا تھا۔ اور یہ بڑا عجیب و غریب پہلو ہے کہ وقت نے ہمیشہ حق کے خلاف کام کیا۔ یا یہ کہیں کہ ایسا ڈھیل یا التوا کی وجہ سے ہوا۔ اپنی ساری تاریخ کا مطالعہ کریں تو نتیجہ نکلے گا کہ "وقت" نے سیاست والوں کا ساتھ دیا۔ حضرت علیؓ خود بھی بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر وقت کو استعمال نہ کر رہے تھے۔ اُن کے سامنے مسلمانوں کی جان اور مال کا سوال تھا۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ شاید وقت معاملات حل کر دے۔ لیکن جن کے ساتھ مقابلہ تھا، وُہ سیاست دان تھے۔ اس لئے انہوں نے اِس التوا سے فائدہ اٹھایا۔ اس سلسلہ میں ہم نے پہلی کتاب سے اس پہلو پر زور دینا شروع کیا اور "زمان و مکان" کے سلسلہ میں اکثر جگہوں پر جائزے پیش کئے کہ پہلے دو خلفائے راشدینؓ نے "وقت" کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے دیا۔ حضور پاکؐ کی وفات کے وقت خلافت کا مسئلہ، جناب اسامہؓ کے لشکر یا مرتدین کا مسئلہ یا فتح کی حکمتِ عملی کے سلسلہ میں انہوں نے وقت کو اپنا غلام بنایا۔ اور یہ زندہ قوموں کی نشانی ہے کہ وہ

Marfat.com

وقت کو اپنا غلام بناتے ہیں۔ اس پہلو کا گہرا مطالعہ بڑا دلچسپ ہے اور اس پر کئی مضامین لکھے جا سکتے ہیں۔

التوا اور وقت کا المیہ

امیر معاویہؓ وقت کے معاملات کو خوب استعمال کرتے رہے۔ جناب علیؓ نے اپنا عامل بھیجا تو بغیر سامنے آئے اُس کو واپس بھیج دیا اور وقت حاصل کر لیا جناب علیؓ نے بیعت کے لئے لکھ بھیجا تو تین ماہ تک جواب نہ دیا اور جب جواب دیا، تو وہ بالکل بے معنی تھا اور پھر "وقت" حاصل کر لیا اسی دوران مکہ اور بصرہ میں حالات خراب کرنے میں حصّہ لیا تو جناب علیؓ اُدھر الجھ گئے۔ چنانچہ امیر معاویہؓ نے پھر وقت حاصل کر لیا جنگِ جمل کے بعد جناب علیؓ نے جناب جریرؓ کو امیر معاویہؓ کے پاس بھیجا، تو آپ نے اُن کو کافی عرصہ اپنے پاس روکے رکھا اور وقت حاصل کر لیا آخر جب جناب علیؓ صفین کے مقام پر پہنچے تو انہوں نے مسلمانوں کو خون خرابہ سے بچانے کے لئے دیر کی یا کئی وفد بھیجے تو وقت امیر معاویہؓ کو حاصل ہو گیا۔

آخر آپؓ نے جنگ شروع کی اور جب امیر معاویہؓ کو شکست ہونے لگی تو انہوں نے قرآن مجید کو نیزوں پر اُٹھا کر وقت حاصل کر لیا پھر منصفوں کی تجویز کے تحت فیصلہ کی مدت ۶ ماہ کر دی۔ کہ انہوں نے لوگوں سے مشورہ کرنا ہے اس سے بھی امیر معاویہؓ کو وقت حاصل ہو گیا اور منصفوں کے فیصلے کے بعد جب جناب علیؓ تیار ہوئے کہ شام پر لشکر کشی کریں تو خارجی اُٹھ کھڑے ہوئے اور امیر معاویہؓ کو پھر وقت مل گیا جب خوارج کا قلع قمع ہو چکا اور آپ شام کی طرف جانے کے لئے تیار ہوئے۔ تو اشعثؓ نے آگے بڑھ کر کہا کہ لشکر کو آرام چاہیئے اب لشکر کوفہ میں "آرام" کر رہا تھا تو یہ وقت جو امیر معاویہؓ کو حاصل ہوا تو انہوں نے عمروؓ بن عاص سے مصر پر حملہ کروا دیا۔

محمدؓ بن ابوبکرؓ

جناب محمدؓ بن ابوبکرؓ کی مصر پر امارت کا ذکر ہو چکا ہے وہ حالات کو سنبھالا نہ دے سکے اور جو لوگ غیر جانبدار تھے اُن کے ساتھ بھی جنگ چھیڑ دی اور معاویہ بن خدیج کو شکست ضرور دیدی

Marfat.com

لیکن اپنے ہمدردوں کی تعداد بھی کم ہوگئی۔جناب علیؓ کے پاس برابر خبریں پہنچ رہی تھیں کہ مصر کے حالات محمدؓ بن ابوبکرؓ کے بس سے باہر نکل رہے ہیں تو جناب علیؓ کی نظر اشتر پر پڑی کہ اُسکو وہاں بھیجا جائے تو شاید وہ حالات کو سنبھالا دے سکے اشتر جزیرہ کے علاقہ اور عراق کے سرحدی علاقوں پر جو ملک شام سے ملتے تھے، عامل تھا۔کہ امیر معاویہؓ پر نظر رکھے اور ان علاقوں پر ان کا قابو تھا چنانچہ یہ تمام علاقے قیسؓ بن سعدؓ کی عملداری میں دے دیئے گئے اور اشتر کو حکم دیا گیا کہ وہ جلدی سے جاکر مصر کی امارت سنبھال لیں۔

اشتر کی وفات

اشتر نے تیزی سے حرکت کی لیکن سویز (قلزم) کے مقام پر عجیب حالات میں اشتر کا انتقال ہوگیا روایت ہے کہ امیر معاویہؓ اور عمروؓ بن عاص کو اشتر کے بارے میں معلوم ہوگیا تھا اور انہوں نے سازش کرکے قلزم کے افسرِ مال سے اشتر کو زہر دلوا دیا۔ کچھ لوگ اس روایت کو پسند نہیں کرتے کہ جناب معاویہؓ جو کاتبِ وحی ہیں کیا وہ ایسی حرکت کر سکتے ہیں؟ بہرحال یہ معاملات جناب معاویہؓ اور خدا کے درمیان ہیں اور ہم اِس سے بڑھ کر اور کوئی تبصرہ نہ کریں گے، کہ جناب معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے ساتھ بھی بغاوت کی اور اس وجہ سے جنگ میں کئی مسلمان شہید ہوئے۔ اشتر کو تو جناب معاویہؓ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں میں شمار کرتے تھے۔ اس لئے یہ کہانی سچی بھی ہوسکتی ہے۔

مصر پر حملہ کی تجویز

امیر معاویہؓ کی نظر اکثر مصر پر رہتی تھی اور جناب علیؓ کی خلافت کے پہلے ہی دن سے انہوں نے جناب قیسؓ بن سعدؓ کو ساتھ ملانے کی کوشش کی پھر وہ اپنے دفاع میں مصروف تھے لیکن جیسے ہی اُن کو جناب علیؓ کے علاقے میں اندرونی خلفشار نظر آیا، تو انہوں نے اپنی تمام تر توجہ مصر کی طرف مرکوز کردی۔ اوّل تو انہوں نے معاویہ بن خدیج یا ان لوگوں کو ساتھ ملانے کی

Marfat.com

کوشش کی جو محمدؓ بن ابوبکرؓ سے نالاں تھے اور کوشش یہ تھی کہ مصر پر بغیر کسی لڑائی کے قبضہ ہو جائے لیکن اِس میں کامیابی نہ ہوئی تو امیر معاویہؓ نے ۶ ہزار کے لشکر کے ساتھ عمروؓ بن عاص کو مصر فتح کرنے کے لیے روانہ کر دیا۔ عمروؓ بن عاص کے لئے مصر پر حملہ کوئی نئی بات نہ تھی تیسری کتاب کے پہلے اور دوسرے باب میں عمروؓ بن عاص اور مصر کے چولی دامن والے ساتھ کا ذکر تفصیل سے ہو چکا ہے۔ اس دفعہ بھی عمروؓ بن عاص نہایت ہوشیاری کے ساتھ مصر میں داخل ہوئے وہاں پر حضرت عثمانؓ کے قصاص کے مطالبہ پر کئی لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور فسطاط کے قریب پہنچ کر ایک میدان میں پڑاؤ کیا۔

وہاں پہنچ کر عمروؓ بن عاص نے محمدؓ بن ابوبکرؓ کو ایک خط میں جنگ کی دھمکی دی محمدؓ بن ابوبکرؓ نے یہ خط جناب علیؓ کے پاس بھیج دیا جناب علیؓ نے امداد بھیجنے کا وعدہ کیا لیکن لوگ تیار نہ ہو رہے تھے ویسے بھی کوفہ اور عراق کے لوگوں کے ساتھ مصر کا دفاع کرنا بڑی مشکل بات تھی یہ کام تو تب ہو سکتا تھا کہ محمدؓ بن ابوبکرؓ مصر ہی میں دس یا پندرہ ہزار فوج کے ساتھ امیر معاویہؓ کے عقب کے لئے ایک خطرہ پیدا کرتے رہتے لیکن صفین کی جنگ کے وقت محمدؓ بن ابوبکرؓ کی پوزیشن کا پتہ چل گیا تھا اور امیر معاویہؓ موقع دیکھ رہے تھے جناب علیؓ بھی بڑی مشکل کے ساتھ کوفہ میں کوئی دو ہزار مجاہد اکٹھے کر سکے جو مصر میں جانے کے لئے تیار ہو گئے جن کو جناب علیؓ نے کعبؓ بن مالک کے ماتحت مصر روانہ ضرور کر دیا

محمدؓ بن ابوبکرؓ کی شکست اور شہادت

کوفہ سے کمک پہنچنے سے پہلے عمروؓ بن عاص بھانپ چکے تھے کہ لوگ محمدؓ بن ابوبکرؓ کے ساتھ نہیں تھے اور وہ کوئی دو ہزار کا لشکر اکٹھا کر سکتے تھے چنانچہ ان آدمیوں پر کنانہ بن بشر کو امیر مقرر کیا کنانہ وہی تھا جو حضرت عثمانؓ کے خلاف گھیراؤ کی تحریک میں شریک ہو چکا تھا دوسری طرف معاویہ بن خدیج وغیرہ بھی عمروؓ بن عاص کے ساتھ مل چکے تھے اور سب نے مل کر کنانہ کے لشکر کو گھیرے میں لے لیا کنانہ بڑی بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا اگر ہم اُس کو شہید کہہ دیں تو بھی ٹھیک ہے کہ وہ اسلام کی مرکزی فوج کی طرف سے لڑ رہا تھا اب محمدؓ بن ابوبکرؓ اکیلے رہ گئے

Marfat.com

انہوں نے جبلہ بن مسروق کے گھر پناہ لی تاکہ وہاں سے مکہ مکرمہ یا کوفہ چلے جائیں لیکن معاویہؓ بن خدیج کو پتہ چل گیا، اور اُس نے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ محمدؓ بن ابو بکرؓ نے نکل کر مقابلہ کیا اور شہید ہو گئے۔

روایت ہے کہ آپ کے جسدِ خاکی کو گدھے کی کھال میں سی کر جلا دیا گیا اور اگر ایسا کیا گیا تو یہ بڑی افسوسناک بات ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ حضرت عثمانؓ کے گھر داخل ہوئے اور امام حسنؓ بھی آپ کو فاسق کہتے تھے لیکن آپ نے ندامت محسوس کی تھی اور وہاں سے واپس آ گئے تھے اور جنگ کرتے شہید ہو گئے آگے لاش کو جلانے کی کیا ضرورت تھی۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کو زندہ گرفتار کر لیا گیا اور آپ کے بڑے بھائی عبدالرحمٰنؓ نے سفارش بھی کی کہ آپ کو رہا کر دیا جائے لیکن عمروؓ بن عاص یہ کہہ کر نہ مانا کہ محمدؓ بن ابو بکرؓ جناب عثمانؓ کا قاتل ہے اور امیر معاویہؓ کے حکم پر اُس کو زندہ گدھے کی کھال میں سی کر جلا دیا گیا۔ (واللہ اعلم)

بہرحال کعبؓ بن مالک دو ہزار کی امداد لے کر کوفہ سے تھوڑے ہی فاصلہ پر پہنچے تو آگے سے حجاج بن عرفہ انصاری ملے جو مصر سے آ رہے تھے انہوں نے کعبؓ بن مالک کو محمدؓ بن ابو بکرؓ کی شہادت کی خبر دی تو کعبؓ واپس کوفہ آ گئے۔

امیر معاویہؓ کی جارحانہ کارروائیاں

مصر کو فتح کر کے امیر معاویہؓ نے جارحانہ کارروائیاں شروع کر دی تھیں اب وہ اپنے آپ کو ایک طاقت سمجھ رہے تھے جناب علیؓ جو پہلے لشکرکشی یا جارحانہ کارروائیوں کرتے رہے اب سب کچھ ردِعمل کے طور پر کر رہے تھے امیر معاویہؓ کو یہ ہمت بھی ہو گئی کہ انہوں نے عبداللہ بن حضرمی کو بصرہ بھیجا، جس نے وہاں پر خطبات دے کر کافی لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا یہ لوگ حضرت علیؓ کی مخالفت پر اُتر آئے اور بصرہ کے نواح میں ایک طاقت بن رہے تھے لیکن وہاں پر جناب عبداللہؓ بن عباسؓ گورنر بصرہ کی طرف سے زیاد بن سمیہ امیر تھا اس نے عبداللہ حضرمی کو کامیاب نہ ہونے دیا اور ایک جھڑپ میں عبداللہ بھی مارا گیا اور اُس کے کافی ساتھی تہ تیغ ہوئے

Marfat.com

نقشہ سوم

جنگ صفین سے حضرت علیؓ کی شہادت تک ملک
میں افراتفری اور خانہ جنگی کا نقشہ

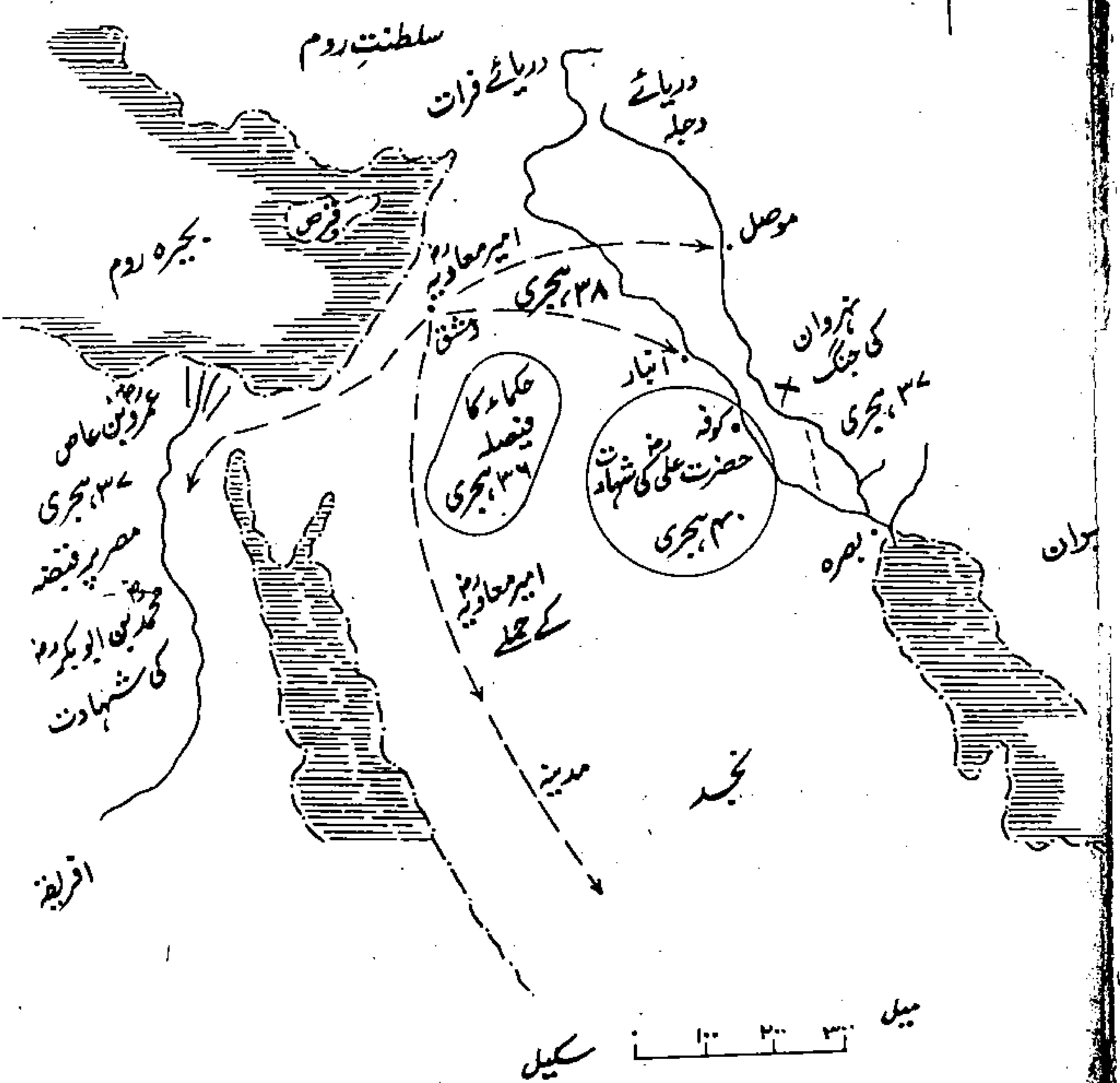

Marfat.com

جناب علیؓ کی عملداری میں خارجی بھی مکمل طور پر خاموش نہ ہوئے تھے فارس کے صوبہ میں چند خارجی اُٹھ کھڑے ہوئے اور جناب علیؓ کے گورنر جناب سہلؓ بن حنیف انصاری کو نکال دیا اس بغاوت کو بھی زیاد بن سمیہ نے فرو کیا اور جناب علیؓ نے زیاد کو فارس کا عامل مقرر کر دیا۔

اب ذرا نقشہ سوم کا مطالعہ کریں اور امیر معاویہؓ کی جارحانہ کارروائیوں پر نظر ڈالیں کہ ۳۸ اور ۳۹ ہجری میں امیر معاویہؓ کی فوج نے عراق کے علاقوں پر حملے کرنے شروع کر دیئے اور شامی فوج کے لوگوں نے انبار اور عین التمر کے مقامات تک لوٹ مار کی۔ اِن مقامات کا پہلی کتاب میں تفصیل سے ذکر آیا ہے کہ جناب خالدؓ نے یہ مقامات کیسے فتح کئے۔ بہرحال امیر معاویہؓ خود بھی دمشق سے نکلے اور رقہ سے لے کر موصل تک کے علاقوں کو تاخت و تاراج کیا۔

یہی نہیں بلکہ شام سے ایک فوج نے مدینہ شریف اور مکہ مکرمہ کی طرف بھی پیش قدمی کی جس کو نقشہ سوم میں دکھایا گیا ہے اِس مہم کی تیاری امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی خلافت کے پہلے سال شروع کر دی تھی، قارئین کو یاد ہوگا کہ امیر معاویہؓ نے مدینہ شریف میں جو قاصد بھیجا اور جس کا ذکر پہلے باب میں ہے وہ قبیصہ حبسی تھا جس کا قبیلہ مدینہ شریف کے شمال میں آباد تھا اور قبیصہ نے تنبیہہ بھی کی تھی کہ اگر اس کا بال بھی بیکا ہوا تو چار ہزار سوار اُس کا بدلہ لینے کیلئے تیار بیٹھے ہیں ظاہر ہے کہ امیر معاویہؓ نے مدینہ شریف سے شمال کے کچھ قبائل کو اپنے ساتھ ملایا ہوا تھا اور اُن کے ساتھ مِل کر اہلِ شام نے مدینہ شریف، مکہ مکرمہ اور یمن تک چھاپہ مارا اور زبردستی لوگوں سے امیر معاویہؓ کے لئے بیعت لینے کی کوشش کی البتہ شامی فوج اِن علاقوں پر قبضہ نہ کر سکی کہ لوگوں نے ساتھ نہ دیا جناب علیؓ نے بھی کوفہ سے چھ ہزار کا لشکر بھیجا، جس کی خبر سن کر اہلِ شام واپس چلے گئے۔

لیکن حالات ٹھیک نہ ہو رہے تھے جناب علیؓ کے بھائی جناب عقیلؓ بن ابو طالبؓ بھی جا کر امیر معاویہؓ کے ساتھ مِل گئے جناب عقیلؓ یہ سارا عرصہ کہاں پر رہے مؤرخین اِس سلسلہ میں خاموش ہیں لیکن ظاہر ہے کہ وہ شروع ہی سے جناب علیؓ کے ساتھ پُرزور طریقے سے شامل نہ تھے کہ اُن کا کہیں ذکر نہیں آتا لیکن زیادہ افسوسناک پہلو جناب عبداللہؓ بن عباسؓ کے سلسلہ میں ہے۔ وہ جناب علیؓ کا دایاں بازو رہے لیکن اِن آخری دِنوں میں معمولی رنجش کیوجہ سے انہوں

Marfat.com

بصرہ کی گورنری سے استعفیٰ دے دیا، اور مکہ شریف چلے گئے البتہ آپؓ نے امیر معاویہؓ کے ساتھ ملنے کی کوئی کوشش نہ کی۔

یہ بھی روایت ہے کہ حالات ایسے ہو گئے تھے کہ جناب علیؓ نے امیر معاویہؓ کیساتھ کچھ خط و کتابت کر کے جنگ بندی والی صورت پیدا کر دی۔ اُس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ قیصر روم شمال کی طرف سے مسلمانوں کے علاقوں میں کچھ پیش قدمی کی سوچ رہا تھا، کہ رومی سلطنت کے حالات کچھ بہتر ہو گئے تھے اِس صورت میں جناب علیؓ، امیر معاویہؓ کے لئے کوئی خطرہ نہ پیدا کرنا چاہتے تھے اور آپؓ نے امیر معاویہؓ کو لکھ دیا، کہ پرانی ایرانی اور رومی سلطنتوں کی حدود کا خیال رکھتے ہوئے امیر معاویہؓ ملک مصر اور شام پر حکمران رہیں اور جناب علیؓ، حجاز، عراق اور ایران پر، بلکہ کچھ راوی کہتے ہیں کہ قیصر روم کے خلاف جناب علیؓ، امیر معاویہؓ کو امداد دینے کو بھی تیار تھے اور ہمیں ان روایات پر کوئی شبہ نہیں جناب علیؓ کی شان ہی ایسی ہے کہ تمام حالات میں انہوں نے ایسے اسلامی کردار کا مظاہرہ کیا جس کو بیان میں نہیں لایا جا سکتا۔

عام طور پر اسلام کے بڑے بڑے عالم یا فقیہہ، میدانِ جنگ میں وہ نام نہ پیدا کر سکے جو جناب خالدؓ، جناب ابو عبیدہؓ، جناب عمروؓ بن عاص، جناب شرجیلؓ بن حسنہ، جناب عکرمہؓ بن ابو جہل، جناب قعقاعؓ وغیرہ پیدا کر سکے۔ ایسے عظیم مجاہد ہزاروں کی تعداد میں تھے عالم اور فقیہہ بہادر ضرور تھے لیکن امارت بہت کم نے کی اور جنگ میں بھی بہت کم کمانڈر رہے ان میں جناب عبداللہؓ بن مسعود، جناب معاذؓ بن جبل، جناب عبداللہ بن عمرؓ، جناب انسؓ بن مالک، جناب عبداللہ بن عباسؓ، جناب ابو ہریرہؓ وغیرہ متعدد فقیہہ شامل ہیں لیکن جناب علی المرتضیٰؓ واحد فقیہہ ہیں جو میدانِ جنگ کے بھی شیر تھے اور اسلامی زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں جس سے جناب علیؓ کا مقام اوروں سے بلند تر نظر نہ آئے۔

لیکن اس کے باوجود، اللہ کے شیر، حضور پاکؐ کے چچیرے بھائی اور داماد، حضور پاکؐ کے زمانے کی ہر جنگ کے دولہا، جناب علیؓ، اپنی امارت کے دوران میں ان حالات سے دوچار ہوئے جو پچھلے چند ابواب میں بیان ہو چکے ہیں۔ اور خاص کر یہ باب تو ظاہر کرتا ہے کہ حضرت علیؓ کے لئے اب امیر معاویہؓ کے خلاف بھرپور کارروائی کرنا مشکل ہو گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے راز نرالے ہیں۔ اس نے حب الدنیا والوں کو کامیابی عطا کر دی۔ اور

Marfat.com

اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے اِس فرمان کو ثابت کر رہا تھا کہ بیشک زیادہ لوگ گمراہی کی طرف مائل ہوجاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام اکثریت، اقلیت، حزب اقتدار اور حزبِ اختلاف وغیرہ کے موجودہ طرزِ حکومت کے اصولوں کو غلط کہتا ہے۔ اور پوری قوم کو اللہ کی فوج بنانے اور وحدت کا حکم دیتا ہے۔

بہرحال طبقات ابنِ سعد میں روایت ہے کہ اپنی شہادت سے چند روز پہلے جناب علی المرتضیٰؓ کو خواب میں حضور پاکؐ، سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفےٰؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ جناب علیؓ نے عرض کی: "یا رسولؐ اللہ! مجھے آپؐ کی اُمّت سے کس قدر فساد کے ساتھ واسطہ پڑا"

حضور پاکؐ نے فرمایا۔ "اے علیؓ! دعا مانگ لو کر فساد سے چھٹکارا حاصل ہوجائے"۔ جناب علیؓ نے خواب ہی میں دعا مانگی: "اے اللہ! مجھے اِن لوگوں کے بدلے وہ دے جو اِن سے بہتر ہے، اور اِن کو وہ دے جو اِن جیسا ہو یا جس کے وہ حق دار ہیں"

ترجمے یا متن کے الفاظ کے بارے بعض کتابوں میں یہ بھی لکھا ہوا ہے" کہ ان لوگوں کو مجھ سے کم تر یا بدتر دے"۔ واللہ اعلم۔ اوّل تو بات خواب کی ہے اس لئے ہم تبصرہ نہ کریں گے۔ البتہ آگے تفصیل میں جائیں گے کہ حضور پاکؐ کی اولاد اپنی بیٹی جناب فاطمہؓ اور حضرت علیؓ سے چلی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا کی حکومت سے داغدار نہ کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے یہ عجیب وغریب واقعات ہوتے۔ کہ یہ اُمت جناب علیؓ کی امارت کا فائدہ نہ اٹھا سکی۔

Marfat.com

Marfat.com

پانچواں باب

حضرت علیؓ کی شہادت اور امام حسنؓ کی خلافت

جناب علی کرم اللہ وجہہ ۱۷ رمضان ۴۰ ہجری کو شہید ہوئے جناب عبداللہؓ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور پاکؐ نے فرمایا۔ اے علیؓ! اگلوں کا سب سے زیادہ بدبخت حضرت صالحؑ کی اونٹنی کے پاؤں کاٹنے والا تھا اور پچھلوں میں بدبخت ترین وہ ہو گا جو آپ پر یہاں" وار کرے گا اور جناب علیؓ کے بدن پر اُس جگہ سرکار دوعالمؐ نے ہاتھ رکھ کر نشاندہی فرمائی چنانچہ حضرت علیؓ کو شہید کرنے والے عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی دنیا کا ایک بدترین شخص ہے

جناب ابو طفیلؓ سے روایت ہے کہ جناب علی المرتضےٰؓ نے لوگوں کو بیعت کی دعوت دی تو مصر کے لوگوں میں عبدالرحمٰن بن ملجم تھا کہ وہ بھی حضرت عثمانؓ کے خلاف گھیراؤ کے فتنہ میں شامل تھا عبدالرحمٰن جناب علیؓ کی بیعت کے لئے آگے بڑھا تو آپؓ نے رد کر دیا بلکہ عبدالرحمٰن کی دوسری کوشش کو بھی رد کیا اور فرمایا کہ اُمّت کے اِس بدبخت ترین شخص کو میرے قتل سے کوئی نہ روک سکے گا۔

تین خارجی

روایت ہے کہ نہروان سے جو خارجی، جنگ سے پہلے وہ جگہ چھوڑ گئے تھے انہوں نے ایسا کسی ندامت کی وجہ سے نہ کیا تھا یہ اُن کی وقتی کارروائی تھی تاکہ اس کے بعد اپنے گروہ کو کسی اور شکل میں ترتیب دیں اِن کی افلاطونی اور آزادئ فکر اُن پر برابر چھائی ہوئی تھی اور ان میں سے متعدد لوگوں نے بعد میں بھی بغاوتوں میں حصّہ لیا بہر حال ان میں سے تین شخص مکہ شریف میں ملے ایک عبدالرحمٰن بن ملجم المرادی تھا جس کو مؤرخین نے مصری کہا ہے۔ دراصل مصری کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ مصر کے لوگوں کے ساتھ آ کر حضرت عثمانؓ کے خلاف فتنہ میں شریک ہوا تھا اور

Marfat.com

شاید مصر کی فتح کے بعد، مصر میں جا کر آباد ہو گیا تھا لیکن اُس کا تعلق قبیلہ مراد سے تھا جو بنو کندہ کے حلیف تھے اور یمن و حضرموت کے علاقہ میں آباد تھے قبیلہ مراد کو قبیلہ حمیر کی ایک شاخ سمجھا جاتا ہے دوسرے دونوں ابرک بن عبداللہ اور عمر بن بکیر تھے جن کا تعلق مالک بن نویرہ کے قبیلہ تمیم سے تھا اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ قبیلہ تمیم کے لوگ خراب تھے کالی بھیڑیں ہر جگہ ہوتی ہیں ویسے قبیلہ تمیم میں سے جناب قعقاعؓ اور جناب عاصمؓ بھی تھے جو اسلام کی تاریخ میں درخشندہ ستاروں کیطرح چمک رہے ہیں۔

بہرحال ان تینوں گمراہوں نے مکہ میں عہد و پیمان کیا کہ جناب علیؓ، جناب امیر معاویہؓ اور جناب عمروؓ بن عاص تینوں کو ختم کر دیا جائے تا کہ مسلمانوں کو ان جھگڑوں سے نجات ملے اور فیصلہ یہ ہوا کہ عبدالرحمٰن بن ملجم امیر المومنین جناب علیؓ کو شہید کرے گا ابرک نے جس کو حجاج بھی کہتے تھے جناب معاویہؓ کو شہید کرنے کی ٹھانی اور عمرو بن بکیر جناب عمروؓ بن عاص کو شہید کرنے پر مقرر ہوا فیصلہ یہ ہوا کہ تینوں ۱۷ رمضان صبح کے وقت اپنی یہ کارروائی مکمل کریں اور تینوں اپنی منزلوں کی طرف چل پڑے۔

ابن ملجم کوفہ میں

عبدالرحمٰن بن ملجم کوفہ آیا اور وہاں پر سب سے پہلے شبیب بن شجرہ اشجعی کو ملا جو اُس کا ہم خیال تھا اور اس زمانے میں مصلحتاً خاموش تھا۔ شبیب پہلے تو کچھ جھنجلایا لیکن عبدالرحمٰن نے جب نہروان میں خارجی دوستوں کے قتل ہونے کی بات شبیب کو یاد دلائی، تو شبیب اس کی مدد کرنے کے لیے تیار ہو گیا! انہی دنوں ابن ملجم کی نظر قبیلہ تمیم رباب کی ایک خوبصورت عورت پر پڑ گئی جو تاریخ میں قطام بنت شجنہ کے نام سے مشہور ہے۔ وہ ابن ملجم کو پسند آ گئی اور ساتھ ہی اُس کو پتہ چلا کہ اس عورت کا باپ اور بھائی نہروان میں مارے گئے تھے عبدالرحمٰن نے اُس عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا تو وہ کہنے لگی کہ حق مہر تین ہزار درہم باندھو اور امیر المومنین جناب علیؓ کو بھی ساتھ ہی شہید کرد ابن ملجم کہنے لگا کہ رقم تو اس کے پاس نہیں، البتہ وہ اس شہر میں آیا ہی جناب علیؓ کو شہید کرنے کی غرض سے ہے اور اس طرح ابن ملجم نے وعدہ کر لیا۔

Marfat.com

طبقات ابن سعد کے مطابق عبدالرحمٰن نے جس روز جناب امیر المومنین رضؓ کو شہید کیا اس شب لوگوں نے اس کو اشعث بن قیس کے ساتھ مسجد کے ایک کونے میں سرگوشیاں کرتے بھی دیکھا کچھ اور تاریخوں میں ایسی روایات بھی ہیں کہ ۱۷ رمضان صبح کو اشعث مسجد میں نماز پڑھنے نہ آیا اور نماز کے بعد اپنے بیٹے قیس کو بھیجا کہ مسجد سے کوئی خبر لائے تو قیس نے واپس جا کر باپ کو بتایا کہ عبدالرحمٰن بن ملجم نے جناب امیر المومنین رضؓ پر حملہ کیا اور اب وہ سخت زخمی ہیں۔ اشعث کے بارے ہم اس سے پہلے بھی بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ اب بات قارئین پر چھوڑتے ہیں۔ ہاں البتہ اس کا یہی بیٹا قیس سانحہ کربلا کے وقت یزید کی فوج میں تھا۔

ابن ملجم کا حملہ

ابن ملجم نے صبح نماز کے وقت جناب امیر المومنین رضؓ پر حملہ کر دیا اور آپؓ شدید زخمی ہوگئے آپ رضؓ نے اپنے بھانجے جعدہؓ بن ہبیرہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا آپ کی ماں اُم ہانی رضؓ تھیں جن کو حضور پاکؐ اپنی حقیقی بہن سمجھتے تھے اور آپؐ نے مکہ شریف کی فتح کے بعد ان تمام لوگوں کو بھی معاف کر دیا تھا جن کو اُم ہانی رضؓ نے امن دیا تھا بہرحال جناب علیؓ کو زخمی حالت میں اُٹھا کر گھر لایا گیا۔

جناب علی رضؓ کی وصیتیں

جناب امیر المومنین رضؓ نے متعدد وصیتیں کیں جن کی تفصیل میں ہم نہیں جا رہے دو تین البتہ بڑی اہم یہ ہیں:-

ا:- اگر میں جانبر نہ ہو سکا تو میرے قاتل کو ایک ہی وار سے ختم کرنا۔

ب:- میرے قاتل کے بغیر کسی اور کو نہ مارنا (اور یہی وجہ تھی کہ باقی سازش والے بچ گئے اور شاید اشعث بھی اسی وجہ سے بچ گیا۔)

ج:- میری شہادت کو بہانہ بنا کر اور لوگوں کی خونریزی کے لئے تلوار نہ اٹھانا۔ خاص کر میرا اشارہ بنو ہاشم اور زیادہ اپنے دادا عبدالمطلب کی اولاد کی طرف ہے کہ میرے خون کو قصاص کا مسئلہ نہ بنانا (یہ وصیت بڑی اہم ہے کہ جناب علیؓ کی وارث ساری امت ہے اور نہ کہ اُن کے دادا کی اولاد) ظاہر ہے کہ جناب امیر المومنین رضؓ کو معلوم تھا کہ اُن کی شہادت ایک سازش کا نتیجہ ہے اس

Marfat.com

سازش میں معلوم نہیں کون کون ملوث تھے اور یہ سازش اُسی سازش کا حصّہ تھی جس کے تحت جناب عمرؓ اور جناب عثمانؓ شہید کئے گئے غیروں کے ساتھ دنیاوی لالچ کے پیچھے اپنوں میں سے کون کون دانستہ یا غیر دانستہ طور پر اس میں شریک تھے یہ ایک کتاب کا مضمون ہے۔

جناب علیؓ بات کو آگے نہ بڑھانا چاہتے تھے اور آپؓ مسلمانوں میں خونریزی کو ختم کرنا چاہتے تھے اُن کو خلافت یا امارت کی بالکل چاہت نہ تھی لوگوں نے مجبور کیا اور حالات بہت بھیانک تھے اور مرکز کو سہارا دینے کے لئے اُنہوں نے خلافت قبول کرلی اور پھر مسلمانوں کے امیر کے لحاظ سے اُن پر فرض تھا کہ اس مرکز کو قائم کرنے کے لئے لڑائی اور جنگ سے کسی بھی فتنہ یا بغاوت کو فرد کرتے لیکن انہوں نے اِن جنگوں میں وہ طریقہ کار استعمال نہ کیا جو اللہ کے اس شیر نے کفّار کے ساتھ جنگوں میں استعمال کیا انہوں نے خون خرابہ سے بہت گریز کیا کہ ان پر یہ الزام عائد نہ ہو کہ اپنی امارت کے لئے لوگوں کو تہس نہس کر دیا اور جَو کی باسی روٹی پر گزارہ کرنیوالے کو امارت کا کوئی شوق نہ تھا۔

یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ مغربی مبصرین حیران ہیں کہ مسلمانوں نے جناب علیؓ جیسی عظیم شخصیت کی امارت کا فائدہ نہ اٹھایا ورنہ ساری دنیا ان کے قدموں کے نیچے ہوتی اور مسلمانوں نے اُلٹا ان کے راستے میں روڑے اٹکائے ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ حبِّ دنیا کیوجہ سے ہوا۔

بیٹوں کیلئے وصیّتیں

حضرت علیؓ نے تریسٹھ برس کی عمر میں وفات پائی اور اپنے تین بڑے بیٹوں امام حسنؓ، امام حسینؓ اور امام محمدؒ بن حنیفہ کو آپس میں اتفاق سے رہنے کی ہدایت کی باقی بچے چھوٹے تھے رُوایت ہے کہ سانحۂ کربلا کے علمدار جناب عباسؓ اس وقت تک بلوغت تک بھی نہ پہنچے تھے اور باقی اولاد شاید ان سے بھی چھوٹی تھی اِن سب باتوں کا ذکر ساتویں باب میں ہے۔

طبری کے مطابق جناب جندبؓ بن عبداللہؓ نے امیر المومنین جناب علیؓ سے دریافت کیا کہ اگر آپؓ ہم سے جدا ہو جائیں تو کیا ہم امام حسنؓ کی بیعت کریں، آپؓ نے فرمایا" نہ میں ایسا حکم دیتا ہوں اور نہ اس سے منع کرتا ہوں آپ لوگ خود سمجھدار ہیں" بعض راویوں کے مطابق آگے یہ بھی فرمایا کہ یہ فیصلہ مجلس شوریٰ کرے گی لیکن اس بات کو مخالفین نے غلط رنگ بھی دیا کہ دبی زبان میں

Marfat.com

جناب علیؓ نے امام حسنؓ کو خلافت کے لئے نامزد کردیا تھا کہ" کہا تھا میں اس سے منع نہیں کرتا" امیر معاویہؓ نے اِسی وجہ سے یزید کو خلافت کا وارث بھی قرار دے دیا۔ لیکن نعوذ باللہ کہاں نواسۂ سرکارِ دو عالمؐ جناب امام حسنؓ۔ اور کہاں یزید۔

صحیح روایات

صحیح روایات کے مطابق جناب علیؓ نے امام حسنؓ کے ساتھ تخلیہ میں بھی باتیں کیں لیکن جو باتیں کھلم کھلا کیں اُن میں سے کچھ اس طرح تھیں " بیٹا! دنیا کی امارت سے اپنے دامن کو داغدار نہیں کرنا اور جب کسی داغداری یا خرابی کا پتہ چلے تو اُس کو پرانے کپڑے کی طرح پھینک دینا"

یہ بھی روایت ہے کہ جناب علیؓ نے امام حسنؓ کو آنے والے واقعات سے بھی کچھ آگاہ کیا یہ جناب علیؓ کا جائزہ بھی ہو سکتا ہے کہ مومن کی فراست کے بارے حضور پاکؐ نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ بہرحال یہاں عقلی گھوڑے دوڑانے والے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جناب علیؓ نے یہ فراست اپنے لئے کیوں نہ استعمال کی، تو ہم اس سلسلہ میں پچھلے ابواب میں بھرپور تبصرہ کر چکے ہیں کہ وہ مرکز کو سہارا دینے کے لئے مجبور تھے اور اصولوں پر سب کچھ قربان کرنے کو تیار تھے۔ امام حسنؓ کی اپنی شان ہے اور یہاں پر ہم آپ کی اُس تقریر کا متن دے رہے ہیں۔ جو آپؓ نے جناب علیؓ کا جنازہ پڑھنے کے بعد کی۔ یہ تقریر دریا کو کوزے میں بند کر دیتی ہے۔ الفاظ یہ ہیں:-

" اے لوگو! کل ایک ایسا شخص تم سے جدا ہو گیا کہ نہ اولین اس سے آگے بڑھے۔ اور نہ آخرین اسے پائیں گے۔ حضور پاکؐ اسے میدانِ جنگ میں بھیجتے تھے اور اسے جھنڈا دیتے تھے۔ وہ اس وقت تک واپس نہیں آتا تھا۔ تا وقتیکہ اللہ تعالیٰ اسے فتح نہیں دے دیتا تھا۔ حضرت جبرئیلؑ اس کی داہنی طرف رہتے تھے اور حضرت میکائیلؑ اس کی بائیں طرف۔ اس نے نہ چاندی چھوڑی نہ سونا۔ سوائے سات سو درہم کے، جو اس کی عطا سے بچ گئے۔ اور جس سے اس کا ارادہ خادم خریدنے کا تھا۔ آپؓ کو اسی روز اٹھایا گیا، جس روز جناب عیسیٰؑ ابن مریمؑ کی روح کو معراج ہوئی۔ یعنی رمضان کی سترھویں شب۔"

Marfat.com

تبصرہ

قارئین! یہ ترجمہ ہم نے تحت اللفظ کے اصول پر لکھا ہے۔ کہ اُردو الفاظ عربی صرف ونحو کی طرز پر ہیں۔ جناب علیؓ کی وفات کے بعد ایک زمانہ آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ حضور پاکؐ کی وفات سے ایک زمانہ آنکھوں سے اوجھل ضرور ہوا۔ لیکن وہ کارواں چلتا رہا، جس کو حضور پاکؐ صراط مستقیم پر اپنے سامنے لگا گئے تھے۔ اب اس کارواں کے چوتھے اور آخری سردار بھی گئے۔ حضور پاکؐ نے فرمایا تھا کہ میں ٹوٹے ہوئے زمانے کو تسلسل دینے کے لئے مبعوث ہوا۔ ٹوٹے ہوئے زمانے کو تسلسل تو مل گیا۔ اور کارواں تو اب بھی چل رہا ہے۔ لیکن اس کارواں کو جو شان پہلے چند سالوں میں نصیب ہوئی اس کا تصوّر کرنا بھی مشکل ہے۔ ہاں! کبھی کبھی اس شان کی دھندلی سی جھلک ضرور ملتی ہے۔ لیکن نہ وہ خوش نصیب دَور واپس آیا اور نہ غبارِ راہ کو وادئ سینا کا سا فروغ حاصل ہوا۔ آپؐ کے سب رفقاء چلتے پھرتے اسلام تھے اور جو کچھ اِن رفقاء کے حکموں کے تحت ہوا، وہ سب قرآنِ پاک اور حدیثِ نبویؐ کے مطابق تھا۔

روایت ہے کہ امام محمّد باقرؒ نے امام اعظمؒ کو مخاطب کر کے فرمایا "کہ سنو! مجھے خبر ملی ہے کہ تو میرے نانا کے دین میں قیاس کو ترجیح دیتا ہے"۔ امام اعظمؒ نے امام محمد باقرؒ کو مسند پر بٹھا دیا اور خود دو زانو ہو کر ان کے سامنے بیٹھ گئے اور گزارش کی۔ "کہ جناب اگر میں قیاس سے کام لیتا تو عورت کمزور ہے، اس کے حصّہ کو مرد سے زیادہ کر دیتا۔ عورت کی ناپاکی کی حالت میں روزہ کی قضا کے بجائے نماز کی قضا کا حکم دیتا کہ نماز، روزہ سے افضل ہے۔ جنابت کے بعد غسل کی بجائے پیشاب کرنے کے بعد غسل کا حکم دیتا، کہ پیشاب، منی کی نسبت زیادہ ناپاک ہے۔ میں تو احکام قرآنِ پاک اور آپ کے نانا کی سنّت کے مطابق دیتا ہوں۔ اور وہ چیز نقل کرنے کا حکم دیتا ہوں جو جناب صدیق اکبرؓ عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ اور علی المرتضٰےؓ ان احکاموں کے تحت کر گئے ہیں۔

جناب امام باقرؒ، مسند سے اٹھے اور امام اعظمؒ کو گلے لگا لیا۔ اور قارئین، اُن

Marfat.com

کے ہاں تو کوئی اختلاف نہ تھا۔ اور شک کی صورت میں بات چیت کر لیتے تھے۔ اور یہ تھا عملی اسلام، جس پر خلفائے راشدینؓ نے خود عمل کیا اور دوسروں کو عمل کرنے کا حکم دیا۔ اور پہلے سو سالوں میں بھی عقائد کے کوئی اختلافات نہ تھے۔ ہم نے اپنے آپ کو خلفائے راشدینؓ کے زمانے یا ان کی حکمتِ عملیوں کے ثمرات تک محدود کر کے آپ کے سامنے اس معطر باغ سے خوشبو پیش کر دی ہے اور ساتھ گزارش کی ہے کہ جناب علیؓ کی وفات کے بعد ایک زمانہ آنکھوں سے اوجھل ہو گیا:

دیگر خارجی

عبدالرحمٰن بن ملجم، حضرت علیؓ پر حملہ کرنے میں اکیلا نہ تھا۔ اس کے ایک ساتھی شبیب کا ذکر کیا جا چکا ہے، کہ وہ بھی ساتھ تھا لیکن وہ بھاگ گیا۔ اس کو ایک شخص ابن حضرمی نے پکڑ لیا اور تلوار بھی چھین لی۔ لیکن ابن حضرمی ڈر گیا کہ لوگ اس کو قاتلوں میں شمار نہ کر دیں۔ اس لئے اس نے شبیب کو چھوڑ دیا۔ تیسرا آدمی وردان تھا، جو ابن ملجم کو اس کی معشوقہ قطام بنت شجنہ نے دیا، کہ یہ اُس کے خاندان کا آدمی تھا۔ وردان بھی بھاگ گیا۔ لیکن جن لوگوں کے پاس جا کر پناہ لی، وہ بھی گو خارجی تھے۔ لیکن ڈر گئے کہ وردان ان کو بھی پکڑوا دے گا۔ اس لئے انہوں نے اُس کو قتل کر دیا۔

عبدالرحمٰن بن ملجم کے دوسرے دو ساتھی جن کے ساتھ مکہ مکرمہ میں عہد و پیمان ہوئے تھے وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے ابرک بن عبداللہ نے امیر معاویہؓ پر حملہ کیا وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا اتفاق سے زخم کاری نہ تھا اور امیر معاویہؓ بچ گئے لیکن امیر معاویہؓ کا زخم اتنا شدید تھا کہ اُس کے بعد امیر معاویہؓ کے ہاں کوئی اولاد نہ ہو سکی اور اطبا نے یہ چیز پہلے ہی بتا دی تھی بہر حال امیر معاویہؓ نے ابرک کو قتل کرا دیا۔

تیسرے سازشی عمرو بن بکیر نے جناب عمروؓ بن عاصؓ پر حملہ کرنا تھا لیکن جناب عمروؓ اُس دن بیمار تھے نماز پڑھانے نہ آئے اُن کی جگہ اُن کے ایک فوجی افسر خارجہ بن ابی حبیبہ نے نماز پڑھائی عمرو بن بکیر کو پتہ چلا کہ عمروؓ بن عاصؓ بچ گئے ہیں تو اُس نے بڑا افسوس کیا کہ ہائے اس نے جناب عمروؓ بن عاص

Marfat.com

کو شہید کرنا تھا چنانچہ اس وجہ سے جناب عمروؓ بن عاص کو پوری کہانی پتہ چل گئی اور انہوں نے عمرو بن بکیر کو قتل کرا دیا۔

تبصرہ

قارئین! تھوڑی دیر کے لئے رک جائیں مشیتِ ایزدی کے کام نرالے ہوتے ہیں تینوں خارجی اپنے مقصد کو ہر حالت میں حاصل کرنے کے لئے نہ صرف تیار تھے بلکہ عملی طور پر انہوں نے اپنے عہد و پیمان کو نبھایا لیکن اللہ کی قدرت دیکھیں کہ وار صرف امت کے درخشاں ستارہ پر کامیاب ہوا۔

امیر معاویہؓ اس کے بعد تقریباً بیس سال زندہ رہے اور ان کے زمانے کے حالات پر مختصر تبصرہ اگلے باب میں موجود ہے۔ جناب عمروؓ بن عاص کو مصر کی حکومت جناب علیؓ کے زمانے میں ہی مل گئی۔ اور جناب معاویہؓ کے خلیفہ بننے کے بعد پکی ہو گئی۔ عمروؓ بن عاص، جناب فاروق اعظمؓ سے بھی عمر میں چند سال بڑے تھے کہ کہتے تھے کہ ان کو یاد ہے کہ مکہ کی گلیوں میں شور اٹھا کہ خطاب کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے۔ بہرحال جناب عمروؓ بن عاص جلالِ مصطفےٰؐ اور اس سلسلہ کی چاروں کتابوں میں ہمارے ساتھ رہے۔ اور صحابہ کرامؓ میں سے کسی اور کو اتنے واقعات یا حالات سے نہ گزرنا پڑا جتنے سے جناب عمروؓ بن عاص گزرے۔ آپ جناب معاویہؓ کی خلافت کے تیسرے سال ہی میں وفات پا گئے۔ لیکن افریقہ کے حالات کو استحکام دے گئے۔ آپ از خود ایک کتاب کا مضمون ہیں۔ اور آپ نے اسلام کی جو خدمت کی وہ سنہری الفاظ میں لکھی جانے کے قابل ہے۔ لیکن منصف کے طور پر جو کچھ آپ نے کیا، اس پر بھی کوئی پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔ بہرحال وہ دوستوں کے بڑے وفادار دوست تھے اور ان کا کہنا تھا، کہ انہوں نے کبھی کسی آدمی سے دھوکا نہیں کھایا۔ وہ فوجی معاملات، اور سیاست کے علاوہ علم الکلام کے بھی ماہر تھے۔ وہ شاعر بھی تھے۔ بسترِ مرگ پر تمام دوستوں اور خادموں کو بلایا۔ اور کہنے لگے کہ تم لوگ میری خدمت کا بڑا وعدہ کرتے تھے۔ اب مجھے موت سے بچاؤ پھر مسکرا کر کہنے لگے کہ نہیں۔ مجھے کوئی نہیں بچا سکتا۔ میں تمہارے سامنے اپنی لغزشوں پر افسوس کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد، اپنی تمامتر کہانی مختصر لفظوں میں دہرائی۔ اور

Marfat.com

کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہوں۔ ورنہ بخشش کی کوئی امید نہیں۔ البتہ ایک بات ہے کہ اسلام لے آنے کے بعد حضور پاک کے سامنے اُن کے جلال و جمال کی وجہ سے میری آنکھیں اس طرح جھکی رہتی تھیں کہ میں آپؐ کا حلیہ مبارک بھی بیان نہیں کر سکتا۔ اور چونکہ میں نے اپنا ہاتھ ان کے مبارک ہاتھ میں دیا، اس لئے شائد ان کی شفاعت ہو جائے اور یہی میری بخشش کی وجہ بن جائے۔

قارئین! اِس اصول اور سبق کو یاد رکھنا کہ حضور پاکؐ کی غلامی ہی سب کچھ ہے۔

جنابِ علیؓ کا دفن

جناب علی کرم اللہ وجہہ کو پوشیدگی میں دفن کیا گیا خطرہ یہ تھا کہ خارجیوں کو اگر جناب امیر المومنینؓ کی آخری آرام گاہ کا پتہ چل گیا تو جب کبھی اُن کو موقع مل گیا تو وہ جسد مبارک کی بے عزتی کریں گے قبر کی جگہ جناب علیؓ کے چند قریبی رشتہ داروں کو پتہ تھی اور سو سال بعد آپ کی قبر کی نشاندہی کی گئی روایت ہے کہ آپؓ امام حسنؓ کو اس سلسلہ میں خود ہدایت دے گئے تھے بہر حال یہ مقام نجف اشرف میں ہے اور آج خلائق کا جم غفیر وہاں ہر موسم میں حاضری دیتا ہے خاص کر سترہ رمضان کو لاکھوں زائرین وہاں حاضری دیتے ہیں۔

امام حسنؓ کی خلافت

جنابِ علیؓ کی وفات کے بعد آپؓ کی مجلسِ مشاورت نے امام حسنؓ کو خلیفہ منتخب کیا اور جناب قیسؓ بن سعدؓ نے سب سے پہلے بیعت کی اور پھر سب مسلمانوں نے بیعت کی۔ اس کے بعد امیر المومنین جناب حسنؓ کے سامنے قاتل ابن ملجم کو پیش کیا گیا اور اس نے اپنا گناہ تسلیم کیا۔ اصل میں وہ یہ گناہ جناب علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے بھی تسلیم کر چکا تھا اور بار بار کہتا تھا کہ شائد امیر معاویہؓ بچ گئے ہوں گے اور اُس کو چھوڑ دیا جائے کہ وہ امیر معاویہؓ کا معاملہ بھی ختم کرنا چاہتا ہے۔ بہر حال ابن ملجم کی ایسی کوئی بات نہ سنی گئی اور امیر المومنین جناب امام حسنؓ نے ابن ملجم کے قتل کا حکم دیا۔

Marfat.com

طبقات ابن سعد میں یہ روایت بھی ہے کہ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ ابن ملجم کو زندہ جلا دیا جائے۔ لیکن امام حسینؓ، امام محمدؒ بن حنیفہ اور عبداللہؓ بن جعفر طیارؓ نے کہا کہ نہیں۔ وہ اپنا دل ٹھنڈا کرنا چاہتے ہیں۔ اور وہ اس کو ایذا دے کر قتل کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے پہلے اُس کے پاؤں کاٹے، مگر اس نے کوئی فریاد نہ کی، ہاتھ کاٹے، آنکھوں میں سلائی پھیری، وہ خاموش تھا، لیکن جب زبان کاٹنے لگے، تو چیخ اُٹھا کہ اس کی زبان نہ کاٹی جائے، کہ وہ آخری وقت تک اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رکھنا چاہتا ہے۔

تبصرہ

ہمیں اس روایت پر بالکل یقین نہیں آتا۔ جناب علی کرم اللہ وجہ، حکم دے گئے تھے، کہ اگر وہ نہ بچ سکے تو ابنِ ملجم کو ایک ہی ضرب سے قتل کرنا۔ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے، کہ جناب علیؓ کی شہادت کے بعد ان کی وصیّت پر عمل نہ کیا جاتا۔ پس تاریخ کے بامقصد مطالعہ کے بعد اس جیسی اضافی باتوں کو تاریخ سے نکال دینا چاہیئے۔ ان سب میں ایک سوچی اور سمجھی ہوئی شرارت ہے۔ جو بنو امیہ کے زمانے میں خوب پھلی پھولی۔ اس میں ایک طرف جناب امام حسینؓ پر حرف لانا مقصود تھا، کہ جناب علیؓ کی شہادت کو ذاتی معاملہ بنا کر ابن ملجم کو کس طرح ایذا پہنچائی گئی۔ لیکن ایسی کہانیوں میں خارجیوں کے "کردار" کو بھی کچھ عجیب رنگ میں پیش کیا جاتا ہے، کہ وہ اپنے اصولوں کے بڑے پکّے تھے اور آخری وقت تک اپنے اللہ کو یاد کرتے رہتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ وہ خارجی جنہوں نے جناب عبداللہؓ بن خباب اور ان کی زوجۂ محترمہ کو شہید کیا، ان کے بارے عجیب وغریب افسانے گھڑ لئے گئے ہیں کہ وہ بڑے دیانتدار اور اصول پسند تھے وغیرہ۔ ویسے اکثر اہلِ قلم اور قصّہ نویسوں کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ جب کوئی آدمی زیادہ برائی کی طرف راغب ہو جائے۔ تو یہ لوگ کہیں سے اس کے کچھ اچھے اصول بھی ڈھونڈ نکالتے ہیں۔ قارئین نے اکثر چوروں اور ڈاکوؤں کی کہانیاں پڑھی ہوں گی۔ اہل قلم ان کے چور اور ڈاکو بننے کی ساری ذمہ داری معاشرہ پر ڈال دیتے ہیں۔ اور باقی کسر ان ڈاکوؤں کو اصول پرست

Marfat.com

پیش کر کے نکال لی جاتی ہے۔

اس لئے، ہم اس غلط روی کو ابن ملجم کی مثال سے ہی بھانپ سکتے ہیں۔ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ فرما گئے تھے کہ وہ دنیا کا بدبخت ترین آدمی ہے۔ تو کیا ایسے آدمی کی زبان پر آخری وقت اللہ کا ذکر جاری ہو سکتا ہے؟ ہاں شائد وہ اپنی محبوبہ قطام بنت شجنہ کو یاد کر رہا ہوگا۔ دراصل تمام خارجیوں کا یہی حال تھا۔ کہ وہ آزاد فکر تھے۔ ان کا کوئی اصول نہ تھا۔ انہوں نے گروہ اس لئے بنا لئے تھے، کہ ان میں منفی باتوں پر اتحاد تھا۔ خارجیوں نے اسلام کا بڑا نقصان کیا۔ انہوں نے فضول بحث کی بنیاد رکھی اور ایسی فضول بحث کی وجہ سے، اسلام میں معتزلہ آئے۔ انہوں نے یونانی فلسفہ پڑھا اور اسلام میں قضا و قدر۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات یا قرآن پاک کے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے پر ایسے فضول بحث اور مباحثے کئے، جنہوں نے اُمت کو مختلف عقائدی گروہوں میں بانٹ دیا۔ ہمارے ہاں اس زمانے میں کچھ دانش ور خارجیوں کی کہیں سے اچھی باتیں نکال لاتے ہیں، اور ان کے اصولوں کی تعریف کرتے ہیں۔ یہ بڑا افسوسناک رویہ ہے۔ حضور پاکؐ نے فرما دیا کہ یہ لوگ امت سے اس طرح نکل گئے، جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ اور جنگِ نہروان میں لوتے کی لاش نے خارجیوں کے گمراہ ہونے پر مہر ثبت کر دی۔ اس لئے اس "مردہ" کو اب دفن ہی رہنے دیا جائے۔ کہ اس سلسلہ میں مزید تحقیق ہمیں اور گمراہ کرے گی۔

امام حسنؓ اور خلافت

امام حسنؓ کو خلافت میں کوئی زیادہ دلچسپی نہ تھی۔ پہلے بیان ہو چکا ہے، کہ امام حسنؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہ کو بھی رائے دی تھی کہ خلافت کے جھنجھٹ میں نہیں پڑنا چاہیئے۔ بہر حال اس زمانے میں جناب علیؓ نے امام حسنؓ کو سمجھایا کہ مجبوری والی بات ہے کہ اسلام کے مرکز کو سہارا دینے کی ضرورت تھی اور کوئی آگے نہ بڑھ رہا تھا۔ چنانچہ معلوم ہوتا ہے، کہ جناب علیؓ نے امام حسنؓ کے ساتھ جو الگ بات کی تھی، اس میں ضرور مشورہ دے گئے ہوں گے کہ، خلافت

Marfat.com

کو خالی سہارا دیا۔ اب خلافت والا معاملہ ختم ہے۔ اب امارت کا زمانہ آنے والا ہے۔

جناب علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی وفات سے پہلے چالیس ہزار کا لشکر تیار کیا تھا کہ وہ شام کی طرف کوچ کا ارادہ رکھتے تھے۔ اس لئے کہ مسلمانوں میں امیر صرف ایک ہی ہو سکتا ہے اور اس کا فیصلہ ہو جائے۔ آپؓ نے جناب قیسؓ بن سعدؓ کو اسی وجہ سے ملایا ہوا تھا۔ وہ جزیرہ کے علاقوں کے عامل تھے۔ کہ اس علاقہ میں امیر معاویہؓ کی حربی کارروائیوں کی روک تھام کر رہے تھے۔ جناب قیسؓ بن سعدؓ فوجی اور سیاسی لحاظ سے امیر معاویہؓ اور عمروؓ بن عاص کے پایہ کی شخصیت تھے۔ اور اب امام حسنؓ کی بیعت کے بعد وہ جلد جزیرہ واپس لوٹ گئے کہ امیر معاویہؓ کو کسی جارحانہ کارروائی کا موقع نہ مل سکے۔

البتہ کوفہ میں کسی شر پسند نے یہ خبر اڑا دی کہ اشتر کی طرح جناب قیسؓ بن سعدؓ کو بھی زہر دے کر شہید کر دیا گیا ہے۔ کسی نے افواہ کو اور بڑھایا کہ امیر معاویہؓ ایک لشکرِ جرار کے ساتھ کوفہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ ایسی خبریں سننے کے بعد امام حسنؓ کے لشکر سے کئی آدمی بھاگنے شروع ہو گئے اور بعض نے جاتے وقت امام حسنؓ کے خیمہ سے کچھ سامان بھی لوٹ لیا۔ حضور پاکؐ فرما گئے تھے کہ خلافتِ راشدہ تیس سال رہے گی وہ مدت پوری ہونے والی تھی۔ امام حسنؓ نے از خود امیر معاویہؓ کو لکھ دیا تھا کہ کچھ شرائط کے تحت وہ خلافت سے دستبردار ہونا چاہتے ہیں۔ اس سے پہلے امیر معاویہؓ ایک سادہ کاغذ پر دستخط کر کے بھیج چکے تھے کہ جو شرائط آپ لکھنا چاہتے ہیں اس کاغذ پر لکھ لیں، اُن کو منظور ہیں۔ آگے مختلف روایات ہیں، کہ بعد میں امیر معاویہؓ اپنی بات پر قائم نہ رہے۔ اور ایسی روایات بھی ہیں کہ امام حسنؓ نے امام حسینؓ یا عبداللہؓ بن جعفرؓ وغیرہ کسی سے صلاح نہ کی تھی کہ وہ خلافت سے دستبردار ہو رہے ہیں۔ اور امام حسینؓ نے یہ بات پسند نہ کی۔

تبصرہ

یہ سب کہانیاں بنو امیہ یا فتنہ والوں نے گھڑی ہیں کہ امام حسینؓ کو خلافت کی چاہت تھی۔ جناب علیؓ اور ان کی اولاد اِس چیز سے بلند تھے اور جناب علیؓ کے بیٹوں میں

Marfat.com

کبھی کوئی اختلاف نہ ہوتا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو کربلا میں سب اپنی جان کا نذرانہ اس طرح پیش نہ کرتے، جس کا ذکر ساتویں باب میں ہے۔ سیدھی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، حضور پاکؐ کے نواسوں یا ساری اولادِ علیؓ کے دامن کو کسی غلط قسم کی امارت کی سیاہی سے داغدار نہ کرنا چاہتا تھا۔ اگر امارت اس گھرانے میں چلی جاتی تو شاید کسی سے غلطی ہوتی تو خواہ مخواہ لوگ انگلی اٹھاتے کہ اولادِ رسولؐ سے ایسا ہو گیا۔ چنانچہ اگلے باب میں ہم امام حسنؓ کی خلافت سے دستبرداری اور اس کے اثرات کی تفصیل میں جائیں گے۔

امام حسنؓ اور کثرتِ ازواج

بنو امیہ نے ایک اور شوشہ بھی چھوڑا کہ امام حسنؓ خلافت کر بھی نہ سکتے تھے، کہ ان کو زیادہ دلچسپی عورتوں سے تھی، کہ متعدد شادیاں کیں۔ ہم پہلی کتاب میں جناب مغیرہ بن شعبہؓ کے سلسلہ میں کثرتِ ازواج کا ذکر کر چکے ہیں اور امام حسنؓ کے سلسلہ میں وعدہ کیا تھا کہ اس پہلو کی چوتھی کتاب میں وضاحت کریں گے

اس میں شک نہیں کہ امام حسنؓ نے عام لوگوں کی نسبت زیادہ شادیاں ضرور کیں، اور عام لوگوں کی نسبت زیادہ عورتوں کو طلاق دی۔ اسلام دینِ فطرت ہے اور اس کی ہر پہلو کی کھل کر وضاحت کرنی چاہیئے۔ اول یہ بات کہ امام حسنؓ نے جو کچھ کیا، شریعت کے لحاظ سے کوئی غلطی نہ کی۔ وہ چار عورتوں کی حد سے نہ بڑھے۔ اسلام انسانوں کی طرح مرد اور عورت کے درمیان قانونی رشتہ "نکاح کا قائل ہے۔ اور جانوروں کی طرح غلط روی کو روکتا ہے۔ پھر امام حسنؓ کا اپنا ایک جمال تھا اور آپؓ حضور پاکؐ کے کافی مشابہ تھے۔ آپؓ کو شادی کے بہت پیغام آتے تھے۔ بلکہ کئی دفعہ ایسے پیغام بھی آئے کہ میعادی شادی کر لی جائے۔ کچھ عورتوں کا عقیدہ تھا کہ امام حسنؓ کی زوجہ محترمہ بننے کے بعد اُن کی بخشش ہو جائے گی اور اس میں کوئی غلط بات نہ تھی کہ یہ عورتیں حضور پاکؐ کے ساتھ محبت کی وجہ سے ایسا کرنا چاہتی تھیں۔

Marfat.com

یہ بات عام ہے، کہ امام حسنؓ سے طلاق لینے کے بعد ان کی سابقہ کئی عورتیں ان کی اتنی ہی عزت کرتی تھیں، جتنی، اُس وقت کرتی تھیں جب آپ امام حسنؓ کے گھر میں ہوتی تھیں۔ تو امید واثق ہے کہ اب امام حسنؓ کی کثرتِ ازواج والی بات کی وجہ سمجھ میں آجائے گی۔

حضور پاکؐ کی ذاتی مثال

اس سلسلہ کی کتابوں میں ہم نے جناب خالدؓ کی شادیوں یا بیوہ سے شادی کے سلسلہ میں کھل کر بحث کی ہے کہ حضور پاکؐ نے خود جنگوں کے بعد شادیاں کیں۔ لیکن غیروں کے الزامات سے متاثر ہو کر ہم حضور پاکؐ کے سلسلہ میں بھی خواہ مخواہ تذبذب میں پڑ جاتے ہیں اور حضور پاکؐ کی بعض حدیثوں کو کھل کر بیان کرتے وقت کچھ شرماتے ہیں۔ مثال کے طور پر حضور پاکؐ کی ایک حدیث ہے یا واقعہ ہے کہ آپؐ نے اپنی ازواج مطہرات، خوشبو اور نماز سے محبّت کی۔

اب حضور پاکؐ کی اپنی ازواج مطہرات سے محبّت نے عورت کی شان کو چار چاند لگا دیئے کہ عورت دنیا کی حسین ترین چیز ہے، اور اسلام کے لحاظ سے عورت کی خوبصورتی اس کے شرم وحیا اور شرم وحیا کے تحت ہر ادا میں ہے اور حضور پاکؐ نے اپنی ازواج سے محبّت کر کے امّت کے لئے ایک پاکیزہ راستے کی نشاندہی کی۔ دراصل یہ واقعہ ایسا تھا کہ حضور پاکؐ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں تشریف لے گئے۔ اُس وقت تک جناب فاطمۃ الزہراؓ کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ اور آپؓ بھی جناب عائشہؓ کے ساتھ رہتی تھیں۔ آپؓ اس وقت نماز پڑھ رہی تھیں۔ جناب عائشہؓ نے حضور پاکؐ کو عطر یا خوشبو پیش کی۔ تو حضور پاکؐ نے فرمایا "میری تین محبوب ترین چیزیں یہاں موجود ہیں" یعنی اوّل جناب عائشہؓ جو آپؐ کی زوجہ محترمہ تھیں اور آپؐ کو محبوب تھیں۔ دوم خوشبو جو جناب عائشہؓ نے انہیں پیش کی۔ اور سوم آپؐ کی بیٹی فاطمۃ الزہراؓ جو

Marfat.com

آپؐ کو بہت محبوب تھیں۔ وہ چونکہ نماز بھی پڑھ رہی تھیں۔ تو حضورِ پاکؐ نے فرمایا:
"نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے"

چنانچہ ہمارے محدّثین نے حضور پاکؐ کی جن تین محبوب چیزوں کا ذکر کیا ہے کہ عورت، نماز اور خوشبو حضورِ پاکؐ کو محبوب تھیں تو اس کے ساتھ یہ واقعہ بھی ہے لیکن ہماری مصیبت یہ ہے، کہ ہمارے لوگ حضور پاکؐ کی اپنی ازواج مطہرات سے محبّت کی بات کرتے وقت شرما جاتے ہیں، اور بڑے عجیب وغریب بیان دیتے ہیں، کہ حضور پاکؐ نے صرف ایک کنواری عورت سے شادی کی۔ باقی شادیاں دلجوئی کے لئے کیں، ضرورت کے تحت کیں اور کچھ غیروں کی اس بات پر بھی ہم چُپ کر جاتے ہیں کہ اِن شادیوں میں کچھ سیاست تھی اور لوگوں کو ساتھ ملانے کے لئے یہ شادیاں کیں وغیرہ۔ اگر یہ بات صحیح ہوتی، تو حضور پاکؐ انصار میں بھی شادیاں کرتے، کہ حضور پاکؐ کی سب سے زیادہ مدد انصار نے کی۔ اور حضور پاکؐ کو ایسی مدد کی ضرورت تھی۔

رشتوں سے تعلق سونے پر سہاگہ ضرور ہے۔ لیکن اسلام میں اصلی بات اللہ اور رسولؐ والا رشتہ ہے۔ ورنہ ہم تیسری کتاب میں حضرت عثمانؓ کے سلسلہ میں اور اس کتاب میں جنگِ جمل میں رشتہ داری والی بات کا بھرپور بیان کر چکے ہیں کہ رشتے ہر جگہ بہت گہرے تھے۔ لیکن وہاں اصول حُبّ لِلّٰہ اور بغض لِلّٰہ تھا۔ اور حضور پاکؐ کی شادیوں میں چند خوش قسمت عورتوں کو یہ شرف حاصل ہوا، کہ وہ اللہ کے حبیبؐ کی زوجہ محترمہ بنیں۔ اور آج امہات المومنینؓ یعنی اُمّت کی مائیں کہلاتی ہیں حضور پاکؐ نے عورت کی ذات کو یہ شرف بخشا۔ اور اُس کو محبّت کے ذریعہ سے، وہ مقام عطا فرمایا، جس کی وہ ازل سے حق دار تھی۔ لیکن جاہلیت یا باطل والوں نے عورت کو صرف دنیا اور کھلونا سمجھ رکھا تھا۔ بے شک عورت، دنیا کا دوسرا نام ہے، اور وہ دنیا کی حسین ترین چیز ہے اور ہر عورت حسین ہے۔ لیکن اسلام نے اس حسن کو شرم وحیا عزت، غیرت اور اصولوں کے ساتھ وابستہ کر دیا۔ ازدواجی رشتہ کو قانونی حیثیت

Marfat.com

دی۔ لونڈیوں یا ام ولد کو وہ عزت بخشی کہ اولاد ہو جانے کے بعد ان کو بھی وہی برابری حاصل ہو گئی۔ اور آہستہ آہستہ کنیزوں یا لونڈیوں والا معاملہ خود بخود ختم ہو گیا بہرحال اسلام کسی کثرتِ ازدواج کے اصول کو اپنانے کے لئے کوئی زور نہیں دیتا۔ حضور پاکؐ کی مثال عطا اور شرف کے طور پر دی گئی کہ عورت کو مقام مل گیا۔ امام حسنؓ چونکہ حضور پاکؐ کے ہم شکل تھے، تو عورتوں نے ان کے ساتھ شادی کرنا ایک سعادت سمجھی۔ لیکن اس سے کثرتِ ازواج کی نہ حوصلہ افزائی ہوئی اور نہ راہ نکلی، کہ اسلام ازواج میں برابری اور انصاف کا علمبردار ہے۔ اور حکم یہ ہے کہ اگر انصاف یا برابری نہ کر سکو تو دوسری شادی بھی نہ کرو۔

خلافتِ راشدہ یا نظامِ مصطفےٰؐ

عملی طور پر خلافتِ راشدہ کا یہ آخری باب ہے۔ کہ اگلے باب میں ہم سنۃ الجماعت اور خلافتِ راشدہ کے زمانے کی حکمتِ عملی کے عطیات اور ثمرات کا سرسری ذکر کریں گے۔ ہمارے ہاں آج نظامِ اسلام، قانونِ مصطفےٰؐ، نظامِ مصطفےٰؐ اور خلافتِ راشدہ کی تلمیحات اور اصطلاحات اکثر زیرِ بحث رہتی ہیں کہ چودہ سو سال کے بعد اسلام کے نام پر جو ملک بنایا گیا اس میں کیا طریقہ کار رائج کیا جائے۔ نظامِ مصطفےٰؐ یا قانونِ مصطفےٰؐ وسیع تر معنوں میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ کہ قانون بنیادی چیز ہے اور یہ قانون اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک کے ذریعہ سے نازل کیا۔ حضور پاکؐ نے اپنی سنّت کے ذریعہ سے اس پر عمل کیا اور عمل کروایا۔ چنانچہ سب طریقِ کار کو اگر نظامِ مصطفےٰؐ کہہ لیں تو بھی صحیح ہے خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں یہی نظام جاری و ساری رہا۔ اس کے بعد امیر معاویہؓ کا زمانہ آتا ہے، اُس کو کیا نام دیں، یہ بحث بڑی لمبی ہو جائے گی۔ لیکن ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا، کہ اس زمانے میں نظامِ مصطفےٰؐ کسی نہ کسی طرح جاری و ساری رہا۔ بلکہ جناب عمرؒ بن عبدالعزیز کے زمانے میں نظامِ مصطفےٰؐ اُس شان سے جاری رہا، کہ

Marfat.com

لوگوں نے اس زمانے کو خلافتِ راشدہ کا حصہ قرار دے دیا۔ اس کے بعد چودہ سو سال میں سینکڑوں حکمران ایسے آئے جن کی حکومت میں نظامِ مصطفےٰ کے جاری رہنے کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ اور ہم تاریخ کے اس بامقصد مطالعہ میں یہی مدعا ذہن میں لئے ہوتے ہیں، کہ ہم اپنے لئے تاریخ میں سے ایسے نشانِ راہ تلاش کریں۔

چنانچہ خلفائے راشدینؓ کا زمانہ واپس نہیں آسکتا۔ اور تلمیحات کے چکر میں پڑنے کی بجائے ہمیں خلفائے راشدینؓ کے نزدیک ترین زمانے میں کچھ نہ کچھ نشانِ راہ مل جائے گا، کہ وہی حکمتِ عملی جاری تو رہے۔ اس لئے اگلا باب ان نشانات کا سرسری ذکر ہے۔

نتائج و اسباق

۱۔ یہ دونوں ابواب کئی لحاظ سے بڑے اہم ہیں، کہ حضرت علیؓ کی شہادت کے ساتھ ایک زمانہ ہر لحاظ سے اوجھل ہو گیا۔ حضور پاکؐ کے صحابہ کرامؓ میں سے بھی مشہور ہستیاں وفات پا چکی تھیں۔ اب چند صحابہ کرامؓ باقی رہ گئے۔ اور زیادہ تر عظیم صحابہ کرامؓ کے فرزند تھے اس لئے آنے والے بیس سال بھی اچھی طرح سے گزر گئے۔ اور بعد میں زیادہ خرابیاں پیدا ہوئیں۔

۲۔ حضرت علیؓ نے جو اسلام کے مرکز کو سہارا دیا، اس کو قائم رکھا۔ اور جن حالات میں وہ ایسا کر سکے، یہ انہی کی عظمت تھی کہ ایسا ہو سکا۔

۳۔ دارالخلافہ کی تبدیلی میں حکمت پنہاں تھی، کہ آپ ایسا کر سکے تو اوروں کو بھی ہمت ہو گئی کہ اسلام کے مرکز بعد میں دمشق، بغداد، قاہرہ یا قسطنطنیہ میں بھی رہے۔

۴۔ جناب علیؓ کی شان کو سمجھنے کے لئے اس باب کے گہرے مطالعہ کی ضرورت ہے۔ کہ قوم اگر جناب علیؓ کی شان کے بارے متفق ہو جائے، تو ہمارے کئی تفرقے مٹ سکتے ہیں۔ اور اس میں کچھ مشکل نہیں۔ ہمارا دین وہی ہونا چاہیئے جو انؓ کا تھا۔ اصحابِ ثلاثہؓ کے بارے میں بھی ہمارا وہی رویہ ہونا چاہیئے، جو حضرت علیؓ کا تھا۔ اور دشمنوں یا حق و باطل کے سلسلہ میں بھی جناب علیؓ کی پیروی کر کے ہم اپنے سب تفرقے مٹا سکتے ہیں۔

Marfat.com

۵- ان دونوں ابواب میں ہمارے لئے بے شمار اسباق ہیں، جو ساتھ ساتھ بیان کر دیئے گئے ہیں۔ یا اشارے موجود ہیں۔ کہ آزادیٔ فکر یا خارجیوں کے طور طریقوں نے اسلام کو بڑے نقصان پہنچائے اور ہمیں موجودہ زمانے میں بھی ایسے "دانشوروں" کی افلاطونی سے بچنا چاہیئے، جو خارجیوں کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔

۶- حبّ الدنیا، خود غرضی، سازش، مطلب پرستی وغیرہ نے اسلام کے مرکز کو کمزور کیا۔ اور وقت آ گیا تھا، کہ قیصرِ روم، شام پر حملہ کر دیتا۔ لیکن جناب علیؓ نے اُس زمانے میں امیر معاویہؓ کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کی بجائے اُن کو مدد دینے کا وعدہ کیا۔ ہمیں یہ نکتہ سمجھنا چاہیئے کہ اپنوں اور غیروں میں تمیز کر سکیں۔

۷- جناب علیؓ نے روکھی، سوکھی روٹی پر گزارہ کیا۔ اور صرف سات سو درہم کی پونجی چھوڑی اور وہ بھی ایک خادم خریدنے کے لئے اکٹھی کر رہے تھے۔ اسی ایک بات میں ہمارے لئے کئی اسباق ہیں۔ لیکن جناب علیؓ کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ، اپنی شہادت کے لئے قاتل کو چھوڑ کر کسی اور سے قصاص نہ لینے کی سختی سے ہدایات کیں۔ کہ یہ پہلو امت میں وہ تفرقہ نہ ڈالے جو حضرت عثمانؓ کی شہادت یا اس سلسلہ میں قصاص کے طلب کی وجہ سے ہوا۔ ہر مسلمان کی اصل وارث اُمّت یا حکومت ہے۔ ہاں شرط یہ ہے کہ حکومت از خود اللہ اور رسولؐ کے احکام کی پیروی کرتی ہو۔

Marfat.com

چھٹا باب

خلفائے راشدین رضؓ کی حکمتِ عملی

عطیات و ثمرات

سنۃ الجماعت

خلفائے راشدین رضؓ کے زمانے کے واقعات امام حسن رضؓ کی خلافت سے دستبرداری کے بعد ختم ہو جاتے ہیں۔ اور اِس سلسلہ میں ہم کوئی مزید جائزے پیش نہیں کرنا چاہتے بلکہ صرف جاری حکمت عملی کے عطیات و ثمرات کا سرسری ذکر کریں گے۔ ۴۱ ہجری کو سنۃ الجماعت کہتے ہیں اور اِس نقطہ کی اسلام کی تاریخ میں بڑی اہمیت ہے۔ اِس سلسلہ میں حضور پاکؐ از خود پیشگوئی فرما گئے تھے۔ کہ میرے اِس بیٹے یعنی امام حسن رضؓ کی وجہ سے مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان میں صلح ہو گی اور اِس سے اسلام کی طاقت میں اضافہ ہو گا۔ یہ صلح کیسے واقعہ ہوئی۔ اُس کے کیا اثرات ظاہر ہوئے۔ دشمنیاں کیسے ختم ہوئیں۔ امیر معاویہ رضؓ نے حضرت علی رضؓ کے ساتھیوں یا اُن کی اولاد کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ اولاد علی رضؓ یا حضرت علی رضؓ کے باقی ساتھیوں کا جناب معاویہ رضؓ کے ساتھ رویہ کیسا تھا۔ پرانی حکمت عملیوں کو کس طرح جاری و ساری کیا گیا، اُس کے نتائج کیا نکلے۔ فتوحات کو کتنی وسعت ملی۔ وغیرہ ایسے معاملات ہیں جو ایک پوری کتاب کا مضمون ہیں۔ لیکن اگر ساتھ جائزے بھی پیش کئے جائیں تو یہ ایک بہت بڑا مضمون ہے۔ لیکن ہم یہاں پر بامقصد مطالعہ کے بعد چند سرسری اور عملی ذکر کریں گے۔ کہ عملی نتائج کیا نکلے۔ امیر معاویہ رضؓ نے خلافت کے ساتھ وحدت اور مرکزیت کو کیسے دوبارہ قائم کیا امارت کا اسلامی پہلو کیا ہے اور یہ اتنا بڑا مضمون ہے کہ خلفائے راشدین کے زمانے کے بامقصد مطالعے کا نچوڑ ان بیس سالوں میں ہمارے سامنے آجاتا ہے کہ خلفائے راشدین رضؓ جیسی ہستیاں تو پھر واپس نہیں آسکتیں

Marfat.com

عام مسلمانوں کا طرز کیا ہونا چاہیے۔ اور کیا نتائج نکل سکتے ہیں۔

امام حسنؓ کا رویہ

ہم امام حسنؓ کے سلسلہ میں تفصیلی تبصرہ پچھلے ابواب میں کر چکے ہیں، کہ خلافت، امارت، میدان جنگ یا دُنیا کے باقی معاملات کے بارے میں اُن کا کیا رویہ تھا۔ اور آپؓ خلافت سے دستبردار ہونے کو تیار تھے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ کیا اگر یزید بن معاویہؓ کی قسم کا کوئی آدمی مقابلے میں ہوتا، تو کیا پھر بھی امام حسنؓ خلافت سے دستبردار ہو جاتے؟ اکثر لوگوں نے امام حسنؓ کی امن پسندی کے تحت جائزہ پیش کیا ہے، کہ امام حسنؓ، ایسا برداشت کر لیتے، کہ کئی عظیم صحابہؓ کے فرزندوں مثلاً عبداللہؓ بن عمرؓ یا عبداللہؓ بن عباسؓ وغیرہ نے برداشت کر لیا۔ اوّل تو وہ حالات بھی مختلف تھے، اور دوم عبداللہؓ بن زبیرؓ نے بھی یزید کو خلیفہ تسلیم نہ کیا۔ لیکن امام حسنؓ کے بارے میں ایسے خیالات کا اظہار بالکل صحیح نہیں۔ یزید کے سلسلہ میں امام حسنؓ کا رویہ، امام حسینؓ سے بھی سخت ہوتا اور یہی رسول پاکؐ کے نواسوں کی شان ہے۔ کہ یہ چیز اُن کو باقیوں سے اُتم رکھتی ہے۔ دونوں بھائی جلال و جمال میں بالکل ایک جیسے تھے۔ اور امیر معاویہؓ کے سلسلے میں امام حسینؓ بھی وہی کرتے اور کیا جو اُن کو عظیم بھائی نے کیا۔ اور اس کا آگے چل کر ہم عملی ثبوت پیش کریں گے۔

امام حسنؓ کی خلافت سے دستبرداری

بے شک اپنے نزدیک والے تمام ساتھیوں کو اطلاع دے کر اور اُن کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد ہی جناب امام حسنؓ نے خلافت سے دستبرداری اختیار کی۔ اور یہی نہیں بلکہ اپنے اُمرا کو جائز حقوق دلوائے۔ ساتھ ہی امیر معاویہؓ سے وعدہ لیا کہ وہ امام حسنؓ کے قریبی ساتھیوں کے ساتھ بہتر برتاؤ اختیار کریں گے۔ جن لوگوں نے امیر معاویہؓ کے خلاف جنگوں میں بھرپور حصہ لیا، اُن پر عتاب نہ کریں گے۔ آگے چل کر ہم عملی طور پر واضح کریں گے، کہ امیر معاویہؓ نہ صرف اپنی ان باتوں پر قائم رہے، بلکہ سب مسلمانوں نے اُن کا ساتھ دیا۔ حضرت علیؓ کے

Marfat.com

کئی خاص فرمانبردار لوگ، امیر معاویہؓ کے دستِ راست بھی بن گئے۔ اِس لئے یہ روایات جن کا مختصر طور پر پچھلے باب میں ذکر تھا، کہ خلافت سے دستبرداری، امام حسنؓ کا ذاتی فعل تھا، بالکل غلط ہیں۔ اور بعد میں تفرقہ بڑھانے والوں نے کئی کہانیاں گھڑ لیں اور وُہ لوگ یہاں تک چلے گئے کہ امام حسنؓ کو خلافت سے دستبردار نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ اور افسوس ایسے لوگ حضور پاکؐ کا، اِس سلسلہ کا فرمان بھی بھول گئے۔

امیر معاویہؓ، سب کچھ جانتے تھے۔ اُن کو دونوں رسول پاکؐ کے نواسوں کے رویوں کی خوب خبر تھی۔ اُنہوں نے امام حسنؓ کو جو ایک سادہ کاغذ پر دستخط کرکے بھیج دیئے، کہ اُن کو امام حسنؓ کی تمام شرائط منظور تھیں، اُس کاغذ کے ساتھ ایک خط بھی تھا، جس میں امیر معاویہؓ نے لکھا کہ وہ امام حسنؓ کے ساتھ خلافت کے سلسلہ میں کوئی جنگ کرنے کو تیار نہ تھے۔ لیکن اُن کو بتایا، کہ یہ دنیاوی معاملات بڑے عجیب و غریب ہیں۔ یہ امارت کا سلسلہ اِس دنیا میں اب اِس طرح نہیں چلے گا، جیسا جناب صدیقؓ اور جناب فاروقؓ کے زمانے میں چلا۔ امیر معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کے آخری دنوں، اور جناب علیؓ کی خلافت کی مثال بھی دی، کہ لوگوں کا اُن کے ساتھ کیا رویہ تھا۔ یہ حکومت اور یہ سیاست عجیب و غریب صورت اختیار کر چکی ہے اور امیر معاویہؓ نے امام حسنؓ کو گزارش کی، کہ آپؓ اپنے آپؓ کو اِن مشکل باتوں سے داغ دار نہ کریں۔ وغیرہ

قارئین! ہم یہاں پر صرف چھوٹا سا تبصرہ کریں گے۔ کہ اللہ تعالٰے کو یہ منظور تھا، کہ اُس کے حبیبؐ کی اولاد کو حکومت کے معاملات سے داغ دار نہ کیا جائے۔ ورنہ حق کے لحاظ سے لوگ ضروری طور پر انہی کو اُمت کا وارث قرار دیتے۔ لیکن اِس میں اللہ تعالٰے کے کئی راز تھے۔ کہ اول حضور پاکؐ کی ساری اُمت آپؐ کی وارث ہے۔ اور حضور پاکؐ کے نواسوں کی اولاد، کو دنیا کی بادشاہی بے شک نہ ملی۔ لیکن وُہ پھر بھی بادشاہ کہلاتے ہیں۔ اور آج بھی تمام سادات کو لوگ "شاہ جی" کے پیارے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

جناب فاروق اعظمؓ نے جب رائے شماری کرائی تو سب سے اوپر حضور پاکؐ کی اولاد کے نام لکھوائے اور پھر باقی ہاشمیوں کے یعنی حضور پاکؐ کے پردادا کی اولاد کو

Marfat.com

حضور پاکؐ کی وجہ سے یہ شرف دیا۔ حضرت جنیدؒ بغدادی پہلوانی کرتے تھے ایک کشتی میں حضور پاکؐ کے نواسوں کی اولاد سے ایک پہلوان کے ساتھ مقابلہ آگیا۔ اُس پہلوان نے کان میں کہہ دیا کہ وہ اولادِ رسولؐ ہے۔ تو جناب جنیدؒ جھٹ زمین پر لیٹ گئے۔ اور پھر اُن کے سامنے دُنیا روشن ہوگئی۔ جناب اورنگ زیبؒ جب اپنے بیٹوں یا عاملوں کو خط لکھتے تھے تو ساتھ لکھتے تھے، کہ تمہاری عملداری میں جو سادات ہوں، اُن کی حد سے زیادہ عزت کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ عزت قائم و دائم ہے۔

دستبرداری کے عملی اور فوری نتائج

جناب امیر معاویہؓ اور امام حسنؓ کے درمیان جو معاہدہ ہوا۔ اُس کی شرائط پر ہم تبصرہ پہلے کر چکے ہیں۔ ہم معاہدہ کی شرطوں کی تفصیل میں نہ جائیں گے، کہ وہاں پر کچھ اختلافات ہیں کچھ لوگوں نے کہا، کہ امیر معاویہؓ اپنی بات پر قائم نہ رہے۔ کسی نے کہہ دیا، کہ امام حسنؓ نے صرف اپنے ذاتی فائدہ کو ترجیح دی۔ ہمارے لحاظ سے یہ باتیں صحیح نہیں ہیں۔ اور ہم عمل سے یہ واضح کریں گے، کہ امیر معاویہؓ تمام شرطوں پر قائم رہے۔

ایک حدیث مبارکہ کا ذکر آتا ہے کہ حضور پاکؐ نے فرمایا، "کہ میرے صحابہؓ کی راحت معاویہؓ تک ہے، اِس کے بعد راحت نہیں، اور عرب کی راحت ہشام تک ہے اُس کے بعد وہ راحت نہیں" عملی طور پر یہ حدیث مبارکہ صحیح ثابت ہوئی، اِس لیئے لوگ اِس کو ضعیف نہیں کہتے۔ کہ امیر معاویہؓ کے زمانے میں حضور پاکؐ کے صحابہؓ کی بڑی عزت رہی۔ بعد میں حالات خراب ہوگئے۔ اِس طرح ہشام بن عبدالملک کے زمانے کے بعد بنوامیہ کا زوال شروع ہوا۔ اور عباسیہ کے زمانے میں خراسانی یا برمکی اور ترک یا باقی عجم کے لوگ ہر جگہ چھا گئے۔ اور عرب کے رہنے والوں کے لئے وہ راحت نہ رہی۔ اِس سب میں شاید مشیتِ ایزدی بھی تھی۔ کہ حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہ سکتے،

یہاں پر ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں، کہ اِس حدیث مبارکہ کیوجہ سے۔ شاید امیر معاویہؓ مدت سے حکومت یا خلافت کا خیال اپنے دل میں لیئے ہوئے ہوں۔ جناب علیؓ اور اُن کے درمیان

Marfat.com

جو کچھ ہوا۔ وہ ہم اُسی طرح بیان کر آئے ہیں۔ سخت الفاظ جو استعمال ہوئے وہ اِسی طرح لکھ دیئے بغاوت کا ذکر بھی کر دیا۔ لیکن وہ ہم زمانہ تھے اور جو کچھ ہوا وہ امیر معاویہؓ اور اُن کے اللہ کے درمیان ہے۔ اب ہم یہ کہیں گے، کہ جب امام حسنؓ نے امیر معاویہؓ کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ اور سنۃ الجماعت ہو گیا تو امیر معاویہؓ کے لئے ہمارا رویہ بھی وہی ہونا چاہیئے جو حضور پاکؐ کے نواسوں۔ باقی غیر جانبدار صحابہؓ یا حضرت علیؓ کے حواریوں کا تھا۔

غیر جانبدار صحابہؓ

جناب علیؓ اور امیر معاویہؓ کے زمانے میں لاتعداد صحابہ کرامؓ غیر جانبدار رہے۔ اُن میں عشرہ مبشرہ سے جناب سعدؓ بن ابی وقاص، اور جناب سعیدؓ بن زید جو فاطمہؓ بنت خطاب کے خاوند تھے خاص کر قابل ذکر ہیں۔ اِن کے علاوہ جناب صدیقؓ کے بیٹے عبد الرحمٰنؓ، جناب فاروقؓ کے بیٹے عبد اللہؓ اور اُن کے خاندان کے کئی لوگ غیر جانبدار تھے۔ اِن کو چھوڑ کر جناب زبیرؓ کے تمام بیٹے، عبد اللہؓ، مصعبؓ اور عروہؓ وغیرہ۔ جناب طلحہؓ بن عبید اللہ کی اولاد اور انصار مدینہ سے بھی کچھ لوگ غیر جانبدار تھے۔ امام حسنؓ اور امیر معاویہؓ کی صلح کے بعد، اِن سب صحابہ کرامؓ نے امیر معاویہؓ کو خلیفہ تسلیم کر لیا اور اُن کی بیعت کی۔ بلکہ اُن کے ماتحت کئی کام سر انجام دیئے۔

حضرت علیؓ کے رشتہ دار اور حواری

ہم پچھلے ابواب میں جناب قیسؓ بن سعدؓ بن عبادہ کا ذکر تفصیل سے کر آئے ہیں جناب قیسؓ کے خط اور اُس کے سخت الفاظ کا ذکر بھی ہو چکا ہے۔ انہوں نے بھی امیر معاویہؓ کی بیعت کر لی اور اُن سے امیر معاویہؓ نے کوئی باز پرس نہ کی۔ میزبان رسولؐ جناب ابو ایوب انصاریؓ، حضرت علیؓ کے قریبی رفیق تھے۔ انہوں نے بھی امیر معاویہؓ کی بیعت کر لی۔ اور اُن کا ذکر آگے تفصیل سے آتا ہے۔ البتہ فارس کا گورنر زیاد بن سمیہ کچھ تذبذب میں تھا۔ اور اس نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ امیر معاویہؓ نے زیاد کو نہ صرف راضی کر لیا۔ بلکہ اپنا بھائی بھی بنا لیا۔ زیاد کا بڑا بھائی ابو بکرہؓ صحابی تھے اور طائف میں سے بھاگ کر اولین مسلمانوں میں شمار ہوتے ہیں۔ انہی کے بیٹے عبد الرحمٰن کے ذریعے سے جناب علیؓ نے زیاد کے ساتھ رابطہ قائم کیا، جس کا ذکر جنگ جمل

Marfat.com

کے بعد ہو چکا ہے۔ اب ابوبکرہؓ نے زیاد کو بہت منع کیا۔ کہ جو کچھ ہو۔ کہ ہم اپنی ماں کے بیٹے مشہور ہیں۔ لیکن اسلام نے ہمیں بہت عزت دی ہے۔ اب کسی کو باپ بنانے کی ضرورت نہیں۔ لیکن زیاد نہ مانا۔ اور وہ زیاد بن ابوسفیانؓ بن گیا۔

حضرت علیؓ کے باقی رشتہ داروں یعنی بہن اُم ہانیؓ کے بیٹوں۔ جناب جعفر طیارؓ کے بیٹوں، عبداللہؓ اور محمدؓ وغیرہ سب نے امیر معاویہؓ کی بیعت کر لی۔ اور بنو ہاشم میں سے جناب عبداللہؓ بن عباسؓ یا حضرت علیؓ کے تمام چچاؤں کے بیٹوں نے امیر معاویہؓ کی بیعت کر لی۔

جناب عائشہ صدیقہؓ اور امیر معاویہؓ

قارئین کو یاد ہو گا کہ مصر کو فتح کرنے کے بعد جناب عائشہؓ کے بھائی جناب محمدؓ بن ابوبکرؓ کے ساتھ کیا ہوا اِس کا رنج جناب جعفر طیارؓ کے بیٹوں عبداللہؓ اور محمدؓ کو بھی تھا اور جناب علیؓ کے بیٹے یحییٰؓ کو بھی، کہ وہ اِن کے اخیافی بھائی تھے۔ لیکن سب سے زیادہ رنج اُم المومنین عائشہ صدیقہؓ کو تھا، کہ وہ اُن کے بھی بھائی تھے۔ اِس سلسلہ میں امیر معاویہؓ، خود اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور گزارش کی، کہ حالات کی وجہ سے مجبوری تھی۔ چنانچہ جناب عائشہ صدیقہؓ خاموش ہو گئیں لیکن امیر معاویہؓ جب بھی مدینہ شریف آتے تو اُمہات المومنین کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور اُن کی باتیں سنتے۔ بلکہ صلاح مشورہ بھی کرتے۔

اہلِ مدینہ کی باتوں کو برداشت کرنا

جب خلافت سنبھالنے کے بعد امیر معاویہؓ پہلی دفعہ مدینہ شریف گئے تو کچھ انصارؓ اور مہاجرینؓ جو مدینہ سے باہر اپنے کھیتوں میں رہتے تھے۔ وہ امیر معاویہؓ کے استقبال کو نہ آئے۔ کہ ان میں سے اکثر حضرت علیؓ کے ہمدرد تھے۔ امیر معاویہؓ نے اِس کی ذرا بھر بھی پرواہ نہ کی۔ اور ایک دعوت کا انتظام کیا، جس میں اُن صحابہ کرامؓ یا مہاجرین و انصار کو بھی دعوت دی، جو اُن کو ملنے نہ آئے تھے۔ ایک آدھ سے امیر معاویہؓ نے پوچھا" کہ آپ لوگ پہلے نظر نہیں آئے"

Marfat.com

کچھ نے جواب دیا کہ وہ دور زمینوں پر کام میں مصروف تھے؛

امیر معاویہؓ: "کسی سواری کا بندوبست کر لیتے۔"

مہمان: "سواریاں کافی حد تک ختم ہو چکی ہیں"۔

امیر معاویہؓ: "وہ کیسے"؟

مہمان: کچھ اس وقت ختم ہو گئیں جب آپ اور آپ کے والد مدینہ شریف پر حملہ آور ہوتے رہے، کچھ اب کی خانہ جنگی کی وجہ سے"۔ (یہ طنز تھی)

امیر معاویہؓ: (بغیر غصہ کے) پھر آج کل وقت کیسے کاٹتے ہو"؟

مہمان: "گوشہ نشینی سے"

امیر معاویہؓ: "بڑا اچھا شغل ہے، اسے قائم رکھو"۔

وحدت اور مرکزیت

اس کہانی میں کتنی سچائی ہے اس پر تبصرہ کرنا فضول ہے لیکن واقعی حالات ایسے تھے اور قرونِ اولیٰ کے مسلمان بات منہ پر کر دیتے تھے اور پھر اختلاف ختم ہو جاتے تھے۔ تالی دو ہاتھ سے بجتی ہے۔ زیادہ ذمہ داری حاکم پر ہے اور امیر معاویہؓ نے دنیاوی حاکم کے طور پر بھی بڑی اونچی سیاست کا مظاہرہ کیا اور دین پر بھی نہ کم رہا۔ امام حسنؓ کی دستبرداری کے عملی نتائج پچھلے چند پیراگراف میں بیان کر دیئے گئے اب قارئین خود اندازہ لگا لیں کہ کتنی وحدت اور مرکزیت آ چکی تھی۔

سیاسی استحکام

اس وحدت اور مرکزیت کی وجہ سے جو سیاسی اور اندرونی استحکام نصیب ہوا اس کا مختصر ذکر ضروری ہے کہ عملی نتائج سامنے آ جائیں۔

مدینہ شریف

امیر معاویہؓ نے مدینہ شریف میں مروان بن حکم کو گورنر بنا کر بھیجا جو حضرت عثمانؓ کے زمانے سے

Marfat.com

مدینہ شریف کی ہر اونچ و نیچ کا واقف تھا وہاں پر اگرچند لوگوں نے امیر معاویہؓ کی ٹانگ کھینچنے کی کوشش کی تو امیر معاویہؓ نے ان کو آرام کا مشورہ دیا۔ امیر معاویہؓ مدینہ شریف کو سیاسی اکھاڑہ نہ بنانا چاہتے تھے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانے سے امیر معاویہؓ نے سبق حاصل کر لیا وہاں صحابہ کرامؓ کی امیر معاویہؓ خود عزت کرتا تھا اور شرارت والوں پر مروان خود نظر رکھے ہوئے تھا لیکن مروان نے ذرا خود مختاری دکھائی تو وہاں پر امیر معاویہؓ نے اپنے بھتیجے ولید بن عتبہ کو گورنر بنا دیا بلکہ سعیدؓ بن عاص سابق گورنر کوفہ کو ہمیشہ مدینہ شریف میں رکھا کہ وہ امیر معاویہؓ کو ہر خبر سے آگاہ رکھتا تھا۔

مصر و افریقہ

حضرت علیؓ کی شہادت سے پہلے ہی امیر معاویہؓ کی طرف سے عمروؓ بن عاص مصر کے گورنر بن چکے تھے اور ان کی برقہ اور طرابلس تک عملداری تھی۔ اس سے مغرب والے علاقے خراج دیتے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے عظیم فرزند جناب عبداللہؓ کچھ عرصہ کے لئے گورنر رہے۔ پھر پرانی حکمت عملی کے تحت افریقہ میں مزید فتوحات ہوئیں جن کا ذکر ہم آگے ثمرات کے تحت کر رہے ہیں۔

کوفہ

شروع میں کوفہ کی گورنری چند سال جناب عبداللہؓ بن عمروؓ بن عاص کے پاس رہی بعد میں جناب مغیرہؓ بن شعبہ کو گورنر بنا دیا گیا کہ وہاں پر کسی مضبوط آدمی کی ضرورت تھی۔ جناب مغیرہؓ کا ذکر اس کتاب اور پچھلی تینوں کتابوں میں کثرت سے ہو چکا ہے۔ آپؓ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپؓ نے دس سال تک کوفہ کی گورنری کی۔ سیاست میں استقامت آئی اور فتوحات بھی ہوئیں جن کا ذکر ثمرات کے تحت آگے آتا ہے۔ مغیرہؓ کی وفات کے بعد کوفہ کی گورنری بھی بصرہ کے گورنر زیاد بن سمیہ کے حوالے کر دی گئی۔ زیاد کا ذکر ابھی ابھی ہو چکا ہے اور اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا عبیداللہ گورنر بنا جس کا ذکر اگلے باب میں آئے گا۔

بصرہ

امیر معاویہؓ زیاد کے بارے میں کچھ عجیب تذبذب میں تھے اور ان کو خیال تھا کہ شاید زیاد ہمیشہ

Marfat.com

صفحہ ۱۵۲-الف

نقشہ چہارم:- امیر معاویہؓ کے زمانے میں ۴۸ ہجری سے ۵۵ ہجری تک
قسطنطنیہ پر لگاتار حملے

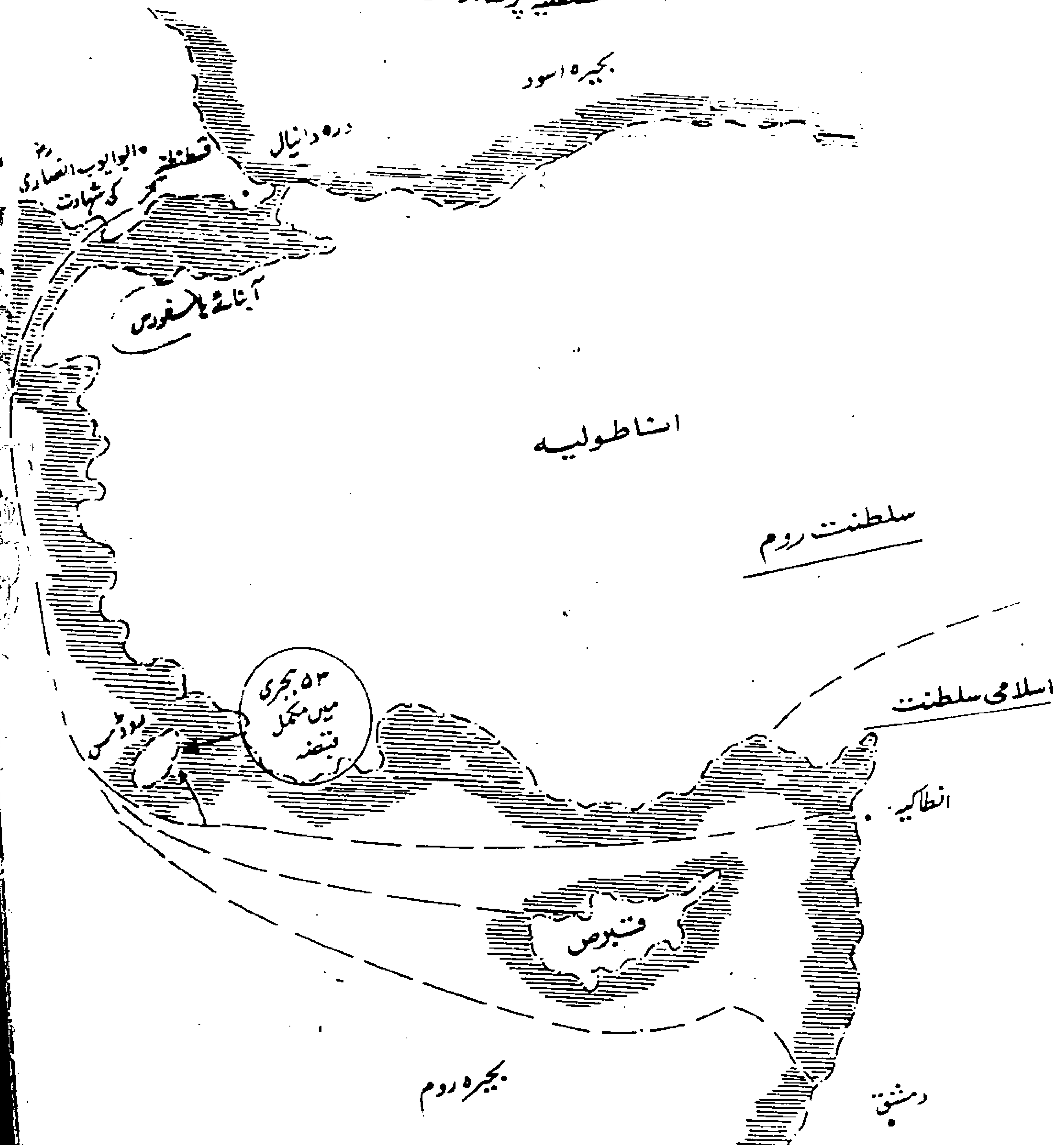

Marfat.com

جناب علیؓ کی یاد میں امیر معاویہؓ کو مکمل وفاداری نہ دکھا سکے گا لیکن آخر میں انہوں نے اس کو زیاد بن ابوسفیانؓ بنا دیا۔ حالانکہ کئی لوگوں نے قسم اٹھائی کہ زمانہ جہالت میں ابوسفیانؓ نے زیاد کی ماں سمیہ کی شکل بھی نہ دیکھی تھی لیکن امیر معاویہؓ نے کہا کہ ایسے کام پوشیدگی میں ہوتے ہیں۔ زیاد ان کے والد کا ہم شکل ہے اور اس کے بعد انہوں نے بصرہ کی گورنری زیاد کے سپرد کر دی کہ وہ خارجیوں پر نظر رکھے پہلے جناب مغیرہؓ نے تین سو خارجیوں کو قتل کرایا لیکن زیاد نے خارجیوں کا ایسا قلع قمع کرایا کہ امیر معاویہؓ کے زمانے میں کسی خارجی کو سر اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی۔

حکمتِ عملی کے ثمرات

یہ وحدت اور مرکزیت حاصل کرنے کے بعد اور مکمل اندرونی استحکام کا راستہ اختیار کرنے کے بعد امیر معاویہؓ نے حضور پاکؐ کی تعین کردہ حکمت عملی اور خلفائے راشدین کی اس حکمت عملی کو اپنانے کے ثمرات حاصل کرنے شروع کر دیئے۔ اندرونی خلفشار کی وجہ سے فتوحات کا سلسلہ رک گیا تھا اور حالات ایسی صورت اختیار کر گئے کہ قیصر روم شام پر حملہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جس کا ذکر پچھلے باب میں ہو چکا ہے۔

اہلِ روم کے ساتھ جنگ

اب نقشہ چہارم پر نظر دوڑائیں۔ یہ اناطولیہ اور ایشیا کوچک کا محاذ ہے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں آرمینیا یا کاکیشیا کے پہاڑوں میں جارجیا تک جو پیش قدمی ہوئی تھی اندرونی خلفشار کی وجہ سے وہ کاروائی رک گئی۔ ادھر امیر معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں جزیرہ قبرص اور روڈس پر قبضہ کر رکھا تھا اور مسلمان بحری طاقت ضرور بن گئے تھے لیکن یہاں بھی جمود پیدا ہو چکا تھا اور یہ جمود بڑا خطرناک ہوتا ہے اس لئے امیر معاویہؓ نے اس جمود کو توڑ دیا جس کا مختصر حال کچھ اس طرح ہے۔

قسطنطنیہ کی دیواروں تک

مؤرخین لکھتے ہیں کہ ۴۷ ہجری سے ۵۴ یا ۵۵ ہجری تک مسلمان تقریباً سات سال قسطنطنیہ کو فتح

Marfat.com

کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ کچھ نے یہ بھی لکھ دیا کہ مسلمانوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیے رکھا۔ یہ بات صحیح نہیں البتہ مسلمان لگاتار سات سال تک قسطنطنیہ کی دیواروں کے سامنے رہے لیکن ایسا اکثر گرمیوں کے موسم میں ہوتا تھا۔ سردیوں میں مسلمان جزیرہ روڈس میں واپس آجاتے تھے اور ۵۲ ہجری میں وہاں پر ایک پکی چھاؤنی بھی بنائی کہ سردیوں میں بہتر طور پر آرام کر سکیں۔

بہرحال قسطنطنیہ کو فتح کرنے کی مسلمانوں کی یہ پہلی کوشش تھی۔ ویسے ایسی فتح میں پورے سات سو سال لگ گئے اور آخر قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) غازی سلطان محمد فاتحؒ کے عہد میں ۱۴۵۳ء میں فتح ہوا۔ حضور پاکؐ نے قسطنطنیہ کو فتح کرنے والے کے لئے جنت کی بشارت دی تھی اس لئے خلیفہ اوّل کے زمانے سے مسلمان مجاہدین شام اور روم کے علاقوں کی افواج میں شامل ہو کر در اصل قسطنطنیہ کی فتوحات میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کرنا چاہتے تھے۔

قسطنطنیہ کو اللہ تعالیٰ نے عجیب و غریب قدرتی دفاع عطا کیا تھا۔ کئی طرف سمندر تھا پھر خشکی اور بیچ میں کھاڑیاں، علاوہ آبنائے فاسفورس یا درہ دانیال کے علاقے دو سمندروں یعنی بحیرہ اسود اور بحیرہ روم کو آپس میں ملاتے تھے۔ ایک طرف اناطولیہ یا ایشیا کوچک کا جزیرہ نما اور دوسری طرف یورپ یا جزیرہ نما بلقان کے ایک حصہ جس پر قسطنطنیہ کا شہر واقع تھا اور وہاں پر خود گیلی پولی یا کئی اور چھوٹے چھوٹے جزیرہ نما تھے جن میں جزیرہ نما آڈریونیل خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ سلطان محمد فاتحؒ نے بھی خشکی پر بحری جہاز چلا کر یہ شہر فتح کر لیا اور دنیا کی تاریخ میں اس سے پہلے کبھی بارود کا اتنا بھرپور استعمال نہ ہوا تھا کہ اہل یورپ چلا اٹھے کہ دنیا ختم ہونے والی ہے۔ اور سلطان محمد فاتح کا یہ حملہ ایشیا سے نہ تھا بلکہ کئی سال پہلے اس کے آباؤ اجداد یا پیش رو یورپ یا بلقان کے بڑے حصے پر قابض تھے لیکن قسطنطنیہ کو فتح نہ کر سکے تھے۔

ان تمام سات سو سالوں میں قسطنطنیہ کو فتح کرنے یا قسطنطنیہ کے دفاع کے سلسلہ میں اہل یورپ نے جو کارروائیاں کیں اگر ان کا ذکر کیا جائے تو ایک کتاب میں بھی کہانی ختم نہ ہو گی اور یہ سب کچھ لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم قرون اولیٰ کے مسلمانوں کو سلام کرتے ہیں کہ ۴۹ ہجری میں وہ قسطنطنیہ کی دیواروں تک پہنچ گئے تھے۔

Marfat.com

زمینی اور موسمی حالات کی رکاوٹیں

دراصل انطاکیہ اور طرطوس کے شہروں کو فتح کرنے کے بعد مسلمان اس نتیجہ پر پہنچ گئے تھے کہ پہاڑی رکاوٹوں کی وجہ سے اور ایشیائے کوچک کی سطح مرتفع کی وجہ سے مسلمان سارے ایشیا کوچک پر قبضہ نہ رکھ سکیں گے۔ پھر موسمی حالات ایسے تھے کہ گرم علاقوں کے رہنے والے لوگ سردیوں میں ان خشکی کے علاقوں میں نہ رہ سکتے تھے جو موجودہ ترکی یا اناطولیہ کا حصہ ہیں اور ان علاقوں میں آباد ہو کر شاید مسلمانوں کی دوسری یا تیسری نسل خشکی کے علاقوں یعنی موجودہ انگورہ یا بردسہ وغیرہ کی طرف پیش قدمی کرسکے پھر ان علاقوں پر قبضہ رکھنے کے لئے لوگوں کو ایسی آب و ہوا کا عادی ہونا چاہیئے چنانچہ بعد میں ایسا ہی ہوا۔

حضور پاکؐ کا فرمان اور دعوتِ جہاد

البتہ قسطنطنیہ کے سلسلہ میں حضور پاکؐ کے فرمان پر سب مسلمان دل و جان سے قربان تھے اور اس سلسلہ میں جب بھی جہاد کی دعوت ملتی، مسلمان تیار ہو جاتے خشکی کی طرف سے حمص کے گورنر جناب عبدالرحمنؓ بن خالدؓ بن ولید اور جناب عبدالرحمنؓ سعی ۴۲ ہجری سے اناطولیہ کے علاقوں پر حملہ پر حملہ کر رہے تھے اور متعدد مسلمان مجاہدین ان جنگوں میں شریک ہو رہے تھے لیکن ۴۷ ہجری سے جناب سفیانؓ بن عوف ازدی کے ماتحت مسلمانوں نے جزیرہ روڈس سے آگے بڑھ کر سیدھا قسطنطنیہ پر حملہ کر دیا جس کو نقشہ چہارم میں دکھایا گیا ہے۔ اس کے لئے جو جہاد کی دعوت دی گئی تو مکہ مکرمہ اور مدینہ شریف سے بھی متعدد مجاہدین دمشق پہنچ گئے کہ وہ ایسے جہاد میں ہر وقت شرکت کے لئے تیار تھے۔ لیکن حالات کا پورا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ مجاہدین باری باری جاتے تھے اور لشکر کے سپہ سالار بھی تبدیل ہوتے رہتے تھے کہ جناب معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو بھی سپہ سالار بنا کر وہاں بھیجنا چاہا لیکن یزید ٹال گیا کہ اس نے سنا تھا کہ وہاں بڑی تکلیف ہوتی تھی اور کئی مسلمان شہید ہوئے تھے۔ اس سلسلہ میں یزید نے کچھ شعر بھی کہے جن کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے:

Marfat.com

"مجھے اس کی مطلق پرواہ نہیں کہ لشکر کو ان علاقوں میں سختی اور بدبختی کا سامنا ہوا جب کہ میں قالینوں پر تکیہ لگا کر بیٹھا ہوں اور میرے پاس ام کلثوم ہے"۔

(ام کلثوم یزید کی بیوی تھی جو عبداللہؓ بن عامر سابق گورنر بصرہ کی بیٹی تھی اور انہی دنوں میں یزید کی شادی ہوئی تھی)۔

جناب معاویہؓ کو جب یہ خبر ملی تو آپؓ نے یزید کو بھی زبردستی اس طرف بھیج دیا اور اسی زمانے میں جہاد کے شرکا کو معلوم ہوا کہ یزید عیاش اور شرابی ہے۔

جہاد کے شرکا

ان سات سالوں میں کئی ہزار کے لشکر قسطنطنیہ کے نزدیک پہنچ جاتے تھے۔ اور جیسا کہ نقشہ چہارم میں دکھایا گیا ہے وہ سمندری راستہ استعمال کرتے تھے لیکن قسطنطنیہ کو فتح کرنا مشکل تھا کہ مسلمان صرف ایک طرف سے حملہ آور ہو سکتے تھے۔ قسطنطنیہ کو فتح کرنے کے لئے شہر کے مکمل محاصرہ کی ضرورت تھی جس کے لئے کم از کم ایک لاکھ فوج کی ضرورت تھی اور اس کے بعد قلعہ توڑ ہتھیاروں کی ضرورت تھی۔ مسلمانوں کے پاس صرف جذبہ جہاد تھا اور آدمی حیران ہوتا ہے کہ اہل روم ان پر حملہ کر کے ان کو سمندر میں کیوں نہ پھینک دیتے تھے۔ کون کس زمانے میں سپہ سالار تھا اور عظیم صحابہؓ میں سے کون کس زمانے یا سنہ ہجری میں گیا۔ ان کی تفصیل نہیں ملتی اور مغربی مورخین بھی جنگ کی کاروائی کے سلسلہ میں خاموش ہیں اور ہم بھی اپنے مختصر مطالعہ میں صرف اسی پر اکتفا کریں گے کہ اس جہاد میں میزبان رسولؐ جناب ابو ایوب انصاریؓ کے علاوہ جناب عبداللہؓ بن عباسؓ، جناب عبداللہؓ بن زبیرؓ، جناب عبداللہؓ بن عامر اور جناب امام حسینؓ کی شرکت کا ذکر ہے۔ جناب امام حسنؓ اس زمانے میں فوت ہو چکے تھے اور ممکن ہے کہ اور عظیم صحابہؓ کے فرزندوں نے اس جہاد میں شرکت کی ہو لیکن ہمیں مختصر تحقیق سے مطلب ہے اور وہ یہ ہے کہ سنۃ الجماعت اور مرکزیت کی وجہ سے مسلمانوں کو اپنی حکمتِ عملی کے وہ ثمرات ملنے شروع ہو گئے کہ انہوں نے قیصر روم کے گھر کے دروازے کھٹکھٹانے شروع کر دیئے۔ دوم غیر جانبدار صحابی جناب عبداللہؓ بن زبیرؓ کے علاوہ جناب عبداللہؓ بن عباسؓ اور امام حسینؓ کی اس جہاد میں

Marfat.com

شرکت ہمارے اس جائزہ کو طاقت دیتی ہے کہ مسلمانوں نے ۴۱ ہجری میں تمام اختلافات ختم کر دیئے اختلاف کرنے والے کہتے ہیں کہ امام حسینؓ امیر معاویہؓ کے زمانے میں جہاد میں کبھی شرکت نہ کرتے تو ہمارا جواب ہے کہ وہ تو یزید کے زمانے میں بھی سرحدوں پر جہاد کرنے کے لئے تیار تھے جس کا ذکر اگلے باب میں آئے گا۔

میزبانِؓ رسولؐ کی قبر

ہاں البتہ میزبانؓ رسولؐ جناب ابوایوب انصاریؓ نے اسلام کی پہلی ہی صدی کے آدھے میں قسطنطنیہ پر اسلام کی مہر ثبت کر دی۔ آپؓ ایک حملہ میں شہید ہو گئے۔ آپؓ کا فرمان تھا کہ آپؓ کو قسطنطنیہ کی دیوار کے نزدیک سے نزدیک لے جا کر دفن کیا جائے اور مسلمانوں نے ایسا ہی کیا بلکہ روایت ہے کہ ایسا کرنے کے لئے مسلمانوں کو ایک بھرپور حملہ کرنا پڑا۔ آپؓ کی قبر وہاں پر سات سو سال اسی طرح قائم رہی گو اس زمانے میں مسلمانوں کی باقی مہمات بھی وہاں کوئی خاص کامیابی حاصل نہ کر سکیں اس سلسلہ میں جو مہمات بھیجی گئیں اُن میں جناب بسرؓ بن ارطاہ اور جناب فضالہؓ بن عبید کی مہمات قابل ذکر ہیں۔ بہرحال ۱۴۵۳ میں سلطان محمد فاتحؒ نے آپؓ کی قبر کو موجودہ مزار کی شکل دی اللہ کی شان ہے کہ یورپ کے باقی علاقوں یعنی ایک طرف سپین اور دوسری طرف بلقان کے کئی علاقوں میں قسطنطنیہ کی فتح سے بہت پہلے اسلام کے جھنڈے لہراتے رہے۔ وہاں سب جھنڈے اتر چکے ہیں لیکن جہاں میزبانؓ رسولؐ دفن ہیں، وہاں آج بھی اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا نام بلند ہو رہا ہے۔

مغربی محاذ کے باقی ثمرات

اب نقشہ پنجم کا مطالعہ کریں اور سارے مغربی محاذ یعنی شام، فلسطین، اناطولیہ، مصر اور افریقہ کے علاقوں پر دھیان دیں کہ حکمت عملی کے پھل کے طور پر مسلمان قسطنطنیہ کے علاوہ جزیرہ کریٹ اور سسلی کے علاقوں پر بھی حملے کر رہے تھے۔ علاوہ افریقہ کے محاذ پر طرابلس سے آگے بڑھ کر بحیرہ اوقیانوس میں بھی گھوڑے ڈال دیئے۔ اس لئے افریقہ کی فتوحات کا مختصر ذکر ضروری ہے۔

Marfat.com

افریقہ کی فتوحات

حضرت عثمانؓ کے زمانے میں مجاہدین ٹیونس تک کے علاقے فتح کر چکے تھے لیکن مسلمانوں کا قبضہ صرف طرابلس تک تھا جب مسلمانوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی تو مصر اور افریقہ میں بھی خاموشی ہو گئی لیکن سنۃ الجماعت کے بعد جناب عقبہؓ بن نافع نے فسطاط کی چھاؤنی میں ایک لشکر جرار تیار کیا اور ڈیڑھ ہزار کے میل کا سفر طے کر کے وہ سبطیلہ کے مقام تک پہنچ گئے۔ سبطیلہ کا ذکر تیسری کتاب میں موجود ہے کہ وہاں پر جنگ ہوئی تھی۔ اب جناب عقبہؓ بن نافع کی افریقہ کی فتوحات کے پورے واقعات ہماری تحقیق سے باہر ہیں اور ہم مختصر طور پر صرف یہ لکھیں گے کہ قیروان کی چھاؤنی کی آپؓ ہی نے بنیاد رکھی۔

قیروان کی چھاؤنی

جناب عقبہؓ اس نتیجے پر پہنچے کہ جب تک کوفہ، بصرہ اور فسطاط کی طرح شمالی افریقہ میں کوئی چھاؤنی نہیں بنائی جاتی، اس علاقہ پر قبضہ قائم نہیں رہ سکتا چنانچہ آپؓ نے ۴۹ ہجری میں قیروان کی بنیاد رکھی۔ روایت ہے کہ یہ بالکل جنگل تھا۔ اس علاقے میں جنگلی جانوروں، سانپوں اور بچھوؤں کی اتنی بہتات تھی کہ ان کے ڈر سے لوگ اس علاقے میں قدم نہ رکھتے تھے چنانچہ جناب عقبہؓ نے سب صحابہ کرامؓ اور ان کے بیٹوں کو اکٹھا کیا یعنی وہ تمام لوگ جنہوں نے حضور پاکؐ کی زیارت کی ہوئی تھی ان کو اکٹھا کیا اور ان کی تعداد کوئی ستر کے قریب بنتی تھی ان سب نے ایک مقام پر نوافل ادا کئے جہاں چھاؤنی بنانے کا ارادہ تھا۔ اس کے بعد جناب عقبہؓ اس علاقے کی ایک اونچی جگہ یا ٹیکری پر کھڑے ہو گئے اور سب صحابہ کرامؓ کو عرض کی کہ میں اس علاقے کے جنگلی جانوروں کو ایک پیغام دے رہا ہوں۔ میں یہ پیغام اونچی آواز میں دوں گا اور آپ بھی میری نقل میں اس پیغام کو دہرائیں۔ پیغام یہ تھا:

"اے چرندو اور پرندو، میں آپ سے مخاطب ہوں اور خاص کر ان سے جو انسان کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کے حبیبؐ کے صحابہ کرامؓ لے آیا ہوں۔ ہم یہاں پر ٹھہرنے

Marfat.com

صفحہ ۱۵۸-الف

مغربی محاذ

نقشہ پنجم :- امیر معاویہؓ کے زمانے اور چند سال بعد ۴۱ ہجری سے ۶۰ ہجری تک
افریقہ اور یورپ میں مسلمانوں کی کارروائیاں اور مہمات

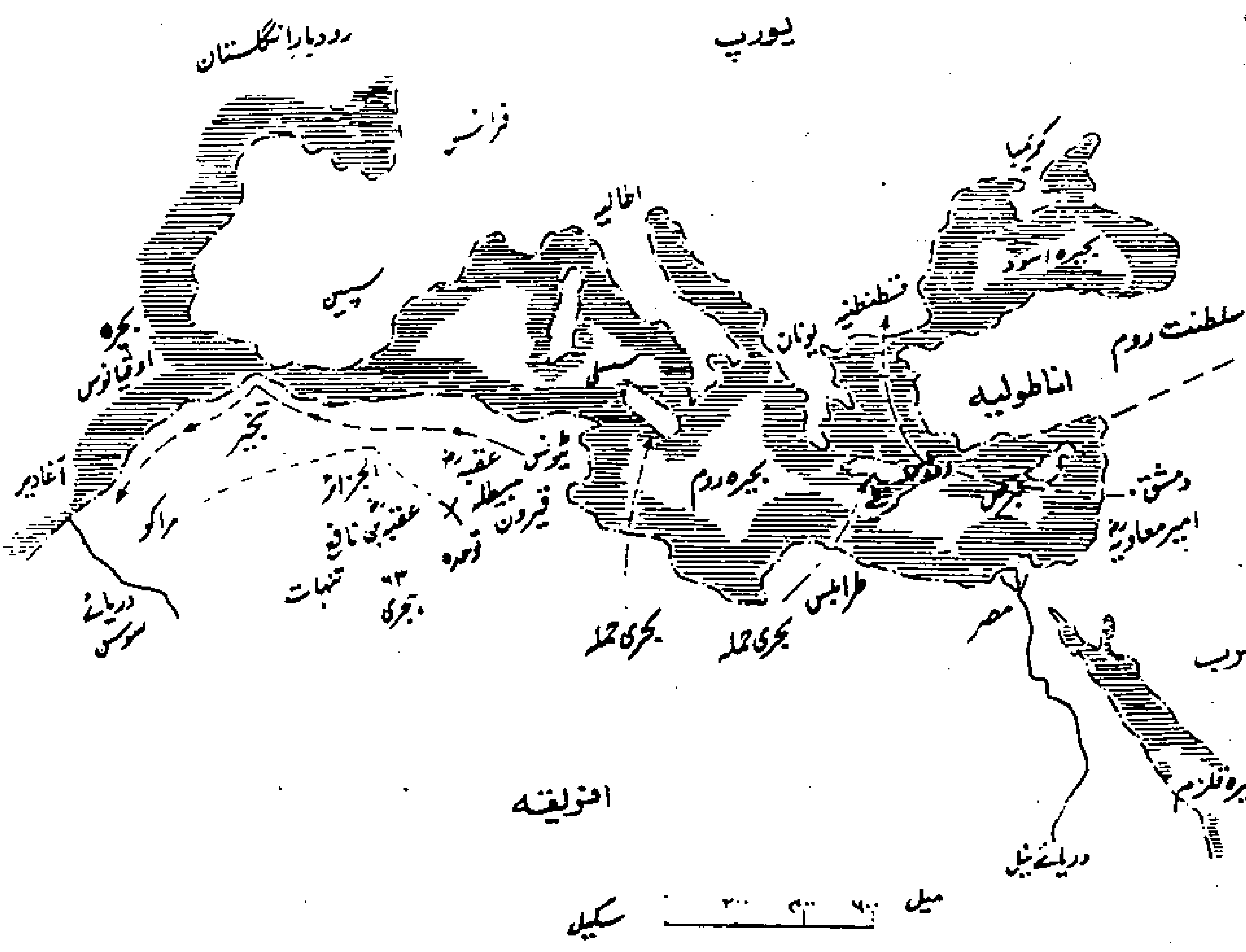

Marfat.com

کے لئے ایک پکا پڑاؤ بنانا چاہتے ہیں۔ ہم آپ کو سات دنوں کی مہلت دیتے ہیں کہ ان دنوں میں اپنے بچوں اور انڈوں وغیرہ کو لے کر (اب جناب عقبہؓ نے حدود کا تعین کیا جیسا ہم فوجی زبان میں کرتے ہیں کہ فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک) تمام علاقے کو خالی کر دو اور کسی اور جگہ رہائش اختیار کرو اور تمہارے جو ساتھی یہاں نہیں ہیں ان تک بھی ہمارا یہ پیغام پہنچا دو :

روایت ہے کہ سات دنوں کے اندر تمام جنگلی جانور وہ علاقہ خالی کر گئے۔ صحابہ کرامؓ اور باقی لشکر والوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کچھ جانور اپنے بچوں کو اپنے اوپر لاد کر اس جگہ کو خالی کر رہے تھے بلکہ چھاؤنی بن جانے کے بعد بھی کئی سال تک کسی آدمی نے بھی چھاؤنی کے علاقے میں کوئی سانپ یا بچھو نہ دیکھا۔ یعنی صحابہ کرامؓ کی شان کو چرند اور پرند بھی سمجھتے تھے۔ حضور پاکؐ نے لوگوں کو آگاہ کیا ہوا تھا اور صحابہ کرامؓ کے سامنے حضور پاکؐ کی قدم بوسی کی سعادت ایک ہرنی کو نصیب ہوئی تو حضور پاکؐ نے فرمایا کہ ہر پرندہ یا چرندہ ایسی سعادت حاصل کرنا چاہے گا لیکن یہ اللہ کی شان ہے کہ ایسے نصیب کسی ایک آدھ کے ہوتے ہیں۔ اس میں حضور پاکؐ یہ بھی بتا گئے کہ ان کے رفقاء کی کیا شان ہے کہ ہر وقت دیدار خاص میں محو ہیں۔

جناب عقبہؓ بن نافع کی شخصیت

حضور پاکؐ کے اکثر صحابہ کرامؓ پر چند الفاظ لکھ کر مشہور مؤرخ ابن سعد نے ایک طرف قوم کی عظیم خدمت کی تو دوسری طرف اس خود کو ایسی سعادت نصیب ہوئی کہ پانچ ہزار صحابہ کرامؓ صحابیاتؓ اور تابعین کا تعارف لکھ گیا۔ یہ سب عظیم ہستیاں چلتے پھرتے اسلام تھے اور ہمارے لئے مثالیں چھوڑ گئے۔ چنانچہ کتابوں کے اس سلسلہ میں ہمیں جہاں موقع ملا ہم نے ایسی عظیم شخصیتوں پر چند فقرے لکھ کر ان کا تعارف کر دیا اور جناب عقبہؓ بن نافع اس سلسلہ کی آخری ہستی ہیں وہ سیدھے سادے سپاہی تھے وہ سیاست یا سفارتی باتوں سے بلند تھے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں انہوں نے بڑی مہمات میں حصہ لیا لیکن جب اندرونی خانہ جنگی شروع ہوئی تو آپ گوشہ نشین ہو گئے۔ میدان جنگ میں آپؓ جناب خالدؓ بن ولید اور جناب مثنیٰؓ بن حارث کے پایہ کی شخصیت تھے اور تدبیرات میں ایک شکاری کی طرح ماہر تھے۔ شمالی افریقہ میں ان کا واسطہ بربر قوم کے ساتھ پڑا جو موقع شناس اور بہادر تھے اور خطرات

Marfat.com

میں بھی کود جاتے تھے۔ جناب عقبہؓ کو دیکھ کر وہ لوگ ان کے گرویدہ ہوگئے کہ جناب عقبہؓ کی رفاقت میں اُن کو خوب "شکار" ملا لیکن جب زیادہ شکار کی امید نہ رہی تو انہوں نے دیکھا کہ بڑا شکاری (جناب عقبہؓ) بھی کچھ کمزور ہوگیا ہے تو اس شکاری کے پاس بھی جو کچھ تھا اس پر بھی ہاتھ صاف کرنے کو تیار ہوگئے۔ دراصل بربر قوم کے لوگ ریگستان کے کھلے علاقوں میں رہتے ہوئے بہادر تو بن گئے لیکن آزاد خیال بھی ہوگئے یعنی اصول کے پکے نہ تھے۔ بہرحال اسلام کی آغوش میں آجانے کے بعد جب ان لوگوں کے اصول پکے ہوگئے تو انہی لوگوں نے جناب طارقؒ بن زیاد اور موسیٰؒ بن نصیر کے لشکروں میں شامل ہوکر سپین فتح کر ڈالا۔

جناب عقبہؓ پر کچھ مشکل اوقات بھی آئے کہ عمروؓ بن عاص کی وفات کے بعد تو کچھ دنوں کیلئے ان کا بیٹا عبداللہؓ مصر کا گورنر تھا اور انہی باپ، بیٹا نے جناب عقبہؓ کو افریقہ کی فتوحات کیلئے بھیجا تھا کہ وہ ان کا رشتہ دار تھا لیکن جب مصر کی گورنری مسلمہؓ بن مخلد کو ملی تو اس نے افریقہ کی سپہ سالاری اپنے ایک آزاد کردہ غلام دینار بن ابوالمہاجر کو دے دی وہ بھی بہادر آدمی تھا اور اس نے بربر سردار کسیلہ سے مل کر تلمین شہر تک کے علاقے فتح کئے لیکن عقبہؓ والی بات پیدا نہ ہوسکی۔

جناب عقبہؓ کی بحالی اور بحرِ اوقیانوس تک فتوحات

بہرحال جناب عقبہؓ واپس مصر چلے گئے اور وہاں سے دمشق جا کر امیر معاویہؓ کو حالات سے آگاہ کیا تو انہوں نے ان کو افریقہ کا خود مختار گورنر مقرر کر دیا اور وہ دوبارہ شمالی افریقہ روانہ ہوگئے۔ اس کے بعد جناب عقبہؓ نے اگلے پانچ چھ ماہ میں تکبیر سے ہوتے ہوئے مراکو کی سرحد کو بھی پار کیا۔ اور دریائے سوس تک کے علاقے فتح کر لئے۔ جناب عقبہؓ کی اس پیش قدمی کو نقشہ پنجم میں دکھایا گیا ہے۔ یہاں پر آگے ایک طرف دریائے سوس تھا اور دوسری طرف سامنے بحرِ اوقیاس۔ اسی جگہ کے بارے میں مشہور ہے کہ جناب عقبہؓ وہاں اپنے گھوڑے پر سوار سمندر کی موجوں کو چیرتے ہوئے بحرِ اوقیانوس میں داخل ہوگئے اور زور سے نعرہ تکبیر کی صدا بلند کی جس سے ساری فضا اللہ اکبر کی صدا سے گونج اٹھی پھر جناب عقبہؓ نے سر جھکا لیا اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں یہ عرض کی:

"اے رب العالمین! اگر یہ سمندر میرے راستے میں حائل نہ ہوتا تو آگے بھی میں تیرے اور تیرے

Marfat.com

حبیبؐ کے نام کی اسی طرح صدا دیتا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں"۔

اس جگہ کو آغادیر کہتے ہیں اور وہاں پر آج بھی اسلام کا جھنڈا لہرا رہا ہے اور اس واقعہ سے متاثر ہو کر علامہ اقبالؒ یوں گویا ہوئے:

"دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

مشرقی محاذ کے ثمرات

خلفائے راشدینؓ کی حکمت عملی کے ثمرات کو مشرقی محاذ پر نقشہ ششم میں دکھایا گیا ہے۔ ہم تیسری کتاب کے ساتویں باب میں ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں مسلمان اگر ایک طرف دریائے جیحوں تک پہنچ چکے تھے تو دوسری طرف کوہ ہندوکش، کابل، موجودہ وزیرستان اور بلوچستان تک پہنچ چکے تھے اور مشرق میں ہماری سرحد کے نزدیک غزنی مسلمانوں کی ایک بڑی چھاؤنی تھی کہ اس زمانے میں اس علاقے کو زبلستان کہتے تھے۔ اس کے بعد مسلمانوں میں اندرونی خانہ جنگی شروع ہوگئی تو فتوحات رُک گئیں۔ مشرقی علاقوں میں بھی بغاوتیں ہوئیں لیکن وہ فرد کر دی گئیں۔ البتہ کوفہ سے مغیرہؓ بن شعبہ اور بصرہ سے زیاد نے مل کر سنہ اجماعت کے بعد ایران و افغانستان کے اندرونی حالات کو کافی استحکام دے دیا۔ پھر جب جناب مغیرہؓ بن شعبہ وفات پا گئے تو زیاد کے لڑکے عبیداللہ نے فتوحات کو اور آگے بڑھایا وہ خراسان کا گورنر تھا۔ اس نے چوبیس ہزار کے لشکر کے ساتھ دریائے جیحوں کو پار کیا اور بخارا تک کے علاقے فتح کر ڈالے۔ اس کی پیش قدمی کو بھی نقشہ ششم پر دکھایا گیا ہے۔

جناب سعیدؓ بن عثمان غنیؓ

بخارا کی فتوحات کے بعد عبیداللہ نے آکر بصرہ کی گورنری سنبھال لی کہ اس کا باپ زیاد مر گیا تھا اور خراسان کی گورنری جناب سعیدؓ بن عثمانؓ کو ملی جنہوں نے فتوحات کو آگے بڑھایا اور سمرقند بھی فتح ہو گیا۔

Marfat.com

مسلم ترکستان

ان علاقوں کے بارے میں کسی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں۔ صدیوں تک یہ علاقے مسلمانوں کے مرکز رہے۔ مشہور محدث امام بخاریؒ کا تعلق بھی انہی علاقوں سے تھا۔ ان علاقوں میں مسلمانوں کو پہلا جھٹکا تیرہویں صدی میں لگا جب منگولوں نے وہاں پر قبضہ کرلیا اور اسلام کے عظیم فرزند جلال الدین خوارزم نے اس علاقے میں آخری چٹان بننے کی کوشش کی گو اسے اس زمانے میں کامیابی نہ ہوئی۔ لیکن شہیدوں کی شہادت رنگ لائی اور چودھویں صدی ہجری میں یہ علاقے پھر اسلام کی آغوش میں آگئے۔ امیر تیمور کا تعلق بھی انہی علاقوں سے تھا اور یہاں سے ہی وہ ماسکو تک گیا جو اس زمانے میں ایک معمولی گاؤں تھا لیکن بدقسمتی سے انگورہ کے مقام پر امیر تیمور کی بایزید یلدرم سے جو جنگ ہوئی اس نے یورپ میں ترکوں کی پیش قدمی کو روک دیا۔ اس زمانے میں دنیا میں صرف دو عظیم سلطنتیں تھیں اور دونوں مسلمانوں کی یعنی امیر تیمور اور بایزید یلدرم کی۔

ظہیر الدین بابر کا تعلق بھی اسی علاقے سے تھا۔ وہاں سے پہلے وہ کابل آیا اور پھر دہلی فتح کی تو ظاہر ہوا کہ ان علاقوں کے ساتھ ہماری حد سے زیادہ روحانی، ثقافتی اور تاریخی وابستگی ہے کسی زمانے میں پشاور سے بخارا اور سمرقند اتنے ہی زیادہ وابستہ تھے جتنا آج کل پشاور کے ساتھ لاہور اور ملتان وابستہ ہیں۔ بدقسمتی سے یہ علاقے اب روس کے ماتحت ہیں اور روس آگے بڑھ رہا ہے۔ افغانستان کے مجاہدین کی طرح انیسویں عیسوی میں امام شاملؒ نے روس کا مقابلہ کرکے وہاں بڑی قربانیاں دیں اور انشاء اللہ یہ قربانیاں رنگ لائیں گی کہ کاشغر تک ساری امت میں وحدت پیدا ہو۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے

نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

(اقبالؒ)

موجودہ پاکستان میں صحابہ کرامؓ کی آمد

تیسری کتاب میں ہم جناب مجاشعؓ بن مسعود اور ان لشکروں کا ذکر کرچکے ہیں جو وزیرستان تک

Marfat.com

شمال

نقشہ ششم

مشرقی محاذ

امیر معاویہؓ کے زمانے میں مشرقی محاذ پر اسلامی سلطنت کا پھیلاؤ
بخارا، سمرقند، کابل، بنوں اور مکران تک۔

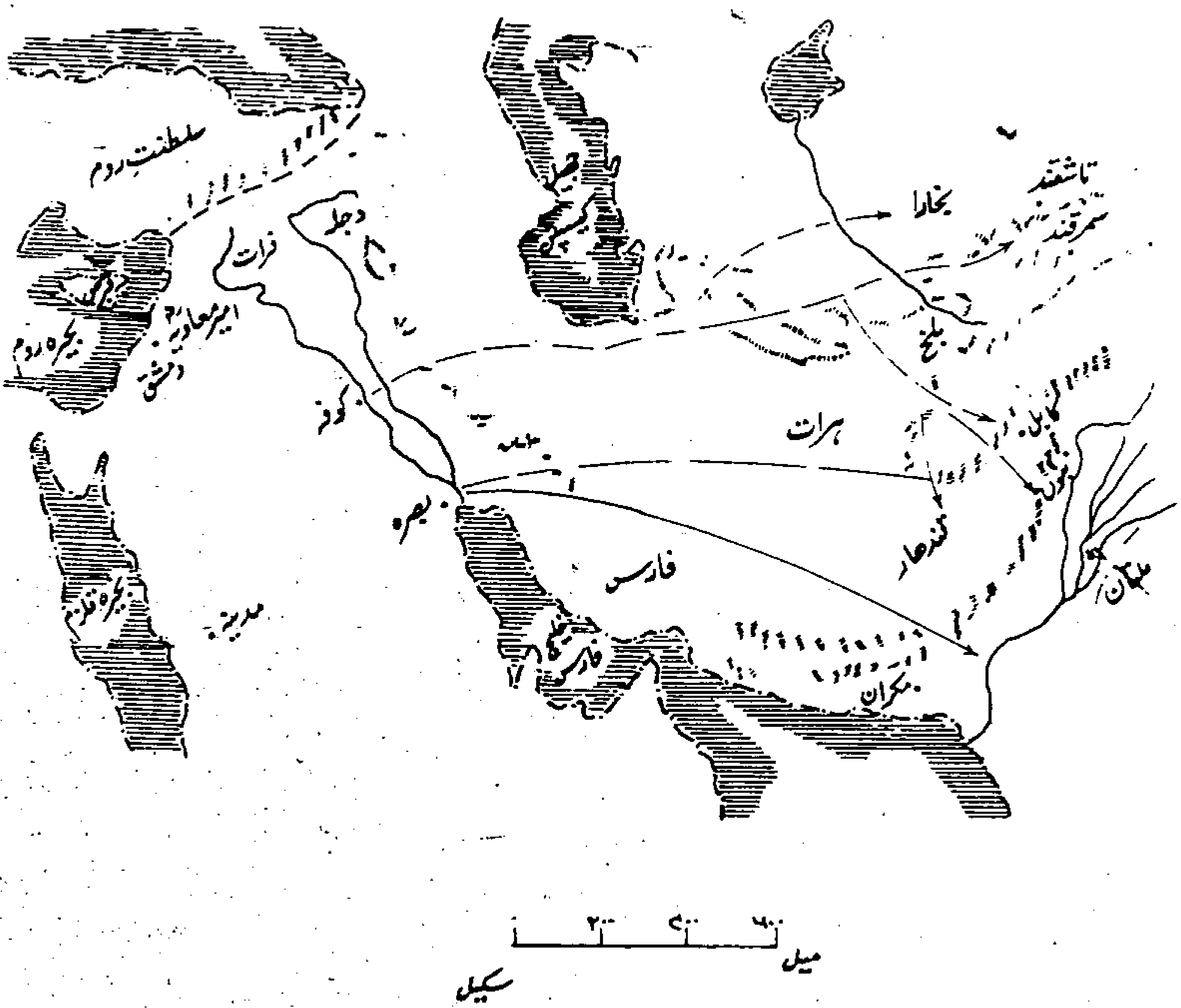

Marfat.com

آئے۔ سنہ الجماعت کے بعد مسلمانوں کی سلطنت کو اور زیادہ وسعت ہوئی اور بنوں تک کے علاقے اسلامی سلطنت میں شامل ہوگئے۔ ہم دوسری اور تیسری کتاب میں ذکر کر چکے ہیں کہ جناب عاصمؓ بن عمرو کا لشکر زاہدان تک پہنچا تھا اور مسلمان مجاہدین مکران کے علاقے میں دریائے سندھ تک پہنچ گئے تھے بہرحال استحکام زیاد کی بصرہ کی گورنری کے زمانے میں آیا کہ اس نے موجودہ مکران کے علاقے کو صوبہ فارس کی ایک امارت بنا دیا۔ نقشہ ششم میں ان تمام علاقوں کی نشاندہی کر دی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ اس علاقہ میں جو اب اللہ اور رسولؐ کے نام پر ایک ملک قائم ہوا تو اس کی بسم اللہ حضور پاکؐ کے صحابہ کرامؓ کر گئے کہ جہاں ان کے قدم پڑ گئے ان خطوں میں حق کا بول بالا ہو گیا۔ یہ چیز خاص مطالعہ سے تعلق رکھتی ہے کہ جو فتوحات صحابہ کرامؓ کے زمانے میں ہوئیں وہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیبؐ کا نام اب بھی بلند ہو رہا ہے لیکن مسلمانوں نے جو علاقے بعد کے زمانوں میں فتح کئے یعنی سپین، کریمیا، یوکرین کے کچھ حصے، رومانیہ، بلغاریہ، پولینڈ کے کچھ حصے، یونان، ہنگری، سسلی، آسٹریا کے کچھ حصے، بھارت کے بڑے حصے اور چینی ترکستان وغیرہ۔ وہاں پر یا تو مسلمان بالکل ختم ہو گئے یا بہت تھوڑی تعداد میں موجود ہیں۔ صرف بنگلہ دیش میں مسلمان موجود رہے یا انڈونیشیا اور ملائشیا میں لوگوں نے تبلیغ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ بہرحال یہ اللہ تعالیٰ کے راز ہیں لیکن ایک چیز واضح ہے کہ جہاں پر عملی اسلام پہنچا وہاں قائم رہا کہ فتوحات اسلام کو پھیلانے کے لئے ہوئیں یا جنوب مشرقی ایشیا میں عرب ملاحوں نے عملی اسلام پہنچایا تو وہاں بھی وہ قائم و دائم ہے۔ اس لئے ان کتابوں میں لکھنے میں ہمارے سامنے بھی یہی مقصد تھا کہ عملی اسلام کو تلاش کریں اور صرف عمل لکھیں۔ اس کے علاوہ عملی اسلام کے لئے حضور پاکؐ کے عشق کی بھی ضرورت ہے اور صحابہ کرامؓ اس عشق سے مخمور تھے تو نتائج یہ نکلے۔

؎ خوار جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم
عشق ہو جس کا جسور فقر ہو جس کا غیور

(اقبالؒ)

نتائج و اسباق

اس باب میں ہم نے خلفائے راشدین کی حکمت عملی کے دور رس نتائج اور اسباق کا مختصر ذکر ہی

Marfat.com

کیا ہے جن کو جاری وساری رکھا جاسکتا ہے ہاں شرط یہ ہے کہ اس سے چند موٹے موٹے سبق بھی سیکھیں جو حسب ذیل ہیں :

ا. مومن کا مقصد حیات کیا ہے اور ہم نے مثالوں کے ذریعے اسکو عملی طور پر جگہ جگہ واضح کیا ہے بہرحال اگلے یعنی ساتویں باب میں اس کے عملی پہلو کی مزید وضاحت بھی کر دیں گے۔

ب. خلافت راشدہ کا زمانہ واپس نہیں آسکتا لیکن امت نے اجتماعی طور پر مرکزیت اور وحدت پر عمل کرنا ہے اور ایسے عمل کے کچھ نتائج واضح کر دیئے گئے ہیں۔ آٹھویں باب میں ایسی وحدت اور مرکزیت کے لئے ہم اسلامی نظام حکومت پر مختصر تبصرہ کریں گے۔

ج. تمام تر کتابوں میں اچھے نتائج حاصل کرنے کے لئے اسلامی فلسفہ حیات پر عمل کو ہی اہم اصول مانا گیا۔ اسلامی فلسفہ حیات کے کئی عملی پہلو بھی جگہ بجگہ بیان کر دیئے ہیں لیکن کچھ مزید وضاحت کی ضرورت ہے کہ یہ دنیا کیا ہے، آخرت کیا ہے۔ انسان کہاں سے آیا ہے اور کہاں جارہا ہے زندگی اور موت کیا ہے چونکہ غیروں کے اثرات سے ہمارے فلسفہ حیات پر پردے پڑتے جاتے ہیں اس لئے نویں باب میں ہم روزمرہ کی سائنسی اور تکنیکی زبان میں اسلامی فلسفہ حیات یا نظریہ حیات کا ازل اور آخر کی مدد سے عملی بیان کے ذریعہ سے خلاصہ پیش کریں گے۔

د. مسلمانوں کی نفری بھی کم تھی اور غیروں کے مقابلے میں ان کے پاس ہتھیار بھی کم تھے لیکن حکمتِ عملی اور تدبیرات ایسی اختیار کی گئیں کہ مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی ان تمام اصولوں کو عملی طور پر جگہ بجگہ بیان کرتے رہے لیکن اب اختصار سے ان تمام تر ضروریات اور اصولوں کو دسویں باب میں اسلامی فلسفہ دفاع کے عنوان کے تحت بیان کریں گے۔

س. تاریخ کا بامقصد مطالعہ بڑا مشکل ہے۔ خاص کر جب عسکری تاریخ سے نتائج اور اسباق کو زیر بحث لایا جائے۔ اتنے سالوں کی تاریخ کے جائزے پیش کرتے وقت نتائج اور اسباق کے بیان میں تضاد آسکتا ہے لیکن چونکہ سب بیانات کو ہم نے اسلامی فلسفہ حیات کے تابع کر دیا ہے۔ اس لئے انشاءاللہ خیالات میں وحدت ہی وحدت ہوگی اور اسی وحدتِ فکر اور وحدتِ عمل کی ہم کو تلاش ہے۔

Marfat.com

ساتواں باب

مومن کا مقصدِ حیات

عملی پہلو

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی
(اقبالؒ)

مومن کا مقصدِ حیات تو علامہ اقبالؒ کی زبان میں بیان ہو گیا لیکن ہمیں اس فلسفہ کے عملی پہلو اور عملی مثالوں میں جانا ہو گا جب سے ہم نے جنگوں کے قصے شروع کیے تو شہیدوں کے ذکر سے قارئین کے خون کو گرمایا اور عظیم شہدا کا ذکر خاص طور پر کیا۔ خواہ وہ بدر کے شہید جناب عبیدہؓ بن حارث تھے یا احد کے شہید جناب حمزہؓ اور جناب مصعبؓ وغیرہ۔ خواہ ایسی شہادت جنگ موتہ میں تینوں سپہ سالاروں جناب زیدؓ، جناب جعفرؓ اور جناب عبداللہؓ کے لئے تھی یا بیر معونہ، ذات اطلاع یا رجیع کے عظیم شہدا تھے۔ خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں ہم نے بزدخا اور یمامہ کی جنگوں سے لے کر ہر جنگ کے عظیم شہدا پر مختصر نوٹ بھی لکھے۔ خواہ یہ حفاظ کی شہادت تھی یا ابوعبید ثقفیؓ کی شہادت یا جناب عکرمہؓ کی جنگ یرموک میں شہادت پر بیعت۔ ہم نے یہ بھی واضح کیا کہ اللہ کی تلوار کے لئے شہادت نہ تھی اور نہ ہی جناب ابوعبیدہؓ کے لئے شہادت تھی کہ آپؓ کے بدن پر حضور پاکؐ کے پسینہ اور خون کے اثرات تھے یعنی اللہ تعالیٰ کے نام سے تلوار کے طور پر موسوم ہو جانے کے بعد یا حضور پاکؐ کے خون کے اثرات والوں کے لئے جنگ میں شہادت نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ یہ نہ چاہتا تھا کہ اس کے اپنے نام یا اس کے حبیبؐ کے نام سے وابستہ کوئی چیز دشمن یا کافر کی تلوار سے مار کھا جائے اور شاید یہی وجہ تھی کہ حضور پاکؐ کے اپنے عظیم رفقاء یعنی جناب عمرؓ جناب عثمانؓ اور جناب علیؓ میدانِ جنگ میں کفار کے ہاتھوں سے شہید نہ ہوئے۔

Marfat.com

اللہ تعالےٰ کا راز

اللہ تعالےٰ کے راز نرالے ہیں اس نے شہادت کی موت کو بہت بلندیاں عطا کیں کہ مومن کے مقصدِ حیات کے لحاظ سے اس دنیا کی حیثیت کچھ نہیں اور یہاں پر ہم امتحان کے لئے آئے ہیں جس کی مکمل وضاحت نویں باب میں ہو گی۔ اس امتحان میں اگر خاتمہ بالخیر ہو جائے اور شہادت کی موت مل جائے تو انسان کی صرف ایک خواہش ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پھر زندگی دے اور پھر وہ اللہ کے نام پر شہید ہو اور خاتمہ بالخیر کا لطف اٹھائے اور اس میں وہ بلندیاں ہیں کہ انسان کی یہ خواہش ختم نہ ہو گی ورنہ دنیا کی زندگی کو حضور پاکؐ نے قیدخانہ فرمایا اور موت کے بعد کون اس زندگی کی آرزو کرتا۔ لیکن سمجھنے والی بات یہ ہے کہ اللہ کے نام پر یا حق کے نام پر موت کو شہادت کا درجہ سے اور یہی پہلو وضاحت طلب ہے۔

راہِ حق کی شہادت

کتابوں کے ان سلسلوں میں ہم نے میدانِ جنگ کی موت یا جہاد میں شمولیت سے زخموں کے بعد موت کو شہادتِ حق کا نام دیا ہے اسی طرح اللہ کے راستے یا حق کی حفاظت کے لئے دشمن کے ہاتھوں شہید ہونا ہوتا ہے جیسے بیر معونہ یا رجیع کے شہید تھے یا جناب عمرؓ، جناب عثمانؓ یا جناب علیؓ شہید ہوئے طاعون یا وبا کی موت، جہاد کی تیاری کے سلسلہ میں موت، کسی حادثہ کی موت وغیرہ متعدد ان اموات کو شہادت کا رتبہ دیا گیا ہے جن میں انسان کی کوئی ذاتی خود غرضی نہ تھی بلکہ اپنے مال و اسباب یا بال بچوں کی حفاظت کے سلسلہ میں موت کو بھی شہادت کا رتبہ دیا گیا ہے۔ بے شک یہ وسیع تر پہلو ہے اور ہم نے واضح کیا ہے کہ مسلمان کسی خود غرضی کے لئے ملک نہ فتح کرتے تھے بلکہ وہ لوگوں کے دلوں کو فتح کرتے تھے۔ اور انکو غاصبوں کی غلامی سے چھٹکارا دلاتے تھے۔ بے شک یہ کہنے کی بات تھی لیکن ملک ضرور فتح ہوئے اور غیر کہہ سکتے ہیں کہ ہم جنگیں بھی صرف خود غرضی کے لحاظ سے کرتے تھے گو مسلمانوں نے ہر جنگ اور جھڑپ میں راہ حق کو ایک عظیم مثال کے طور پر اپنا کر جنگ کی اور ہم نے جنگوں سے اس سلسلہ میں سینکڑوں مثالیں پیش کر کے راہ حق کی موت اور شہادت کے عملی پہلو کی وضاحت کی لیکن ہماری کہانی پھر بھی نامکمل

Marfat.com

ہے اور اس سلسلہ میں سانحہ کربلا کا ذکر ضروری ہے کہ عملی پہلو کے علاوہ اس میں روحانی پہلو بھی ہے۔

فَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْم (ایک روحانی پہلو)

قارئین کی توجہ قرآن پاک کی سورہ الصّٰفّٰت کی آیت نمبر ۱۰۷ کی طرف دلائی جاتی ہے جس میں اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو فرمایا: "کہ میں نے اس کو بچا لیا ایک ذبح عظیم کے بدلے" سورہ صٰفّٰت میں حضرت ابراہیمؑ کا اپنے بیٹے کو قربانی کے لئے لے جانے کا ذکر ہے اور آگے یہ اشارہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے راہ میں قربانی کو ضرور پسند کرتا ہے لیکن بھیڑ بکریوں کی طرح کی قربانی اور انسانوں کی قربانی میں فرق ہے۔ انسان اشرف المخلوقات ہے وہ غیرت اور عقیدہ کی حفاظت یا حق کے لئے شیروں کی طرح لڑ کر قربانی دے۔ بے شک واقعۂ کربلا جس میں فتح کی ذرا بھی امید نہیں کہ وہ اس سلسلہ کی ایک عظیم مثال ہے کہ لڑ کر کس طرح اپنی جان اللہ تعالےٰ کے سپرد کی۔

علاوہ ایک اور بڑا اہم پہلو یہ ہے کہ حضور پاکؐ نے دنیاوی زندگی میں بشری تقاضوں کے تحت راہِ حق کا ہر کام سرانجام دیا اور خاص کر ہر ارفع اور اعلیٰ کام میں حصہ لیا۔ لیکن ایک اعلیٰ اور ارفع مقام شہادت کا بھی ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ کو پسند نہ تھا کہ اس کا وہ خود عملی نمونہ پیش کریں کہ غیروں یا باطل والوں میں سے کسی کو یہ اعتراض اٹھانے کو موقع نہ ملے کہ اللہ کا حبیبؐ فلاں کے ہاتھوں شہید ہو گیا۔ حضور پاکؐ کے بیٹے چھوٹی عمر میں وفات پا گئے اور یہ کام آپؐ کے نواسے نے بڑی شان و شوکت کے ساتھ انجام دیا۔ بلکہ حضور پاکؐ کے دوسرے نواسے جناب امام حسنؓ کی اولاد، جناب علیؓ کی باقی اولاد، کنبے اور قرابت داروں اور دور دور سے اُمت کے چیدہ مجاہدین نے اس ذبح عظیم میں شرکت کر کے اسلام کے نام کو چار چاند لگا دیئے۔

امام حسینؓ کے ساتھیوں کی تعداد اگر کچھ زیادہ ہوتی یعنی دشمن کے لشکر کا ایک چوتھائی بھی ہوتی تو لوگ کہہ سکتے تھے کہ امام حسینؓ لڑائی امارت کے لئے لڑ رہے تھے۔ لیکن اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی صورت میں پیش کرنا تھا کہ اس پر کوئی انگلی نہ اٹھا سکے اور کسی "افلاطون" کو اپنے پیمانوں سے اس واقعہ کی ماہیت کو ناپنے کی ہمت نہ ہو۔

Marfat.com

نظامِ حکومت کا پہلو

ان واضح روحانی اور عملی پہلوؤں کے علاوہ ایک تیسرا پہلو ہے کہ خلافتِ راشدہ تو واپس نہیں آسکتی لیکن حضور پاک ؐ کے ایک نواسے نے امیر معاویہ ؓ کے ساتھ صلح کر کے قوم کے لئے یہ راہ نکالی کہ مسلمانوں کا امیر اگر امیر معاویہ ؓ جیسا ہو تو اس کے ساتھ تعاون کرو اور اُمت نے تعاون کیا نتائج اور ثمرات پچھلے باب میں بیان ہو چکے ہیں۔ اب دوسرے نواسے نے ایک عملی نمونہ پیش کیا کہ حکومت اگر یزید جیسے شخص کے پاس چلی جائے تو کیا طریقِ کار اختیار کیا جائے۔ اس میں آپ ؓ نے امت کے لئے نشانِ راہ کی نشاندہی کر دی اور باقی مسلمانوں نے بھی اپنے رویہ کا اظہار کر دیا اور یہ ہیں وہ عملی پہلو کہ حضور پاک ؐ اور خلفائے راشدین ؓ کی حکمتِ عملی کی کہانی تب مکمل ہوتی ہے کہ سانحۂ کربلا کو بھی مختصر الفاظ میں بیان کر دیا جائے۔

ہم اگر اپنی تنگ دامانی کے طفیل اظہارِ خیال میں شاید اس مضمون کے ساتھ انصاف نہ کریں اور ہمارے جائزے اگر عاشقوں کے معیار پر پورے نہ اتریں۔ تو اُمید ہے وہ ہماری کم علمی اور کم مائیگی کو مدِنظر رکھتے ہوئے ہمارے طرزِ بیان کو ایک کوشش کا نام تو دے ہی دیں گے۔ بدقسمتی سے سانحۂ کربلا اگر ایک طرف افسانوی رنگ اختیار کر گیا ہے تو دوسری طرف فلسفۂ حیات کے عملی اور روحانی پہلوؤں پر بھی پردے پڑے ہوئے ہیں بلکہ سانحۂ کربلا کے شرکا کے ناموں کو بھی قوم سے چھپایا جاتا ہے۔ کتنی افسوسناک بات ہے کہ میدان کربلا میں ابوبکر نام کی دو ہستیاں شہید ہوئیں جن میں سے ایک جناب علی ؓ کے بیٹے تھے اور دوسرے امام حسن ؓ کے لیکن قوم سے جناب علی ؓ کے خاندان اور جناب ابوبکر ؓ کے خاندان کی ایک دوسرے کے ساتھ الفت کو چھپانے کے لئے، ایسے نام ہماری تاریخ سے خارج ہوتے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ کی پہلی کتاب میں گزارش کر دی گئی تھی کہ جناب علی ؓ کو اصحابہ ثلاثہ ؓ کے ساتھ اتنی محبت تھی کہ اپنے بیٹوں کے نام ان کے ناموں پر رکھے۔ اب اسی چیز کو عملی طور پر پیش کر رہے ہیں کہ حضور پاک ؐ کے رفقاء میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ روایت ہے کہ جناب علی ؓ کے سامنے جب کوئی شخص کوئی حدیث بیان کرتا تھا تو اکثر آپ ؓ راوی سے حلف بھی لے لیتے تھے کہ بیان کا تزکیہ ہو جاتا ہے ماسوا جناب صدیق اکبر ؓ۔ کہ جناب علی ؓ نے فرمایا: "صدیق ؓ

Marfat.com

سے سوال نہیں کہ حضور پاکؐ نے ان کو صدیقؓ کا لقب عطا فرمایا۔"

یزید کی نامزدگی

سانحہ کربلا کی بنیاد اس روز بندھ گئی جب جناب معاویہؓ نے خلافت کے لئے اپنے بیٹے یزید کو نامزد کر دیا۔ اس سلسلہ میں امیر معاویہؓ نے کئی وجوہ بیان کئے کہ جانشینی کے سلسلہ میں وہ جھگڑے نہ پڑیں جو جناب عثمانؓ اور جناب علیؓ کی شہادت کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ بھی روایت ہے کہ امیر معاویہؓ کے ساتھ اور نزدیکی حاصل کرنے کے لئے ان کو ایسا مشورہ جناب مغیرہؓ بن شعبہ نے دیا۔ بہرحال ایک یہ بھی روایت ہے کہ امیر معاویہؓ اور بنو امیہ کے کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ قریش میں کافی عرصہ سے سیاست پر بنو امیہ کا قبضہ رہا۔ اب جو خلافت قریش میں ہی ہے۔ تو امیہ اس کے نہ صرف حق دار ہیں بلکہ یہ کام وہ اوروں کی نسبت بہتر طور پر نبھا سکتے ہیں اور کئی تاویلیں پیش کی گئیں لیکن یہ سب باتیں اسلامی طرز حیات کے لحاظ سے بے معنی ہیں۔ اسلام میں حاکم کے لئے اول شرط کردار کی ہے اور یزید اس پر پورا نہ اترتا تھا۔ ہم اس سلسلہ میں اپنی طرف سے کوئی بات نہ کہیں گے اور اس چیز کی وضاحت بھی آگے عظیم صحابہ کرامؓ کے بیٹوں کی زبان سے آتی ہے۔ امیر معاویہؓ نے ایسا کیوں کیا یہ بات ان کے اور ان کے اللہ کے درمیان ہے۔ ہمارے لئے جناب معاویہؓ کاتب وحی ہیں۔ حضور پاکؐ کے تراشے ہوئے ناخنوں کے ٹکڑے ان کے پاس تھے۔ مرتے وقت ان کو پسوا کر اپنی آنکھوں میں ڈلوانے کا حکم دیا۔ حضور پاکؐ کی ایک قمیض بھی پاس تھی۔ اس کو اپنے کفن کا حصہ بنانے کا حکم دیا۔ اس لئے ہمارا قلم ان کے خلاف کوئی ترش لفظ استعمال کرنے پر تیار نہیں۔

یزید کے لئے بیعت

یزید کی ولی عہدی کی بیعت کا کام امیر معاویہؓ نے ۵۵ اور ۵۶ ہجری یعنی اپنی وفات سے چار سال پہلے ہی شروع کر دیا تھا۔ اس سلسلہ میں ان کو کوفہ اور بصرہ میں تو کامیابی ہو گئی، لیکن مدینہ میں ان کا گورنر مروان بن حکم اس سلسلے میں ناکام رہا۔ حضرت امام حسینؓ، عبداللہؓ بن عمرؓ

Marfat.com

عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکرؓ، عبداللہؓ بن زبیرؓ اور عبداللہؓ بن عباسؓ نے یزید کو ولی عہد تسلیم کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ جناب معاویہؓ خود مدینہ شریف آئے۔ انہوں نے طریق کار یہ استعمال کیا کہ اوپر مذکورہ صحابہؓ ابن صحابہؓ سے الگ الگ ملاقات کی اور ہر ایک کو یہ کہا کہ وہ باقی چاروں کی بھی قیادت کر رہا تھا چنانچہ ہر ایک نے اس سے انکار کیا لیکن امیر معاویہؓ نے ہر کسی سے یہ وعدہ بھی لے لیا کہ جو بات چیت ہو چکی ہے اس کو راز میں رکھا جائے۔ اس لئے پہلے تو یہ بات چیت پوشیدہ ہی رہی۔ لیکن اس کے بعد امیر معاویہؓ نے کسی طرح مشہور کرا دیا کہ سب نے الگ الگ بات چیت میں ان کی بات کو مان لیا ہے۔ عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکرؓ نے جب یہ بات سنی تو انہوں نے اعلان کیا "کہ ان پر جھوٹ باندھا گیا ہے۔ میں نے امیر معاویہؓ کو صاف کہا تھا کہ جو طریقہ وہ اختیار کر رہے ہیں وہ قیصر و کسریٰ کا طریقہ ہے اور وہ اسلامی طریقہ نہیں ہے۔" اس کے بعد تقریباً سب نے اعلان کر دیا کہ ان پر جھوٹ باندھا گیا ہے۔ یزید مسلمانوں کا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ اس کا ذاتی کردار گیا گزرا ہوا ہے وہ شرابی اور زانی بھی ہے۔ وہ رقص و سرود کی محفلوں میں شریک ہوتا ہے۔ لہو و لعب اس کی گھٹی میں ہیں۔ اس کے حرم میں لاتعداد عورتیں ہیں اور وہ عیش و عشرت میں پلا ہے چنانچہ وہ کسی لحاظ سے بھی خلافت کا مستحق نہیں۔

امیر معاویہؓ کی وفات

امیر معاویہؓ نے وفات کے وقت یزید کو بلایا اور اس کو اچھی نصیحتیں بھی کیں کہ مہاجرین اور انصار کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور تمام اسلامی ممالک کے حالات کا جائزہ بھی پیش کیا اور کہا کہ تمہاری خلافت کو تسلیم کرنے سے پانچ شخصوں نے انکار کیا ہے۔ ان میں سے عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکرؓ وفات پا چکے ہیں۔ عبداللہؓ بن عمرؓ اور عبداللہؓ بن عباسؓ سے تمہیں کوئی خطرہ نہیں لیکن دو اشخاص کا خیال رکھنا۔ ایک عبداللہؓ بن زبیرؓ جو لومڑی کی طرح قلابے لگا کر جب موقع ملا شیر کی طرح جھپٹ کر تمہارے اوپر حملہ آور ہو گا اور دوسرے امام حسینؓ ہیں۔ ان کو کسی طرح قابو میں لا کر ان سے درگزر کرنا۔

امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید نے دمشق میں اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ مدینہ کا گور

Marfat.com

یزید کا چچیرا بھائی ولید بن عتبہ تھا۔ یزید نے اس کو حکم دیا کہ سب لوگوں سے اس کی بیعت لی جائے لیکن ولید اس سلسلہ میں سختی نہ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے یزید کی بیعت لینے کی کوشش ضرور کی لیکن عبداللہؓ بن زبیرؓ نے مدینہ شریف چھوڑ دیا اور مکہ مکرمہ جاکر حرم میں پناہ لے لی اور جناب امام عالی مقام حضرت حسینؓ بن علیؓ نے بھی مدینہ شریف کو چھوڑ دینے کا فیصلہ کرلیا۔ ولید شاید آپؓ کے ساتھ سختی بھی نہ کر سکتا تھا کہ مدینہ شریف میں کافی لوگ امام حسینؓ کے ساتھ تھے بہرحال امام حسینؓ کے مدینہ شریف سے بغیر یزید کی بیعت کئے نکلنے کی وجہ سے یزید نے ولید کو مدینہ شریف کی امارت سے ہٹا دیا اور امام حسینؓ مدینہ شریف کو اس لئے چھوڑ رہے تھے کہ وہ مدینۃ النبی میں خانہ جنگی نہ کرنا چاہتے تھے۔ ورنہ مدینہ شریف میں کافی لوگ ان کی مدد کرنے کو تیار تھے۔

اہلِ بیت کا قافلہ

واقعات کو آگے چلانے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اس تمام قافلے سے قارئین کا تعارفؒ کرایا جائے تاکہ آگے معاملات کو آسانی سے سمجھا جا سکے اور تاریخی غلطیوں کی نشاندہی بھی کی جائے۔
آپ کے بھائیوں میں سے عباسؓ، جعفرؓ، عبداللہؓ اور عثمانؓ تھے جن کی والدہ ام البنینؓ بنت حزام تھیں۔ آپ چاروں کے ماموں کے بیٹے عبداللہ بن ابی نخل بن حزام نے شمر بن ذی الجوشن سے سفارش کراکے، آپ کے لئے عبیداللہ بن زیاد سے بھی امان طلب کر لی تھی لیکن آپ چاروں نے امان لینے سے انکار کر دیا۔ طبری نے ایک جگہ عنوان کی ایک غلطی سے ان چاروں کو شمر کا بھانجا لکھ دیا۔ حالانکہ وہ ابی نخل کے بھانجے تھے جو شمر کا دوست تھا۔ اب یہ غلطی ہماری تاریخ کا حصہ بن گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ جناب ام البنینؓ بنت حزام بن خالد بن جعفر بن ربیعہ وغیرہ کا تعلق قبیلہ کلاب سے تھا اور شمر بن ذی الجوشن کا اس قبیلہ کے ساتھ بھی کوئی تعلق نہ تھا۔ اس لئے قارئین اس غلطی کو ٹھیک کرلیں۔

امام حسینؓ کے ایک بھائی ابوبکرؓ تھے، جن کی ماں لیلیٰؓ بنت مسعود تھیں۔ امام حسنؓ کے

ؔ اوپر ہندسہ لکھنے سے نمبر شمار میں آسانی ہوگی۔

Marfat.com

کے ایک بیٹے کا نام بھی ابوبکرؓ تھا جن کو آگے دسواں شہید بتایا گیا ہے تو بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ صرف ایک ابوبکرؓ میدانِ کربلا میں شہید ہوئے لیکن واقعۂ کربلا کے بعد اولادِ علیؓ میں سے کسی اور ابوبکر کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ اس لئے صحیح یہ ہے کہ دونوں ابوبکر میدانِ کربلا میں شہید ہوئے۔

ایک بھائی محمد تھے جن کو محمد اصغرؓ کہتے تھے اور ان کی والدہ ام ولدؓ تھیں۔ یہاں پر یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ جناب علیؓ کے تین بیٹوں کے نام محمد تھے۔ بڑے امام محمدؓ بن حنیفہ تھے جن کا ذکر پچھلے ابواب میں ہو چکا ہے۔ وہ ساتھ نہ شریک ہوئے اور وہ مدینہ شریف میں رہ گئے تھے انہوں نے امام حسینؓ کو کوفہ کی طرف سفر کرنے سے روکنے کے لئے بڑی عرضداشتیں بھیجیں۔ دوسرے محمد اوسط تھے جو امامہؓ بنت زینبؓ بنت رسولؐ کے بطن سے تھے ان کی شاید پہلے وفات ہو گئی کہ ان کا کوئی ذکر نہیں۔ تیسرے محمد اصغر ساتھ تھے جو جنگ میں شہید ہوئے یعنی امام حسینؓ کے علاوہ حضرت علیؓ کے چھ اور بیٹے بھی میدانِ کربلا میں شہید ہوئے۔

حضرت علیؓ کے دو اور بیٹوں کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ یہ یحیی اور عون تھے جو اسماءؓ بنت عمیس کے بطن سے تھے اور جناب محمدؓ بن ابوبکرؓ اور عبداللہؓ بن جعفر طیارؓ کے اخیانی بھائی تھے چونکہ ان سے آگے کوئی اولاد نہ چلی۔ اس لئے شاید وہ بھی واقعۂ کربلا سے پہلے فوت ہو گئے ہوں یا اپنے اخیانی بھائی عبداللہؓ یا محمدؓ بن جعفر طیارؓ کے پاس ہوں۔ محمدؓ بن حنیفہ کے علاوہ جناب علیؓ کے صرف ایک بیٹے عمرؓ نے کربلا میں شرکت نہ کی اور آگے ان کی نسل بھی چلی۔ ان کی والدہ کا نام صہباؓ[1] تھا جن کا ذکر پہلی کتاب کے پندرہویں باب میں ہو چکا ہے۔ ان عمرؓ کا ذکر طبقات ابن سعد میں محدث کے طور پر بھی ہے۔ آپ ان دنوں اپنے ننھیال کے پاس گئے ہوئے تھے۔

جناب امام عالی مقامؓ کے اپنے تین بیٹے بھی ساتھ تھے۔ بڑے بیٹے علیؓ بن حسینؓ تھے جن کو علی اکبرؓ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کی ماں لیلی، یزید کی پھوپھی کی بیٹی تھی۔ دوسرے بیٹے بھی علیؓ بن حسینؓ تھے جن کو اس زمانے میں علی اصغر بھی کہا جاتا تھا۔ آپ ہی امام زین العابدینؒ ہیں۔ اب آپ کو علی اوسطؓ کے نام سے لکھا جاتا ہے جس کی وجہ آگے بیان کی جائے گی۔ آپ

---

[1] صہباؓ عین التمر کے نزدیک علاقوں کے ایک سردار کی بیٹی تھیں۔

Marfat.com

کی والدہ شاہِ ایران یزد جرد کی بیٹی تھی جن کے ساتھ امام حسینؓ کی شادی کا ذکر پہلی کتاب کے آخری ابواب میں ہو چکا ہے۔ تیسرے بیٹے کا نام عبداللہؓ تھا۔ آپ شیر خوار تھے۔ آپ کی والدہ ربابؓ بنت امرالقیس تھیں۔ آپ بھی جنگِ کربلا میں شہید ہوئے اور مورخین نے آپ کو علی اصغرؓ لکھنا شروع کر دیا کہ علی اکبرؓ اور علی اصغرؓ شہید ہو گئے تو اس وجہ سے لوگوں نے امام زین العابدینؓ کو علی اوسطؓ کہنا شروع کر دیا۔ ویسے امام زین العابدینؓ بہت زیادہ احادیث کے راوی ہیں اور وہاں پر ان کے لئے صرف علیؓ بن حسینؓ کے الفاظ ہی لکھے ہوئے ملتے ہیں۔

امام عالی مقام امام حسینؓ کے بڑے بھائی امام حسنؓ کے خاندان کے اکثر لوگ آپؓ کے ساتھ ہی تھے لیکن آپ نے چونکہ متعدد شادیاں کیں۔ اس لئے ممکن ہے آپ کی اولاد میں سے کچھ لوگ ساتھ شامل نہ ہوئے ہوں۔ مورخین نے آپؓ کے پانچ بیٹوں کی شمولیت کا ذکر کیا ہے جن میں ابوبکرؓ، قاسمؓ اور عبداللہؓ نے شہادت پائی اور دو ابھی بلوغت کو نہ پہنچے تھے وہ بچ گئے ان کے نام عمروؓ بن حسنؓ اور محسنؓ بن حسنؓ تھے۔ روایت ہے کہ امام حسنؓ کی اولاد جناب محسنؓ سے چلی۔

آپؓ کے چچیرے بھائی جناب عبداللہؓ بن جعفر طیارؓ کے بیٹے، جناب عونؓ اور محمدؓ، اپنے والد کا خط لے کر امام حسینؓ کے پاس مکہ مکرمہ پہنچے تھے۔ خط میں عبداللہؓ نے عرض کی تھی کہ امام حسینؓ کوفہ نہ جائیں لیکن امام حسینؓ نہ مانے۔ تو ان دونوں عظیم فرزندوں نے اسلام کی لاج رکھتے ہوئے اپنے عظیم چچا کا ساتھ چھوڑنے سے انکار کر دیا اور اس طرح اپنے عظیم دادا جناب جعفر طیارؓ اور عظیم پردادا جناب ابوطالبؓ کے نام کو اور بلند کیا، آپؓ دونوں بھی شہید ہو گئے۔ کچھ مورخین نے انگریزی کتابوں سے جب یہ پڑھا کہ آپ امام حسینؓ کے NEPHEW تھے تو انہوں نے ان کو جناب امام حسینؓ کا بھانجا بنا دیا۔ کسی نے آگے بڑھ کر ان کو جناب زینبؓ بنت علیؓ کا بیٹا قرار دے دیا اور مرثیے لکھ ڈالے کہ جناب زینبؓ نے بیٹوں کو یہ فرمایا، وہ فرمایا، وغیرہ۔
دراصل جناب عونؓ کی والدہ کا نام جمانہؓ بنت مسیب اور جناب محمدؓ کی والدہ کا نام خوصاءؓ بنت حصفہ تھا تو جناب زینبؓ کا ذکر خواہ مخواہ کر دیا گیا ہے۔

امام عالی مقامؓ کے دوسرے چچا جناب عقیلؓ کے تین بیٹے جناب جعفرؓ، جناب عبدالرحمٰنؓ

Marfat.com

اور جناب عبداللہؓ بھی ساتھ تھے اور تینوں میدانِ کربلا میں شہید ہوئے اور چوتھے جناب مسلمؓ بن عقیلؓ پہلے کوفہ میں شہید ہو گئے تھے۔ جناب مسلمؓ کے بیٹے عبداللہؓ بن مسلمؓ، امام حسینؓ کے ساتھ میدان کربلا میں شہید ہوئے۔ امام حسینؓ کے ایک اور چچیرے بھائی، ابوسعیدؓ بن عقیلؓ کے بیٹے محمدؓ بھی امام حسینؓ کے ساتھ تھے اور میدان کربلا میں شہید ہوئے۔

باقی ساتھیوں اور شہدا کا ذکر واقعات میں آئے گا۔ اہل بیت میں سے امام حسینؓ سمیت ۲۳ عظیم ہستیوں کا ذکر کیا گیا ہے جن میں سے تین زندہ بچے جو امام زین العابدینؓ اور امام حسنؓ کے دو بیٹے عمروؓ اور محسنؓ ہیں۔ باقی بیس میں سے جناب مسلمؓ کوفہ میں شہید ہوئے اور اہل بیت میں سے کربلا کے میدان میں امام حسینؓ، سترہ یا اٹھارہ عظیم ساتھیوں کے ساتھ شہید ہوئے۔ ایک نام کا فرق ہے اور اختلاف صرف اتنا ہے کہ آیا ایک ابوبکرؓ بن حسنؓ ہی شہید ہوئے یا دوسرے ابوبکرؓ بن علیؓ بھی شہید ہو گئے۔ واللہ اعلم۔ باقی کوئی اختلاف نہیں ہے اور باقی شہدا کا ذکر بعد میں آئے گا۔

امام حسینؓ کی کوفہ روانگی

بہرحال امام عالی مقامؓ اس چھوٹے سے قافلہ کے ساتھ مدینہ شریف سے پہلے مکہ مکرمہ پہنچے آپؓ کے کوچ کے راستہ کو نقشہ صفحہ پر دکھایا گیا ہے مکہ کے گورنر عمروؓ بن سعیدؓ بن عاص تھے۔ وہ آپؓ کو امان دینے پر تیار تھے بلکہ عبداللہؓ بن جعفر طیارؓ نے عمرو بن سعیدؓ کو ایک خط لکھا اور ان کو بھی عمرو نے کہہ دیا تھا کہ امام حسینؓ مکہ مکرمہ میں قیام کر سکتے ہیں لیکن امام حسینؓ مکہ مکرمہ میں ٹھہرنے کے لئے تیار نہ تھے حالانکہ مکہ مکرمہ میں کافی لوگوں نے امام حسینؓ کو عرض بھی کی کہ وہ ان کے ساتھ ہیں لیکن امام عالی مقامؓ نے فرمایا کہ انہوں نے حضور پاکؐ سے یہ حدیث مبارکہ سنی ہے کہ ایک "مینڈھا" مکہ کی حرمت کو حلال کر دے گا۔ میں وہ "مینڈھا" نہیں بننا چاہتا۔ مکہ مکرمہ کے بارے میں حضور پاکؐ کا فرمان ہے کہ یہ اللہ کا گھر ہے اور اس کی حرمت ہے اور حضور پاکؐ

---

[1] وہی سعیدؓ بن عاص جو حضرت عثمانؓ کے زمانے میں کوفہ کے گورنر تھے۔

Marfat.com

کے فتح مکہ کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو ان کے لئے چند گھنٹوں کے لئے حلال کر دیا تھا۔ کہ حق یہ چاہتا تھا کہ اہل حق مکہ مکرمہ میں کسی منظم طریقے سے داخل ہوں۔ اور اس پہلو کی ہم جلالِ مصطفیٰ ؐ کے چھٹے باب میں وضاحت کر چکے ہیں کہ اس کے بعد حضور پاک ؐ از خود سر جھکا کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔

اہلِ کوفہ کے خطوط

امام حسین ؓ کو کوفہ کے لوگوں کے متعدد خطوط موصول ہو رہے تھے۔ کہ آپ ؓ ہمارے پاس آئیں اور ایک لاکھ مجاہدین آپ ؓ کا ساتھ دینے کو تیار ہیں چنانچہ یہ خط وصول کرنے کے بعد آپ ؓ مکہ مکرمہ میں چند روز رُک گئے اور اپنے چچیرے بھائی جناب مسلم ؓ بن عقیل ؓ کو کوفہ روانہ کیا کہ وہاں کے حالات کا صحیح طور پر اندازہ لگائیں اور ان کو صورتِ حال سے آگاہ کریں۔ کوفہ کے گورنر نعمان ؓ بن بشیر تھے۔ آپ انصار تھے اور بے شک بنو امیہ کے منظور نظر تھے کہ حضرت عثمان ؓ کا خون آلودہ کرتہ لے کر دمشق گئے تھے۔ جس کا ذکر تیسری کتاب میں ہے لیکن صحابی ہونے کی وجہ سے کسی حتمی حد تک بھی نہ جا سکتے تھے۔ چنانچہ جیسے ہی جناب مسلم ؓ کوفہ پہنچے تو پہلے روز اٹھارہ ہزار جوانوں نے ان کے ہاتھ پر امام حسین ؓ کے لئے بیعت کی اور نعمان ؓ بن بشیر برائے نام گورنر رہ گئے۔ جناب مسلم ؓ نے امام عالی مقام ؓ کو ان حالات سے آگاہ کیا تو امام حسین ؓ ذوالحجہ ۶۰ ہجری میں کوفہ روانہ ہو گئے۔

عبیداللہ بن زیاد

یزید بھی حالات سے باخبر تھا اور جس روز سے اس کو اہلِ کوفہ کے امام عالی مقام ؓ کی طرف خطوط کی بھنک پڑی وہ بصرہ کے گورنر عبیداللہ بن زیاد کو لکھ چکا تھا کہ وہ جا کر کوفہ کی امارت بھی سنبھال لے۔ یزید کو معلوم تھا کہ نعمان ؓ بن بشیر امام حسین ؓ کے خلاف کوئی کاروائی نہ کر سکیں گے اور عبیداللہ بن زیاد، اب کسی تعارف کا محتاج نہیں کہ وہ یزید کے چچا کا بیٹا بن چکا تھا۔ اس کے باپ کی پیدائش خواہ کن حالات میں ہوئی لیکن بنو امیہ اس کے باپ کو ابو سفیان ؓ کا بیٹا تسلیم کرتے تھے اور اس چیز نے عبیداللہ کے دماغ کو خراب کر دیا تھا۔ بہرحال وہ چالباز تھا۔ اس نے پہلے تو کچھ آدمی کوفہ

Marfat.com

بھیج دیئے انہوں نے مشہور کر دیا کہ امام حسینؓ کوفہ پہنچنے والے ہیں۔ اس کے بعد خود امام حسینؓ کا روپ دھار لیا۔ وہ ایک یمنی چغہ پہنے ایک خچر پر سوار کوفہ میں داخل ہو گیا۔ اکثر اہلِ کوفہ نے امام حسینؓ کو نہ دیکھا ہوا تھا اور ویسے عبید اللہ نے اپنا چہرہ چھپایا ہوا تھا صرف آنکھیں اور ناک کا کچھ حصہ کھلا تھا۔ اس نے جناب حسینؓ والی متانت اختیار کی ہوئی تھی۔ چند ہمراہی اس کے ساتھ تھے۔ جنہوں نے کچھ اسی قسم کا لباس پہنا ہوا تھا اور خچر سوار عبید اللہ کے لئے ایسا مؤدبانہ رویہ اور روپ اختیار کئے ہوئے تھے کہ اہل کوفہ نے سمجھا کہ واقعی امام حسینؓ کوفہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ لوگ جھک جھک کر سلام کرتے تھے اور اس طرح عبید اللہ قصرِ امارت میں داخل ہو کر اس پر قابض ہو گیا۔

قصر میں پہنچ کر اس نے تمام قبیلوں کے سرداروں کو بلایا جن میں سے کچھ تو اس کو امام حسینؓ سمجھ کر بڑی امیدیں لے کر گئے لیکن آگے سے جب عبید اللہ اپنے اصلی روپ میں ظاہر ہوا تو وہ لوگ کانپنے لگے۔ ابنِ زیاد نے حکم دیا کہ اپنے قبیلہ کے تمام لوگوں کو جو جناب مسلمؓ بن عقیلؓ کے ساتھ مل چکے ہیں، واپس لایا جائے ورنہ وہ سب کو تہِ تیغ کر دے گا۔ جناب مسلمؓ کو جب ان حالات سے آگاہی ہوئی تو انہوں نے آدمی دوڑا کر اپنے ساتھیوں کو کوفہ کے باہر اجتماع کرنے کا حکم دیا۔ اوّل تو کچھ لوگوں کو ان کے قبیلہ کے سرداروں نے راستے ہی سے واپس بلا لیا۔ لیکن جناب مسلمؓ نے دیکھا کہ ان اٹھارہ ہزار بیعت کرنے والوں میں سے ان کے ساتھ کل چار ہزار آدمی باقی رہ گئے تھے۔ اب انہوں نے حفظ ماتقدم کے طور پر ان چار ہزار آدمیوں کو کوفہ سے باہر ہی صف بندی کے احکام دے دیئے۔

جناب مسلمؓ کی شہادت

جناب مسلمؓ اب عجیب تذبذب میں تھے اور کوفہ کے باہر چار ہزار ساتھیوں کے ساتھ صف بند تھے کہ ابنِ زیاد کے کہنے پر قبیلہ کے سرداروں نے جناب مسلمؓ کے ساتھیوں کو نام لے لے کر بلانا شروع کر دیا اور طرح طرح کے لالچ دینا شروع کر دیئے۔ شام تک جناب مسلمؓ کے ساتھ صرف تیس آدمی رہ گئے تھے۔ اب جناب مسلمؓ نے سوچا کہ کسی جگہ وقتی پناہ لے کر اب تیس آدمیوں میں سے کسی کو

Marfat.com

مکہ مکرمہ بھیجا جائے کہ امام عالی مقامؓ کو اصل حالات سے آگاہ کریں اور خود تو ان کو اپنی شہادت نظر آ رہی تھی۔ وہ خواہ کوفہ میں ہوتی۔ خواہ وہ فرار کرتے تو ہوتی لیکن پناہ کی تلاش میں دیکھا کہ تیس میں سے صرف دس آدمی ساتھ رہ گئے اور جب ذرا اندھیرا ہو گیا تو وہ بھی غائب ہو گئے۔ آگے کافی لمبی کہانی ہے۔ جناب مسلمؓ گرفتار ہوئے اور ابنِ زیاد نے ان کو شہید کرا دیا۔ اس سلسلہ میں اہلِ کوفہ کے کردار کی جو جھلک ملتی ہے اس سے آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ حُبّ دنیا انسان کو اس طرح اندھا کر دیتی ہے کہ نہ ان کا کوئی اصول رہتا ہے نہ ان میں احساسِ زیاں باقی رہتا ہے۔ یعنی انسانیت، انسانیت کا لبادہ اتار کر پھینک دیتی ہے۔ اور اس جگ میں وہ اس طرح ننگا ہو جاتا ہے جس طرح ننگا وہ پیدا ہوا تھا۔ اس لئے ان وعدہ خلافیوں کی تفصیل میں جانے سے کراہت پیدا ہوگی، کہ شیطان بھی ایسی حالت دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔

کہتا تھا عزازیل خداوندِ جہاں سے

پرکالۂ آتش ہوئی آدم کی کفِ خاک (اقبالؒ)

امام حسینؓ ملک عراق میں

امام حسینؓ مکہ مکرمہ سے چل کر زرود کے مقام پر پہنچے تو خبر ملی کہ مسلمؓ بن عقیلؓ شہید ہو چکے ہیں۔ یہ وہی مقام ہے جہاں پر قادسیہ کی فتح سے پہلے جناب سعدؓ بن ابی وقاص نے قیام کیا تھا ہم پہلی کتاب کے اکیسویں باب میں اس کا ذکر کر چکے ہیں۔ جناب مسلمؓ کی شہادت کی خبر سُن کر امام حسینؓ نے فرمایا "اب جینے میں کوئی مزہ نہیں"۔ یہاں ہم قارئین کی توجہ پانچویں باب میں جناب علیؓ کے خواب کی طرف مبذول کرائیں گے کہ انہوں نے کیا دعا مانگی کہ چار سال خلافت کے دوران آپؓ مسلمانوں کی حالت پر نظر کر کے مایوس ہو چکے تھے اور امام عالی مقامؓ کو آج پھر ایسے ہی حالات نظر آ رہے تھے کہ لوگوں کا کردار ختم ہو چکا تھا ایسے لوگوں میں رہنے کی بجائے عزت کی موت یا شہادت کی دعا بدرجہا بہتر ہے۔

ویسے راستہ میں کافی لوگ آپؓ کے ساتھ شریک ہو چکے تھے اور جیسے ہی ان لوگوں کو کوفہ کے حالات کا پتہ چلا تو انہوں نے آپؓ کا ساتھ چھوڑنا شروع کر دیا۔ ایسے لوگ دراصل امام حسینؓ کے

Marfat.com

ساتھ اس امید پر شامل ہوگئے تھے کہ امام حسینؓ کی حکومت میں ان کو ترجیحات حاصل ہوں گی لیکن جب آگے خراب حالات کی خبر ملی تو رفوچکر ہوگئے۔ لعنت ہو حُبِّ دنیا پر۔ بہر حال آپؓ کے ساتھ صرف وہی لوگ رہ گئے جو مکہ سے ساتھ ہو گئے تھے۔ ان کی تفصیل واقعات کے ساتھ آتی رہے گی یا اہل بیت تھے جن کا ذکر ہوچکا ہے۔

شراف کے مقام پر

نقشہ ہفتم پر جناب امام حسینؓ کے کوچ کے راستہ کا مطالعہ کریں کہ اس راستے پر چلتے چلتے آپؓ شراف کے مقام پر پہنچ گئے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں جناب مثنیٰؓ بن حارث نے جناب سعدؓ بن ابی وقاص کے انتظار میں وفات پائی اور اس کا ذکر بھی پہلی کتاب میں ہوچکا ہے۔ اب ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسینؓ آنے والے حالات سے آگاہ تھے۔ حضور پاکؐ خواب میں بشارت دے چکے تھے: کہ "بیٹا جلدی آؤ تمہارا انتظار ہو رہا ہے" لیکن یہ بشری تقاضے تھے کہ امام عالی مقامؓ ہر کاروائی دنیاوی لحاظ سے کر رہے تھے۔ شراف سے قادسیہ کے مقام کی طرف امام عالی مقامؓ کا قافلہ آج ان حالات سے مختلف حالات میں پیش قدمی کر رہا تھا اور غیروں کی بجائے اپنے دشمن ہو چکے تھے۔ حیرانگی کی بات یہ ہے کہ جناب سعدؓ بن ابی وقاصؓ کا بیٹا عمرو بھی یزید کے لشکر میں آگے سے امام حسینؓ کی مخالفت کر رہا تھا اور اس نے حُر بن یزید تمیمی کو ایک ہزار فوج کے ساتھ آگے بھیجا کہ امام حسینؓ کے قافلہ پر نظر رکھے اور حُر امام عالی مقامؓ کو قادسیہ کے نزدیک ملا۔

حُر کی عرض

حُر نے امام عالی مقامؓ کو عرض کی کہ وہ ابنِ زیاد اور عمرو بن سعدؓ کے حکم پر آیا ہے کہ آپؓ کو ابنِ زیاد کے پاس لے چلے یا آپؓ واپس چلے جائیں یا کوئی اور راستہ اختیار کر لیں یا براہ راست یزید یا ابنِ زیاد کو خط لکھ کر اپنے مقاصد کا اظہار کریں کہ شاید کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ وہ آپ کے معاملہ میں امتحان سے بچ جاتے۔

---

[1] جناب سعدؓ نے انہی مقامات سے ایران فتح کیا جس کا ذکر پہلی کتاب میں موجود ہے۔

Marfat.com

امام عالی مقامؓ کا فرمان

امام حسینؓ نے فرمایا: "میں اپنا ایک فرض پورا کر رہا ہوں۔ میں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے لوگوں کو آگاہ کر دیا ہے کہ یزید کی حکومت غیر اسلامی ہے۔ اہل کوفہ نے میرے ساتھ اس سلسلہ میں اتفاق کیا اور مجھے دعوت دی کہ میں ان کی قیادت سنبھالوں۔ میں اس غرض سے یہاں تک آگیا میں اہل کوفہ کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے وعدہ پورا کر دیا تم اپنا وعدہ پورا کرو تاکہ روزِ قیامت کوئی شک نہ رہ جائے اور ہم اس سلسلہ میں ایک دوسرے پر صحیح گواہی دے سکیں" آپؓ نے سفر جاری رکھا ہوا تھا اور حُر کے لشکر والے دائیں بائیں چل رہے تھے کہ اس طرح ایک جگہ قیام ہوا تو امام حسینؓ نے حُر کے لشکر والوں کو خطبہ دیا جس میں امام حسینؓ نے اپنے مقاصد اور مسلمانوں کے فرائض کو واضح کر دیا اس کے کچھ اقتباسات اس طرح ہیں :

" لوگو! سنو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایسے امیر یا حکمران کو دیکھا جو ظالم ہے، اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرتا ہے، خدا کے عہد کو توڑتا ہے، سنتِ رسول اللہؐ کی مخالفت کرتا ہے اور دیکھنے والوں پر گناہ اور زیادتی کے ساتھ حکومت کرتا ہے اور دیکھنے والوں کو اس پر اپنے قول و عمل سے غیرت نہ آئی تو خداوند تعالیٰ کو یہ حق ہے کہ اس بادشاہ یا حکمران کی جگہ ایسا دیکھنے والوں کو جہنم میں داخل کر دے۔ تم اچھی طرح سمجھ لو کہ ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت قبول کر لی ہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت چھوڑ دی ہے زمین پر فتنہ فساد پھیلا رکھا ہے۔ حدود الٰہی کو معطل کر دیا ہے اور مالِ غنیمت میں اپنا حصہ زیادہ لیتے ہیں۔ خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور اس کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کر دیا ہے۔ اس لئے مجھے حق ہے کہ ان حالات پر مجھے غیرت آئے۔"

تبصرہ

اسلامی فلسفۂ حیات کے لحاظ سے اول جہاد بالنفس ہے کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند کرو اور پھر حاکم وقت کو مجبور کرو کہ وہ بھی ان باتوں پر عمل پیرا ہو اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو وہ ہمارا حاکم نہیں ہو سکتا اور جب تک قوم اس فلسفہ پر عمل نہیں کرتی تو باقی سب باتیں فضول ہیں بلکہ

Marfat.com

خرافات کا درجہ رکھتی ہیں اسی وجہ سے یہ عملی پہلو لفظ بلفظ پیش کیے جا رہے ہیں۔

کوفہ کے حالات

اب امام حسینؓ نے کوفہ کے حالات معلوم کرنے کی کوشش کی اور مسافروں کے ساتھ رابطہ قائم کیا تو آپؓ کو بتایا گیا کہ شہر کے تمام قبائل کے سرداروں کو رشوتیں دے کر ابنِ زیاد نے اپنے ساتھ ملا لیا ہے یعنی وہ یزید کے ساتھی بن چکے تھے۔ عوام کے دل امام حسینؓ کے ساتھ تھے مگر ان کی تلواریں امام حسینؓ کے خلاف ہی نیام سے باہر نکلیں گی۔ جناب مسلمؓ بن عقیلؓ اور ان کے ساتھ جو دو رہنما یا ساتھی بھیجے گئے تھے وہ شہید ہو چکے ہیں۔ یہ خبریں سن کر امام حسینؓ نے قیسؓ بن مسہر کو کوفہ بھیجا تاکہ اہل کوفہ کو اپنا وعدہ یاد دلائیں۔ جناب قیسؓ کو گرفتار کر لیا گیا اور قصرِ امارت کی چھت سے نیچے گرا کر شہید کروا دیا۔ لوگ سہم گئے۔ اس کے بعد امام حسینؓ نے جناب عبداللہؓ بن بقطر کو بھیجا تو ان کو شہر کے باہر ہی سے ابن زیاد کے ایک فوجی دستہ کے کمانڈر حصنین بن نمیر نے گرفتار کر لیا۔ آپ کے ساتھ بھی ابنِ زیاد نے وہی سلوک کیا جو وہ جناب قیسؓ کے ساتھ کر چکا تھا۔

طرماح بن عدیؓ

اسی دوران طرماح بن عدیؓ بن حاتم پہنچ گئے اور امام حسینؓ کے ساتھ ملاقات کی اور آپؓ کو بتا دیا کہ اہل کوفہ آپؓ کا ساتھ نہ دیں گے۔ آپؓ مہربانی فرما کر ہمارے ساتھ اوجا پہاڑ کے علاقوں میں چلیں اور وہاں پر ہمارا قبیلہ آپ کی نگہبانی کرے گا۔ امام حسینؓ نے طرماح کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا: "میں ایک اصول کے تحت کوفہ آیا ہوں کہ ان لوگوں نے ظالم حکمران کے خلاف میری مدد کا وعدہ کیا۔ میں اپنے وعدے پر قائم ہوں اور جب تک میرا یہ پیغام نہیں پہنچ جاتا کہ میں وعدے پر پورا اُترا ہوں، تب تک میں راستے سے مڑنے والا نہیں ہوں اور اگر راستے سے مڑنا ہوتا تو میں زرود سے ہی واپس چلا گیا ہوتا وغیرہ۔ یہ زندگانی چند دن کی ہے اور سوال یہ ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا جواب دوں گا۔ اس لئے میں چاہوں گا کہ میرے ساتھ مل کر اگر ایک آدمی بھی حق کے لئے لڑنے کو تیار ہے تو میں ضرور حق کے لئے لڑوں گا۔" اسلامی فلسفہ حیات کی یہ ایک اور عملی

Marfat.com

مثال ہے۔

میدانِ کربلا میں

اسی دوران امام عالی مقامؓ کا قافلہ نینوی کے قریب پہنچ گیا اور وہاں پر ہی ابنِ زیاد کا قاصد حُر بن یزید تمیمی کے پاس پہنچ گیا اور اس کو حکم دیا کہ امام حسینؓ کے قافلہ کو دریا سے دور رکھا جائے۔ یہ محرم ۶۱ ہجری کا واقعہ ہے اور قافلہ ایک اجاڑ میدان میں پہنچا ہوا تھا۔ جس کو میدانِ کربلا کہتے ہیں۔ یہ جگہ دریائے فرات سے دور تھی کہ اس میدان اور دریا کے درمیان ایک ٹیلہ یا ٹیکری کی قسم کی اونچی جگہ تھی اور وہاں پر ہی جناب سعدؓ بن ابی وقاص کا بیٹا عمرو، ابنِ زیاد کی طرف سے چار ہزار کا لشکر لے کر امام حسینؓ کی مخالفت یا مقابلہ کے لئے پہنچ گیا۔ روایت ہے کہ عمرو اس مہم پر نہیں آنا چاہتا تھا لیکن ایک طرف اس کو رے کی حکومت کا لالچ دیا گیا اور دوسری طرف اس کے دل میں خوف بٹھایا گیا کہ اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو اس کی خیر نہیں لیکن وہ بھی حُر کی طرح اس امتحان سے بچنا چاہتا تھا اور اس نے امام حسینؓ کے ساتھ مفاہمت کی کوشش کی۔

تبصرہ

لیکن انسان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیئے۔ عظیم صحابی اور عشرہ مبشرہ میں شامل سعدؓ بن ابی وقاص کا بیٹا اس امتحان میں پاس نہ ہوا۔ اور اپنے نام کو سیاہ دھبہ لگوا بیٹھا لیکن ایک غیر معروف آدمی حُر نے دونوں جہان حاصل کر لیئے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ سے اپنے خاتمہ بالخیر کی دعا مانگنی چاہیئے۔

امام حسینؓ اور عمرو کی ملاقات

مورخین نے امام حسینؓ اور عمرو بن سعدؓ کی ملاقات کو معاملات کو بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے بلکہ بعض راویوں کے مطابق ملاقات علیحدگی میں بھی ہوئی۔ ستمبر اکتوبر کا مہینہ تھا۔ قافلے نے پڑاؤ کرتے وقت پانی کا خاص خیال نہ رکھا تھا۔ دریا سے تھوڑے فاصلہ پر ایک خشک

Marfat.com

جگہ ایک ٹیلے کے پاس پڑاؤ کر لیا کہ ضرورت کے مطابق پانی دریا سے لے آئیں گے جو نزدیک ہی تھا۔ ابن زیاد نے پہلے ہی حکم دیا ہوا تھا کہ قافلہ کی ناکہ بندی کی جائے اور ان کو دریا سے پانی نہ لینے دیا جائے لیکن جناب عباس علمبردارؓ چند ساتھیوں کے ساتھ گئے اور دریا سے کچھ پانی بھر لائے کہ عمرو بن سعدؓ نے زیادہ مزاحمت بھی نہ کی۔

عمرو کے ساتھ طویل ملاقات میں امام حسینؓ نے عمرو پر واضح کر دیا کہ وہ اہل کوفہ کی دعوت پر آئے ہیں، اگر ان کا پیغام اہلِ کوفہ کو پہنچا دیا جائے اور مجھ پر ثابت کر دیا جائے کہ اہل کوفہ مجھے پسند نہیں کرتے یا میرے ساتھ نہیں تو میں واپس جانے کو تیار ہوں۔ یہ بات سن کر عمرو خوش ہو گیا اور ابن زیاد کو اس کی خبر بھیجی۔ ابنِ زیاد نے البتہ حکم دیا کہ پانی کی مکمل ناکہ بندی کی جائے اور سیدھی بات یہ ہے کہ امام حسینؓ سے یزید کی بیعت لی جائے۔ ہم کوئی شرط ماننے کو تیار نہیں کہ اہلِ کوفہ سے ایک آدمی بھی امام حسینؓ کے ساتھ ملنے کو تیار نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو اب تک کوئی نہ کوئی آدمی تو امام حسینؓ کے ساتھ مل جاتا۔

امام حسینؓ اور عمرو کی دوسری ملاقات

اب عمرو نے امام حسینؓ کے ساتھ دوسری ملاقات کی اور امام حسینؓ کو گزارش کی کہ کوئی آسان شرائط رکھیں کہ اہل کوفہ تو امام حسینؓ کی مدد کرنے کو تیار نہیں اور عمرو اس امتحان سے بچ جائے۔ عمرو کی اس گزارش پر امام حسینؓ نے تین آسان ترین شرائط پیش کر دیں جو حسب ذیل تھیں:

۱۔ مجھے وہیں واپس جانے دو جہاں سے آیا ہوں تاکہ میں زندگی کے باقی ایام مکہ مکرمہ میں عبادت الٰہی میں مصروف رہ کر گذاروں۔

یا

۲۔ مجھے یزید کے ساتھ اپنے معاملات طے کر لینے دو اور میں یزید کے پاس جاتا ہوں اور تم بھی میرے ساتھ چلو کہ تمہیں یہ خیال نہ ہو کہ میں یزید کے پاس جانے کی بجائے کہیں اور چلا جاؤں گا۔

یا

Marfat.com

۴۔ مجھے اسلامی ممالک کی سرحدوں پر جانے کی اجازت ہو، جہاں مجاہدین کو اکٹھا کر کے ہم کفار کے ملکوں میں آگے بڑھ کر جہاد کر سکیں۔

عمرو یہ شرائط پا کر بہت خوش ہوا کہ تینوں شرائط میں صلح اور صلح ہی تھی اور اس نے ابنِ زیاد کو خبر دی تو ابنِ زیاد بھی بڑا خوش ہوا اور خاص کر دوسری شرط کو بہت پسند کیا کہ وہ امام حسینؓ کو ساتھ لے کر یزید کے پاس جائے گا اور اس کی بڑی سرخروئی ہو گی لیکن پاس ہی شمر بن ذی الجوشن بیٹھا تھا اس نے ابنِ زیاد کو کہا کہ یاد رکھو امام حسینؓ ایک دفعہ یزید کے پاس پہنچ گئے تو پھر اُن کے مقابلہ میں ابنِ زیاد کی وہ عزت نہ رہے گی۔ یہ موقع ہے کسی طرح لڑائی سے یا کسی اور طریقہ سے امام حسینؓ کو شہید کرا دو تو پھر یزید کو تیری ضرورت رہے گی اور تجھے یزید کی ضرورت۔ (قارئین اس مشورہ والے فقرہ کی شیطنیت کو ضرور بھانپ جائیں گے)۔

ابنِ زیاد کی گراوٹ

شمر کی یہ رائے ابن زیاد کو بڑی پسند آئی اور اب وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اس کا طرزِ عمل ایسا ہو کہ امام حسینؓ کو کسی بہانے سے شہید کرا سکے۔ اس لئے اس نے عمرو کو بڑا سخت خط لکھا کہ امام حسینؓ کی کوئی شرط نہیں مانی جا سکتی۔ سیدھی بات یہ ہے کہ سب سے پہلے امام حسینؓ غیر مشروط طور پر اپنے تمام ساتھیوں کو ہمارے سپرد کریں اور میرے ہاتھ پر یزید کی بیعت کریں تو پھر ان کی دوسری شرط منظور ہے میں ان کو لے کر یزید کے پاس چلا جاؤں گا۔

امام حسینؓ کی وضاحت

عمرو نے جب یہ شرائط امام حسینؓ کو سنائیں تو آپ مسکرائے اور فرمایا "کہ سارا جھگڑا تو بیعت کا ہے اگر میں یزید کی بیعت کر لوں یعنی اس کو اپنا حاکم تصور کر لوں تو پھر بات ہی ختم ہو جاتی ہے۔ میرا یزید کے پاس جانے میں یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میں وہاں جا کر اس کی بیعت کر لوں گا۔ میں تو یزید کے پاس جانے کے لئے اس لئے تیار ہو گیا تھا کہ یہ معاملہ میرے اور یزید کے درمیان ہے اور جو لوگ میری وجہ سے اس امتحان میں پڑے ہوئے ہیں، ان کے لئے شاید آسانی ہو جائے میں

Marfat.com

اگر یزید کے پاس جاتا اور اس کے اور میرے درمیان کیا ہوتا، یہ آنے والا وقت ہی بتلا سکتا ہے۔ لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں ایک فاسق و فاجر کی بیعت، اس سے سینکڑوں میل دور ایک اور فاسق و فاجر کے ہاتھ پر کروں۔

تبصرہ

قارئین، امام عالی مقامؓ کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک کارروائی میں مومن کے مقصد حیات کی عملی مثالیں ہیں۔ حاکم وقت یا زندگی کی طرف رویہ کی ان مثالوں میں ہمارے لئے نشانِ راہ ہے لیکن کچھ لوگ شاید اعتراض کریں کہ امام حسینؓ پہلے ہی مکہ مکرمہ میں عبادت کے لئے کیوں نہ ٹھہر گئے جو اب تیار ہو گئے کہ وہ باقی عمر مکہ مکرمہ میں عبادت میں گزار دیں گے۔ امام عالی مقامؓ اس کی بھی وضاحت کر چکے ہیں کہ وہ بیعت کرنے پر تو بالکل تیار نہ تھے اور مکہ کی حرمت کو بھی خراب نہ کرنا چاہتے تھے۔ اب ایک معاہدہ کے تحت گوشہ نشینی اختیار کر رہے تھے اور کوفہ آنے تک بھی ایک مقصد تھا کہ مسلمانوں نے آپؓ کو راہِ حق پر لڑنے کی دعوت دی تھی اس پر لبیک کہنا ضروری تھا لیکن اب ساری دنیا راہِ حق سے بھاگ گئی تو جنگ بے فائدہ تھی لیکن امام حسینؓ غیر مشروط طور پر اپنے آپ کو دشمن کے حوالے نہ کرنا چاہتے تھے اور آخری وقت تک عزت اور غیرت کی زندگی کا مظاہرہ کیا، یہ ہیں مومن کے مقصدِ حیات اور اس باب کو ان کتابوں کا حصہ بنانے میں یہی مدعا تھے کہ ہم اپنے مقصدِ حیات کے ان عملی پہلوؤں کو سمجھیں۔

ابنِ زیاد کا تذبذب

عمرو کو خط بھیجنے کے بعد ابنِ زیاد تذبذب میں پڑ گیا کہ شرائط بڑی ناجائز تھیں عمرو بھی قریش ہونے کی وجہ سے امام حسینؓ کا رشتہ دار بھی تھا اور ایسی ناجائز شرائط کو شاید وہ بھی ناپسند کرے اور امام حسینؓ کے ساتھ مل جائے۔ اس لئے اس نے عمرو کے نام جلدی سے ایک دوسرا خط شمر بن ذی الجوشن کے ہاتھ بھیجا۔ قارئین، اسلام کی تاریخ کا یہ بدترین خط ہے جس کے اقتباسات لکھنے کو جی نہیں چاہتا لیکن کہانی سے عبرت حاصل کرنے

Marfat.com

کے لئے ابن خلدون کے حوالے سے اس کی نقل حسب ذیل ہے :

"اما بعد میں نے تمہیں حسینؓ کی طرف اس غرض سے نہیں بھیجا تھا کہ تم اس کے ساتھ لیت ولعل میں وقت برباد کرتے رہو اور اس کی مجھ سے سفارشیں کرتے رہو۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اگر حسینؓ اور ان کے ساتھی میرے حکم کی اطاعت کریں تو صلح نامہ لکھ کر ان سب کو میرے پاس بھیج دو۔ اگر انکار کریں تو حملہ کردو یہاں تک کہ ان کو قتل کرکے مثلہ کرڈالو کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں اور قتل کے بعد اس کے جسم اور سینہ کو گھوڑوں کے سموں سے پامال کرانا، وہ بڑا ظالم، جفاکار، خودسر اور نافرمان ہے۔ پس اگر ہمارے حکم کی تعمیل کروگے تو تم سب تابعداروں اور فرمانبرداروں کو صلہ دیا جائے گا اور اگر کچھ بھی خلاف ورزی کا قصد ہو تو ہم تم کو معزول کرتے ہیں اور تمہارے بجائے شمر کو لشکر کی سرداری دیتے ہیں۔"

جس وقت یہ خط لکھا جارہا تھا تو عبداللہ بن ابن محل بن حزام پاس بیٹھا تھا۔ اس نے ابن زیاد سے اپنی پھوپھی ام البنینؓ کے چار بیٹوں کے لئے امان طلب کی۔ جس کا ذکر پیچھے ذکر ہوچکا ہے۔ شمر نے عمرو کے پاس پہنچ کر یہ خط عمرو کے حوالے کیا اور ساتھ اعلان کیا کہ ہماری بہن کے بیٹوں یعنی حضرت علیؓ کے چار بیٹے جو ام البنینؓ کے بطن سے ہیں ان کو امان ہے۔ شمر نے بہن کا جو لفظ استعمال کیا تو مورخین نے شمر کو جناب عباس علمبردارؓ وغیرہ کا ماموں قرار دے دیا اور مولانا ابوالکلام آزاد تک آج کل کے کئی مورخین نے یہ غلطی پھیلا دی اور تحقیق نہ کی۔ شمر ملعون نہ تو جناب عباسؓ کا ماموں تھا اور نہ انہوں نے اس کی امان قبول کی تھی بلکہ اس پر لعنت بھیجی۔

امام حسینؓ کی ایک رات کی مہلت طلبی

عمرو نے جب جناب عباس علمبردارؓ کے ذریعے امام حسینؓ کو اس خط کے مضمون سے آگاہ کیا تو آپؓ نے ایک رات کی مہلت مانگی کہ آج کی رات وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزاریں گے۔ عمرو نے شمر کی اجازت سے یہ مہلت دے دی۔ امام حسینؓ اور آپ کے ساتھیوں نے رات بھر عبادت ضرور کی لیکن اصلی بات کچھ اور تھی۔ رات کے اندھیرے میں امام حسینؓ نے اپنے تمام

Marfat.com

ساتھیوں کو اکٹھا کیا اور ان کو آنے والے حالات سے آگاہ کیا، آپؑ نے فرمایا:

"اب یہاں سے بچ کر جانے کی تمام صورتیں ختم ہو چکی ہیں۔ اس لئے شاید دن کے وقت آپ لوگ میرا ساتھ کچھ حیا کی وجہ سے نہ چھوڑ سکتے ہوں۔ اس مجلس کے بعد پڑاؤ میں تمام چراغ گل کر دیئے جائیں گے تاکہ جو صاحب یہاں سے نکلنا چاہے وہ خاموشی سے نکل جائے۔"

یہ سن کر تمام ساتھی زار و قطار رونے لگے اور عرض کہ "یا امام، ہم کو اور زیادہ امتحان میں نہ ڈالیے، ہماری حوصلہ افزائی کیجیے کہ ہم آخری دم تک آپؑ کے ساتھ رہ کر وہ فرض پورا کر سکیں جس میں آپؑ ہماری راہنمائی کر رہے ہیں کہ اس دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی سعادت نہیں کہ آپؑ کی راہنمائی میں ہم وہ کچھ کریں کہ آخرت میں آپؑ کے ساتھیوں کے ساتھ اٹھیں"۔ قارئین یہ تھی مومن کے مقصدِ حیات کی ایک اور جھلک۔ ہم ان ساتھیوں کے صحیح الفاظ سے کچھ اقتباسات پیش کر رہے ہیں کہ آپ لوگوں کا ایمان بھی تازہ ہو جائے:

جناب زہیرؓ بن القین نے عرض کی "یا امام! میں بلنجر کی لڑائی میں شریک تھا۔ وہاں پر بہت زیادہ مالِ غنیمت حاصل ہوا اور سب مجاہدین کو بے حساب حصہ ملا۔ جناب سلمان فارسیؓ بھی ہمارے ساتھ تھے فرمانے لگے، اے مجاہدو! اسلام میں اگر آپ کو حضور پاکؐ کی اولاد کا زمانہ ملے اور ان کی نصرت میں قتال کرو، تو اس مالِ غنیمت یا فتح سے وہ کام ہزار گنا بہتر خوشی کا مقام ہوگا" جناب زہیرؓ نے کہا کہ میں تو یہ پسند کروں کہ آپؑ کی نصرت میں قتل ہوں، پھر زندہ ہوں، پھر قتل ہوں اور یہ سلسلہ جاری رہے۔"

جناب حبیبؓ بن مظہر فرمانے لگے: "بخدا، آپؑ کی رفاقت میں تو صرف ایک دفعہ قتل ہوں گا۔ میں تو اس وقت بھی آپؑ کی نصرت میں لڑتا جب آپؑ کی ہمراہی میں لڑتے ہوئے ستر دفعہ قتل ہوتا۔"

جناب مسلمؓ بن عوسجہ نے عرض کی "اے امام! اب تو خدا کے فضل سے میرے ہاتھ میں تلوار ہے۔ بخدا اگر یہ نہ ہوتی تو پتھروں اور ہاتھوں سے لڑ کر آپؑ کی نصرت میں شامل ہوتا۔ اب انشاء اللہ اس تلوار کا حق ادا کروں گا اور اس طرح امام حسینؑ کے تمام ہمراہی جن کی کل تعداد ۷۲ تھی، اپنے فلسفہ حیات کے امتحان کے عملی مظاہرے کو واقعہ سے چند لمحے پہلے اعلان کر رہے تھے یا نیت

Marfat.com

نقشہ ہفتم

سانحہ کربلا : امام حسینؓ کا کربلا کی طرف کوچ اور ابن زیاد
کی بصرہ سے کوفہ میں آمد، عمرو بن سعد اور شمر

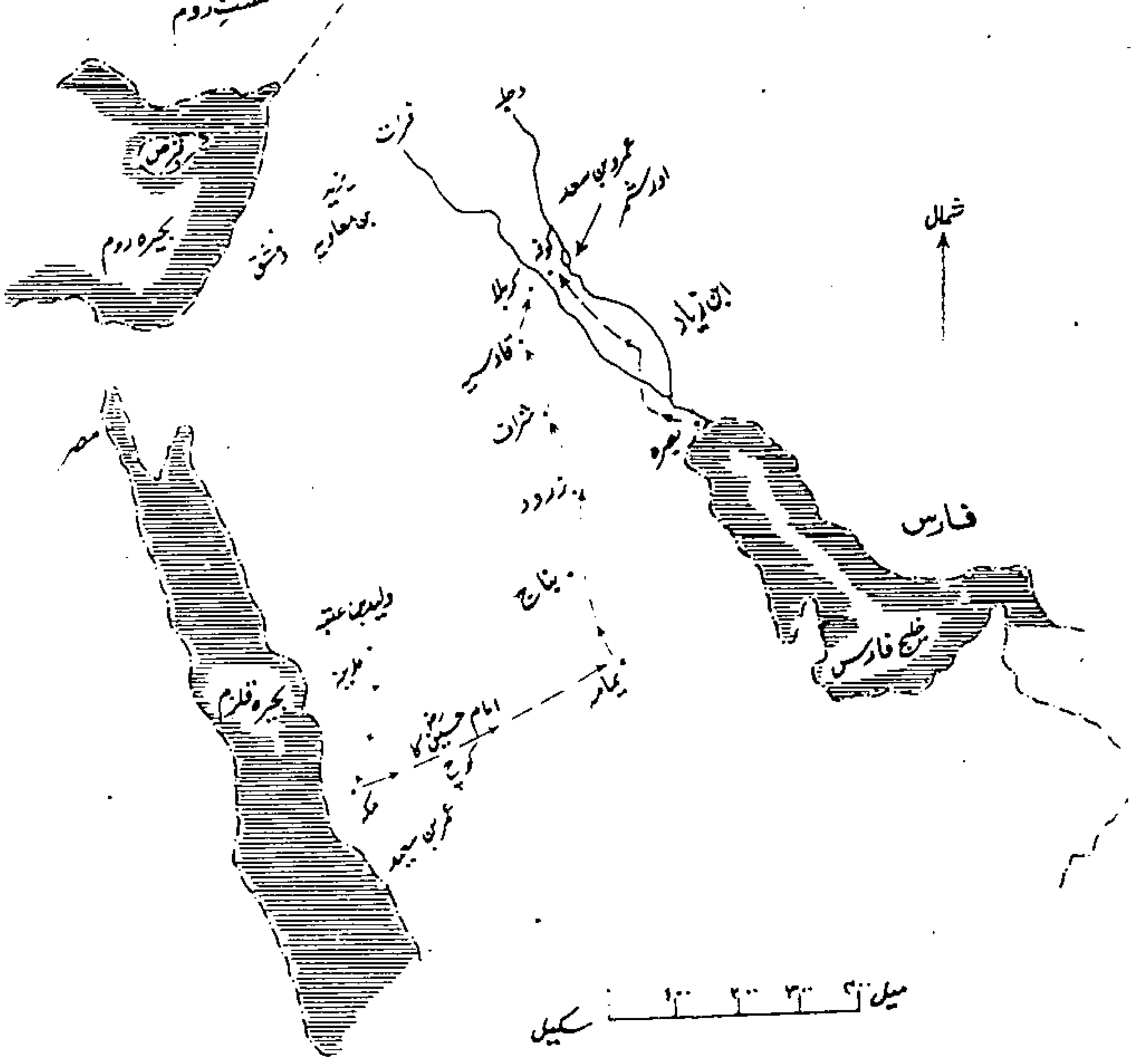

باندھ رہے تھے کہ اسلام میں نیت اور وعدہ کو بہت اونچا مقام دیا گیا ہے۔ روایت ہے کہ ان ۷۲ ہمراہیوں میں اہل بیت سمیت ۳۲ سوار تھے اور چالیس پیادہ، عورتیں اور چھوٹے بچے الگ تھے۔

اب اندازہ لگائیں کہ یہ بہتر عظیم ہستیاں، پانچ ہزار کے لشکر کا مقابلہ کیسے کریں گے؟ ایک طریقہ جلال مصطفےٰ[۲] میں سقوطِ بغداد کے حوالے سے بتایا گیا ہے، کہ ایک منگول نے چالیس آدمیوں کو اکٹھا کر لیا اور ان کو قتل کرنے پر تیار ہوا تو ہاتھ میں تلوار نہ تھی کہ کوئی کلہاڑا وغیرہ تھا۔ وہ کہنے لگا کہ لیٹ جاؤ کہ وہ تلوار لے آئے تاکہ قتل کا کام جلدی ہو جائے۔ اس کے تلوار لانے تک صرف ایک آدمی کو فرار ہونے کی ہمت ہوئی، باقی بھیڑوں اور بکریوں کی طرح قربان ہو گئے لیکن یاد رہے کہ اسلام میں تو پسپائی کی اجازت ہی نہیں، وہ بھی صرف حکمت عملی کے تحت اجازت ہے اور ایسی شرط میں کہ دوبارہ منظم ہو کر پھر لڑائی میں کود جاؤ۔ اسلام کے فلسفۂ حیات کو سلطان ٹیپو نے ایک فقرہ میں بیان کیا کہ شیر کی ایک دن کی زندگی، گیدڑ کی ہزار سال کی زندگی سے بہتر ہے۔ محمود غزنوی[۳] نے بھی ایک فقرہ میں بیان کیا کہ وہ روزِ قیامت کو محمود بت شکن کے نام سے پکارا جانا پسند کریں گے کہ حق کے راستے میں وہ بتوں کو پاش پاش کر دیتے تھے۔

پس یہ ہے مومن کا مقصدِ حیات جس کی امام حسینؓ اور ان کے ساتھی کربلا کے میدان میں عملی نشاندہی کر گئے۔

۱۰ محرم کو صبح کی نماز کے بعد عمرو نے اپنے پانچ ہزار لشکر کی صف بندی کی۔ مؤرخین نے اس کی تفصیل لکھی ہے، کون ملعون کہاں تھا۔ ہم کو اس سے دلچسپی نہیں۔ البتہ آگے سے جناب امام حسینؓ نے بھی صف بندی کی کہ اسلام لڑ کے مرنے کی اجازت دیتا ہے چنانچہ علمبرداری کا شرف جناب عباسؓ بن علیؓ کو نصیب ہوا۔ میمنہ پر جناب زہیرؓ بن القین تھے اور میسرہ پر جناب حبیبؓ بن مطہر۔ اس کے بعد جناب امام عالی مقامؓ نے ایک اونٹنی منگوائی اور اس پر سوار ہو کر یزیدی لشکر کے سامنے خطبہ

---

[۱] : صفحہ ۱۲ سے استفادہ کریں [۲] : جلال مصطفےٰ صفحہ ۳۶۵ سے استفادہ کریں۔

[۳] : جلال مصطفےٰ صفحہ ۳۷۹ سے استفادہ کریں۔

Marfat.com

دیا۔ طبری سمیت متعدد مورخین نے اس خطبہ کو لفظ بلفظ لکھا ہے کہ سننے والے کہتے تھے کہ طرزِ بیان فصاحت و بلاغت سے بھرپور یہ خطبہ اپنی مثال آپ ہے لیکن افسوس کہ حبِّ دنیا والوں پر اس کا اثر نہ ہوا۔ بہرحال ہم اس خطبہ کو تاریخ ابن خلدون کے ترجمہ سے نقل کر کے پیش کر رہے ہیں۔

آپؓ نے پہلے اللہ تعالےٰ کی حمد کی، پھر حضور پاکؐ پر درود و سلام بھیجا۔ اور فرمایا:

"اے لوگو! میری بات سنو تاکہ میں آپ لوگوں کو اپنے آنے کا سبب بتا سکوں پس اگر تم میرے سبب، وجوہات یا عذر کو مان لوگے، میری بات کی تصدیق کرو گے، حق پسندی کرو گے تو تمہاری اس میں سعادت مندی ہے اور تمہارا اس میں کوئی حرج نہ ہوگا، اگر تم لوگ میری وجوہات اور سبب کو نہیں مانتے تو تم لوگ الگ جمع ہو کر مشورہ کرو تاکہ تمہارے اوپر کوئی شک نہ رہ جائے اس کے بعد میرے سامنے آؤ تو تمہیں نظر آئے گا کہ بے شک میرا ولی اللہ ہے جس نے کتاب اتاری ہے اور وہ صالحین کا ولی ہے۔"

"اے لوگو! تم میرے نسب پر نظر کرو اور دیکھو کہ میں کون ہوں؟ پھر اپنے دلوں میں جھانک کر دیکھو اور غور کرو کہ کیا تمہارے لئے میرا قتل کرنا یا میری آبروریزی کرنا واجب ہے! کیا میں تمہارے نبیؐ کا نواسہ نہیں ہوں اور ان کے چچازاد بھائی کا بیٹا نہیں ہوں جو اول ترین مسلمان ہیں تو پھر کیا یہ تصدیق نہیں ہو جاتی کہ میں رسول اللہؐ کا ہی بیٹا ہوں کیا حمزہؓ سید الشہدا میرے باپ کے چچا نہ تھے؟ کیا جعفر الشہیدؓ جو جنت میں اُڑ رہے ہیں وہ میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم کو یہ خبر نہیں پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرمایا ہے کہ تم دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہو اور اہلِ جنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو، پس میں جو تم سے کہتا ہوں اس کی تصدیق کرو کہ یہی سچ ہے۔ لہذا جب سے مجھے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ جھوٹ بولنے والوں پر ناراض ہوتا ہے تو میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اگر تم مجھے جھوٹا جانتے ہو تو تم میں ایسے لوگ موجود ہیں جن سے یہ دریافت کرو گے تو وہ تم کو اس سے آگاہ کریں گے۔ جابر بن عبداللہ، ابوسعید خذری، سہل بن سعید، زید بن ارقم اور انس بن مالک سے دریافت کرو کہ وہ تم کو بتلائیں گے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے۔ کیا تم میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو تم کو میری خونریزی سے روکے؟ پس اگر تم لوگ میرے کہنے کو مشکوک سمجھتے

Marfat.com

ہو یا میرے نواسۂ رسولؐ ہونے پر شک کرتے ہو، بخدا مشرق یا مغرب میں میرے سوا تمہارے نبیؐ کا کوئی نواسہ نہیں ہے۔ اگر ہے تو بتلاؤ۔ کیا میں نے تم میں سے کسی کو مار ڈالا ہے جس کا قصاص مجھ سے طلب کرتے ہو؛ یا کسی کے مال کو میں نے دبا لیا ہے۔ جس کا مجھ سے معاوضہ مانگتے ہو، وغیرہ۔"

اہلِ کوفہ یعنی عمرو کے لشکر میں سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو امام حسینؓ پکار اٹھے:

"اے شبث بن ربعی، اے حجاز بن الجر، اے قیس بن اشعث، اے یزید بن حارث، کیا تم لوگوں نے مجھے یہ نہیں لکھا تھا کہ میوے پک گئے ہیں، باغ سرسبز ہو رہے ہیں، تالاب چھلک رہے ہیں، آپؓ کی نصرت کے لئے لشکر یہاں آراستہ ہیں۔ آیئے۔"

آگے سے خاموشی چھا گئی اور گو یہ چاروں یزیدی لشکر میں شامل تھے لیکن کسی نے جواب نہ دیا۔ امام حسینؓ پھر پکار اٹھے: "واللہ تم نے لکھا تھا لیکن اب اگر وعدہ پر قائم نہیں رہ سکتے یا ویسے ناگوار گزرا کہ میں کیوں آ گیا، تو اب مجھے دنیا میں کسی گوشۂ امن کی طرف جانے دو۔"

اب کی دفعہ قیس بن اشعث بول اٹھا۔ "ابنِ زیاد کی اطاعت کیوں نہیں کر لیتے؟"

امام حسینؓ نے فرمایا: "میں ایک ذلیل و خوار شخص کی اطاعت کرنے کی بجائے موت کو زیادہ پسند کروں گا۔"

یہ کہنے کے بعد آپؓ نے اپنی اونٹنی بٹھا دی۔

تبصرہ

ہمیں بار بار تبصرہ کرنے کی ضرورت اس لئے ہو رہی ہے کہ افسانوی رنگ کے علاوہ جو لوگ اپنے بودے عقل کے دنیاوی پیمانوں سے واقعۂ کربلا پر تبصرہ کرتے ہیں "کہ امام حسینؓ نے فلاں مشورہ مان لیا ہوتا، یا یہ نہ کرتے اور وہ نہ کرتے" ایسے لوگ اسلامی فلسفہ حیات اور مومن کے مقاصدِ زندگی سے نابلد ہیں۔ ہم نے ہر پہلو کو دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دیا۔ امام عالی مقامؓ نے اپنے کوفہ آنے کی وجہ بھی بتا دی اور خط لکھنے والوں کے نام بھی بتا دیئے۔ یہ شبث بن ربعی کوئی معمولی آدمی نہ تھا، اس کا ذکر جنگِ صفین میں ہو چکا ہے کہ اپنے آپ کو مردِ حق کہتا تھا۔

Marfat.com

قیس اور اس کے باپ اشعث کا بھی جنگِ صفین یا جنگِ نہروان کے سلسلہ میں اور پہلے بھی تفصیل سے ذکر ہو چکا ہے۔ باقی دونوں بھی اپنے قبیلہ کے سردار تھے۔

امام عالی مقامؓ نے اپنے آنے کا مقصد اور وعدہ پورا کرنے والی بات کا اعلان کر دیا اور اب اس کی طرف جانے کا اعلان کر دیا اور ساتھ ہی عزت کی زندگی اور موت کی پسندیدگی کی بات بھی کر دی۔ قارئین انہی زندگی کے مقاصد کی ہم کو تلاش تھی اور وہ بتدریج بیان کئے جا رہے ہیں۔ ایک اور چیز بھی سامنے آتی ہے کہ امام حسینؓ نے چار صحابہ کرامؓ کا بھی ذکر کیا کہ وہ تمہارے بیچ موجود ہیں کیا وہ صحابہ کرامؓ لشکر میں موجود تھے؟ اگر ایسا ہوتا تو امام حسینؓ ان کو بھی پکارتے اور یہ موجودگی شاید ان کے زندہ ہونے کا ذکر ہے یا وہ لوگ کوفہ میں موجود ہوں۔ ویسے اس زمانے میں متعدد اور صحابہ کرامؓ یعنی جناب عبداللہؓ بن عمرؓ اور جناب عبداللہؓ بن زبیرؓ وغیرہ بھی زندہ تھے لیکن وہ لوگ مکہ شریف میں تھے اس لئے ممکن ہے کہ جن صحابہ کرامؓ کا نام لیا گیا وہ ملک عراق اور شام میں موجود ہوں۔ ہمارا ایمان ہمیں اجازت نہیں دیتا کہ ہم یہ تسلیم کر لیں کہ یہ صحابہ کرامؓ یزیدی لشکر میں شامل تھا اور خیر قیس بن اشعث وغیرہ کی قسم کے لوگ تو ساری عمر بکاؤ مال رہے اور انہوں نے وقت کو سلام کیا ہے۔

حُرؓ بن یزید

البتہ قبیلہ تمیم کے حُرؓ کے ضمیر پر ضرور اثر ہوا اور وہ اکیلے یزید کے لشکر سے الگ ہو کر امام عالی مقامؓ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ وہ اپنے نام کے ساتھ ساتھ خاندان کے نام کو بھی چار چاند لگا گئے۔ یہ جہان اور آخرت دونوں حاصل کر لئے۔ ہم جناب حُرؓ کو سلام کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک ہی عمل یا ادا سے سب کچھ حاصل کر لیا۔ اگر خالی لشکر سے الگ ہو کر ان حالات سے کنارہ کشی کر لیتے تو بھی عظیم کارروائی تھی بلکہ آپؓ نے الٹا یزید کے لشکر کو خطاب کیا اور ان کے ضمیر کو جگانے کی کوشش کی۔ آپؓ کے علاوہ امام حسینؓ کے لشکر میں سے جناب زہیرؓ بن القین وغیرہ متعدد ساتھیوں نے یزیدیوں کے ضمیر کو جگانے کی کوشش کی لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔

Marfat.com

عمرو بن سعدؓ کا تیر

اب لشکر صف آرا ہو چکے تھے اور یزیدی لشکر کا کمانڈر عمرو آگے بڑھا اور دنیا کا لالچ سامنے رکھتے ہوئے ایک تیر امام حسینؓ کے لشکر پر چلا دیا اور پکار اٹھا کہ "لوگو! گواہ رہنا سب سے پہلا تیر میں نے چلایا" اور اس کے بعد یزیدی لشکر نے تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔

تبصرہ

افسوس کہ عمرو یہ تیر ابن زیاد کی خوشنودی کے لئے چلا رہا تھا۔ بے چارہ بدنصیب تھا اور شاید اس کو یاد نہ رہا کہ حق کے راستے میں پہلا تیر چلانے والے اس کے عظیم والد جناب سعدؓ بن ابی وقاص تھے۔ روز قیامت میں یہ معاملہ عمرو اور اس کے اللہ تعالےٰ کے درمیان ہے لیکن عمرو کو دیکھ کر جناب سعدؓ بن ابی وقاص کو یا حضور پاکؐ سے کچھ وقفہ پوشیدگی اختیار کرنا پڑے گی یا بیٹے کی طرف سے نظریں موڑنا پڑیں گی۔ بہر حال چند سال بعد عمرو سمیت اس کی تمام اولاد والے مختار ثقفی کی تلوار کے سامنے تڑپتے رہے۔ قارئین! امتحان بڑا سخت ہے اور اللہ تعالےٰ سے خاتمہ بالخیر کی دعا کی جائے۔ حضرت نوحؑ جیسے عظیم پیغمبر کا بیٹا بھی گمراہ ہو گیا تھا۔

جنگ کی کاروائی

قارئین! ہم جنگ کی تفصیل میں نہ جائیں گے۔ ہمیں جو اصول اور حق کی باتیں کرنا تھیں اور جن چیزوں سے اسباق نکالنے تھے وہ سب بیان کر دی گئی ہیں۔ لڑائی کئی گھنٹے جاری رہی۔ دشمن کے اٹھاسی آدمی ہلاک ہوئے۔ امام عالی مقامؓ کے لشکر کے تقریباً تمام مجاہدین شہید ہوئے۔ امام زین العابدینؓ بیمار تھے اور جنگ میں شرکت نہ کی وہ بچ گئے۔ امام حسنؓ کے دو بچے جن کی عمر بارہ یا تیرہ سال تھی۔ وہ بھی جنگ میں شریک نہ ہوئے اور بچ گئے۔ یہ بھی روایت ہے کہ امام زین العابدینؓ شادی شدہ تھے اور ان کے لڑکے امام باقرؓ بھی اس وقت چند روز کے معصوم تھے لیکن پرانے مؤرخ ایسا کوئی ذکر نہیں کرتے۔

Marfat.com

شہدائے کربلا

کربلا کے میدان میں سترہ یا اٹھارہ شہداء جن کا تعلق اہل بیت سے تھا۔ ان کے اسمائے گرامی لکھے جا چکے ہیں۔ باقی جو نام معلوم ہو سکے ہیں ان میں چند یہ عظیم ہستیاں ہیں:
جناب حرؓ بن یزید، جناب زہیرؓ بن القین، جناب حبیبؓ بن مظہر، جناب بریرؓ بن حفیرؓ، جناب مسلمؓ بن عوسجہ، جناب نافعؓ بن بلال، جناب عبداللہؓ، جناب عبدالرحمٰنؓ، پسران عرزہ غفاریؓ، جناب مالکؓ بن عبد (دونوں صاحبان چچازاد بھائی بھی تھے) جناب سیفؓ بن حارث، جناب حنظلہؓ بن اسد، جناب عابسؓ بن ابی شبیب اور آپ کے خادم جناب شوذبؓ، یزیدؓ بن ابی زیاد کندی مایہ ناز تیر انداز، جناب سویدؓ بن عمر، جناب بشیرؓ بن عمر حضرمی، جناب عمرؓ بن خالد اور ان کے خادم سعدؓ، جناب جابرؓ بن حارث، جناب مجمعؓ بن عبداللہ۔ یہاں پر یزیدؓ بن ابی زیاد کے بارے میں یہ لکھنا ضروری ہے کہ آپ شاعر بھی تھے اور ابو شعشا کے نام سے مشہور تھے۔ تیر اندازی میں اپنا مقام نہ رکھتے تھے۔ آپ عمرو بن سعدؓ کے لشکر میں تھے اور جناب حرؓ سے بھی پہلے یزیدی لشکر کو چھوڑ کر امام حسینؓ کے ساتھ آ کر شامل ہو گئے تھے کہ امام حسینؓ کو ناجائز شرطیں پیش کی جا رہی تھیں ایک اور شہید عمرؓ بن قرظہ کا ایک بھائی یزیدی لشکر میں تھا۔

ان شہدا کے نام لکھ کر ہم اپنے ایمان کو تازہ کر رہے ہیں کہ انہوں نے دو جہان حاصل کئے یزیدی لشکر والوں پر اس جہان میں بھی پھٹکار اور آخرت بھی برباد اور پھر چند سال بعد ابن زیاد سمیت ان میں سے اکثر پر ذلت کا زمانہ آیا اور ان کے ساتھ جو کچھ مختار ثقفی یا ان کے لشکر والوں نے کیا وہ الگ کتاب کا مضمون ہے اور اس میں بڑی عبرت ہے۔

افسوسناک رویہ

لیکن سب سے بڑھ کر افسوسناک بات یہ ہے کہ یزیدی لشکر والوں نے تمام شہداء کے سر کاٹ ڈالے اور میدانِ جنگ میں لاشوں پر گھوڑے دوڑائے۔ شہداء کو دفن تک نہ کیا اور جو ان کے اپنے مردود جنگ میں مارے گئے صرف ان کو دفن کیا۔ امام حسینؓ کے لشکر کو بنو اسد کے ایک

Marfat.com

قبیلہ کے لوگوں نے جنگ سے دوسرے دن دفن کیا۔ یہ لوگ نزدیک ایک گاؤں عاضریہ سے آئے تھے۔ یزیدی لشکر والوں نے تمام عورتوں اور بچوں کو قید کیا اور شہداء کے سر نیزوں پر اٹھا کر پہلے کوفہ گئے اور پھر دمشق روانہ ہو گئے۔

ہم اگلے واقعات کی تفصیل میں بھی نہ جائیں گے لیکن جن قبیلوں نے یزید کی فوج میں شرکت کی تھی انہوں نے شہداء کے سر اپنے نیزوں پر اس طرح اٹھائے ہوئے تھے جیسے کوئی بہت بڑا معرکہ سر کیا ہے۔ قبیلہ کندہ جس کا سردار قیس بن اشعث تھا انہوں نے تیرہ شہداء کے سر اٹھائے ہوئے تھے، بنو اسد نے چھ، بنو فدحج نے سات اور اسی طرح اسی نسبت سے باقی قبائل نے بھی شہداء کے سر اپنے نیزوں پر اٹھائے اور وہ دمشق یزید کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جا رہے تھے (نعوذ باللہ)۔

یزید کا رویہ

کچھ مورخین کہتے ہیں کہ یزید نے کچھ افسوس ضرور کیا کہ اس نے ابن زیاد کو اس حد تک جانے کی اجازت نہ دی تھی۔ لیکن کچھ کہتے ہیں کہ اس مردود نے اپنی چھڑی تک جناب امام حسینؓ کے دندان مبارک پر لگائی۔ یہ بھی روایت ہے کہ امام زین العابدینؓ اور عورتوں اور بچوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا گیا اور یزید کے گھر سے رونے کی آواز بھی آئی۔ رونے والی بات البتہ تسلیم کی جا سکتی ہے کہ یزید کی بیوی ام کلثوم کا دادا عامر، حضرت علیؓ کی پھوپھی کا بیٹا تھا اور یزید کی دوسری بیوی ہندہ نے بھی آہ وزاری کی۔ یزید نے اگر کوئی نرم الفاظ استعمال کئے تو یہ سیاست تھی کہ وہ فکر مند ہوا ہوگا کہ دمشق میں کہرام نہ مچ جائے اور بے شک مدینہ شریف میں تو بعد میں کہرام مچ بھی گیا۔

ہم کہتے ہیں کہ کیا جو کچھ ہوا۔ وہ یزید کی بے خبری یا نادانی کی وجہ سے ہوا؟ ہرگز نہیں! اگر ایسا ہوتا تو ابن زیاد کے لشکر والے شہداء کے سر اٹھا کر دمشق کی طرف اس طرح فخر سے نہ چل کر آتے۔ وہ ایسے چل کر آ رہے تھے جیسے انہوں نے ساری دنیا کو فتح کر ڈالا تھا۔ بے شک امام حسینؓ کی شہادت کی خبر بہت پہلے دمشق پہنچ چکی ہو گی اور اگر یزید نادم ہوتا

Marfat.com

تو شہداء کے سر اس ڈرامائی انداز میں نہ اٹھائے جاتے اور نہ اہلِ بیت قیدیوں کی حالت میں دمشق پہنچتے، یہ سب ڈرامہ اور لوگوں کو ڈرانے کے لئے کیا جا رہا تھا اور ذرا بھر بھی ندامت نہ تھی۔ ہم نے یزید، ابن زیاد، شمر اور عمرو چاروں کی اس سلسلہ میں ذمہ داری پر تبصرہ کر دیا ہے اور ہم واقعۂ کربلا کا جائزہ تو ویسے بھی پیش نہیں کر رہے۔ ہم نے تو یہ واقعہ مومن کے مقصدِ حیات کے عملی، روحانی اور واقعاتی پہلو کے تحت مختصر طور پر بیان کیا ہے اور اسی وجہ سے نتائج و اسباق پیش نہیں کئے جا رہے۔

یہ ہیں مومن کے مقصدِ حیات اور اسلام کے حاکمِ وقت کی ضروریات۔ اگلے باب میں ہم مسلمان حکمران کی ذمہ داریوں اور اسلامی نظامِ حکومت پر مختصر تبصرہ کریں گے اور پھر اسلامی فلسفۂ حیات کے عملی پہلو کا خلاصہ پیش کیا جائے گا کہ ہم لوگ نہ تو حق و باطل کو سمجھتے ہیں اور نہ حرب و ضرب سے شدھ بدھ رکھتے ہیں۔

مردِ جو حق و باطل کی کارزار میں ہے
تو حرب و ضرب سے بیگانہ ہو تو کیا کہیئے

(اقبالؒ)

Marfat.com

آٹھواں باب

اسلام کا نظامِ حکومت

اور

حاکمِ وقت اور لوگوں کی ذمہ داریاں

تمہید

ان چار کتابوں میں حکمتِ عملی کے تحت جو کامیابیاں نصیب ہوئیں یا غلطیوں کی صورت میں جو خراب نتیجے نکلے۔ ان سب حالات کے جائزے پیش کر دیئے گئے ہیں۔ جو کچھ ہوا وہ کسی نظامِ حکومت کے تحت ہوا اور آگے حاکمِ وقت یا لوگوں کی کارروائیوں کے اثرات ہوئے۔ موٹے طور پر پہلے دو خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کے پہلے آٹھ سالوں میں ہر طرح سے اور ہر پہلو میں کامیابی نصیب ہوئی۔ حاکمِ وقت جو "اولی الامر" تھے انہوں نے حکومت صحیح اسلامی اصولوں کے تحت کی۔ لوگوں نے ہر طرح سے ان کے ساتھ تعاون کیا تو وہ اسلام کا سنہری دور قرار پایا۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے آخری دو سالوں میں حاکمِ وقت نے تو اسی طرح اپنی ذمہ داری نبھائی لیکن لوگوں نے آزادیٔ فکر اور آزادیٔ عمل اختیار کر کے فتنہ و فساد برپا کر دیا تو تمام فتوحات رُک گئیں اور اسلام کے مرکز پر جو حضرت عثمانؓ کی شہادت کی وجہ سے سخت چوٹ پڑی۔

حضرت علیؓ نے مجبوری کے تحت خلافت سنبھالی کہ مرکز کو سہارا دینا ضروری ہو گیا تھا لیکن فتنہ و فساد والوں کی سازش گہری تھی جبِ دُنیا بھی آ گئی، خود غرضی اور مطلب پرستی کو دور دورہ ہو گیا تو اندرونی خلفشار اور خانہ جنگی شروع ہو گئی اور قوم میں کئی "افلاطون" پیدا ہو گئے۔ نتیجہ خارجیوں کی گروہ بندی اور حضرت علیؓ کی شہادت کی صورت میں نکلا لیکن جناب امام حسنؓ نے حبِّ دُنیا کو لات

Marfat.com

ماری اور خلافت سے دستبرداری کا اعلان کردیا۔ تو سنۃ الجماعت یعنی قوم میں پھر وحدت شروع ہوگئی اور مرکزیت بھی مل گئی۔ آئندہ بیس سال اسلام کی تاریخ کا شاندار دور تھا کہ ہم وسط ایشیا سے لے کر بحر اوقیانوس تک پہنچ گئے، قسطنطنیہ کے دروازے کھٹکھٹائے۔ بحیرۂ روم کو اپنی جھیل بنالیا اور سسلی و کریٹ پر بھی حملہ آور ہوتے رہے۔

لیکن پھر ایک فاسق و فاجر آگیا جو ہماری تاریخ میں یزید کے نام سے موسوم ہے۔ پھر وہی حبِ دنیا عیاشی، بے فکری اور باطل فلسفوں کی پیروی شروع ہوگئی لیکن نواسۂ رسولؐ نے حق کے راستے کی نشاندہی کرتے ہوئے اپنے سارے کنبے اور رفقاء کی قربانی دے دی جو قرآنِ پاک کے الفاظ میں ذبحِ عظیم کے طور پر بیان کی گئی اور حق کے راستے یعنی صراطِ مستقیم کی نشاندہی ہوگئی۔

نشانِ راہ

تاریخ کے اس بامقصد مطالعہ کے بعد جہاں پر ہم نے صرف عمل لکھا اور عمل تلاش کیا تو اب ضرورت اس امر کی ہے کہ چودہ سو سال میں جو پہلی دفعہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے نام پر ایک ملک قائم ہوا ہے تو اس کے لئے کوئی ایسا نظامِ حکومت تلاش کیا جائے جہاں حاکمِ وقت اور لوگوں کی ذمہ داری کی نشاندہی بھی کردی جائے۔ مضمون بہت مشکل ہے اور پوری کتاب کا مضمون ہے لیکن ہم زیادہ تر صرف ان باتوں کی نشاندہی کریں گے جو دراصل باطل فلسفے کے اصول اور تلمیحات ہیں لیکن پچھلے دو سالوں کی غلامی اور کچھ پہلی غلطیوں کی وجہ سے ہم ان باطل چیزوں کو اسلامی اصول سمجھنے لگ گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ ہمیں تنبیہہ کر گئے تھے کہ "خبردار جو باطل کو نہیں سمجھتا وہ اسلام کو پاش پاش کردے گا"۔ اس لئے ہم حق کی عینک پہن کر ان باطل چیزوں کو تلاش کریں گے جو آج کل ہمارا اوڑھنا بچھونا بنی ہوئی ہیں اور اس کے بعد چند اصولوں کا ذکر کریں گے کہ اسلامی فلسفہ حیات کیسے اپنائیں کہ اس سے اگلا باب ہمارے نظریۂ حیات پر ہے۔

نظامِ حکومت کی وضاحت

اسلام دینِ فطرت ہے، قرآنِ پاک عملی طور پر فوجی زبان میں ہے کہ زیادہ زور امر بالمعروف

Marfat.com

اور نہی عن المنکر پر ہے۔ سنّت میں بے شمار عملی مثالیں موجود ہیں اور ان چار کتابوں میں ہم نے حضور پاکؐ کے عظیم رفقاءؓ کے عمل لکھ دیئے یعنی ہمارے پاس سب کچھ موجود ہے لیکن ان باتوں کا خلاصہ کہیں سے نہیں مل رہا کہ نظام حکومت کو چند لفظوں میں کسی عالم یا بزرگ کے الفاظ میں بیان کریں۔ گیارہویں اور بارہویں صدی عیسوی میں امام غزالیؒ نے حاکم وقت کی ذمہ داریاں پر بہت کچھ لکھا اور پندرھویں صدی میں ابن خلدون نے اسلام کے سیاسی فلسفہ کی کچھ نشاندہی کی۔ لیکن یہ چیزیں بھی اب "قدیم" کے زمرہ میں آتی ہیں۔ پرانے فقہوں کے بارے میں پہلے گزارش ہو چکی ہے کہ ہمارے علماء نے بڑے کام کیے لیکن اب ضرورت اس امر کی ہے کہ کہیں سے فقہ وحدت یا "فقہ عسکریت" تلاش کریں کہ پہلے ہم پاکستان میں پوری قوم کو اللہ کی فوج بنا دیں اور پھر ساری اُمت کو ایک کر دیں۔ اس سلسلہ میں انیسویں صدی میں ہمارے دانشوروں میں جمال الدین افغانیؒ کے خیالات سے مدد مل سکتی ہے اور اس صدیؑ میں علامہ اقبالؒ اور سید قطب شہیدؒ کی کتابوں سے یا ابوالحسن ندوی کی چند کتابوں سے یہ مدد مل سکتی ہے کہ مغربی خیالات نے ہمیں کیا کیا نقصان پہنچائے ہیں۔

تجسس

چنانچہ ہمارا یہ باب ایک تجسس ہے کہ سب سے پہلے ہمیں اپنے ماضی قریب کی تاریخ میں جانا ہوگا کہ ہماری موجودہ سوچ پر اس زمانے نے کیا اثرات ڈالے اور اگر یہ خیالات یا اثرات غیر اسلامی ہیں تو پھر ان تلمیحات، نظریات یا اصطلاحات سے کیسے چھٹکارا حاصل کریں۔

انگریزی دور

انگریز نے اپنے دورِ حکومت میں مغربی طرز کے تعلیمی ادارے کھولے اور ان کے ذریعے پورے برصغیر کو فرنگی تہذیب کا گرویدہ بنا دیا۔ غیر ملکی فرنگی حکومت نے اقتدار چونکہ مسلمانوں سے چھینا تھا۔ لہٰذا اسلام اور اس کے پیروکار، زیادہ تختۂ مشق بنے۔ خاص کر ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی کے بعد اسلام کے فلسفۂ جہاد کو دین سے نابود کرنے کی کوشش کی گئی یا اُسے کچھ اس قسم کے معانی پہنا

لہ: جلالِ مصطفےٰ صفحہ ۱۸ سے استفادہ کریں۔

Marfat.com

دیئے گئے کہ یہ فریضہ معطل ہو کر رہ گیا۔ ترکِ جہاد کی تعلیم کا اثر یہ ہوا کہ برصغیر کی تقسیم کے وقت ہندوستان میں لاکھوں کی تعداد میں اہل اسلام بڑی سفاکی سے بھیڑ بکریوں کی طرح قتل وغارت کا نشانہ بنے یا انہیں بزورِ شمشیر پاکستان کی طرف دھکیل دیا گیا۔ انگریزی تعلیم کا مقصد بالو یا سرکاری نوکر پیدا کرنا تھا یا زیادہ سے زیادہ کچھ ڈاکٹر اور وکیل بن گئے لیکن یہ پیشے بھی مغربی ثقافت میں اس طرح رنگے ہوئے تھے کہ وہ ہمیں باطل تہذیبوں کا غلام بنا دیتے ہیں بلکہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے گرد بھی کچھ لادینیت کے چکر لپیٹ دیئے گئے ہیں کہ وہ بھی ہمیں اسلام سے دور کرتے ہیں۔ خیر وکالت یا عدلیہ تو مکمل یونانی اور رومن قانون کی غلامی ہے جس کا اسلام کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں بلکہ معاشرتی علوم یعنی تواریخ یا فرنگی مدنیت اس طرح پڑھائی جاتی ہے کہ ملک صرف جغرافیائی یا لسانی بنیادوں پر بنتے ہیں اور اس لحاظ سے ہم ایک ملک ہو بھی نہیں سکتے۔ ظاہر ہے کہ ہم نے ملک کی آزادی کی اینٹ ان علوم کے تحت رکھی۔

پاکستان کا وجود میں آنا

ہم اس تفصیل میں نہ جائیں گے کہ پاکستان کس طرح وجود میں آیا، سوائے اس کے کہ عام آدمیوں کے سامنے یہ فلسفہ پیش کیا گیا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ ہے اور پاکستان اس وجہ سے وجود میں آیا، نہ کہ فرنگی مدنیت کے چند تعلیم یافتہ لوگوں کی وجہ سے جن کی تعداد پانچ فی صد ہوگی اور ان میں سے بھی آدھوں کے قریب لوگوں نے پاکستان کی مخالفت کی تھی۔ ہاں قائدِ اعظمؒ اور اس کے چند مخلص رفقاء یا علامہ اقبالؒ کی اس سلسلہ میں خدمات البتہ سنہری الفاظ میں لکھی جا سکتی ہیں لیکن پاکستان کے متعدد "خالقوں" نے برسرِ اقتدار قوم کے رُخ کو مکہ و مدینہ کی طرف کبھی نہ کیا۔ ان لوگوں کو انگریزوں نے اپنی درسگاہوں میں تیار کیا تھا اور یہ لوگ کالجوں میں فرنگی مدنیت پڑھ چکے تھے۔ اس لئے یہ لوگ فرنگی نظامِ حکومت کے بغیر اور کسی نظام کے بارے میں سوچ بھی نہ سکتے تھے۔ اس سب کا ہمارے اوپر یہ اثر ہوا کہ بے شمار نظریات،

Marfat.com

تلمیحات اور اصطلاحات ہمارے ایمان یا عمل کا حصہ بن گئیں۔ ان میں چند یہ ہیں: آزادی، مغربی جمہوریت، سیاسی پارٹیاں، صدارتی نظام، پارلیمانی نظام، پارلیمنٹ، سپیکر، تحریک، تحریک التواء، حق استحقاق، نکتہ استحقاق، الیکشن، الیکشن کمشنر، بیلٹ، بیلٹ پیپر، ووٹ، پریذائیڈنگ افسر، ریٹرننگ افسر، انتخابی مہم، بحث برائے بحث، مقننہ یعنی قانون ساز اسمبلی، کونسل، اور یونین کونسل وغیرہ۔ اب غیر جانبدار قسم کی تلمیحات یا نظریات یا ایسی تلمیحات جو حق کے راستے میں رکاوٹ نہ بنیں، ان کو اپنانے میں کوئی ہرج تو نہیں ہوتا لیکن بدقسمتی سے یہ تلمیحات ہماری روزمرہ کی زندگی میں ہمارے اوپر اس طرح چھاگئیں کہ ہمارا اپنا نظام جو ہم ان چار کتابوں میں پیش کرچکے ہیں وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہوگیا اور ان میں سے بعض اصطلاحات غیر اسلامی تھیں۔ یعنی اسلام کے طریقِ کار کی ضد بھی تھیں۔ اس لئے ان اصطلاحات میں سے یا اس قسم کی چند اور اصطلاحات کا ہم مختصر ذکر ضرور کریں گے کہ انہوں نے ہمیں کیا نقصان پہنچائے۔ حالانکہ علامہ اقبالؒ فرماگئے تھے؛

سوال مے نہ کروں ساقی فرنگ سے
کہ یہ طریقہ رندان پاک باز نہیں

آزادیٔ فکر و آزادیٔ عمل

آزادی کا دلفریب نعرہ، دراصل مغربی جمہوریت کی پیداوار ہے۔ بے شک حضرت عمرؓ کا فرمان ہے کہ انسان آزاد پیدا ہوا ہے اور اس کو غلام نہ بنایا جائے اور حضور پاکؐ نے بندوں کو بندوں کی غلامی سے چھڑوایا لیکن مسلمان اللہ تعالیٰ کا محکوم ہے اور اسلام کسی مادر پدر آزادی کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ حیوانیت کی طرف ایک پیش قدمی ہوگی کہ علامہ اقبالؒ کہتے ہیں:

گو فکرِ خدا داد سے روشن ہے زمانہ
آزادیٔ افکار ہے ابلیس کی ایجاد

ہم تیسری کتاب کی نویں باب میں اس آزادیٔ فکر کے نتائج بیان کرچکے ہیں کہ بقول علامہ اقبالؒ کہ ایسی فکر خام ہو تو اس سے انسان حیوان بن جاتا ہے اور قارئین پڑھ چکے ہیں کہ اس آزادیٔ فکر اور

Marfat.com

آزادئ عمل نے پہلے ہمارے مرکز کو پاش پاش کیا، پھر خارجی پیدا ہوئے جنہوں نے آگے معتزلہ، قدریہ، جبریہ اور باطنیہ وغیرہ گروہ پیدا کیے اور اس سب کے اثر مسلمانوں پر اس طرح ہوئے کہ گو ہمارے علماء یا اماموں نے خود کسی فقہی گروہ کی بنیاد نہ ڈالی اور اکثر نے فقہ لکھا بھی نہ۔ لیکن ہم خواہ مخواہ فقہی گروہوں میں بٹ گئے اور جب کسی نے ان گروہوں کو ختم کرنے کی کوشش کی تو آگے چل کر ہم "مقلد" اور "غیر مقلد" گروہوں میں بٹ گئے۔ چنانچہ اس آزادئ فکر نے ہیں "فقہ وحدت" یا "فقہ عسکریت" کے بارے میں کچھ نہ سوچنے دیا۔ اس لئے جو آزادی فکر یا آزادئ عمل ہماری وحدت کو پارہ پارہ کرے اس کو اپنانے کی اجازت نہیں اور نہ ہی مفسدین یا سازشی لوگوں کو حکومت ایسی اجازت دے سکتی ہے کہ وہ باطل فکر پھیلائیں اور لوگوں کو باطل عمل کی طرف مائل کریں یا لوگوں کو ایسی باتوں پر اُکسائیں کہ وہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیویں۔

کلمۂ حق

آزادئ فکر کو محدود کرنے کا یہ مطلب نہ لیا جائے کہ اسلام میں کلمۂ حق کی بھی اجازت نہیں بلکہ اسلام کے لحاظ سے جابر حاکم کے سامنے کلمۂ حق کہنا جہاد ہے اور پہلی کتاب میں واضح کیا جا چکا ہے کہ خلیفہ اوّل نے فرمایا: "کہ حاکم وقت کے سامنے سچ بولنا بہت بڑی وفاداری ہے اور سچ کو چھپانا غداری ہے۔ ہمارے خلفائے راشدینؓ نے گورنروں کے خلاف الزام سُنے اور تیسری کتاب میں واضح کیا جا چکا ہے کہ ایک گورنر بری قرار دیا گیا دوسرے کو گورنری سے ہٹا دیا گیا اور سزا بھی ملی حالانکہ ثبوت صرف اتنا تھا کہ اس نے شراب کی قے کی تو کلمۂ حق دینِ فطرت کی ضرورت ہے لیکن کلمۂ حق کہنے والے کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ سچ بولنا تو پھر بھی آسان ہوتا ہے لیکن سچ سننا مشکل ہوتا ہے اس لئے کلمۂ حق کسی ضرورت یا مدعا کے تحت بولا جائے اور حاکمِ وقت تو کلمۂ حق سن لیتے ہیں۔

ہمارے ملک کے دو سربراہوں کے ساتھ باری باری راقم کا ستمبر ۷۰ء اور فروری ۷۱ء میں واسطہ پڑا اور ان کو سچ بتایا گیا لیکن وہاں پر خوشامدی زیادہ تھے اور ہامان کی قسم کے مشیر تھے جو لوگوں کو فرعون بنا دیتے ہیں۔ اس لیے اس سلسلہ میں حاکمِ وقت اور لوگوں دونوں پر بڑی بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور اگر اسلامی حکومت میں اس کے لئے صحیح طریقہ نہیں بتایا جاتا تو پھر وہ دینِ فطرت کی حکومت

Marfat.com

نہیں رہتی۔

مغربی جمہوریت

دراصل اس آزادیٔ فکر کی بڑی ماں یہ مغربی جمہوریت ہے جس کو ہمارے "دانشور" ایک جدید سائنسی نظام کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ اس کو اس زمانے میں اپنانا ضروری ہے۔ ورنہ لوگ ہمیں قدامت پسند کہیں گے اول تو اسلام اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ لوگ کیا کہیں گے یہاں اللہ اور رسول ؐ کا حکم چلتا ہے۔ دوم جمہوریت یونان میں قبل مسیح سے جاری ہے۔ حضور پاک ؐ کی نبوت سے پہلے مکہ میں بھی قبائلی جمہوریت تھی اور یونانی فلسفہ کے تحت حکومت ایک وفاق تھی۔ عمرو بن ہشام اس طرز حکومت اور فلسفہ کا ماہر تھا، تب ہی اس کو دانائی کا باپ (ابوالحکم) کہتے ہیں لیکن یہ بدقسمت اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور آمریت اور حضور پاک ؐ کے لائے ہوئے اللہ تعالیٰ کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دشمن بن گیا تو آج ہم اس کو جہالت کے باپ (ابوجہل) کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ مغربی جمہوریت، اسلام کی ضد ہے کہ ہمارے لحاظ سے اللہ تعالیٰ حاکم ہے اور اس کا امر چلتا ہے اور مغربی جمہوریت میں لوگوں کی مرضی چلتی ہے۔ اس لئے وہ غیر اسلامی فلسفہ ہے۔

دراصل ہماری قرارداد مقاصد ۱۹۴۹ء میں بھی ہم سے بھول ہوگئی کہ اس کی رُو سے ہم خلیفۃ اللہ یا اللہ کے نائب بن گئے۔ خلیفۃ اللہ صرف نبی ہوتا ہے اور ہمارے خلفائے راشدین ؓ اپنے آپ کو خلیفۃ الرسول ؐ کہتے تھے، دین مکمل ہو چکا ہے۔ اب اس کو جاری کرنا ہے۔ مشورہ اللہ تعالیٰ کے امر میں ہے۔ قانون مل چکا ہے۔ مقننہ یا قانون ساز اسمبلی یا اور ایسی اصطلاحیں غیر اسلامی ہیں جمہوریت گروہ بندی اور سیاسی پارٹیوں کو جنم دیتی ہے اور انتخاب کے ذریعہ سے طبقاتی نفرت پیدا کی جاتی ہے۔ یہ بڑے وسیع مضمون ہیں اور ان تمام طریقوں کی علامہ اقبال ؒ بھی مخالفت کر گئے اور کہا:

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں — نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
الیکشن ممبری، کونسل صدارت — بنائے خوب آزادی نے پھندے

Marfat.com

میاں نجار بھی چھیلے گئے ساتھ　　نہایت تیز ہیں یورپ کے رندے

مشاورت

اسلام میں حزبِ اختلاف یا حزبِ اقتدار کا الگ الگ کوئی تصور نہیں اور نہ ہی سیاسی گروہ بندی یا کسی فرقہ بندی کا تصور ہے۔ پوری قوم ایک بنیان المرصوص ہوتی ہے اور حکومت اسلامی فلسفۂ حیات یعنی قرآن پاک اور حضور پاکؐ کی سنت کے تحت چلائی جاتی ہے۔ ان اصولوں خاص کر اسلامی فلسفۂ حیات کا خلاصہ لگلے باب میں پیش کیا جا رہا ہے۔ لیکن جمہوریت کی طرح اسلام طبقاتی، یا گروہی نمائندگی کا کوئی تصور نہیں دیتا۔ وہاں مشاورت کے لئے کئی قسم کے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اول ان لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے جو اسلام کے فلسفۂ حیات اور اصولوں کو سمجھیں کہ وہ صحیح مشورے دے سکیں کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے۔ دوم ان ہنرمند لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے جو زراعت، مالیات، تجارت، بیرونی تعلقات، دفاع، تعلیم، وغیرہ کے سلسلہ میں مشورہ دیں لیکن یہ اصول بھی اسلامی فلسفۂ حیات کے تابع ہوں۔ سوم ایسے ماہرین یا علاقے کے آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے جو کسی خاص علاقے سے وابستہ خاص اور الگ قسم کے ماحول کے بارے واقف ہوں اور علاقائی اثرات کا مطالعہ کر کے وہاں کی بہتری کے لئے مشورہ دے سکیں۔

قوم نے ایسے لوگوں کو بھی تلاش کرنا ہوگا کہ اسلام میں خود آگے بڑھ کر اپنے آپ کو نمائندگی کے لئے یا حکومت کے لئے پیش نہیں کیا جاتا اور تمام تر مغربی طریقوں یعنی پارلیمانی نظام، صدارتی نظام وغیرہ کی اصطلاحوں کو ختم کر کے نظامِ مصطفےٰؐ کے لفظ کو استعمال کرنا ہوگا جو ہمارا ۱۹۷۷ء کا نعرہ تھا۔

نظامِ مصطفےٰؐ

بے شک نظامِ مصطفےٰؐ کی تمام باتوں پر یہاں تبصرہ کرنا مشکل ہے کہ ایسا کام کرنے کے لئے ایک "اولی الامر" کی ضرورت ہے جو قرآن پاک کے مطابق اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسولؐ ہو اور مجلسِ مشاورت کی مدد کے ساتھ ایسے ہی شخص نے اسلام کو زندگی کے ہر شعبہ میں نافذ کرنا

Marfat.com

ہوگا۔ یہ شخص کہاں سے آئے گا۔ اس کا جواب مشکل نہیں جو سربراہِ حکومت موجود ہو اسی کو امیرِ پاکستان اور "اولی الامر" بننے کی دعوت دی جائے اور اگر وہ یہ نہ مانے یا "اطیعوا اللہ واطیعوا الرّسول" نہ ہو تو پھر کسی اور کو تلاش کرنا ہوگا اور آئندہ جانشینی کیسے ہو۔ اس میں ایک طریقہ جناب صدیقِ اکبرؓ نے اختیار کیا جس کا ذکر دوسری کتاب میں ہے کہ اپنا جانشین منتخب کردیا۔ دوسرا طریقہ جناب فاروقؓ اور جناب علیؓ نے کیا کہ معاملات مجلس مشاورت پر چھوڑ دیئے اور بے شک جناب عثمانؓ کو کچھ کرنے کی مہلت نہ ملی۔

ان مثالوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہم "اولی الامر" اور اس کی جانشینی کے معاملات کی کچھ اور زیادہ تفصیل میں جا سکتے ہیں کہ جانشین پہلے حاکم کا رشتہ دار نہ ہو اور اس کو مقرر کرکے مجلس مشاورت یا قوم سے منظوری لی جائے وغیرہ۔ یہ معاملات اتنے مشکل نہیں اصل بات یہ ہے کہ ہمیں یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ اسلام کیا ہے اور اس اسلام کو کیسے جاری و ساری کیا جائے۔ فی الحال ہمیں باقی غلط اور باطل یا غیر اسلامی اصطلاحوں یا طور طریقوں سے چھٹکارا حاصل کرنا ہوگا جن میں چند اور بھی ہیں۔

بحث برائے بحث

مغربی نظاموں کی اسمبلیوں میں چونکہ حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف ضروری ہے تو اکثر بحث صرف بحث کے لئے کی جاتی ہے کہ حزبِ اختلاف کے لئے ضروری ہے کہ وہ حزبِ اقتدار کی مخالفت کرے۔ اس وجہ سے کئی فضول الفاظ جیسے سپیکر، تحریک، تحریک التوا، حقِ استحقاق، نکتہ استحقاق وغیرہ ہمارے اوپر چھا گئے۔ اوّل تو اسلام میں اکثریت اور اقلیت کا کوئی تصور نہیں کہ وہاں اللہ تعالیٰ کا حکم چلتا ہے بلکہ اللہ تعالےٰ نے اکثریت کو گمراہ کہا ہے اور اگر خلیفہ اوّل کے زمانے میں لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو بحث نہ کی گئی بلکہ فوجی کاروائی کی گئی جس کا ذکر پہلی کتاب میں ہو چکا ہے اور مدینہ شریف میں اکثریت کا حساب لگاتے تو زیادہ لوگ جناب سعدؓ بن عبادہ کو ووٹ دیتے اور ابوبکر صدیقؓ خلیفہ نہ بنتے۔ اسلام اہل الرائے اور اسلام کے لحاظ سے موزونیت کو ترجیح دیتا ہے، لوگ کیا کہیں گے، اس کو اسلام میں کوئی جگہ نہیں دی جاتی۔ مجلسِ مشاورت

Marfat.com

میں ضروری معاملات پر فضول بحث کرنے کی بجائے ان کو حل کیا جاتا ہے اور خطابت پر وقت ضائع نہیں کیا جاتا جس کے بارے میں علامہ اقبالؒ پہلے سے تنبیہہ کر گئے:

؎ بھاتا ہے دل کو کلام خطیب   مگر لذتِ شوق سے ہے بدنصیب

گروہ بندی

ان مغربی اصولوں کے تحت جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، گروہ بندی ضروری ہے، فرد آزاد ہے۔ عقیدہ یا مذہب اس کا ذاتی معاملہ ہے۔ معاشرہ نظریہ ضرورت کے تحت سیاسی گروہ بندی کی اجازت دیتا ہے۔ جیسے مزدور، کسان، تجار، نوکری پیشہ لوگ یا مادی ضروریات کے تحت سیاسی گروہ کر مختلف گروہوں کے درمیان نفرت پیدا کر کے چند لوگ اوپر آجاتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں کہ فلاں سے لیں گے اور فلاں کو دیں گے اور اس طرح لوگوں کے نام پر خود حکومت کرتے ہیں اور لوگ بے چارے غلام کے غلام ہی رہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں بھی علامہ اقبالؒ ہمیں تنبیہہ کر گئے۔

گریز از طرز جمہوری کہ غلام پختہ کارے شو   کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید

سیاسی پارٹیاں

چنانچہ مغربی نظام حکومت کے تحت سیاسی پارٹیوں کا وجود ضروری ہے اور ہمارے ملک میں بھی یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ پاکستان، سیاسی عمل کا نتیجہ ہے کہ ایک سیاسی پارٹی پاکستان کی "خالق" ہے، اس لئے ہمارے ملک میں سیاسی پارٹیوں کا ہونا ضروری ہے۔ اگر اس منطق کو بھی صحیح مان لیں تو پھر پاکستان میں صرف ایک سیاسی پارٹی ہونی چاہیئے کہ قائداعظمؒ نے کبھی کسی اور سیاسی پارٹی کو تسلیم نہ کیا تھا اور اعلان کیا تھا کہ ہم ایک قوم ہیں اور ہماری ایک سیاسی پارٹی ہے۔

بہرحال ہم جس نکتہ کی طرف آنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ مسلمان ایک اور صرف ایک پارٹی ہیں۔ ہمارا خدا ایک، رسولؐ ایک، قرآن ایک اور ہم ایک قوم ہیں۔ اس کو حزب اللہ کہیں یا ایک

Marfat.com

سیاسی پارٹی۔ اسلام میں تفرقہ یا گروہ بندی کی اجازت نہیں اور اسلام کا مزاج کسی سیاسی پارٹی کی اجازت نہیں دیتا کہ یہ چیز عملی نہیں۔ موجودہ وقت میں کئی سیاسی پارٹیاں، اب عقائدی گروہوں میں تبدیل ہو گئی ہیں اور کئی فرقہ وارانہ گروہ اپنی سیاسی حیثیت کو تسلیم کرانے کے لئے میدان میں نکل آئے ہیں۔

چنانچہ مغربی طریقہ کی قسم کی سیاسی پارٹیوں کی اسلام میں ہرگز اجازت نہیں اور چاروں کتابوں میں ہم عملی طور پر اس کے حق میں ثبوت پیش کر چکے ہیں بلکہ ایسے اصول یا عمل اپنانے کی بھی اجازت نہیں جو ہمیں سیاسی یا کسی اور گروہ بندی میں تقسیم کر دیں۔ اس سلسلہ میں حاکم وقت اور قوم کے لئے قرآن پاک کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو سنۃ الرسولؐ کی عملی مثالوں سے واضح الفاظ میں ذمہ داریاں تعین کرنا ہوں گی۔

بنیادی حقوق

مغربی طریقوں میں فرد کو آزاد مان لینے کے بعد جن بنیادی حقوق کا لوگوں کے سلسلہ میں بہت چرچا کیا جاتا ہے۔ وہ زبانی جمع تفریق ہے۔ خیر کئی روایات کو اپنا کر اہلِ مغرب نے اس سلسلہ میں کافی کام کیا لیکن اب نتیجہ مادر پدر آزادی کی صورت میں نکل رہا ہے، لوگ بہی اور بے لگام ہو رہے ہیں۔ معاشرے کے بندھن ٹوٹ رہے ہیں۔ یعنی یہ حالت ہے:

؎ صلہ فرنگ سے آیا ہے سوریا کے لئے
مے و خمار و ہجوم زنان بازاری!

(اقبالؒ)

ذمہ داریاں

اسلام میں حقوق اس طرح پورے کئے جاتے ہیں کہ حاکم وقت سے لے کر ایک ادنیٰ آدمی کو ہر سطح پر امارت کے ذریعے سے اوپر "اولی الامر" تک گانٹھ دیا جاتا ہے۔ یعنی حضور پاکؐ کا فرمان ہے کہ اگر تم دو ہو تو پھر بھی ایک کو اپنا امیر مقرر کر دو اور ہر آدمی کی ذاتی یا عہدہ کے لحاظ سے ذمہ داریاں مقرر ہوتی ہیں۔ وہ جب ان ذمہ داریاں کو پورا کرتے ہیں تو سب کو بنیادی حقوق اپنے آپ حاصل ہو

Marfat.com

جاتے ہیں کہ کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ دوسرے کے حق پر ڈاکہ ڈالے اور اسلام برابر کے مواقع اور معاشی انصاف کا علمبردار ہے۔

مساوات

برابر کے مواقع اور معاشی انصاف کو ہم لوگوں نے مغرب والوں سے ایک قدم آگے بڑھنے کے لئے اسلامی مساوات یا مساوات محمدی کو اسلامی سوشلزم کے معنی پہنا دیئے اور اس طرح یہاں بھی گاڑی پٹڑی سے اُتر گئی۔ اوّل تو کسی سوشلسٹ ملک میں بھی برابری ناممکن ہے۔ اللہ تعالےٰ نے سب لوگوں کو ایک جیسا پیدا نہیں کیا۔ ہر ایک آدمی نہ سربراہِ مملکت بن سکتا ہے۔ نہ عالم دین یا ڈاکٹر یا انجنیئر وغیرہ۔ اللہ تعالےٰ نے قرآنِ پاک میں کسی جگہ برابری کا ذکر نہیں کیا بلکہ اکثر لکھا ہے کہ اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہوتے۔ جاہل اور عالم برابر نہیں ہوتے وغیرہ۔ اس لئے مساوات کے لفظ کو غلط طور پر اپنا کر ہم نے لوگوں کے درمیان طبقاتی نفرت پیدا کر دی ہے۔ بے شک اسلام بڑے اور چھوٹے کو الگ الگ مقام نہیں دیتا اور بڑائی صرف اسلامی کردار میں ہے لیکن مکمل طور پر برابری ناممکن ہے۔ ہاں معاشی انصاف اور برابر مواقع عین اسلامی اصول ہیں۔

انقلاب

اسی قسم کی غلط نقالی کے طور پر ہم لوگوں نے اسلامی انقلاب وغیرہ کی غلط اصطلاحیں اپنا کر اسلامی فلسفہ حیات کا بڑا نقصان کیا ہے حالانکہ مولانا محمد علی جوہرؒ نے قوم کو تنبیہہ کی کہ اسلام صراطِ مستقیم ہے نہ کہ انقلاب اور ایسی اصطلاحیں اپنا کر ہماری سوچ کے تانے بانے تبدیل ہو جائیں گے۔ انقلاب کے معنی پیچھے مڑنے کے ہیں یا واپس آنے کے ہیں اور قرآنِ پاک میں یہ لفظ اکثر جگہ اوندھے منہ گرنے یا غلط روی یا گمراہی کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ صرف ایک جگہ اچھے معنی میں استعمال ہوا۔ ضروری ہے کہ اپنا فلسفۂ حیات کے ذریعے وحدتِ فکر پیدا کرنے کے لئے اصطلاحات کا صحیح استعمال ہو۔ ہم اس سلسلہ میں حضور پاکؐ کے الفاظ کا ذکر کر چکے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ وہ زمانے کو تسلسل دینے کے لئے مبعوث ہوتے ہیں یعنی کاروانِ حق کو صراطِ مستقیم

Marfat.com

پر رواں دواں ہو گیا ہے۔

صراطِ مستقیم

چنانچہ پچھلی چار کتابوں میں ہر جگہ ہم نے عملی طور پر اس صراطِ مستقیم کی نشاندہی کر دی ہے کہ پیچھے مڑنے یا انقلاب والی کوئی بات نہیں۔ قرآن پاک میں سو سے زیادہ جگہوں پر اسلام کو صراطِ مستقیم کہا گیا۔ سورۃ فاتحہ اور سورۃ فتح میں اس لفظ پر خاص کر زور دیا گیا۔ تو آیئے ہم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں اور انقلاب کے چکروں سے نکل جائیں۔

وطن کی پوجا

پاکستان کسی جغرافیہ وحدت یا ضرورت کے تحت وجود میں نہیں آیا۔ ہم مصطفوی ؐ ہیں اور اس لئے ہم نے ایک الگ وطن بنایا۔ یہ وطن ہمارے لئے مقدس ہے کہ ہم اس کو اسلام کا قلعہ بنانا چاہتے ہیں اور یہاں پر اللہ اور رسول ؐ کے احکام کو نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ علاقوں یا صوبوں کی ثقافت، دریاؤں کے بہاؤ اور علاقائی لوگ ناچ اور گانے وغیرہ اسلامی فلسفہ حیات کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ہڑپہ، ٹیکسلا یا مہاجنداروں کی تہذیبیں ہمارا ورثہ نہیں۔ مادرِ وطن، اور شہیدِ وطن وغیرہ کی اصطلاحوں کا اسلام کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں۔ سوہنی دھرتی اور وطن کی پوجا کی اجازت نہیں اور نہ ہی وطن کو اللہ کا شریک بنایا جا سکتا ہے۔ بدقسمتی سے ساری اُمت وطن کے چکروں میں ہے۔ جغرافیائی نیشنلزم دُنیا پر چھا چکا ہے اور ہندو فلسفہ کے تحت مادرِ وطن (بھارت ماتا) کے معاملہ کو ساری دُنیا نے اپنا لیا ہے اور ہم نے بھی اس کی نقل کی حالانکہ ہم نے ملک اسلام کے لئے بنایا تھا اور ہندوؤں کی نظم "بندے ماترم" سے نفرت کی وجہ سے اور اپنے رُخ کو مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کی طرف کرنے کے لئے ہم نے یہ ملک بنایا تھا۔ اب اگر ہم نے بھی وطن کی پُوجا شروع کر دی ہے تو یہ سخت غلطی ہے

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے۔
(اقبالؒ)

Marfat.com

تتلی اور گبریلہ

جلالِ مصطفےٰؐ کے حرفِ آخر میں تتلی اور گبریلہ کی کہانی سنائی گئی تھی کہ تتلی گبریلہ کو باغ میں لے گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو پَر دیئے ہیں کہ وہ اُڑ کر باغوں کے پھولوں سے اپنے ذہن کو معطر کرے لیکن گبریلہ کو وہاں کوئی خوشبو نہ آئی کہ وہ ساتھ کچھ گوبر بھی اٹھائے ہوئے تھے۔ ایک مسلمان کے لئے سارے باطل فلسفے گوبر کی طرح ہیں کہ ہم اپنی کتابوں میں ذکر کر چکے ہیں کہ ہماری تعلیم "منطق الطیر" ہے جس کا ذکر اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں بھی کیا ہے کہ حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کو ایسی تعلیم دی گئی۔ یہ ہماری بدقسمتی ہوگی کہ ہم گبریلے کی طرح زمین کا کیڑا بن کر گوبر یا مادیات کی تعلیم پر گزارہ کریں اور اڑان والی تعلیم کو نہ اپنائیں تو ظاہر ہے ہمیں اسلام کے معطر باغ سے خوشبو نہ آسکے گی اس لئے باطل فلسفہ کی مختصر نشاندہی کر دی گئی ہے کہ ہم اپنا خانہ کعبہ درست کریں۔

شکایت ہے مجھے یارب خداوندان مکتب ہے
سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا
(اقبالؒ)

وحدتِ فکر و وحدتِ عمل

ہم نے واضح کر دیا ہے کہ غیروں کا تمام تر فلسفہ آزادیٔ فکر اور آزادیٔ عمل سے شروع ہوتا ہے اور ہمارا فلسفہ وحدتِ فکر و وحدت عمل ہے لیکن افسوس کہ ہمارے اکثر علمائے دین اس پہلو کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

آہ! اس راز سے واقف ہے نہ مُلّا نہ فقیہہ
وحدت افکار کی بے وحدت کردار ہے خام
(اقبالؒ)

پہلی کتاب کے پیشِ لفظ سے لے کر چاروں کتابوں میں جتنا زور اس پہلو پر دیا گیا ہے اُتنا اور کسی چیز پر نہیں دیا گیا اور ان کتابوں کے لکھنے میں یہی ایک بڑا مقصد تھا کہ ہم اپنی فکری

لے: صفحہ ۲۴۱-۲۴۲

Marfat.com

وحدت کو ایک کریں اور پھر اس پر عمل کریں۔ قرونِ اولیٰ میں ایک عیسائی دانشور سپین کے مسلمانوں کی فکری وحدت سے بہت متاثر ہوا اور اسلامی دنیا کے سفر میں قیرواں، فسطاط سے ہوتا ہوا مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پہنچا اور جو سوال کرتا تھا اس کے ایک جیسے جواب پاتا تھا تو خانہ کعبہ میں آکر مسلمان ہو گیا۔

لیکن افسوس ہماری حالت یہ ہے کہ کسی ایک دن کی اخبار اُٹھا کر دیکھ لیں۔ وہاں پر بھانت بھانت کی بولیاں ہوں گی اور کئی لوگ ہمارے نظریہ حیات کو بھی پاش پاش کر رہے ہوں گے ہر مسجد سے الگ الگ آواز آ رہی ہے اور تفرقہ ہمارا اوڑھنا بچھونا بن گیا ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ ذاریت میں ایسی بھانت بھانت بولیاں بولنے والوں اور رخراصوں کے قتل کرنے کا حکم ہے اور ان حالات کو دیکھ کر ان کتابوں میں عملی اسلام لکھا گیا کہ انشاء اللہ خیالات یا بیانات میں تضاد نہ ہو گا اور جس نتیجہ پر ہم پہنچے ہیں اس سلسلہ کا یہ پہلا باب ہے جس میں حاکم وقت اور لوگوں کو بھاری ذمہ داریاں یاد دلائی جا رہی ہیں کہ وہ تفرقہ والی باتوں کو چھوڑ کر عملی اسلام پر "فقہ وحدت" یا "فقہ عسکریت" کے تحت متحد ہو کر اللہ تعالیٰ کے سپاہی (حزب اللہ) بن جائیں ایسا کرنے کے لئے ہمیں اپنے تمام تر زندگی کے شعبوں کو اسلامی فلسفہ حیات کے تابع کرنا ہو گا جس کا خلاصہ نویں باب میں دیا جا رہا ہے اور باقی چند اجتماعی ذمہ داریوں یا ضرورت کا مختصر ذکر یہاں آتا ہے۔

سیاسی فلسفہ

ہر قوم یا ملک کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے تمام زندگی کے شعبوں کو اپنے سیاسی فلسفہ کے تابع کریں۔ موجودہ سیاسی سائنس (POLITICAL SCIENCE) کے مضمون میں جو سیاسی فلسفے پڑھائے جاتے ہیں۔ ان میں کمیونزم، سوشلزم، امپیریلزم، نازی ازم وغیرہ کئی فلسفے پڑھائے جاتے ہیں۔ ان مغربی دانشوروں نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اسلام از خود ایک سیاسی فلسفہ ہے کہ یہ خالی مذہب نہیں بلکہ دین ہے۔ مذاہب میں سے صرف ہندو ازم، کچھ معاشرتی ضروریات پوری کرتا ہے اور شاید اس زمانے کے لئے وہ طریقہ موزوں تھا کہ مختلف عقائد کے لوگوں کو اجتماعی طور پر گروہوں میں بانٹ

Marfat.com

کر منوسمرتی نے ایک طرزِ زندگی کی نشاندہی کی اور ہندوؤں کی کتاب گیتا میں اس کی تفصیل موجود ہے لیکن یہ باتیں آج کل کے زمانے کے لئے موزوں نہیں اور آئے دن ہندو اپنی طرزِ زندگی میں تبدیلی لارہے ہیں۔

اسلام البتہ نہ قدیم ہے اور نہ جدید، یہ ایک طرف عقائد کی وحدت یعنی ایک اللہ اور ایک رسول ؐ میں ایمان کے ذریعے ایک دوسرے کے ساتھ دلوں کو جوڑ دینے کا حکم دیتا ہے پھر اس دنیا میں اپنے عقیدت اور غیرت کی حفاظت کے لئے اجتماعی طریقِ کار وضع کرتا ہے۔ (خذوا حذرکم) یعنی اپنی حفاظت آپ کرو۔ اور آگے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تحت حدود یا حلال وحرام کا تعین کرتا ہے۔ ساتھ ہی واضح کر دیا جاتا ہے کہ یہ دُنیا ایک قید خانہ ہے اور ہم یہاں امتحان کے لئے آئے ہیں۔ یہ امتحان جلدی جلدی پاس کر کے جب موت کا دروازہ کھل جائے تو وہاں اس طرح داخل ہوں کہ ہم مومن یعنی ایمان والے ہوں تاکہ ہماری طاقتیں ستر گنا بڑھ جائیں اور آگے جنت نظر آرہی ہو۔

فرنگی سیاست

لیکن بدقسمتی یہ ہوئی کہ فرنگی سیاست نے دنیا بھر کو کچھ اس طرح جکڑ رکھا ہے کہ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ اہل اسلام بھی جمہوریت، سوشلزم، جغرافیائی نیشنلزم وغیرہ کے بنائے ہوئے دل فریب پھندوں میں پھنس گئے ہیں اور ان نظامہائے زندگی کے پرستار یا تو سرے سے ہی اس بات کا انکار کر دیتے ہیں کہ دینِ اسلام نے کوئی اپنا نظامِ حیات یا سیاسی نظام دیا ہے یا دوسری صورت میں کھینچ تان کر کوئی اس کو جمہوریت بتاتا ہے تو کوئی اس کے ڈانڈے سوشلزم سے جا ملاتا ہے۔ یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ میدانِ سیاست میں اترنے والے انسان دجل وفریب کو اپنا اوڑھنا بچھونا بناتے ہیں اور عوام الناس سے ووٹ حاصل کرنے کے لئے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں۔ ایسے ہی سیاستدانوں کو اس دجل وفریب میں اُلجھا کر ابلیس کہیں لمبی تان کر سویا ہوا تھا کہ کسی نے پوچھا "جناب! کیا دُنیا میں اب کوئی کام باقی نہیں رہ گیا جو یوں مزے سے لیٹے ہوئے ہو" تو شیطان نے جو جواب دیا۔ علامہ اقبالؒ اس کو یوں کہتے ہیں:

Marfat.com

۵ جمہور کے ابلیس ہیں ارباب سیاست　　باقی نہیں اب میری ضرورت تہ افلاک

دراصل شیطان نے اپنے کافی چیلے بھی چھوڑے ہوئے ہیں اور ان کو وہ یہ ہدایت دیتا ہے:

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا　　روحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

نظامِ مصطفےٰؐ

میرِ عربؐ کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے

میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے　　(اقبالؒ)

بلاشبہ ہماری منزل نظام مصطفےٰؐ ہے۔ ہم نے چودہ سو سال میں پہلی دفعہ اللہ اور رسولؐ کے نام پر ملک بنایا ہے اور اسی وجہ سے ان تمام کتابوں کا نام بسلسلہ جلالِ مصطفےٰؐ رکھا گیا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص حضور پاکؐ کی ذات کو زیرِ بحث لاکر ہمارے اندر سے حضور پاکؐ کے جلال و جمال نکالنا چاہتا ہے وہ ہم میں سے نہیں کہ ہمارے ہی وطن سے حضور پاکؐ کو ٹھنڈی ہوا جاتی ہے تو اب ہم وضاحت کریں گے کہ نظام مصطفےٰؐ کیا ہے جس کو یہاں جاری کرنا ہے۔

ایک جنگ سے واپس آتے وقت حضور پاکؐ نے امن کے زمانے کو جہاد اکبر کا نام دیا اور جنگ کو جہادِ اصغر تو ظاہر ہوا کہ مومن امن کے زمانے میں ہر وقت جہاد میں مصروف رہتا ہے اور یہی نظامِ مصطفےٰؐ ہے اور یہی نظامِ جہاد ہے۔ جنگ لڑنے کے فلسفہ کو جہادِ اصغر یا اسلامی فلسفۂ دفاع کہہ سکتے ہیں جس کا خلاصہ دسویں باب میں ہے۔

اب غیروں کو اگر لفظ جہاد سے چڑ ہے تو اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں۔ ہم جہاد کے ذریعے دوسری قوموں پر کوئی ڈاکہ تو نہیں ڈالتے بلکہ ہمارے لئے یہ ایک طرزِ زندگی ہے کہ امن کے زمانے میں جہاد کا نظام اپنا کر ہم اپنے آپ کو غیروں کے ڈاکہ سے محفوظ رکھتے ہیں۔

جہاد کے بارے ناسمجھی

بدقسمتی سے ہمارے دانشور اور علماء بھی نظریۂ جہاد سے ناواقف ہیں۔ سید سلیمان ندوی صاحب

Marfat.com

نے اسلام کی بڑی خدمت کی لیکن جلالِ مصطفےؐ[1] کے ضمیمہ میں ہم کہہ چکے ہیں کہ آپ کی چھ کتابوں میں نظریہٴ جہاد پر کل چار صفحے ہیں شاید انگریزوں کا ڈر تھا کہ مولانا شبلیؒ بھی تو یہ کہہ جاتے ہیں کہ حضور پاکؐ کے زمانے کی کہانی جنگ کی کہانی ہے کہ لڑائی عبادت بن گئی لیکن ساتھ دبی زبان میں جنگ سے گریز کی لوری بھی دے جاتے ہیں۔ مولانا مودودیؒ کی جہاد کی کتاب میں "مصلحانہ جنگ" اور "مدافعانہ جنگ" کے الفاظ نے جنگ کو بھیانک بنا دیا اور پھر حیدر آباد دکن کے ایک مولوی چراغ علی نے جہاد کو کوشش کے معنی پہنا کر جہاد سے رہی سہی جان بھی نکال دی۔ انگریزوں کی ایماء پر نظام حیدر آباد نے انکو "نواب اعظم یار جنگ" کا خطاب دیا۔ حالانکہ اس کے لئے بہترین خطاب "فرار جنگ" تھا۔ کلاسوٹز کہتا ہے کہ جو آدمی جنگ کو بھیانک بنا کر قوم کو ڈراتا ہے، وہ قوم کا دشمن ہے۔[2]

ہماری ناسمجھی اس حد تک پہنچی ہوئی ہے کہ جب مسلمانوں پر کسی جگہ ظلم ہو رہا ہوتا ہے تو ہمارے علماء فتوے دے دیتے ہیں کہ فلاں جگہ جہاد واجب ہو گیا ہے۔ جہاد نہ کسی فتوے کے تابع ہے نہ محتاج ہے بلکہ یہ ایک طرزِ زندگی اور فرض ہے۔ البتہ فرض کفایہ کو کچھ لوگ غلط معنی پہنا کر جہاد سے گریز کر جاتے ہیں۔ فرض کفایہ، جہاد بالسیف پر لاگو ہے کہ کسی حکمت عملی کے تحت صرف کچھ لوگوں کو جنگ یا لڑائی کے لئے بھیجا جاتا ہے لیکن جہاد کی تیاری ہر مسلمان پر فرض ہے تاکہ ضرورت کے وقت وہ جہاد میں شرکت کر سکے کہ مومن کے مقصدِ حیات میں جہاد کے بیچ شرکت کو اولین حیثیت حاصل ہے۔

مومن کا مقصدِ حیات

از روئے قرآن مومن اللہ تعالیٰ کی فوج کا ایک سپاہی ہے اور یہ سپاہی کوئی برائے نام سپاہی نہیں بلکہ کسی فوج کے ایک بہترین سپاہی سے بھی افضل تر سپاہی ہے۔ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا یعنی ہم نے سنا اور ہم نے مانا۔ اس کا طرّہ امتیاز ہے اور وہ اپنی فوج (یعنی اُمت) کے احکامات بلاچون و چرا مانتا ہے وہ صحیح معنوں میں قلب سلیم رکھتا ہے اور مقامِ تسلیم پر ہمیشہ کھڑا رہتا ہے۔ وہ اپنے

---

[1] صفحہ ۲۹۹

[2] کلاسوٹز فلسفہ جنگ حصہ سوم پہلا باب صفحہ ۲۷ اور ۳۰ سے استفادہ کریں۔

Marfat.com

نفس کی تربیت کرتا ہے تاکہ میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہے مومن چونکہ دنیا میں قتالِ فِی سَبِیلِ اللّٰہ کے لئے آیا ہے اور جنگ میں ثابت قدمی ہی اُس کا امتحان ہے۔ لہٰذا اس امتحان کے لئے وہ ہمہ وقت تیار رہتا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے :

"تحقیق اللہ نے خرید لی ہیں مسلمانوں سے جانیں ان کی اور مال اُن کے، بدلے اس کے کہ واسطے ان کے ہے جنّت، جنگ کرتے ہیں، بیچ راہ اللہ کے۔ پس قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں"

اب جو سیاسی نظام ہمیں جہاد میں شرکت کی بجائے آپس میں تفرقہ کی باتیں سکھلاتا ہے وہ غیر اسلامی ہے کیونکہ تبوک کی مہم کے بعد ۹ ہجری میں سورۃ توبہ کی آیت ۱۲۲ نازل ہوئی۔ وہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیتی ہے۔ الفاظ یہ ہیں :

"پس کیوں نہ نکلے (جہاد کے لئے) ہر فرقے سے اُن میں ایک جماعت تو کہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں تو کہ ڈرادیں اپنی قوم کو جب پھر جادیں طرف اُن کی، شاید کہ وہ بچیں"

اس آیت میں فنِ جہاد یا نظام جہاد کے لئے "تفقہ فی الدین" کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں یعنی اصلی فقہ یا دین کی سُوجھ بُوجھ نظام جہاد کی سمجھ ہے اور اسی وجہ سے ہمیں فقوں کے تفرقوں کو ختم کرنے کے لئے "فقہ عسکریت" کی اصطلاح کا ذکر کر چکے ہیں اور جناب سلیمان ندوی صاحب نے سیرۃ النبی میں صبر، استقامت، ایثار، ہمت پر جو کئی ابواب لکھے ہیں وہ بھی دراصل نظریۂ جہاد یا جہاد کی تیاری کی بنیادی باتیں ہیں اور جناب ندوی صاحب غلامی کی وجہ سے جہاد کا کھل کر پرچار نہ کر سکے لیکن ہم آگے جاکر دسویں باب میں ان کا خلاصہ دے کر اپنی اس رائے کو اور واضح کریں گے۔

ایسے فلسفہ کو اپنانے کے لئے، حکومت، اولی الامر، سول انتظامیہ، مجلس شوریٰ یا کسی مجلس اعلیٰ کی الگ الگ ذمہ داریاں تعین کرنا ہوں گی لیکن اس کتاب میں ان کی تفصیل میں جانا ناممکن ہے اور ہم زندگی کے چند اور شعبوں کا سرسری ذکر کریں گے۔ جن میں تعلیم سرفہرست ہے۔

Marfat.com

تعلیم

ہماری موجودہ تعلیم کے طور طریقوں یا جو کچھ پڑھایا جا رہا ہے اس پر ایک الگ کتاب کی ضرورت ہے۔ موٹے لفظوں میں موجودہ تعلیم کا اسلام کے فلسفۂ حیات سے دور کا بھی واسطہ نہیں اور تعلیم کا مقصد بھی وہ نہیں جو اسلام کے عقائد کے مطابق ہو، مشنری سکول یا سرکاری ادارے یا دینی اسکول ہر جگہ پر حالات کو موجودہ ضرورتوں اور اسلام کے فلسفہ حیات کے تابع کرنے کی ضرورت ہے۔ علامہ اقبالؒ اس سلسلہ میں بہت کچھ کہہ گئے ہیں اور اتنے سال گزر جانے کے باوجود آج تک ہم نے اس بنیادی چیز کو نہیں سمجھا کہ اسلام میں تعلیم کا اوّل مقصد اسلامی کردار پیدا کرنا ہوتا ہے کہ انسان اس دنیا میں مسلمانوں کی طرح زندگی گزارے۔ دوسری اہم چیز یہ ہے کہ تعلیم مرکزی حکومت کا مضمون ہے کہ تعلیم کے ذریعے پوری قوم میں وحدت وفکر پیدا کی جائے۔ یعنی تمام سلیبس یا کتابیں یا امتحانات مرکزی حکومت کے احکام کے تحت ہونا چاہئیں۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ معاملات کو آسانی سے چلانے کے لئے، نظام یعنی مدرسوں، عمارتوں یا اُستادوں وغیرہ کے سلسلے میں کنٹرول صوبائی حکومت کے پاس ہو۔

علاوہ تمام تر سلیبس کو اُس اسلامی فلسفہ حیات کے تابع کرنا ہوگا، جس کا خلاصہ اگلے باب میں دیا جا رہا ہے۔ موجودہ ادب، فلسفہ، یا شیکسپیئر کے ڈراموں کا اسلام کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں بلکہ نفسیات اور معاشرتی مضامین سمیت تمام تاریخ کی کتابوں کو بامقصد کتابیں بنانے کی ضرورت ہے، یہ کام آسان نہیں اور اس سلسلہ میں ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے ماہرین کو سفارشات پیش کرنا ہوں گی۔ اس کے علاوہ ہمارے سکول اور کالجوں کے موجودہ طریقوں کو تبدیل کرنا ہوگا کہ بقول علامہ اقبالؒ کالج میں بیٹھ کر ڈینگ مارے جاتے ہیں۔ یہ ہڑتالیں اور یہ اپنی موٹروں اور بسوں کو آگ لگانا، ایسی تعلیم فتنہ و فساد والی ہے۔ ہمارے تعلیمی اداروں اور طالب علموں کو قوم کے سامنے مثالی کردار کا مظاہرہ کرنا ہوگا اور ایسا تب ہو سکتا ہے کہ سکولوں میں منظم طور پر اسلامی عسکری ربط و ضبط کی عملی تعلیم دی جائے۔

لیکن سب سے بڑھ کر ضرورت اس چیز کی ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم کو عام کیا جائے

Marfat.com

غیر ہمیں اپنی ایجادات سے آگاہ نہ کریں گے اور یہ کام ہم نے خود کرنا ہوگا۔ اوّل اپنے ملک کی تعلیمی اداروں میں سائنس اور ٹیکنالوجی یا ہر ہنر اور فن کی عملی تربیت دی جائے اور بنیادی یا ضروری تعلیم کے بعد، ہر لڑکے کی ذہنی قابلیت یا رویہ کو مدِنظر رکھتے ہوئے اس کو ایسی چیز کی تربیت دی جائے، جس کو وہ آسانی سے اپنا سکتا ہے۔

لسانی وحدت

ہماری بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہمیں پہلے دو زبانوں یعنی اردو اور انگریزی میں مہارت حاصل کرنا پڑتی ہے کہ اپنے گھروں میں ہم پنجابی، پشتو، سندھی یا بلوچی زبانیں بولتے ہیں۔ اس کے علاوہ دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے یا روحانی اور عقائدی ضرورت کے تحت عربی زبان کو واقفیت بھی ضروری ہے۔ تیسری کتاب میں ہم اہلِ مصر کا ذکر کر چکے ہیں کہ انہوں نے عربی کو اپنا کر بحرِ اوقیانوس تک پہنچا دیا۔ اگر مشرق میں بھی ایسا ہوتا تو آج دنیا بھر کے مسلمانوں میں کم از کم لسانی وحدت تو ہوتی۔

بہرحال ابھی بھی وقت ہے اور بہتر ہوگا کہ قومی زبان کے طور پر ہم عربی زبان کو اپنا لیں اور پھر نتیجہ دیکھیں کہ ساری اُمت میں کیسے وحدت پیدا ہوتی ہے۔ حضور پاکؐ کا فرمان ہے: "پسند کرو عربی کو کہ اہلِ جنت کی زبان ہے۔ قرآن کی زبان ہے اور میری زبان ہے"۔ اس آخری فقرہ پر قربان، یہ ہم عجمیوں کے لئے ہے اور موجودہ ذرائع ابلاغ کی مدد سے عربی زبان اپنانے میں زیادہ دیر نہ لگے گی۔ بہرحال اگر قوم ایسا نہ کر سکے تو انگریزی سے تو جلد چھٹکارا حاصل کیا جائے کہ اس زبان کو اپنانے کی وجہ سے ہم اہلِ مغرب سے اتنے مرعوب ہو چکے ہیں کہ مجبوراً ہمیں ہر کام میں اُن کی نقالی کرنا پڑتی ہے یعنی ان کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔

ذرائع ابلاغ

عربی زبان اپنانے کے بعد اہل پاکستان بارش کا پہلا قطرہ بن جائیں گے اور اُس کے بعد تمام اسلامی ممالک ہماری پیروی کریں گے، جس سے اللہ کی رحمتوں کے اس اُمت پر وہ اثر

Marfat.com

ہوں گے کہ ہمیں صرف جھولی پھیلانا ہوگا۔ یہ کام ہمارے ذرائع ابلاغ کی مدد سے انجام دینا ہو گا کہ دراصل یہ ذرائع بھی قوم کو ایک قسم کی "تعلیم" ہی دے رہے ہیں۔

بدقسمتی سے ہمارے ذرائع ابلاغ اس وقت جتنا قوم کا نقصان کر رہے ہیں اور جتنا تفرقہ یہ پھیلا رہے ہیں اتنا اور کوئی ادارہ نہیں پھیلا رہا۔ اسلام کے فلسفہ کو انہوں نے گڈمڈ کر دیا ہے، کبھی وطن کی پوجا، کبھی باطل فلسفوں کا پرچار اور ان لوگوں نے قوم کے اذہان پر ایسی یلغار کر دی ہے کہ ہمارے ذہنوں کو بھی ماؤف کر دیا ہے۔ ہم اس سلسلہ میں زیادہ تفصیل میں نہ جائیں گے کہ اس سلسلہ میں تفصیلی سفارشات اور عمل کی ضرورت ہے کہ ذرائع ابلاغ کے تمام اداروں یعنی اخباروں، ریڈیو اور ٹی وی کی تمام تر کارروائیوں کو اسلامی فلسفۂ حیات کے تابع کرنا ہوگا۔

ادب، فلسفہ، ثقافت

یہی چیز ادب، فلسفہ، ثقافت اور ہمارے اُن اداروں کو لاگو ہے جو فن کار پیدا کر رہے ہیں۔ آرٹ ہو یا فائن آرٹ یا وہ ادارے ہوں جو ہم نے مغرب کی نقالی میں کھول رہے ہیں۔ ان سب چیزوں سے قوم کے اذہان پر ایک عجیب قسم کی یلغار ہو رہی ہے۔ ساتھ ہی علاقائی روایات یا طبقاتی رسم و رواج میں بھی بعض ایسی باتیں ہوتی ہیں جو اسلامی فلسفۂ حیات کے لحاظ سے غلط ہوتی ہیں چنانچہ زندگی کے ان شعبوں کو بھی اسلامی فلسفۂ حیات کے تابع کریں۔

عدلیہ، قانون اور سول انتظامیہ

ہماری حکومت کے تمام ڈھانچے خواہ وہ عدلیہ اور قانونی ادارے ہیں یا سول انتظامیہ وہ تمام تر مغربی نظامہائے حکومت اور نوآبادیاتی طریق کار کی پیداوار ہے۔ ان سب چیزوں کے ہر پہلو کو اسلامی فلسفۂ حیات کے طور طریقوں کے تابع کرنا ہوگا بعض جگہ بالکل نئے ڈھانچے بنانے پڑیں گے کہ باطل کی بنیاد پر حق کی عمارت نہیں بنائی جاسکتی۔ مثال کے طور پر انگریزوں کا سول سروس "کالے انگریز" پیدا کرتا ہے۔ یہ لوگ، اسلامی قدروں کو نہ سمجھ سکتے ہیں اور نہ اس پر عمل کر سکتے ہیں۔ یہی چیز عدلیہ اور قانون کو لاگو کہ رومن قانون مادی نظریات کی پیداوار ہے اور اسلامی

Marfat.com

نفقہ منطق الطبیعی کی تعلیم کے تابع ہے۔ اس سلسلہ میں بھی مکمل سفارشات ماہرین ہی کر سکتے ہیں کہ پورے ڈھانچے تبدیل کرنا ہوں گے۔

مادی ذرائع اور متعلقہ مدیں

یہی چیز مادی ذرائع یعنی پیداوار، زراعت، معدنیات اور ان کی متعلقہ مدیں یعنی مالیات، تجارت، کارخانوں وغیرہ کو بھی لاگو ہے کہ اسلام نے ان تمام ذرائع کے لئے کچھ اصول وضع کئے ہیں اور ان سب چیزوں کو ان کے تابع کرنا ہوگا۔ ماہرین ان سلسلوں میں کافی کام کر چکے ہیں اور ایسے ہی معاملات میں اجتہاد کی اجازت ہے۔ ورنہ باقی ساری ضروریات کے تحت ہم نے اجتہاد کا ذکر نہیں کیا کہ وہاں پر اوامر اور نواہی موجود ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ایسی ضروریات کے تحت ہر زمانے کے لئے موزوں بنایا ہے اور ایسا اجتہاد اسلام کے اصولوں یا اوامر و نواہی کی مدد سے کیا جاتا ہے لیکن اجتہاد کی شرط یہ ہے کہ اجتہاد وہ کرلے یا اس چیز کے سلسلہ میں کرایا جائے جس کی جہاں ضرورت ہے اور پھر اس اجتہاد سے حاصل شدہ اصولوں کو نافذ بھی کیا جاسکے۔

منظم قوم

یہ سب بڑے وسیع مضامین ہیں اور کئی متعلقہ یا متفرق باتیں رہ بھی گئی ہیں لیکن ان تمام تر سفارشات کے تحت اسلام نظام کے نفاذ کے لئے سب سے اوّلین ضرورت منظم قوم کی ہے۔ پہلے پوری قوم کو منظم طریقے کے ساتھ ربط وضبط میں باندھنا ہوگا۔ ہر سطح یعنی محلہ، گاؤں، تھانہ، تحصیل وضلع کی سطحوں پر امیر مقرر کرنا ہوگا تو تب "اولی الامر" مجلسِ مشاورت یا مجلس اعلیٰ کی مدد سے نظام اسلام نافذ کر سکے گا تاکہ لوگ اور حکومت کے کارندے اپنی ذمہ داریاں پوری کریں۔ اس کا کچھ ذکر دسویں باب میں بھی ہے کہ ساری قوم کو احکامِ الٰہی کا پابند کرنا ہوگا۔

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات

مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند (اقبالؒ)

Marfat.com

Marfat.com

نواں باب

اسلامی فلسفۂ حیات

تمہید

ان کتابوں کے سلسلہ میں جتنا ذکر یا زور اسلامی فلسفۂ حیات پر دیا گیا ہے۔ اُتنا اور کسی پہلو پر نہیں دیا گیا۔ حکمت عملیوں اور تدبیرات کے تمام تر اچھے نتائج کے بارے ہر مقام پر یہ کہا گیا کہ یہ سب اسلامی فلسفۂ حیات پر عمل کی وجہ سے تھا لیکن اسلامی فلسفۂ حیات ہے کیا؟ یہ سب ہماری نظروں سے اوجھل ہوتا جاتا ہے۔ کسی بڑے سے بڑے دانشور کو بلا کر پوچھ لیں۔ اوّل وہ اس فلسفہ کو صحیح بیان ہی نہ کر سکے گا یا بات کو کچھ ایسا گڈمڈ کر دے گا کہ بیچ میں باطل اور غیروں کے فلسفے آجائیں گے۔

انسان کیا ہے؟ کہاں سے آیا ہے اور کہاں جارہا ہے؟ یا اس دنیا کی کیا حقیقت ہے؟ یہ ایسے سوالات ہیں کہ آج اہلِ مغرب یا سوشلسٹ دانشور بھی اس سلسلہ میں حیران و پریشان اور سرگرداں پھر رہے ہیں۔ ان کی سوچیں تضاد سے بھری پڑی ہیں اور ان کو زندگی بے مقصد نظر آتی ہے یہی وجہ ہے کہ بعض نے اسی دنیا کو سب کچھ سمجھ رکھا ہے۔

اسلام نے مومنوں کے لیے، اُن کے مقاصدِ زندگی اس دنیا کی حقیقت اور ازل و آخر کی تمام تر باتوں کو کھل کر بیان کیا ہے۔ قرآنِ پاک، احادیث، تفاسیر، صحابہ کرامؓ کے اعمال اور بزرگوں کے اقوال میں سب کچھ موجود ہے اور آج سے پچاس سال پہلے نماز کے سبق کے ساتھ ہمیں ایمان کی شرائط صفات، رُکن اور حقائق پڑھائے جاتے تھے جس میں اس دُنیا کی حقیقت اور ہمارے مقاصدِ زندگی کا ذکر ہوتا تھا کہ ہمارا ان سب باتوں پر ایمان ہو تو تب ہم مسلمان کہلا سکتے ہیں اور یہ باتیں زبانی یاد کروانے کے بعد نماز پڑھنے کی اجازت دی جاتی تھی۔ مختلف چھوٹی چھوٹی کتابوں یعنی حجۃ الاسلام بہشتی زیور اور پکی روٹی میں یہ ذکر موجود تھے لیکن وقت آیا کہ ہم نے ان کتابوں کا مذاق اڑانا شروع کردیا اور یہ کتابیں ناپید ہوگئیں۔ ہم نے کچھ انگریزی اور کچھ اسلامی علموں کو آپس میں ملا جلا کر اپنے

Marfat.com

فلسفۂ حیات کو بھی آدھا تیتر اور آدھا بٹیر کر دیا اس لئے حسب وعدہ اس باب میں ہم اسلامی فلسفۂ حیات کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں اور مختلف پہلوؤں کے غیروں کے ساتھ موازنے بھی کئے جائیں گے تاکہ ہم فرق سمجھ سکیں۔ اس لئے سب سے پہلے غیروں کے فلسفۂ حیات کا خاکہ پیش کیا جانا چاہیئے۔

غیروں کے فلسفۂ حیات

غیروں کے فلسفۂ حیات میں یونانی فلسفہ اور ہندوانہ فلسفہ ایک دوسرے کے ساتھ بہت ملتے جلتے ہیں۔ ہندوؤں کے لئے یہ دھرتی پوتر اور پاک ہے اور ان کی ماں ہے اور یہی سب کچھ ہے موجودہ جغرافیائی نیشنلزم کے باپ یہی لوگ ہیں جہاں وطن کی پوجا کی جاتی ہے۔ یونانی فلسفہ تمام یورپ پر چھایا ہوا ہے اور عیسائیت یا مذہب ہر آدمی کا نجی معاملہ بن چکا ہے۔ یونانی فلسفہ کے لحاظ سے اُنیسویں صدی تک یہ خیال عام تھا کہ ایٹم یا ذرہ ٹوٹ نہیں سکتا اور یہ دُنیا ایک پکی اور دائمی چیز ہے۔ مرنے کے بعد کچھ عرصہ کے لئے آدمی "ساکن" ہو جاتا ہے اور پھر جب آدمی دوبارہ زندہ ہوگا تو یہی دنیا ہوگی اور اس پر جنت اور دوزخ بھی ہوں گے۔ ہندوؤں نے اواگون کے چکر میں پڑ کر مرنے کے بعد آدمی کو دوسری مخلوق یعنی حیوانات میں تبدیل کر دیا اور جب گناہوں سے چھٹکارا ملے گا تو آدمی نرک میں جائے گا جو اسی دُنیا پر ہوگی اور یہ بھی ایک قسم کا جنت اور دوزخ کا تصور ہے کہ اسی دُنیا میں سب کچھ ہوگا۔ ان دونوں فلسفوں کی بنیاد مادیت پر ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان فلسفوں کے تحت اپنے اپنے ملکوں کی پوجا ہو رہی ہے کہ میری ماں دھرتی یا مادرِ وطن جیسے الفاظ لوگوں کے عقیدہ کا حصہ بن چکے ہیں۔ اشتراکیت نے تو مرنے کے بعد دوبارہ جی اُٹھنے کے تصور کو ہی ختم کر دیا اور انسان و حیوان میں فرق ختم کر دیا۔ جزا و سزا والا پہلو بھی ختم ہے۔

بہرحال غیروں کے اس فلسفہ کے لحاظ سے یہ دُنیا و جہاں ایک حادثہ کے طور پر وجود میں آئے۔ پہلے دھواں تھا یا کاربن پھر اس کاربن سے پانی اور ٹھوس چیزوں نے الگ الگ ہونا شروع کر دیا اور چاروں چیزوں کی ملاوٹ یعنی ہوا، پانی، آگ اور مٹی وغیرہ سے مخلوق یا

Marfat.com

حیوان پیدا ہونا شروع ہوئے اور چار عنصر دنیا پر چھا گئے۔ آدمی بھی حیوان یا بندر تھا اور اس کی موجودہ صورت اس کی ایک "ترقی پذیر" حالت ہے۔ یعنی انسان بھی دابۃ الارض یا زمین کا کیڑا ہے اور وہ بھی حیوانات میں شامل ہے۔ لوزنہ کا لفظ اس کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

اسلام کا نظریہ حیات

اسلام کے لحاظ سے یہ دُنیا اس کائنات میں ایک ادنیٰ حیثیت رکھتی ہے اور وقت آنے پر اُدن دھنی ہوئی کی طرح اُڑ جائے گی یا یہ سب کچھ انسان کے کاروان حیات کی گذرگاہیں ہیں اور انسان کو اس کائنات میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اسلام، انسان کو حیوانات کے زمرہ میں رکھنے کے حق میں نہیں کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ یعنی وہ جنّ اور ملائکہ سے بھی افضل ہے تو اس انسان کو اس دنیا تک محدود کرنا غیر اسلامی نظریہ ہے ہاں البتہ اسلام ایک دین ہے اور اجتماعی نظریہ ہے کہ کاروانِ حیات منزل بہ منزل رواں دواں ہے۔

ہم آگے یہ وضاحت کرتے ہیں کہ ایک حدیث قُدسی میں تخلیقِ کائنات کا مقصد اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں۔ پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔" گویا کائنات کا مقصود انسان ہے اور انسان کا مقصود معرفت الٰہی ہے۔ یا یہ کہیں کہ حُسن ازل نے اپنے جمال کو بے نقاب کرنا چاہا تو اُس نے اس امر کو پسند کیا کہ اُسے دیکھا جائے اور پہچانا جائے تو اس نے کاروانِ حیات جاری فرما دیا۔ اپنا عارف تیار کیا کہ اُسے اپنے تک پہنچنے کے لئے دُور دراز کے راستے پر ڈال دیا۔ یہی صراطِ مستقیم یعنی سیدھا راستہ ہے جس کی پچھلے باب میں نشاندہی کر دی گئی تھی۔ گو راستے کے ارد گرد کچھ غلیظ اور دل لبھانے والی چیزیں بھی ڈال دیں تاکہ امتحان ذرا صحیح قسم کا ہو۔ بہرحال انسان اور خاص کر مومن اس منزل یا صراطِ مستقیم پر رواں دواں ہے۔

کاروانِ حق

منزلِ عشق کے یہ مسافر ازل سے چل کر ابد کی طرف رواں دواں ہیں۔ ان کے پیچھے یا آگے

Marfat.com

کوئی زمانی و مکانی حد نہیں ہے۔ وہ خدائے ذی المعارج، یعنی سیڑھیوں یا منزلوں والے اللہ کی طرف زینہ بہ زینہ بڑھ رہے ہیں۔ ان کا مقصود صرف اللہ تعالےٰ کا "چہرہ مبارک" ہے۔ کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ اللہ تعالےٰ کے چہرۂ مبارک کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔

(کُلّ شَیْءٍ ھَالِكٌ اِلاَّ وَجهه ۔ قرآن پاک)

اس کاروان محبت کو زمین کی تاریکیوں سے نکال کر سطح زمین پر لایا جاتا ہے۔ جہاں اُسے عالم بالا کی گزرگاہوں کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ عام طور پر ہم جیسے گنہ گاروں کے لئے یہ گزرگاہیں موت کے بعد کھولی جاتی ہیں۔ لیکن کچھ اللہ تعالےٰ کے پیارے، اس زندگی میں بھی عالم امر کی گزرگاہوں سے کسی قدر واقف ہو جاتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے ان راستوں کا نقشہ اپنی ایک نظم میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ کھینچا ہے جس کے دو شعر یہاں وضاحت کے لئے لکھے جاتے ہیں:

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں
اسی روز و شب میں اُلجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں

منزلیں

مسافر جو فرش سے عرش کی طرف رواں دواں ہیں، وہ سات آسمانوں سے گزر کر ہی میدانِ قیامت میں قدم رکھیں گے اور یہ مقامات یا آسمان وغیرہ ویسے نہیں پیدا کئے گئے۔ ان کے پیدا کرنے میں یہی مقاصد ہیں۔ "اَمْنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلاً" یعنی یہ سب کچھ ایسے ہی باطل یا بے مقصد طور پر تو پیدا نہیں کر دیا گیا اور قرآن پاک میں اس کی مزید وضاحت بھی ہے:

"کہ اللہ تعالےٰ وہ ہے جس نے سات آسمان و زمین اور ان کے مثل بنائے اور ان میں امر جاری فرما دیا"۔

یہ زمین جس پر اب ہم بستے ہیں اور اس پر یہ ستاروں والا آسمان جس کے حدود و حساب موجودہ سائنس کی بصیرت سے فی الحال باہر ہیں۔ یہ تو انسانی سفر کا ایک چھوٹا سا حصہ ہیں حالانکہ

Marfat.com

یہ آسمان جو ہمیں نظر آتا ہے اس کا نزدیک ترین ستارہ بھی، زمین سے کئی نوری سالوں (LIGHT YEARS) کی مسافت پر مانا جاتا ہے۔ ہم تیسری کتاب میں بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عمرؓ سے جب قیصر روم نے زمین و آسمان کے فاصلوں کے بابت پوچھا تو جناب عمرؓ نے ان فاصلوں کی مسافت کا بیان "زماں" کے الفاظ میں فرمایا اور نوری سال کا مطلب یہ ہے کہ روشنی ایک سال میں اتنا فاصلہ طے کرتی ہے۔ یعنی طول کو "زماں" کے حساب سے نوری سالوں میں بیان کیا جاتا ہے۔

بہرحال انسان جتنی بڑی دوربین تیار کرتا ہے، اُسے مزید ستارے دکھائی دینے لگتے ہیں اور اس "دنیاوی" آسمان کی دوری میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ تمام ستارے پہلے آسمان پر ہیں کہ ارشاد ربانی ہے "کہ دنیا کے آسمان کو چراغوں سے مزین کیا گیا ہے" اس کے بعد دوسرے آسمان کے محیط میں یہ چھوٹی سی زمین تیرتی پھر رہی ہے

شاید کہ زمیں ہے یہ کسی اور جہاں کی
تو جس کو سمجھتا ہے فلک اپنے جہاں کا (اقبالؒ)

سفر جاری ہے

خدا جانے ان سات آسمانوں کی وسعتوں میں کاروانِ حیات کے کتنے قافلے سرگرداں پھر رہے ہیں اور یوم الحساب کے منتظر ہیں۔ یہ صرف اس زمین کی بات نہیں ہے بلکہ ہمارا سارا شمسی نظام اس پہلے آسمان کا ایک معمولی جزو یا حصہ ہے کیونکہ شمسی نظام کے ستاروں کی مسافت کے بارے میں جو کئی نوری سال ہے، ہم بے خبر ہیں۔ اس لئے چاند تک پہنچ جانے والے ہم نالائقوں کے سامنے بے شک ڈینگیں مار سکتے ہیں لیکن وہ تو ابھی اللہ تعالےٰ کے نظام کے بال برابر حصہ تک نہیں پہنچے۔

تو معنی والنجم نہ سمجھا تو عجب کیا
ہے تیرا مدو جزر ابھی چاند کا محتاج (اقبالؒ)

یہ سارا بازار اور اس کے ساز و سامان، اُن مسافروں کے لئے تیار کئے گئے ہیں جو اِن

Marfat.com

میں سے گزر رہے ہیں اور رُخِ دوست (چہرۂ مبارک) کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اس لئے ان بازاروں کی رعنائیاں اور دلچسپیاں مومن کو زیادہ متوجہ نہیں کرسکتیں کیونکہ ان کا مقصود بازار سے بہت آگے ہے اور مقصود وہ ہستی ہے جسے لامکاں میں رونق افروز بتایا جاتا ہے۔ اس نے قرآن پاک میں ہمارے لئے واضح کردیا ہے "جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ تمام تمہارے تابع فرمان کیا گیا ہے۔" تو ظاہر ہوا کہ اس محفل میں انسان کو ایک کلیدی حیثیت حاصل ہے اور یہ سارا بازار صرف اُسی کے لئے سجایا گیا ہے

نہ تُو زمیں کے لئے نہ آسماں تیرے لئے

جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے (اقبالؒ)

دُنیا کی حقیقت

یہ عالم کون و مکان بے شک عارضی چیز ہے اور جب یہ قافلۂ حیات اس میں سے گزر جائے گا تو اسے لپیٹ لیا جائے گا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے: "یہ تمام آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے، نہیں پیدا کیا ہے، مگر حق کے ساتھ اور ایک مقررہ وقت کے لئے" پھر آگے اللہ تعالےٰ مزید وضاحت کرتا ہے: "جب صُور پھُونکا جائے گا تو ایک ہی پھونک کے ساتھ زمین اور اس کے پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کردیا جائے گا۔" اس طرح کی آیات ربانی کا ذکر قرآن پاک میں بار بار کیا گیا ہے تاکہ ہم پر واضح ہو جائے کہ یہ آسمان اور زمین فانی چیزیں ہیں جو انسان کے استعمال کے لئے بچھائی گئی ہیں۔ یہ مقامات کسی مستقل رہائش کی جگہ نہیں ہیں کہ ایک مقررہ وقت پر ان کو لپیٹ لیا جائے گا لیکن اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انسان ایک مستقل چیز ہے اور وہ کائنات کا مرکز ہے۔

کارواں کے پڑاؤ

اللہ تعالےٰ نے انسانی قافلہ کی گزرگاہوں کو تیار کرنے کے بعد اس پر کچھ پڑاؤ بھی مقرر فرمائے اور قرآن پاک میں ہے "کہ وہی ہے جس نے موت و حیات کو پیدا فرمایا تاکہ تمہارا امتحان لیا جائے

Marfat.com

کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے"۔ اس آیت ربانی سے یہ پتہ چلتا ہے کہ زندگی اور موت دونوں ہمارے لئے امتحان ہیں کہ ہمیں عملی پرچے حل کرنے پڑتے ہیں اور مرنے کے بعد کچھ سیدھے سوال پوچھے جائیں گے تو موت بھی ایک امتحان گاہ ہے یا ہمارے لئے پڑاؤ ہے۔ قرآن پاک میں ہے "تم کیونکر اللہ تعالیٰ سے کفر کرتے ہو، حالانکہ تم مردہ تھے پس تمہیں زندہ کیا، پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا۔ پھر تم اُس کی طرف لوٹ کر جاؤ گے"۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ایک موت ہمارے لئے واقع ہو چکی ہے یعنی اس گزر گاہ پر زندگی اور موت کے پڑاؤ دو مرتبہ آتے ہیں۔ روزِ ازل یا عالم ارواح سے نکل کر انسان نے سب سے پہلے موت کے میدان میں قدم رکھا اور اب اس میدان سے نکل کر انسان باری باری حیات دنیا میں قدم رکھ رہے ہیں۔ یہاں سے چلتے چلتے دوسرے عالم موت میں داخل ہوں گے اور سوالوں کا پرچہ حل کرنے کے بعد پھر حیاتِ دوامی میں داخل ہوتے ہوئے اللہ کی طرف لوٹیں گے۔

روزِ ازل یا عالم ارواح

اس حالت کی مزید وضاحت یہ ہے کہ روزِ ازل جب اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم کو اپنے روبرو کھڑا کیا تو پوچھا "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ"؟ (کیا میں تمہارا رب نہیں؟) تو ہم نے جواب میں کہا (قالوا بلیٰ) - ہاں کیوں نہیں۔ چنانچہ ان سوالات اور جوابات کے ساتھ ہم عالم موت کے امتحان گاہ میں داخل ہوئے جس میں اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی صدائیں سُنتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کرتے رہے۔ انسانی سفر کی یہ ابتدائی منزلیں ہمارے موجودہ شعور کی نگاہوں سے اوجھل ہیں لیکن ثبوت کے طور پر ہمارے لئے قرآنِ پاک کے الفاظ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کافی ہیں۔

ہاں البتہ موجودہ زمانے میں علمِ نفسیات کے حوالے سے اس سلسلہ میں کچھ عملی دلائل بھی دیئے جا سکتے ہیں۔ علم نفسیات کے ماہر اب وہاں تک پہنچ چکے ہیں کہ انسان کے لاشعور میں اس کے اجداد کے تمام تجربات محفوظ رہتے ہیں۔ اس سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ نفس انسانی عالم شہود میں ظاہر ہونے سے پہلے مادہ کی تاریکیوں میں اس دُنیا میں موجود رہتا ہے اور جب اس دُنیا میں وہ موجودہ صورت اختیار کرتا ہے تو اس میں روح پھونک دی جاتی ہے تاکہ اس کا تعلق عالم امر کے ساتھ قائم کیا جائے یا پیدا ہو جائے چنانچہ عالم خلق میں ظاہر ہونے کے بعد

Marfat.com

یہ مسافر اپنی گذرگاہ یا صراط پر چل پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ رہبروں کے ذریعے اس کے لئے صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایات بھیج دیتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن پاک میں فرمایا" جو میری ہدایات پر عمل کریں گے انہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔" ساتھ ہی عالم امر کی باتوں کو جذب کرنے یا وہاں پر داخل ہونے کے لئے وہاں سے بھی کچھ مل گیا یا عطا ہوا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" کہ بس میں نے پھونک دیا اس میں روح اپنی سے" اور پھر روح کے بارے میں فرمایا:"کہ روح امر ربی سے ہے۔" ان دونوں آیات سے استفادہ کرنے کے بعد انسان کو عالم خلق اور عالم امر کے بارے میں کچھ کچھ سمجھ آجانی چاہیئے۔ دراصل اللہ تعالیٰ اس جہاں میں ہمیں عالم امر میں داخلہ کے لئے تیار کر رہا ہے۔

عالمِ خلق اور عالمِ امر

اب ذرا سوچیں کہ جب سے ہم اس عالم خلق میں داخل ہوئے ہیں، امتحان شروع ہے ہم سے دو سوال اکثر پوچھے جاتے ہیں "مَنْ رَبُّكَ" اور "مَنْ دِيْنُكَ" تمہارا رب کون ہے اور تمہارا دین کون سا ہے؟ یہ عملی سوالات ہیں اور اس زندگی میں اپنے عملوں سے ہم ان کا جواب دے رہے ہیں۔ کچھ لوگ خدا کو مانتے ہی نہیں اور کچھ لوگ اس دنیا اور مادی چیزوں کو اپنا خدا سمجھ بیٹھے ہیں۔ یعنی کچھ لوگوں کا دین بھی یہی دنیا ہے اور وہ اسی دنیا کو جنتِ ارضی بنانے کی تگ و دو میں لگے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کو چھوڑ کر ساری دنیا اسی چکر میں پڑی ہوئی ہے اور ہم پر بھی اس کے اثرات پڑ رہے ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ ہم ہر روز اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کریں "کہ اے رب تیری بڑی مہربانی ہے کہ تو نے ہمیں اپنے حبیب حضور پاکؐ محمد مصطفےٰؐ کے دین پر پیدا کیا اور اُسؐ نے ہمارے لئے تیرے راستے کی نشاندہی کی۔ پس ہم صرف تیری غلامی کریں گا اور لگا ہم کو سیدھے راستے پر۔ (اھدنا الصراط المستقیم) آمین۔ ثم۔ آمین۔

حضور پاکؐ کی ذات

بہر حال عالم خلق کے یہ دو سوال، عالم امر میں بھی ہمارے ساتھ رہیں گے لیکن تیسرا سوال

Marfat.com

بھی ہے جس کو اگر سوال عشق کا نام دیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ اس سوال کا تعلق ہر روح سے ہے اور یہ سوال مرنے کے فوراً بعد پوچھا جائے گا۔ اس سوال کا تعلق زینتِ کون و مکان، فخر انسانیت، مولائے کل حضور پاک حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات کے ساتھ ہے۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضور پاکؐ سامنے نظر آئیں گے اور سوال یہ ہوگا "مَا تَقُولُ فِی ھٰذَا الرَّجُل" یعنی "اس شخص کے بارے میں تم کیا کہتے ہو"۔ انسانی شخصیت کی تکمیل اس آخری سوال کے صحیح جواب میں مضمر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب کے ہر باب میں نتائج کے ذکر میں ہم نے حضور پاکؐ کی غلامی کا اکثر ذکر کیا کہ سب کچھ اس سے حاصل ہو سکتا ہے اور مسلمانوں کے عام مکاتبِ فکر اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ وہ خاک جس نے حضور پاکؐ سے مس کیا عرشِ بریں سے افضل ہے۔ اس سلسلہ میں عزت بخاری فرماتے ہیں

ادب گا ہست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ بایزیدؒ ایں جا

حضور پاکؐ حاضر و ناظر ہیں

مہاجر مکیؒ نے پیر مہر علی شاہؒ کو کہا کہ وہ حدیث پاک سے حضور پاکؐ کے حاضر و ناظر ہونے کو ثابت کریں تو پیر مہر علی شاہؒ نے اس حدیث کا حوالہ دیا کہ حضور پاکؐ ہر وقت ہر جگہ موجود ہیں کہ ہر مرنے والے کو نظر آرہے ہیں تو مہاجر مکیؒ عش عش کر اٹھے کہ انہوں نے یہ حدیث سینکڑوں مرتبہ پڑھی لیکن ان معنی تک نہ پہنچ سکے اور آپ نے پیر مہر علیؒ کو مبارک دی تو پیر صاحب نے فرمایا کہ ابن عربیؒ فتوحاتِ مکیہ میں ایسی ہی تفسیر کر گئے ہیں۔ بہرحال یہ عشق اور محبت کی باتیں ہیں اور جناب ابن عربیؒ اور پیر مہر علی شاہؒ جیسے خوش قسمت لوگوں کو جلد سمجھ آجاتی ہے۔ علم والوں کو ذرا کم اور دیر سے نظر آتی ہیں۔ بہرحال مہاجر مکیؒ کی قسمت بھی کھل گئی اور قارئین کو بھی یہ عطا مبارک ہو۔

عشق کی تیغ جگر دار اڑائی کس نے
علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی (اقبالؒ)

Marfat.com

جناب ابوذر غفاریؓ کا تجسس

لہٰذا یہ تیسرا سوال منزل کے ایک ایسے پڑاؤ پر پوچھا جائے گا جو نازک ترین ہے اور دعا کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہوش و حواس قائم رکھے کہ ہم اپنے آقاؐ کو پہچان سکیں. کیونکہ اس پڑاؤ پر صحیح حالت میں پہنچنے کے لئے ایک زمانہ درکار ہے. جو لوگ کاروان محبت میں شامل ہونے کی صحیح تیاری اس عالم خلق میں حضور پاکؐ کی غلامی اپنانے سے کرلیں گے، ان کے لئے اس پڑاؤ پر اور قیامت کے روز آسانی ہوگی کیونکہ جب پورا انسانی قافلہ میدان حشر میں اترے گا تو ہر شخص اپنے امام کے ساتھ کھڑا ہوگا. دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائے گا. اور آسانی ان کے لئے ہوگی جو زندگی میں ایسا سوچیں:

بے تاب ہو رہا ہوں فراق رسولؐ میں — اک دم کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام
جاتا ہوں حضور رسالتؐ پناہ میں — لے جاؤں گا خوشی سے اگر ہو کوئی پیام

(علامہ اقبالؒ کی زبان میں. جنگ یرموک کے ایک شہید کے آخری لمحے)

لیکن یہاں پر عظیم صحابیؓ اور عاشق رسولؐ جناب ابوذر غفاریؓ کے سلسلہ میں ایک واقعہ بیان کرنا ضروری ہے. ایک دن جناب ابوذرؓ نے حضور پاکؐ کے سامنے عرض کیا: یا رسول اللہؐ ہم لوگ آپ کے بتائے ہوئے احکامات پر تو پورے نہیں اترتے لیکن آپؐ سے محبت ضرور کرتے ہیں کہ آپؐ کے دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی کر لیتے ہیں اب خدا جانے ہماری کوتاہیوں اور کمزوریوں کی وجہ سے ہمیں روز قیامت کہاں رکھا جائے گا"

حضور پاکؐ نے فرمایا" اے ابوذرؓ! قیامت کے روز تمہارا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تم محبت کرتے ہو" (اور اس بات کو تین دفعہ مکرر ارشاد فرمایا)

یہ سنتے ہی سیدنا ابوذر غفاریؓ اٹھے اور حضور پاکؐ کے ساتھ لپٹ گئے اور ساتھ ہی کہتے جاتے تھے " حضورؐ میں آپؐ کے ساتھ محبت کرتا ہوں، میں آپؐ کے ساتھ محبت کرتا ہوں، میں آپؐ کے ساتھ محبت کرتا ہوں" اور معلوم نہیں کتنی بار یہ کلام دہرائی.

قارئین! حضور پاکؐ کے جمال کا چشمہ اب بھی جاری و ساری ہے. اگر ہم گنہ گار تصور میں

Marfat.com

حضور پاکؐ کے قدموں سے لپٹ جائیں تو ہمارے اندر سے اُٹھاہ محبت کا دریا اُمڈ آئے گا جو اس دنیا میں بھی ہمارے لیے پاکیزگی کا باعث ہوگا اور آخرت کی تیاری بھی ہو جائے گی۔ علامہ مرحوم اس کی یوں وضاحت فرماتے ہیں:

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
گر تو می بینی حسابم ناگزیر از نگاہِ مصطفٰےؐ پنہاں بگیر

یعنی تو دونوں جہانوں کا خداوند ہے، میرے گناہوں کا حساب لینے سے مجھے ہی شرمندگی ہوگی لیکن اگر یہ ناگزیر ہے تو میرے آقا محمد مصطفٰےؐ سے چھپا کر حساب لیجئے گا۔

علامہ مرحوم کی یہ ایک ادا ہے کہ اللہ تعالٰے ان کو بغیر حساب کے بخش دے ورنہ وہ کونسی جگہ ہوگی جو حضور پاکؐ سے چھپی ہوگی۔

روزِ قیامت یا میدانِ حشر

ارشادِ باری تعالٰے ہے "جب آسمان پھٹ جائے اور جب تارے جھڑ جائیں اور جب قبروں کو کھولا جائے" ظاہر ہے کہ یہ قیامت کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس روز انسانی قافلہ ارض و سمٰوات سے فارغ ہو کر آگے میدانِ حشر میں داخل ہوگا۔ اب ذرا اس پہلو پر دھیان دیں کہ قبروں کے کھولے جانے اور آسمان کے پھٹنے کو اکٹھا ایک نسبت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے یعنی جہاں قبر کے کھولنے کا ذکر ہے تو اس سے آگے عالم غیب یا عالم امر شروع ہوتا ہے اور ان مقامات سے نکل کر انسان روزِ حساب کی طرف بڑھے گا۔ عالم خلق میں انسان کی ایک قبر ہے لیکن سب انسانوں کی قبریں نہیں ہوتیں کسی کو جلا دیا جاتا ہے اور کسی کو سمندروں میں پھینک دیا جاتا ہے وغیرہ۔ پھر یہ کونسی قبر ہوگی جس کو کھولا جائے گا؟ ہمارے ہاں کچھ لوگوں نے عالم خلق کی قبر کا ذکر کیا ہے کہ ادھر ہی بارش ہوگی اور انہی قبروں میں انسان کی ہڈیوں پر مٹی چڑھے گی یا انسان کے جسمانی اجزا کو ادھر ادھر سے اکٹھا کیا جائے گا۔

ہم اس بحث کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتے لیکن ہم نے جو کچھ بزرگوں کی کتابوں میں پڑھا ہے اس کے لحاظ سے قبر ایک استعارہ ہے اور عالم برزخ کا دنیاوی نام ہے۔ ہم مسلمان ادب کے

Marfat.com

ساتھ اپنے مرنے والوں کے جسدِ خاکی کو ایک مقام میں دفن کر دیتے ہیں۔ قبر کا تقدس اس وجہ سے ہے کہ انسان کا جسد اس زمین کو شرف بخشتا ہے اور بزرگوں کے ایسے نشان اور قبریں مقدس ہیں۔ طبقات ابنِ سعد کے مطابق حضور پاکؐ جب اپنے بیٹے ابراہیمؑ کو دفن فرما رہے تھے تو اوپر سے قبر کی مٹی ٹھیک کرائی اور فرمایا یہ ہماری آنکھوں کے لئے ٹھنڈک ہے ورنہ مرنے والے کو تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا" اس ایک فقرہ سے قبروں کے بارے میں تمام اختلافات حل ہو جاتے ہیں کہ پس وہ ہماری آنکھوں کے لئے ٹھنڈک ہیں لیکن اس کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہ جاتی۔

ہم آگے چل کر جسم اور روحانی جسم کے موضوع کے تحت اس پہلو کو اور واضح کریں گے لیکن یہاں پر یہ باور کرانا ضروری ہے کہ ہماری قبروں پر حاضری سے عالمِ برزخ کی یاد آجاتی ہے۔ بزرگوں کے نیک اعمال یاد آتے ہیں اور اس دنیا کی حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ یہ فانی جہاں ہے اس سے نیک عمل کرنے کی ترغیب ملتی ہے اور قبروں پر جا کر فاتحہ پڑھتے ہیں۔ فاتحہ بھی جنازہ کی طرح بخشش کے لئے ایک دعا ہے اور اس میں ہمارا اپنا فائدہ ہے۔ اسلام میں قبر پرستی یا بتوں کی طرح ڈالیاں چڑھانے کی کوئی سند نہیں۔ پس ادب کی جگہ ہے اور قبر پر حاضری کا فرمان خود حضور پاکؐ دے گئے لیکن قبر کی پوجا کی اجازت نہیں۔ امت میں اس سلسلہ میں اختلافات اس گنہ گار کی سمجھ سے باہر ہیں۔

مادی دنیا یا عالمِ خلق کی حیثیت

چنانچہ ہماری یہ مادی دنیا یا عالمِ خلق، عالمِ امر کے مقابلے میں اس قدر تنگ و تاریک ہے جتنا بچے کے لئے ماں کا رحم۔ یعنی عالمِ امر کو عالمِ خلق سے وہی نسبت ہے جو عالمِ خلق کو کسی بچے کے ماں کے رحم میں ہونے سے ہے۔ ماں کے رحم میں جب بچہ تیرتا ہے تو اس کو وہ جگہ بڑی وسیع نظر آتی ہے۔ بہرحال ہم یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ یہ عالمِ شہادت یا مادی دنیا، عالمِ غیب یا عالمِ امر کے مقابلہ میں ایک رائی کے دانے کے برابر ہے۔ شیخ اکبر جناب محی الدین ابن عربیؒ لکھتے ہیں کہ ہمارا مادی جہاں، عالمِ غیب کے سمندر میں گویا ایک قطرے کے برابر ہے۔

Marfat.com

روایت ہے کہ حضور پاکؐ ایک مسلمان کا جنازہ پڑھنے اور دفنانے کے بعد جب گھر تشریف لائے تو ام المومنین جناب عائشہ صدیقہؓ آپؐ کی پیشوائی کے لئے آگے بڑھیں تو حضور پاکؐ کی دستار مبارک پر کچھ بوندیں دیکھ کر حیران ہوئیں کہ باہر موسم صاف تھا۔ حضور پاکؐ نے جناب عائشہؓ کی حیرانگی دیکھی تو بات کو بھانپ گئے کہ جناب عائشہؓ نے اپنا سر حضور پاکؐ کی ایک چادر سے ڈھانپ رکھا تھا کہ ان کو عالم غیب یا برزخ کی بوندیں بھی نظر آگئیں۔ چنانچہ حضور پاکؐ نے فرمایا۔ "اے عائشہؓ! عالمِ غیب میں بھی زمین و آسمان، چاند اور ستارے ہیں اور وہاں بارشیں بھی ہوتی ہیں۔ البتہ انہیں بجز اولیائے کاملین کے اور کوئی نہیں دیکھ سکتا۔"
اس حدیثِ مبارکہ میں اتنی باتیں پنہاں ہیں کہ اس پہلو پر کئی مضامین لکھے جاسکتے ہیں لیکن ہم صرف دو باتوں پر اکتفا کریں گے کہ وہ مومن کتنا خوش قسمت تھا جس کو ہمارے آقاؐ نے اپنے ہاتھوں سے دنیاوی قبر میں دفن کیا لیکن پھر اس کے ساتھ عالم برزخ تک بھی گئے جس کی بارش کی بوندیں جناب عائشہؓ کو بھی نظر آگئیں۔ ایسے واقعات سے حضور پاکؐ اپنی امت کے لئے کئی عقدے کھول رہے تھے اور ان باتوں سے صاف پتہ چلتا ہے کہ انسان اگلی منزل ایک بہتر جہاں کی صورت میں ہو گی۔[1]

عشق کی تقویم میں عصرِ رواں کے سوا
اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام (اقبالؒ)

مختلف پڑاؤں کی وضاحت

اوّل موت پھر زندگی، پھر موت اور اس کے بعد حیاتِ جاودانی۔ یہ انسانی سفر کے چار بڑے پڑاؤ تصور کئے جاسکتے ہیں جن کی گزرگاہ کائنات میں کچھ اس طرح سے تعین ہے۔ اوّل موت کا تعلق خالصتاً زمین کی تاریکیوں کے ساتھ ہے۔ جس میں نظام ربوبیت یا عالم خلق، نفس انسانی کو اس کے اجداد کی پشتوں میں پرورش کرتا رہتا ہے۔
بہرحال مادہ کی تاریکیوں یا خالص عالم خلق سے نکل کر جب انسان اس حیاتِ دنیا میں قدم رکھتا ہے تو یہاں عالم خلق اور عالم امر کے اختلاط کی وجہ سے اس کے مادی جسم کے ساتھ

[1] تفصیل کے لیے مثنوی رومی سے استفادہ کریں۔

Marfat.com

اس میں روح بھی پھونک دی جاتی ہے۔ دوسرا عالم موت جس میں مرنے کے بعد انسان گامزن ہوتا ہے، ساتوں آسمانوں پر مشتمل ہے اور اسی لئے معراج کی رات تمام انبیاء علیہ السلام کو وہاں پر ہی حضور پاکؐ نے اپنی ملاقات سے نوازا۔ دوسری زندگی یعنی حیاتِ جاودانی کا ظہور زمین و آسمان سے آگے ہوگا جب کہ اس کائنات کو لپیٹ لیا جائے گا اور نئے میدان بچھائے جائیں گے۔

زمان و مکاں

یہ افلاک جن سے ہم گزر رہے ہیں صرف عرض کی حیثیت رکھتے ہیں اور مکان یعنی SPACE کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ اس عرض کے ساتھ طول بھی ہے جسے زمان (TIME) یا مسافت کہتے ہیں۔ ایک طرف کی وسعتیں ہیں تو دوسری طرف زمان کی لا متناہیوں سے انسانی سفر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ کس قدر طویل ہے۔ البتہ زمان و مکاں کا مسئلہ بہت مشکل اور پیچیدہ ہے اور خالی طول و عرض کے الفاظ کے استعمال سے بیان مکمل نہیں ہوتا کہ دنیاوی زبان میں ہمارے پاس نہ ایسے الفاظ ہیں کہ ہم اس مسئلہ کی گہرائی میں جائیں اور نہ اس قسم کی کتاب میں اس پہلو کو مکمل طور پر بیان کیا جا سکتا ہے۔ ہم البتہ آگے چل کر قرآن پاک کے الفاظ سے یہ بھی واضح کریں گے کہ وقت محض ایک پیمانہ ہے جس کے ذریعے کائنات کی وسعتوں کا بیان کیا جا سکتا یا ان کو کچھ ناپا جا سکتا ہے۔ اس کی مزید وضاحت جناب علی کرم اللہ وجہہ کے قول سے بھی آگے آتی ہے کہ یہ سفر کتنا لمبا ہے چنانچہ زمان و مکان کا مضمون بہت وسیع ہے اور یہاں صرف یہ باور کرانا مقصود ہے کہ ہمیں بھی غیروں کی طرح اپنے آپ کو اس دُنیا میں محدود نہیں کرنا چاہئے بلکہ ہماری نگاہ پوری کائنات پر ہونی چاہیئے اور کائنات کی وسعتوں کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ اس سلسلہ میں یوں فرماتا ہے: "تدبر کرتا ہے امر کا آسمان سے زمین کی طرف۔ اوپر چڑھ جاتا ہے طرف اس کی وہ امر ایک دن میں کہ جس کی مقدار تمہاری گنتی کے مطابق ایک ہزار برس ہے۔" اس طرح وقت یا زماں کی مقدار کے مسئلہ میں قرآن پاک میں ایک اور جگہ یہ الفاظ ہیں "ملائکہ اور روح اس کی طرف عروج کرتے ہیں ایک دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔"

Marfat.com

اب اندازہ لگائیں کہ ایک ہزار برس کی مقدار کا دن عالم امر کے متعلق ہے جو اس عالم دنیا کے بعد انسان کی اگلی منزل ہے اور اس سے بھی اعلیٰ تر جہاں میں ایک دن ہماری گنتی کے حساب سے پچاس ہزار برس کے برابر ہے۔ غیروں نے بھی اس مادی دنیا سے نکل کر اب ان زمان و مکان کے معاملات کو کچھ سمجھنا شروع کر دیا ہے اور جناب ابن عربیؒ کی کتابوں پر روس اور امریکہ میں تحقیق ہو رہی ہے لیکن ہمارے ہاں کچھ لوگ اسی دنیا کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں کہ مرنے کے بعد آدمی اسی جہاں میں رہ جاتا ہے یا محدود مٹی میں سلا دیا جاتا ہے۔ ایسے لوگ سخت غلط فہمی میں ہیں۔ کائنات کا یہ طول و عرض کسی اور مخلوق کے لئے نہیں بنایا گیا بلکہ یہ تمام راستے انسان کے لئے ہیں اور موت پر قصہ ختم نہیں ہو جاتا بلکہ صحیح معنوں میں سفر تو موت کے بعد شروع ہوتا ہے۔

مسافر کے سفر کے راستوں کی وضاحت

اب انسان نے جن راستوں پر سفر کرنا ہے تو ہم معلوم کرتے ہیں کہ مکاں کی وسعتوں کو طے کرنے کے لئے اس کو کون سے وسائل مہیا کئے گئے ہیں۔ چنانچہ اس مادی جسم کی پرورش کے لئے انسان کو چند مادی طاقتیں عطا کی گئی ہیں۔ ایک فوجی سپاہی کی پیدل رفتار، عام طور پر تین میل فی گھنٹہ ہوتی ہے اور اس چھوٹی سی زمین پر بھی اس رفتار کے ساتھ انسان کا دائرہ عمل ایک محدود سے خطہ ارضی پر ہو سکتا ہے۔ شاید انفرادی ضرورتوں کے لئے یہی رفتار کافی سمجھی گئی مگر زندگی نے جب اجتماعی شکل و صورت اختیار کی تو اس کے لئے تیز رفتار سواریوں کا وسیلہ ضروری ہو گیا۔ انسان نے آج اس دنیا کے فاصلوں کو طے کرنے کے لئے آواز سے بھی تیز اڑنے والے ہوائی جہاز بنائے ہیں، جنہوں نے زمین کی وسعتوں کو سکیڑ دیا ہے۔ مگر زمین کے دائرے سے باہر یہ جہاز کارآمد ثابت نہیں ہو سکتے۔ آگے چل کر شاید انسان راکٹوں کے ذریعے تمام نظام شمسی کو اپنے دائرہ عمل میں لے آئے مگر اس سے آگے بڑھنا مادی جسم کے ساتھ کچھ ناممکن ہے۔

نزدیک ترین ستارہ کئی نوری سالوں کے فاصلے پر ہے اور اگر برقی رفتار کے جہاز بھی بن جائیں تو بھی نزدیک ترین ستارہ تک بمشکل کئی نوری سالوں میں رسائی ہو سکے گی۔ ان آسمانی

Marfat.com

فاصلوں کو طے کرنے کے لئے روحانی رفتار کی ضرورت پڑتی ہے جہاں روح ایک دن میں آسمان سے زمین اور پھر زمین سے پلٹ کر آسمان میں پہنچ سکتی ہے۔ مگر وہ دن ہمارے حساب کتاب کے مطابق ایک ہزار برس کے برابر ہے۔ لہٰذا اس زندگی میں اگر کوئی اپنی روحانی طاقتوں کو بیدار کر لیتا ہے اور اس رفتار سے عالم بالا کی سیر کی کوشش کرے تو وہ ایک محدود دائرے تک ضرور پہنچ جائے گا۔ لیکن پورے سمٰوات کا چکر لگانے کے لئے ہمارے حساب سے کم از کم ایک ہزار برس درکار ہوں گے لیکن ان رفتاروں سے بڑھ کر ایک اور رفتار بھی ہے جس کی بدولت پلک جھپکنے میں فرش سے عرش تک چکر لگایا جا سکتا ہے:

عشق کی ایک جست نے کر دیا قصہ تمام

اس زمین و آسماں کو بے کراں سمجھا تھا میں (اقبالؒ)

علامہ مرحوم نے ہمارے لئے اس سفر کے عقدہ کو حل کر دیا کہ ایسی رفتار حضور پاکؐ کے عشق اور غلامی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ حضور پاکؐ کا عشق دنیا و مافیہا اور عقبیٰ و مافیہا سے بے نیاز بنا کر سیدھا تماشائے ذات کے مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ حضور پاکؐ کے صحابہ کرامؓ آپؐ کے عشق سے سرشار دنیا و مافیہا سے اکثر بے خبر ہو جاتے تھے۔ پس بشری تقاضوں کے تحت اللہ تعالیٰ نے ان کو حضور پاکؐ کے جمال کے نظارہ کو برداشت کرنے کی طاقت دے دی تھی۔ ورنہ یہ کوئی آسان بات نہ تھی۔ بعد کے زمانے کے اولیاء اللہ بھی ان باتوں کو سمجھتے تھے۔ اور کچھ اشارے بھی کر گئے ہیں۔ پشتو کے مشہور شاعر رحمٰن بابا کچھ اس طرح فرماتے ہیں:

پہ یو قدم تہ عرش پورے اسں

مالیدے دے رفتار دورویشانو

(یعنی ایک قدم سے عرش پر پہنچتے ہیں۔ میں نے درویشوں کی یہ رفتار دیکھی ہے)

موت کیا ہے؟

اسلامی نظریۂ کائنات اور اس میں سے گزرنے والے مسافر کے سلسلہ میں اوپر بیان کئے گئے پس منظر میں اب ہم موت کا کسی قدر تفصیل کے ساتھ جائزہ لیتے ہیں۔ موت وہ چیز ہے

Marfat.com

جس سے فرار ناممکن ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے ایک دہریہ بھی انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ چاروں طرف ہر لمحہ اس کا ظہور ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ "ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے۔" اور اس وجہ سے ہر نفس کو موت کا پابند کر دیا گیا ہے۔

غیروں کا نظریۂ موت

موت کے بارے میں غیر اسلامی نظریات کافی حد تک پریشان خیالی پیدا کرتے ہیں۔ عام طور پر مسلمان ان خیالات سے متاثر تو نہیں ہوتے لیکن کچھ وضاحتیں ضروری ہیں۔ ہندو مت اور بدھ مت کے پیرو آواگون کے قائل ہیں جس کے مطابق روحیں اپنی جزا و سزا بھگتنے کے لئے بار بار مختلف صورتوں میں اس زمین پر آتی رہتی ہیں کبھی انسان، انسان ہی کے بہتر یا بدتر روپ میں اور کبھی انسان جانور کے روپ میں۔ اس فلسفہ کے لحاظ سے بھی سفر تو جاری ہے اور شاید جاری سفر کے صحیح فلسفہ کو اہلِ ہند نے اپنی عقل لڑا کر محدود یا گھٹیا کر دیا۔ بہرحال مسلمان آواگون کے فلسفہ سے متاثر نہ ہوئے۔ البتہ جیسا کہ تیسری کتاب میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ عبداللہ بن سبا نے کچھ اس قسم کی شرارت کی اور قرآنِ پاک کے دابۃ الارض کو اپنی تاویلیں دے کر آدمی کی دوبارہ دنیا میں آمد پر اٹکل پچو قسم کے تبصرے ضرور کئے۔

موت کا دوسرا نظریہ مادہ پرستوں کا پیش کردہ ہے۔ یہ لوگ دہریئے ہیں اور خدا کی ذات اور روح کے منکر ہیں۔ سوشلسٹ ممالک کے علاوہ اور بھی کافی لوگ اس نظریہ کے قائل ہیں کہ حیات بعد الموت کی کسی صورت میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ایسے لوگ دنیا میں کافی تعداد میں موجود ہیں اور ان کو اس زمانے میں بڑی دنیاوی کامیابیاں بھی نصیب ہوئیں۔ اس وجہ سے اہل اسلام میں ایک گروہ پیدا ہو گیا ہے جو ان سے متاثر ہے۔ گو ایسے لوگ کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کے وجود سے انکار نہیں کرتے مگر حیات بعد الموت کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ لوگ قیامت جزا و سزا اور جنت و دوزخ کو بھی استعارے سمجھتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں " اے جہان وڈا مٹھا اگلا کسے نہ ڈٹھا " یعنی یہ جہان بہت میٹھا ہے اور اگلا جہان کسی نے نہیں دیکھا۔ ایسے لوگ بڑے خطرناک ہیں۔ یہی لوگ جنتِ ارضی کے "باپ" ہیں۔ ان کے ہر بیان اور عمل پر کڑی نظر

Marfat.com

رکھنی چاہیئے۔ اسلامی معاشرہ میں یہ لوگ ناسور کی طرح ہیں۔

موت کا تیسرا نظریہ جو در اصل یونانی فلسفہ کی پیداوار ہے اب یہودی یا نصرانی لوگوں میں بھی پھیل چکا ہے کہ مرنے کے بعد انسان کو آخری آرامگاہ میں سلا دیا جاتا ہے اور قیامت تک انسان وہاں ہی سوتا رہتا ہے۔ روزِ محشر انسان کو جب اٹھایا جائے گا تو اچھے یا بُرے اعمال کی وجہ سے جنت یا دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ بدقسمتی سے مسلمانوں کا ایک بڑا گروہ بھی نصرانیوں کی پیروی کرتے ہوئے اس نظریہ سے متاثر ہو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ مرنے کے بعد اس جہانِ دنیا کی قبر کو سب کچھ سمجھنے لگ گئے ہیں اور عالمِ برزخ میں انسانی طاقتوں کے ستر گنا بڑھ جانے کے حضور پاکؐ کے فرمان یا عالم برزخ کی وسعت یا معراج کے موقع پر حضور پاکؐ کے مشاہدات والی باتوں کو کچھ بھول گئے ہیں۔ اس میں نقصان یہ ہے کہ پہلے دو نظریوں کی طرح یہ نظریہ بھی "مقامی" ہوتا ہے اور اسلام کے فلسفہ، حرکت یا سفر جاری اور صراطِ مستقیم پر رواں دواں رہنے والی باتوں کی نفی ہو جاتی ہے۔ یہودی اور نصرانی بھی اس غلطی کا شکار اس لئے ہوئے کہ غیروں کے فلسفوں سے اثر لے لیا۔ ورنہ صحیح بخاری کے مطابق تمام پیغمبر ایک دین پر ہیں تو ظاہر ہے کہ تمام نبیوں نے تو فلسفہ موت وحیات صحیح طور پر اس طرح واضح کیا جس طرح اسلام یا دینِ فطرت میں بیان ہے کہ ایک مسافر کی حیثیت سے انسان نے بلندیوں کی طرف پرواز کرنا ہوتا ہے اور قرآنِ پاک کے لحاظ سے حضرت داودؑ اور حضرت سلیمانؑ کی تعلیم کا نام بھی منطق الطیر تھا اور تیرہویں صدی عیسوی کی مشہور صوفی بزرگ فرید الدین عطارؒ کی کتاب کا نام بھی منطق الطیر ہے یعنی پرواز کی بات ہے۔ اس لئے جب تک ہم غیروں کے فلسفہ حیات و موت سے نجات حاصل نہیں کرتے۔ ہمیں اسلام کا نظریہ حیات و موت سمجھ نہ آئے گا

اسلام کا نظریۂ موت

اسلام کے لحاظ سے انسان ایک مسافر ہے اور وہ ازل سے ابد کی طرف سفر کر رہا ہے۔ وہ کسی مقام پر رُکتا نہیں بلکہ ہمیشہ بڑھے چلا جاتا ہے۔ پڑاؤ کا ذکر جو کیا گیا ہے وہ کوئی پکا

Marfat.com

قیام نہیں بلکہ منزل کا لفظ استعمال کر کے وہ پڑاؤ ایک "ستانے" والی جگہ بن جاتی ہے تو مرنا انسان کا خاتمہ نہیں. نقلِ مکانی ہے جس کے مطابق وہ ایک ادنیٰ مقام سے اُٹھ کر تکمیل شخصیت کے لیئے ایک اعلیٰ مقام میں منتقل ہو جاتا ہے۔ حضور پاکؐ کا فرمان ہے کہ اولیاء اللہ نہیں مرتے، مگر ایک اور روایت ہے جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے "کہ اسلام غربت سے اٹھا اور پروان چڑھا۔ عنقریب غریبوں کی طرف پلٹ جائے گا اور آخری زمانے میں غریبوں کے ذریعے ہی ایک مرتبہ پھر غلبہ حاصل کرے گا۔" عربی میں غریب، مسافر کو کہتے ہیں اور اس روایت میں کارواں کا ذکر بھی ہے اور علامہ اقبالؒ بھی ہر زمانہ میں کسی قافلہ یا کارواں کا ذکر کرتے ہیں تو یہ مسافر رواں دواں ہے اور موت سے ہماری ہلاکت ہرگز نہیں ہوتی۔

کشا درِ دل سمجھتے ہیں اس کو

ہلاکت نہیں موت ان کی نظر میں (اقبالؒ)

موت اور نیند میں مماثلت

قرآن پاک میں ہے "اللہ قبض کرتا ہے نفس کو موت کے وقت اور جو نہیں مرتے ان کو نیند میں۔ پس جن پر موت قضیٰ ہوئی اسے روک لیتا ہے اور دوسروں کو ایک مقررہ وقت تک بھیج دیتا ہے، تحقیق اس میں سوچنے والوں کے لیئے نشانیاں ہیں۔" یہ آیت ربانی ہمیں بتاتی ہے کہ موت اور نیند میں بہت کچھ مماثلت ہے۔ نیند کے دوران انسانی ہستی (نفس) اس جسم سے الگ ہو کر بھی بدستور قائم رہتی ہے اور وہ عالم بالا اور عالم دنیا کی سیر کرتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ جاگ اٹھنے کے بعد ہمیں اکثر باتیں بھول جاتی ہیں. لیکن یہ حقیقت ہے کہ خواب میں نفس انسانی اس جسدِ خاکی کو چارپائی پر چھوڑ کر کسی اور جسم کے ساتھ "زمان و مکاں" میں غوطے لگاتا ہے اور خوابی یا روحانی جسم میں حواسِ خمسہ پوری طرح کام کرتے ہیں اور یہ خوابی جسم، خوشی یا غم ہر چیز کو محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ نیند کو سمجھنے کے بعد ہم موت کو بھی سمجھ سکتے ہیں کہ نیند کو موت کا بھائی کہا گیا ہے "النَّوْمُ اَخُ الْمَوْت" نیند اور موت دونوں میں اللہ تعالیٰ نفس کو قبض کرتا ہے اور دونوں میں انسانی ہستی اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے:

Marfat.com

فرشتہ موت کا چھوتا ہے گو بدن تیرا
ترے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے (اقبالؒ)

جسم کی حقیقت

یہ جسدِ خاکی یا جسم یا بدن جس پر بیٹھ کر مسافرِ حیات سفر کر رہا ہے اور جس کے ختم ہونے کا غم اُسے کھائے جا رہا ہے۔ اصل میں کوئی مستقل حقیقت نہیں رکھتا۔ البتہ یہاں پر یہ وضاحت ضروری ہے کہ جسم، نفس، بدن، روح، قلب اور دل وغیرہ کے الفاظ جو انسان کے وجود کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ ان کو بزرگوں نے اپنے خیالات یا تصورات کے لحاظ سے استعمال کیا ہے اور گہرائی میں جائیں تو کوئی فرق نہیں۔ ہاں طرزِ بیان الگ الگ ہیں۔ البتہ اللہ تعالےٰ نے قرآنِ پاک میں ہماری مختلف حالتوں کے لئے نفس کا لفظ استعمال کیا ہے اور وضاحت کے طور پر ابنِ عربیؒ فرماتے ہیں کہ انسان ایک "خیال" یا "تصور" ہے۔ بہرحال یہ سب اللہ تعالےٰ کے بھید ہیں کہ ہمیں شعور دے کر بھی بے شعور رکھا کہ اللہ تعالےٰ کی باتوں کو وہ خود ہی سمجھ سکتا ہے کہ ساری دنیا کے قلم اگر سمندروں کا پانی بھی بطور سیاہی استعمال کریں تو بھی اللہ کی ذات وصفات کو بیان نہیں کر سکتے۔

تو بہرحال ہم یہاں پر بات ظاہری جسم کی کر رہے تھے کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں کہ لحظہ بہ لحظہ کچھ نہ کچھ بدلتا رہتا ہے۔ ہر لمحہ اس میں جو خون پیدا ہوتا ہے وہ خون ایک سو بیس دن بعد باری باری گل سڑ جاتا ہے یعنی خون کی عمر ایک سو بیس دن یا اس سے کچھ کم ہے اور خون کی خلیوں سے جو جسم بنتا ہے، وہ بھی روزانہ اس حساب سے کچھ نہ کچھ ادھڑ جاتا ہے یا ختم ہو جاتا ہے اور دس سال کے عرصہ میں ہڈیوں سمیت پورا بدن تبدیل ہو چکا ہوتا ہے اس معاملہ کو سوچا جائے تو مادی دنیا اور مادی جسم کی حقیقت سمجھ میں آجاتی ہے کہ یہ بڑی "وقتی" چیزیں ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے " اللہ تعالےٰ نے اگایا تم کو زمین سے ایک قسم کا اُگانا پھر لوٹاتا ہے تمہیں اس میں اور نکالتا ہے، ایک قسم کا نکالنا " گویا یہ زمین میں لوٹانے اور نکالنے والا معاملہ موت تک جاری رہتا ہے اور مرنے پر جسم کی آخری کھیپ کو اس طرح زمین کے حوالے

Marfat.com

کر دیا جاتا ہے۔ خواہ وہ قبر ہو یا کسی اور جگہ ذرہ ذرہ ہو جائے تو اس دنیاوی سواری یا سواری (بدن) کے ساتھ محبت بڑی وقتی قسم کی ہونی چاہیئے۔

روحانی جسم

چنانچہ اس موجودہ جسم کے علاوہ ہم اس دنیا میں ایک اور جسم بھی رکھتے ہیں جس کو ہم خوابی یا روحانی جسم کا نام دے چکے ہیں۔ اس جسم کا تعلق اس زمین کے ساتھ عارضی ہے اور اس کا تعلق عالمِ بالا کے ساتھ ہے وہ چند لمحوں میں زمین کے گرد گھوم کر آسمان کی بلندیوں کی سیر کر کے واپس آجاتا ہے۔ موت کے وقت یہی روحانی بدن اپنا عارضی تعلق اس دنیا سے ختم کر دیتا ہے اگر مرے ہوئے اپنی آواز کو سنا سکتے تو عزیز و اقارب کو ماتم کرنے سے ضرور منع کرتے۔

مومن کو موت کا تحفہ

حضور پاکؐ نے اس دُنیا کو قید خانہ کا نام دیا کہ موت کے بعد مومن آزاد ہو جاتا ہے۔ اس دنیا میں صرف شیطان آزاد ہے اور اسلام کسی مادر پدر آزادی کی اجازت نہیں دیتا۔ تو موت کے بعد مومن اس طرح آزاد ہوتا ہے کہ اس کی طاقتیں ستر گنا بڑھ جاتی ہیں۔ دراصل ستر گنا بھی ایک اصطلاح جس کے معنی بہت اور بہت زیادہ کے ہیں۔ حضور پاکؐ نے مزید فرمایا کہ موت مومن کو تحفہ کے طور پر پیش کی جاتی ہے۔

نشان مردِ مومن با تو گویم

چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

شہادت

شہید کے سلسلہ میں البتہ ہمارے دانشور اور عالم کافی کچھ لکھ چکے ہیں اور اللہ کا شکر ہے کہ ایک یہ پہلو قوم کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوا۔ اس لئے ہم شہادت کے فلسفہ کو اور زیادہ بیان نہ کریں گے اور اس کے عملی پہلو کو پیچھے کئی دفعہ بیان کر چکے ہیں ہاں البتہ چند غلط باتوں کی طرف

Marfat.com

قارئین کی توجہ ضرور دلائیں گے۔ شہید وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑکر شہادت حاصل کرے اپنی بسوں اور لاریوں یا عمارتوں کو آگ لگانے والوں یا فتنہ و فساد کرنے والوں میں سے جو مر جائیں انہیں شہید نہیں کہا جا سکتا اور شہادت کے سلسلہ میں کسی کو شہید وطن کہنے یا اپنا آج ہمارے کل پر قربان کرنے والی اصطلاحوں کی اسلام میں کوئی جگہ نہیں۔ غیروں سے اثر لینے والے ادیبوں سے گزارش ہے کہ وہ خدارا اسلام میں اپنے باطل ادبی گھوڑے نہ دوڑائیں۔ شہادت صرف اللہ اور رسول ؐ کی راہ میں ملتی ہے بشرطیکہ اس میں عشق صادق، اخلاص مندی اور حسن نیت موجود ہو۔

ہم تمام کتابوں میں یہ پہلو واضح کر چکے ہیں کہ حضور پاک ؐ کے تربیت یافتہ رفقاء ؓ کے زمانے میں جو فتوحات حاصل ہوئیں وہ اس وجہ سے ہوئیں کہ مسلمانوں نے اس قسم کے فلسفۂ حیات کو اپنایا لیکن یہاں پر ایک اور پہلو کی وضاحت کی بھی ضرورت ہے کہ اہل مغرب اور کئی دوسرے مفکر آج ان سوالات میں اُلجھے ہوئے ہیں کہ وہ کیا ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ اور کہاں جائیں گے؟ اس لئے بھی یہ ضروری ہے کہ ہم ان لوگوں کی طرح پریشان ہونے کی بجائے یہ چیز سمجھیں کہ "میں کیا ہوں"؟ کہ حضور پاک ؐ نے فرمایا کہ "جس نے پہچانا اپنے نفس کو اس نے پہچانا اپنے رب کو۔"

میں کیا ہوں؟

جب ہم عقلی اعتبار سے اپنی ذات کا مشاہدہ کرتے ہیں تو اس میں ہمیں کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جس پر تصور ٹھہر سکے اور جسے کہا جائے کہ یہ میری ذات ہے۔ باوجود اس کے کہ احساس ذات (SELF) ایک حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں۔ بہر حال انسانی ذات کے بغیر عشق و وجدان کو بھی نہیں سمجھا جا سکتا۔ مشہور مغربی مفکر ڈیکارٹ نے کہا تھا "چونکہ میں فکر کرتا ہوں اس لئے میں ہوں۔" لیکن حکیم الامت ؒ نے فرمایا "چونکہ میں عشق کرتا ہوں اس واسطے ہوں۔" یہ عشق نہ صرف زندگی میں استحکام پیدا کرتا ہے بلکہ موت کے بعد بھی "زندگی" کی ضمانت دیتا ہے۔ زمانہ اس کا غلام ہے کیونکہ وہ زمانے سے بالاتر ہے اور روح کا حقیقی جوہر ہے۔ صاحب عشق "سمانہ سکا دو عالم میں مرد آفاقی" کے مصداق زمین و آسمان، حشر و نشر حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے کوئے یار کی طرف گامزن ہے۔ زمانے کے تھپیڑے اس کے قدموں میں لغزش پیدا نہیں کر سکتے

Marfat.com

کیونکہ وہ اپنے سینہ میں ایک سیلاب لئے پھرتا ہے۔

مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ	عشق ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام
تند و سبک سیر ہے گرچہ زمانے کی رو	عشق خود ایک سیل ہے سیل کو لیتا ہے تھام
(اقبالؒ)

اور ہم عملی طور پر واضح کر چکے ہیں کہ شخصیت میں جب تک عشق کا ظہور نہ ہو، انسان اس دنیا میں بھی اور عالم امر میں بھی حیران و سرگرداں رہتا ہے اور اپنی ہستی یا ذات کو نہیں پہچان سکتا۔ جہاں عشق کا ظہور ہو جائے وہاں سب نقاب اٹھ جاتے ہیں۔ حضور پاکؐ کے رفقاء نے کس طرح اپنی جانیں قربان کیں اور میدانِ جنگ میں ان کو کیسا لطف آتا تھا وہ سب کچھ بیان ہو چکا ہے اور آج بھی ایسا ہو سکتا ہے:

سرور جو حق و باطل کی کارزار میں ہے
تو حرب و ضرب سے بیگانہ ہو تو کیا کہیئے	(اقبالؒ)

غلامانِ محمدؐ

راقم خود ایسا نظارہ دیکھ چکا ہے کہ میرے عظیم ساتھیوں نے تھرتھراتے ہوئے آسمان سے گرجتے ہوئے جہازوں، لہراتی ہوئی زمین پر سے بے پناہ بمباری اور دشمن کی ٹڈی دل فوج کے حملہ پر حملہ کا جواب نعرۂ تکبیر اور نعرۂ حیدری سے دیا۔ جو کچھ میرے ساتھیوں نے کیا۔ یہ عشق کے بغیر بالکل ناممکن تھا اور یہ ان کو اس لئے نصیب ہوا کہ وہ حضور پاکؐ کی محبت سے لبریز میدانِ جنگ میں اترے تھے اور اپنے عشق کا امتحان دے کر آج لاہور کی ایک گمنام جگہ پر ایک شہید گنج میں دفن ہیں۔

تصویر کا دوسرا رُخ

لیکن افسوس کہ دنیا کی محبت، عالم اسلام پر ایک جنون کی طرح سوار ہے اور مسلمان کی روح کا ذرہ ذرہ دنیاوی مفادات میں گھس گیا ہے۔ اس کے نتیجے میں مسلمانوں نے موت سے ڈرنا شروع

Marfat.com

کر دیا ہے۔ اصل میں یہ سازش بنو امیہ کے زمانے سے شروع ہوگئی تھی۔ یزید بن معاویہ کا بیٹا خالد جس کو مروان نے خلیفہ نہ بننے دیا۔ پہلا مسلمان فلسفی بھی کہا جاتا ہے۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں ایسے گروہ نہ تھے کہ فلاسفر کون ہے اور ادیب کون ہے۔ اسلام میں شرط ہی حضور پاکؐ کا عشق اور غلامی تھی۔ تاہم غیروں سے اثر لیتے ہوئے ان فلاسفر قسم کے لوگوں نے مسلمانوں کو زندگی سے محبت کرنا سکھایا اور موت سے نفرت کا درس دیا۔ اس میں حکمران طبقے کا بھی ہاتھ تھا "کہ وہ فاقہ کش جو موت سے نہیں ڈرتا اس کے اندر سے روحِ محمدی نکال دی جائے" اس سب کارروائی کا نتیجہ بعد میں سقوطِ بغداد اور صلیبوں کی یلغار کی صورت میں نکلا کہ ایک ایک منگول نے چالیس چالیس آدمیوں کو لٹا کر ذبح کر دیا بلکہ حکم دیا کہ اس کے تلوار لانے تک وہ لیٹے رہیں اور چالیس میں سے ایک دو نے فرارؓ اختیار کیا ورنہ سب ڈر سے لیٹے رہے اور بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر دیے گئے۔ ہمیں ان واقعات سے سبق سیکھنا چاہیے کہ اسلام غیرت کی زندگی کا درس دیتا ہے اور بھیڑ بکری کی طرح مرنا غیر اسلامی ہے۔ ہم سانحۂ کربلا میں اس سلسلہ میں وضاحت کر چکے ہیں۔

حیاتِ دنیا کی حرص اور موت سے فرار کے اثرات ہر زمانے میں ہم پر پڑتے رہے۔ ہر عقیدہ جو موت سے نفرت کی باعث بنتا ہے وہ غیر فطری بھی ہے اور غیر اسلامی بھی۔ اسی خیالِ خام کو اپنے دل سے نکال دیں کہ حیاتِ انسانی کا مقصود صرف یہی چند روزہ زندگی ہے اور اس کا انجام صرف لحد کی تاریکی ہی تاریکی ہے خواہ اس میں قیامت تک سونا ہو یا بعد تک۔ ایک مسافر الی اللہ کی شایانِ شان نہیں ہے کہ وہ قیامت تک زمین کی تاریکیوں میں سویا رہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی دنیاوی زندگی کے آخری ایام میں اکثر آہ بھر کر فرمایا کرتے تھے "سفر دراز ہے اور زادِ راہ کم" یہ کون سے طویل سفر کی طرف اشارہ تھا؟ حالانکہ دنیاوی سفر تو آپؓ ختم کرنے والے تھے بلاشبہ یہ اسی سفر کا ذکر تھا جس پر انسانی قافلہ آگے ہی بڑھتا چلا جاتا ہے۔

وسیع تر مضمون

اسلامی فلسفۂ حیات کا مضمون بہت وسیع ہے۔ دراصل ساری بات ہی یہی ہے کہ زندگی

لہ جلالِ مصطفےٰ صفحہ ۱۲ سے بھی استفادہ کریں۔

Marfat.com

کس طرح گزاری جائے۔ ہم نے اس کا مختصر سا جائزہ پیش کر دیا ہے کہ انسان کہاں سے آیا اور کہاں جا رہا ہے۔ اس کے لئے صراطِ مستقیم کی نشاندہی بھی کر دی ہے۔ تفصیل قرآنِ پاک، احادیث مبارکہ اور حضور پاکؐ کے رفقاء کے عملوں میں موجود ہے اور یہ ایک خلاصہ ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

دسواں باب

اسلام کا فلسفۂ دفاع

تمہید

پچھلے ابواب میں اس پہلو کو اچھی طرح واضح کر دیا گیا ہے کہ ہر قوم اور ملک کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی سیاسی فلسفہ کے تحت ایک ملک یا قوم بن کر اپنے مقاصد پورے کریں اور ہر قوم کا فلسفہِ دفاع اس فلسفہ کے تابع ہوتا ہے اور تمام ملکی اور قومی مقاصد کا دفاع ہر ملک پر فرض ہوتا ہے۔ سب قومیں آج اس پر سختی سے عمل کرتی ہیں۔ لیکن دینِ فطرت نے آج سے چودہ سو سال پہلے ایک اجتماعی سیاسی نظام کو اپنایا، جس کو حضور پاکؐ نے جہادِ اکبر کے نام سے موسوم کیا، کہ مومن ہر وقت یا تو جہادِ صغیر یعنی جنگ وغیرہ میں مصروف رہتا ہے، یا جہادِ اکبر یعنی جنگ کی تیاری میں مصروف رہتا ہے۔ اور اگر ایسا نہیں کر سکتا تو کم از کم یہ سوچتا رہتا ہے کہ وہ ان فرائض کو کیسے پورا کرے۔

اسی وجہ سے ہم نے اپنے سیاسی فلسفہ کو نظامِ مصطفیٰؐ یا نظامِ جہاد کا نام دیا ہے، اور اپنے دفاعی فلسفہ کو جہاد بالسیف کے نام سے موسوم کیا۔ جنگ جس کو اہلِ اسلام حرب کہتے ہیں، اسی دفاعی فلسفہ کی حکمتِ عملی کے تحت لڑی جاتی ہے، اور اس لڑائی کو اسلام میں قتال کا نام دیا گیا ہے۔ اِن الفاظ کی اس طرح کی الگ الگ وضاحت بہت ضروری ہے، کہ آج کل کی جنگیں یا اس سلسلہ کے باقی شعبے اتنی وسعت اختیار کر چکے ہیں کہ الفاظ کا محدود استعمال ضروری ہے۔ اور اسی وجہ سے اہلِ مغرب نے سٹریجی (حکمتِ عملی) اور ٹیکٹکس (تدبیرات) کو بڑی وضاحتوں کے ساتھ الگ الگ شعبوں میں بانٹ دیا ہے۔ لیکن ہم اردو زبان میں، مغربی اصطلاحات کے اپنی مرضی کے معانی کر کے بعض دفعہ تمام معاملات کی ایک کھچڑی پکا دیتے ہیں۔

ان تمام کتابوں میں اس پہلو کا بڑا خیال رکھا گیا ہے کہ ہر اصطلاح ہر جگہ ایک ہی قسم کے

Marfat.com

معانی میں استعمال ہو، اور چونکہ یہ اس سلسلہ کا آخری باب ہے، یہاں پر تمام تر فوجی اور جنگی اصطلاحات اپنے اصلی معانی کا خوب تر اظہار کرتی ہیں۔

ایک غلط فہمی

جہاد کا لفظ تو ہم سب نے بچپن میں سن رکھا تھا، لیکن ہم اس خیال کے حامی ہیں اور کئی لوگ اب تک اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ جہاد صرف ایک جذبہ کا اظہار ہے۔ اور اسلام نے اپنا کوئی الگ فلسفہ دفاع نہیں دیا۔ اس سلسلہ میں پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ ہماری موجودہ کتابیں[1] یا دانشوروں کی تمام تر کوششیں کسی الگ فلسفہ دفاع کی نشاندہی آج تک نہیں کر سکیں، سوائے چند ایک اصولوں کے کہ اسلام کلی جنگ کا دعویدار ہے اور ہر مسلمان اللہ کا سپاہی ہے وغیرہ۔ اس طرح کے کچھ مضامین، اخباروں میں آئے، یا کسی ایک آدھ کتاب میں، خاص کر بریگیڈیئر گلزار احمد کی جہاد پر کتاب میں کچھ ایسے اصولوں کا تفصیل سے ذکر موجود ہے۔

بہر حال ان سب مضامین اور کتابوں کے مطالعہ کے بعد، اور اپنی ان کتابوں کی کہانی کی عملی تحقیق کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اسلام کا اپنا ایک دفاع کا فلسفہ موجود ہے جسے ہم جہاد بالسیف کہہ رہے ہیں اور اسی چیز کو اس باب میں مختصر طور پر بیان کریں گے۔

تحقیق

ایک فوجی ذہن قرآنِ حکیم میں غوطہ زن ہونے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اسلام کا مقصد اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی فوج تیار کرنا ہے، جو باطل قوتوں کے خلاف اعلانِ جنگ کر دے اور پھر انہیں پاش پاش کر دے۔ اگر اہلِ اسلام اس فرض سے پہلو تہی کرتے ہیں اور اپنی بے عملی پر مطمئن ہیں تو وہ اس بات میں بڑی خود فریبی میں مبتلا ہیں۔ حضور پاک ؐ کی حیاتِ طیبہ[2] سے

---

[1] اسلام کے پہلے سو سالوں میں البتہ فنِ جنگ پر الگ کتابیں تھیں۔ جلال مصطفےٰ صفحہ ۲۹۸-۲۹۹

[2] جلالِ مصطفےٰ ؐ، خاص کر صفحہ ۲۵ سے استفادہ کریں۔

Marfat.com

بھی یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے، کہ مومن خدا کا سپاہی ہے اور وہ اللہ کی حکومت قائم کرنے کے لئے اس دنیا میں وارد ہوا ہے۔ مکّی دور میں کچھ اس قسم کے الفاظ حضور پاکؐ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں کہ یہ لوگ یعنی قریش میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج لاکر رکھ دیں، تب بھی میں اپنے مقصد سے مٹنے والا نہیں ہوں۔ اللہ کی بات پوری ہوگی یا اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے میں اپنی جان دے دوں گا۔ آگے چل کر دس سالہ مدنی زندگی میں حضور پاکؐ نے یثرب میں ایک فوجی مستقر قائم فرمایا۔ اس میں اللہ کی فوج تیار فرمائی۔ اور ایک سو مہمات کا اہتمام فرمایا۔ بڑی جنگوں اور کچھ مہمات میں آپؐ نے بنفسِ نفیس فوج کے ساتھ شامل ہوکر عسکری زندگی پر احسان فرمایا، اور جہاد بالسیف کو افضل ترین عبادت قرار دیا۔

حضورؐ پاک کی مدنی زندگی میں عسکری پہلو سب سے غالب نظر آتا ہے۔ مگر بدقسمتی سے آج یہی وہ پہلو ہے، جسے اہلِ اسلام کی عملی زندگی سے کوئی سروکار نہیں رہا ہے۔ خاص طور پر گزشتہ دو تین صدیوں میں ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت حضور پاکؐ کی مجاہدانہ زندگی پر پردے ڈالنے کی کوشش کی گئی جس سے جہاد بالسیف ایک غیر اہم فریضہ معلوم ہونے لگا۔ دور کیوں جاتے ہیں، ہمارے ملک میں ہر سال عید میلادالنبیؐ منائی جاتی ہے۔ ریڈیو یا ٹی وی پر حضور پاکؐ کی عسکری زندگی کا کبھی کوئی ذکر نہیں کیا جاتا۔

بہرحال مسلمانوں کے جذبۂ جہاد سے باطل پرست قوتیں ہمیشہ لرزہ براندام رہی ہیں اور اسی جذبہ کو سرد یا مفلوج کرنے کے لئے ہمارے دشمنوں کو طویل مدت تک پاپڑ بیلنے پڑے ہیں۔ بالآخر انہیں کامیابی ہوئی۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ اہلِ اسلام آج بھیڑ بکریوں کے ریوڑ بن کر رہ گئے ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور قربانی وغیرہ اپنی جگہ پر ایک اعتبار سے ابھی تک قائم ہیں۔ مگر جس مقصد یعنی جہاد کے لئے یہ تربیت شروع کی گئی تھی، وہ نگاہوں سے سراسر اوجھل ہوکر رہ گیا ہے۔ آج کے تن آسان مسلمان نے جنت حاصل کرنے کے لئے آسان راستے تلاش کر لئے ہیں۔ ہتھیار جو مسلمانوں کا زیور سمجھا جاتا تھا، اس سے ہم یوں بیگانہ ہوئے ہیں، کہ اب ہم اس سے وحشت کھانے لگے ہیں اور ہماری قوم فنِ

Marfat.com

سپہ گری سے کلی طور پر نابلد ہو کر رہ گئی ہے۔

فنِ سپہ گری

جنگ یا جہاد کی متحمل صرف وہ قوم ہو سکتی ہے، جو فنِ سپہ گری سے واقف ہو۔ اور اس کے مرد و زن سپہ گری کے ہر داؤ پیچ میں پوری طرح تربیت یافتہ ہوں۔ قومی زندگی کا یہ ایک رہنما اصول ہے۔ اور جو لوگ اس حقیقتِ ابدی سے لاپرواہی برتتے ہیں ان کی قسمت میں ذلت و خواری لکھ دی جاتی ہے۔ ہماری قرونِ اولیٰ کی تاریخ سے یہ راز کھل کر سامنے آجاتا ہے کہ غازیانہ جھپٹ پلٹ ہی سے قومیں بنتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے والی قوم کو تو لامحالہ، یہ راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔ مکہ مکرمہ سے کسمپرسی کی حالت میں ہجرت کے بعد اہلِ اسلام نے جو تنظیم قائم کی، اس میں عسکری رنگ غالب تھا۔ ہم جلالِ مصطفےٰ[1] میں اور کتابوں کے اس سلسلہ میں واضح کر چکے ہیں کہ جنگِ خندق تک ایمان والوں پر آزمائشوں اور مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹے مگر وہ ہر آزمائش میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور صحیح فلسفہ دفاع اپنانے سے کامیاب ہوئے۔ جنگِ خندق کے بعد اسلام کی فوجیں چہار طرف بڑھیں۔ اور حضور پاکؐ کی وفات کے وقت وہ ایک سپرنگ بورڈ پر کھڑی پر تول رہی تھیں کہ حکم ملے تو وہ ساری دنیا پر چھا جائیں۔

اسلامی فتوحات

اب ان چار کتابوں میں ہم واضح کر چکے ہیں کہ چند سالوں میں یہ اسلامی افواج وسط ایشیا سے بحرِ اوقیانوس تک پہنچ گئیں۔ ادھر مشرق میں موجودہ پاکستان کے علاقہ وزیرستان اور مکران تک اللہ تعالیٰ کا نام بلند ہو رہا تھا تو شمال میں مسلمان قسطنطنیہ کی دیواروں تک پہنچ چکے تھے بلکہ یورپ میں کریٹ اور سسلی کے جزیروں پر بھی یلغار کر رہے

---

[1] جلالِ مصطفےٰ صفحہ ۲۵ سے استفادہ کریں۔

Marfat.com

تھے۔ اس کے اگلے ساٹھ سالوں میں وہ سندھ اور ملتان تک پہنچ چکے تھے اور مغرب میں ملک سپین میں اللہ تعالیٰ کا نام بلند ہو رہا تھا۔

اس تمام عرصے میں اسلامی فوج کو کسی ایک مقام پر بھی پسپائی کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکا۔ تو ظاہر ہے کہ جنگِ خندق سے پہلے مدینہ منورہ میں جو عسکری بنیادیں استوار ہوئیں، انہوں نے کئی پشتوں تک اپنی تلوار کا سکہ منوایا۔ بلاشبہ حضور پاکؐ مسلمانوں کے لئے ایک ایسا فوجی نظام چھوڑ گئے جس کی بدولت بے سروسامانی کے باوجود، مسلمانوں نے اُس زمانے کی دو عظیم سلطنتوں[1] کے ساتھ ٹکر لی اور یہی کچھ ہم ان کتابوں کے سلسلہ میں بیان کر چکے ہیں کہ دو محاذ کھول دیئے اور ایسی حکمتِ عملی اپنائی کہ بھرپور کارروائی ایک وقت میں ایک ہی محاذ پر ہوتی۔ لیکن دونوں محاذ ایکٹو یعنی باعمل ہوتے تھے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ بڑی بڑی فوجی طاقتیں ہمیشہ سے دو محاذوں پر جنگ لڑنے کے نام سے گھبراتی رہیں۔ لیکن مسلمانوں نے دو محاذوں پر جنگ کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ اور ان کے حربی کارناموں کو آج بھی کسی فوجی پیمانے سے ناپنا مشکل نظر آتا ہے۔ اور ہم صرف یہ کہیں گے کہ ان تمام کارروائیوں میں اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت براہِ راست کام کر رہا تھا۔ اس تمہید اور وضاحت کے بعد ہم اسلام کے حربی نظام کی طرف پیش رفت کرتے ہیں۔

اسلام کا حربی نظام (پہلی سطح)

اسلامی فلسفۂ حیات اور مومن کے مقاصدِ زندگی پچھلے ابواب میں بیان کر دیئے گئے ہیں دراصل اسلام کا حربی ڈھانچہ تین سطحوں پر تیار ہوتا ہے۔ پہلی سطح میں ہر مومن مرد پر چونکہ جہاد فرض کر دیا گیا ہے تو یہ فرض اسی صورت میں ادا کیا جا سکتا ہے کہ سب مومن سپاہیانہ زندگی کی تربیت حاصل کریں اور ہر سطح پر حملہ آور دشمن کے مقابلے میں اپنا دفاع کر سکیں۔ چنانچہ قوم کے ہر فرد کو فنِ سپہ گری سیکھنا ہوگا۔ اور پیدل فوج کے بنیادی ہتھیاروں میں مہارت

---

[1] جلال مصطفےؐ صفحہ ۲۵ سے استفادہ کریں۔

Marfat.com

حاصل کرنا ہوگی۔ تاکہ اپنی سطح پر دفاع کیا جا سکے۔ اور ضرورت کے مطابق ان ہتھیاروں کو استعمال کیا جائے، جن کو آج وہی حیثیت حاصل ہے جو پرانے زمانے میں تلوار، تیر کمان اور نیزے بھالے کو تھی۔ آج رائفل، پستول، سٹین گن یا خودکار ہلکی گن وغیرہ کو وہی حیثیت حاصل ہے۔

قرونِ اولیٰ میں بچوں پر نماز بارہ سال کی عمر میں فرض ہو جاتی تھی اور مسجد کا محراب لفظ "حرب" سے ہے جہاں ہتھیار رکھے جاتے تھے۔ سب مسلمان مسجدوں کے تحت ہتھیاروں کا استعمال سیکھتے تھے پچھلے باب میں پوری قوم کو مسجدوں کی سطح پر ربط و ضبط میں باندھنے کی جو سفارش کی گئی ہے اس میں یہ مقصد بھی تھا کہ پوری قوم کو حربی نظام میں باندھ دیا جائے۔ اور ہماری پہلی ضرورت آٹھ کروڑ بندوقیں اور بنیادی ہتھیار ہیں۔ یعنی گرنیڈ، پستول، ہلکی خودکار گنیں وغیرہ

دوسری سطح

دوسری سطح پر اسلام کے حربی نظام کی عمارت کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ غیروں کے فلسفوں میں عوام کو فوج کی امداد کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اسلامی فلسفہ دفاع کے تحت پیشہ ور فوج کی جڑیں اس عوامی "بنیان المرصوص" میں ہوتی ہیں جس کی مدد سے دفاعی ڈھانچہ تیار کیا جاتا ہے۔ کہ حکمتِ عملی اور تدبیرات کے طور پر اس بنیان المرصوص کی کیا ذمہ داریاں ہوں گی۔ اور پیشہ ور فوج کی کیا کیا ذمہ داریاں ہوں گی

اس کی مزید وضاحت کچھ اس طرح ہے کہ پہلی سطح پر مجاہدین تیار کرنے کے بعد انہیں نظم و ضبط میں پرو دیا جاتا ہے، تاکہ اس نظام کے ذریعے ایک سیسہ پلائی دیوار پیدا کر دی جائے۔ اس بنیان المرصوص کے عملی پہلو کو ہم اپنی کتابوں میں اکثر جگہوں پر واضح کر چکے ہیں خاص کر پہلی کتاب میں جنگِ سلاسل میں اور دوسری میں جنگِ یرموک کے بیان کے وقت۔

قرونِ اولیٰ میں یہ ڈھانچہ مسجد کی بنیاد پر کھڑا کیا جاتا تھا، جس میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کے ذریعے مجاہدین کو دینی اور اخلاقی تعلیم دی جاتی تھی۔ علاوہ ازیں ہم پہلی کتاب میں یہ بھی واضح کر چکے ہیں کہ حضور پاکؐ کے احکام کے تحت خلفائے راشدینؓ

Marfat.com

کے دَور میں کس طرح دس دس کی ٹولیاں بنائی جاتی تھیں، اس سلسلہ کو پورے ملک پر پھیلا دیا جاتا تھا اور ایسے مجاہدین پیشہ ور یا باقاعدہ فوج میں شمولیت کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ علاوہ ازیں پہلی سطح پر جو مجاہدین تیار ہوتے ہیں ان کو دوسری سطح پر رابطوں میں باندھنے کے بعد علاقائی دفاع کی ذمّہ داری بھی سونپی جاتی ہے

تیسری سطح

اسلام کے حربی نظام کی تیسری سطح پیشہ ور افواج کا قیام یا ضرورت ہے جس کے سپاہی فنی اعتبار سے اپنے معراج کو پہنچ چکے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ جدید ہتھیاروں سے لیس ہوتے ہیں اور ساتھ ہی تیز رفتار حرکت کے اہل ہوتے ہیں۔ دشمن کے علاقے میں میدانِ کارزار کو یہی لوگ گرم کرتے ہیں۔ لیکن اس فوج کی ثابت قدمی کا انحصار پہلی اور دوسری سطحوں کی مضبوطی پر ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جنگِ خندق کے بعد اسلامی فوجوں کے آگے بڑھتے ہوئے قدم نہیں رکے۔ خاص کر حضرت عمرؓ کے زمانے میں۔ ہم اس تفصیل میں جا چکے ہیں کہ حضرت عمرؓ اپنے چھوٹے عاملوں کو خط لکھتے تھے تو امدادی طور پر فنِ سپہ گری سے واقف لوگ آگے پہنچ جاتے تھے۔ اس کے علاوہ مسجدوں نے ایک ایسا نظم وضبط پیدا کر دیا تھا، کہ محاذِ جنگ کے عقب میں پورا علاقہ ایک سیسہ پلائی دیوار بن جاتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ ایران اور روم جیسی مانی ہوئی طاقتوں کو یہ ہمت نہ ہوئی کہ کس طرف سے نکل کر ہمارے لشکروں کے عقب پر حملہ کریں۔ ظاہر ہے کہ ان کو معلوم ہو چکا تھا کہ اسلامی علاقوں پر حملہ کرنا چٹانوں کے ساتھ ٹکرانے کے مترادف ہے۔ پیشہ ور افواج کے سلسلہ میں البتہ یہ ضروری ہوگا کہ ہم زیادہ بھروسہ ان چیزوں پر کریں جو اپنے ملک میں آسانی کے ساتھ میسر ہو سکیں۔ مجاہدین اور ان کے جذبہ کے علاوہ، وہ سامان جو ہم خود بناتے ہیں یا ملک میں موجود ہے، وہی ہمارے دفاع کا محور ہو۔ اور جو کچھ باہر سے مل جائے اس کو انعامِ خداوندی سمجھ کر نہایت کفایت شعاری کے ساتھ استعمال کریں۔ اس کے لئے اچھی حکمت عملیوں، تدبیرات اور مختلف سطحوں پر دفاعی تنظیموں

Marfat.com

یا لڑائی کا طور طریقوں میں بھی مناسب تبدیلی کی ضرورت ہوگی۔ بہرحال پہلے اس سے کہ ہم اسلامی فلسفۂ دفاع اور قرآن پاک کے حربی نظام کے اصولوں کو زیرِ بحث لائیں، یہ ضروری ہوگا کہ اِس وقت دنیا میں رائج باقی دفاعی فلسفوں پر بھی تھوڑا سا تبصرہ ہو جائے تاکہ کچھ موازنہ ہو سکے اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ آیا اُن لوگوں سے ہم کچھ سیکھ سکتے بھی ہیں یا نہیں ؟

غیروں کے دفاعی فلسفے

اس وقت دنیا میں دفاع کے دو بڑے فلسفے رائج ہیں۔ ایک مغربی دنیا کا فلسفہ ہے اور دوسرا سوشلسٹ ممالک کا۔ مغربی دنیا میں پیشہ ور فوج رکھنا حکومت کا کام ہے اور دفاع کا سارا بندوبست سرکار یا تنخواہ دار لوگ کریں گے۔ اور لوگ صرف واہ واہ کریں گے۔ یا فوج کو سامانِ ضرورت وغیرہ مہیا کریں گے۔ یہ طریقہ بالکل اسی طرح ہے جس کا ذکر ہم جلالِ مصطفٰی[1] میں جنگِ بدر کے تحت کر چکے ہیں، کہ جناب مقدادؓ نے حضرت موسیٰؑ کی قوم کی مثال دی کہ انہوں نے حضرت موسیٰؑ کو کہا کہ لڑائی آپؑ اور آپ کا خدا کریں۔ اِس کا مطلب یہی ہے کہ آپ حاکم ہیں اور تنخواہ دار فوج تیار کریں اور اس کی مدد سے لڑائی لڑیں، وغیرہ۔ یہ طریقہ غیر اسلامی ہے۔ ہر مسلمان پر جہاد فرض ہے اور اسلام کے لحاظ سے پوری قوم لڑتی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارا موجودہ فلسفہ دفاع بھی کافی حد تک اہلِ مغرب کی نقالی ہے۔ اور ہمارے علماء بھی اس سلسلہ میں قوم کو نشانِ راہ نہیں بتا سکے۔

دوسری قسم کا فلسفۂ دفاع سوشلسٹ ممالک میں رائج ہے، جو اسلام کی بھونڈی نقل بھی ہے۔ اور کچھ لوگوں کی فوج میں شمولیت کو عوامی فوج کا نام دے دیا ہے، یعنی پورے عوام لڑ رہے ہیں۔ خیر ان ممالک میں مقابلتاً کافی لوگ فوج میں شریک ہوتے ہیں

---

[1] ۔ صفحہ ۴۸ اور ۴۹ سے استفادہ کریں۔

Marfat.com

لیکن اسلام کی بھونڈی نقل کا لفظ استعمال اس لئے کیا گیا ہے کہ جس طرح اسلام کلی جنگ پر یقین رکھتا ہے یہ لوگ بھی لفظی طور پر یا اصول کے طور پر کلی جنگ کا پرچار کرتے ہیں اور "اپنا آج قوم کے کل پر قربان کرتے ہیں۔ یہ نعرہ غیر اسلامی ہے کہ اسلام میں لڑائی اللہ اور رسول ؐ کے لئے لڑی جاتی ہے۔ بہر حال طریق کار میں بھی کافی فرق ہے کہ صرف چند لوگوں کو فوج میں رکھا جاتا ہے اور پوری قوم کی جنگ میں شرکت اس طرح نہیں جس طرح اسلام میں ہر مسلمان پر جہاد فرض ہے، وہاں سب کچھ سیاسی کمشنروں کے ہاتھ ہوتا ہے۔

موازنہ

تو ظاہر ہوا، کہ غیروں کے فلسفۂ دفاع اور اسلامی فلسفۂ دفاع کے طریق کار میں کافی فرق ہے۔ لیکن اصل فرق مقاصد کا ہے۔ غیروں میں جنگ، اقتصادی مقاصد، ملک فتح کرنے، خاندانی دشمنی اور نظریۂ ضرورت کے تحت لڑی جاتی ہے۔ اسلام کے فلسفۂ حیات کے لحاظ سے جنگ اللہ اور رسولؐ کی خوشنودی کے لئے لڑی جاتی ہے۔ اپنی غیرت اور عقیدہ کی حفاظت کے لئے میدان میں نکلتے ہیں اور ملک فتح نہیں کئے جاتے، بلکہ لوگوں کے دلوں کو فتح کیا جاتا ہے۔

ہماری موجودہ دفاعی پالیسی

اس کتاب میں ہم اس تفصیل میں نہیں جانا چاہتے، کہ دفاع کے سلسلہ میں آج تک ہمارے ملک میں کیا کیا محنتیں ہوئیں۔ بے شک ہر لحاظ سے شہری لوگوں کو دفاع میں شریک کرنے اور ملک میں فوجی سامان کے سلسلہ میں بھرپور کوششیں جاری ہیں۔ باہر کے ملکوں سے سامان بھی حاصل کیا جا رہا ہے وغیرہ، ہم البتہ دفاع کے اسلامی پہلوؤں کی مزید وضاحت کر کے چند حقیقتیں بیان کر رہے ہیں۔ اور ساتھ کچھ سفارشات بھی دے رہے ہیں کہ ہماری موجودہ دفاعی پالیسی کو مکمل طور پر اسلامی فلسفۂ دفاع کی شکل و صورت دے دی جائے۔

Marfat.com

جنگ کے مقاصد

اسلامی فلسفہ دفاع کے تحت سب سے پہلی چیز جنگی مقاصد ہیں۔ دفاع کے معاملات کو نہ مدافعانہ کہہ سکتے ہیں، اور نہ مصالحانہ۔ آج کل کے زمانے میں دفاع کا لفظ البتہ مصلحت کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، اور عزیزوں کے ملک پر قبضہ بھی اپنے "دفاع" کے تحت کر لیا جاتا ہے۔ قرآنِ پاک اور اسلام کے لحاظ سے جنگ کے مقاصد البتہ تمہید میں واضح کر دیئے گئے ہیں اور اصولوں کی وضاحت آگے آئے گی۔

پورا ملک ایک قلعہ

اسلام کے لحاظ سے پورے ملک کو ایک دفاعی قلعہ کی طرح ہونا چاہیئے تاکہ اس کے عوام بنیان المرصوص کے طور پر اس قلعہ کا دفاع کریں۔ حضور پاکؐ نے مدینہ شریف میں یہی طریقہ رائج کیا۔ جنگِ بدر کے بعد ہزار کوشش کے باوجود ابوسفیان اس قلعہ کے اندر جھانک بھی نہ سکا۔

بیسویں صدی میں پہلی جنگِ عظیم کے بعد سلطنتِ عثمانیہ کے مدینہ منورہ کے آخری گورنر جناب فخری پاشا[1] نے یہی طریقہ اپنایا اور جنگِ عظیم کے ختم ہونے کے دو سال بعد تک شریف حسین اور اُس کے انگریز حواری مدینہ شریف میں نہ جھانک سکے۔ پوری کہانی پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے کہ ایک ایک مجاہد نے اپنی ذمہ داری کیسے نبھائی کہ تمام مجاہدین کے دل جڑے ہوئے تھے۔

یہ ہے اسلامی فلسفہ دفاع کی بنیادی بات کہ پوری قوم کو حربی سکھلائی دے کر ربط و ضبط کے ساتھ اس طرح باندھ دیا جاتا ہے کہ وہ اللہ کی فوج بن جاتی ہے، کہ روحانی طور پر دل بھی جوڑ دیئے جاتے ہیں۔ ہمیں پاکستان کو اسی طرح سے اسلام کا ایک مستقر بنانا ہوگا، کہ کوئی دشمن اس کے اندر جھانک بھی نہ سکے۔ تو ظاہر ہونا ہے کہ

---

[1] جلال مصطفٰےؐ صفحہ ۱۴، ۳۷۵ اور ۳۷۶ سے استفادہ کریں۔

Marfat.com

اہلِ مغرب کا فوجی ڈھانچہ ایک فرسودہ نظامِ عسکریت ہے، جو غلام ملکوں اور غلامانہ ذہنیت رکھنے والے ملکوں میں اپنی چمک دمک کی بدولت کچھ عرصہ رائج رہ سکتا ہے مگر عوامی جذبہ کے حامل اور بیدار قوموں میں اس قسم کے فوجی ڈھانچوں میں کوئی کشش باقی نہیں رہی۔ یہ دَور بلاشبہ ایک عوامی دَور ہے۔ اور تیسری جنگِ عظیم[1] میں وہی قومیں زندہ رہیں گی، جن میں ربط و ضبط ہوگا اور وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں گی۔

اعجازِ قرآن

مسلمانوں نے یہ فلسفہ کہاں سے سیکھا؟ اس کی ہدایات قرآن پاک میں ہیں۔ اور حضور پاکؐ نے اپنی سنت سے ان ہدایات کی پیروی کی۔ پھر صحابہ کرامؓ نے، جو حضور پاکؐ کے تربیت یافتہ تھے، اس حکمتِ عملی کو آگے بڑھایا۔ لیکن یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں واضح طور پر فرمایا۔ "کیا گمان کیا تم نے! یہ کہ داخل ہو گے بہشت میں، حالانکہ ابھی نہ ظاہر کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو کہ جہاد کرتے ہیں تم میں سے، اور ابھی نہ ظاہر کیا صبر کرانے والوں کو۔" اس آیت سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جنّت صرف جہاد کے راستہ سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ حضور پاکؐ نے فرمایا کہ جنّت تلواروں کے سایہ میں ہے۔ حضور پاکؐ اور آپؐ کے صحابہ کبارؓ اللہ کے سپاہی بن کر اس دنیا میں تشریف لائے اور حضور پاکؐ کی وفات کے بعد اگر کوئی کتاب لکھی گئی یا لوگوں کو پڑھائی گئی تو وہ "علم مغازی"[2] یعنی جنگ کے علم پر تھی۔ اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ جب تک مسلمان "علم مغازی" کو اوّلیت اور فوقیت دیتے رہے اور اس علم کے ماہر رہے تو وہ دنیا پر غالب رہے۔ جب علم مغازی کو ثانوی یا ذیلی حیثیت دے دی گئی اور دیگر علوم کو آگے بڑھایا گیا تو مسلمانوں کو ذلت و خواری دیکھنا پڑ گئی۔ اب کئی صدیوں سے علم مغازی، اسلامی درس گاہوں سے مفقود ہو چکا ہے اور لوگ "سویلین" بن گئے ہیں کہ حکومت

---

[1] فلسفہ جنگ کلاسوٹز کی تیسری جلد (اُردو) سے استفادہ کریں۔

[2] جلالِ مصطفےٰؐ صفحہ ۲۹۸ سے استفادہ کریں۔

Marfat.com

کرنا "سویلین" کا حق ہے کہ حضور پاکؐ اور صحابہ کرامؓ سویلین تھے؟ نعوذ باللہ۔ قرآنِ پاک تو واضح اعلان کر رہا ہے :-

" بے شک اللہ تعالیٰ نے خرید لی ہیں مومنوں سے جانیں اُن کی، اور مال اُن کے جنت کے بدلے، وہ لڑائی کرتے ہیں اللہ کی راہ میں پس مارتے ہیں اور مارے جاتے ہیں "۔

بدقسمتی سے ایک سازش کے تحت جنگ کو اس طرح بھیانک بتایا جا رہا ہے کہ ہمارے لوگ جنگ کا نام سن کر کانپ اٹھتے ہیں۔ اور اہلِ یورپ خود ہر وقت جنگ کی تیاری میں مصروف ہیں۔ تب ہی علامہ اقبالؒ چیخ اٹھے۔

باطل کے فال و فر کی حفاظت کے واسطے یورپ زرہ میں ڈوب گیا دوش تا کمر
ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر

قرآنِ پاک کا حربی نظام

قرآنِ پاک ہمیں ایک عسکری یا حربی نظام عطا کرتا ہے جو موجودہ زمانے کے لئے بھی ہر لحاظ سے موزوں ہیں۔ اوّل تو ہم واضح کر چکے ہیں کہ مسلمان جنگیں کسی نظریۂ ضرورت کے تحت یا ذاتی مفادات کے لئے نہیں لڑتے، بلکہ اپنے عقیدہ اور ایمان کی حفاظت اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے نفاذ یعنی حق کے لئے لڑتے ہیں۔ اور اسلام میں جنگ کا مقصد مخلوقِ خداوندی کو طاغوتی طاقتوں سے آزاد کرانا ہوتا ہے اور دنیا سے فتنہ و فساد کو ختم کرنا ہوتا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کی جنگ انسانوں پر رحمتِ خداوندی بن کر نازل ہوئی اور جہاں جہاں قرونِ اولیٰ میں مسلمان گئے وہاں اسلام آج بھی قائم و دائم ہے۔ ہم دوسری کتاب میں واضح کر چکے ہیں کہ حمص ایک دفعہ مسلمانوں کو وقتی طور پر چھوڑنا پڑا۔ لیکن جب وہاں مسلمان دوسری دفعہ پہنچے تو لوگوں نے مسلمانوں کی آمد کو رحمتِ خداوندی سمجھا۔

دوم اسلام کچھ ٹھوس قسم کی حربی بنیادیں بھی قائم کرتا ہے جن کے مطابق تیار ہونے والی اللہ کی فوج، ایک دو دھاری تلوار کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے جس سے ٹکر لینے والی ہر چیز ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے۔ سلطنتِ روم اور سلطنتِ ایران کا یہی حشر ہوا۔ مومن دنیاوی ساز و سامان

Marfat.com

سے زیادہ اللہ پر یقین کو زیادہ اہمیت دیتا ہے اور یہ ایمان اس میں خیبر شکن قوتیں پیدا کر دیتا ہے۔ بے شک ساز و سامان کی اپنی جگہ بڑی اہمیت ہے۔ لیکن اسلام کے لحاظ سے فیصلہ کن حیثیت اُس سپاہی کو دی گئی ہے جو ہتھیار کو استعمال کرتا ہے۔ بہرحال کلاسوٹز اور ماؤزے تنگ جیسے آدمی بھی انسان کو اوّلین حیثیت دیتے ہیں۔ اور ہمارا تو ایمان ہے:۔

؎ اللہ کو پامردی مومن پہ بھروسہ
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا (اقبالؔ)

قرآن پاک نے مسلمانوں کو حزب اللہ کا پیارا نام دیا ہے جس کا ترجمہ ہم اللہ کی فوج یا اللہ کے سپاہی کر رہے ہیں۔ کتاب اللہ کی چیدہ چیدہ آیات میں جنگ کی بنیادی قدریں بیان کی گئی ہیں کہ مومن پر جہاد فرض ہے۔ اب اس فرض کو تب ہی پورا کیا جا سکتا ہے کہ ہر مسلمان حرب و ضرب کے تقاضوں سے آگاہ ہو۔ زبانی جہاد کرنے والوں، قلمی جہاد کرنے والوں اور تالی بجانے والوں کا اللہ تعالیٰ یہ عذر کبھی بھی قبول نہ کرے گا کہ وہ لڑائی کے طور طریقوں سے ناواقف تھے یا ہتھیار وغیرہ چلانا نہ جانتے تھے۔ ارشاد خداوندی ہے:۔

"کہا جاتا ہے ان کو کہ آؤ جنگ کرو اللہ کی راہ میں یا دفاع کرو۔ کہا انہوں نے کہ اگر ہم جنگ کرنا جانتے تو تمہارے ساتھ ضرور آتے۔ وہ اُس روز ایمان کی نسبت کفر کے بہت قریب تھے۔"

کوئی عذر قبول نہیں

ایسا عذر پیش کرنیوالوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں "منافقین" کے نام سے یاد کیا ہے اور انہیں دردناک عذاب سے ڈرایا ہے۔ اب ہمارے ملک میں کئی صاحبان اسلام کے مایۂ ناز فرزند بنے پھرتے ہیں۔ اور جہاد یا جنگ میں شمولیت تو دُور کی بات ہے وہ جنگ کے تقاضوں سے بھی واقف ہونے کو تیار نہیں اور جنگ کی بات نہ کریں گے۔ تو ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو یوں فرمایا:

" تو اُن کے لئے بخشش مانگے یا ان کے لئے بخشش نہ مانگے۔ اور اگر تو ان کے لئے

Marfat.com

بخشش مانگے ستر مرتبہ ۔ نہیں ۔ ہرگز اللہ انہیں معاف نہیں کرے گا۔"

لہذا اسلام ایک ایسے نظام عسکریت کا دعوے دار ہے جس کے مطابق ہر مومن اللہ کا سپاہی ہونے کا فرض بخیر و خوبی پورا کر سکے اور اسے یہ عذر نہ پیش کرنا پڑے کہ وہ ہتھیار چلانا نہیں جانتا۔

جو لوگ مومنوں کی جماعت یعنی اللہ کی فوج میں شامل ہوتے ہیں وہ اس فرض سے بھی آگاہ ہوتے ہیں کہ انہیں فی سبیل اللہ لڑنا پڑے گا۔ اس لئے وہ لڑائی کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ لیکن جو لوگ حرب و ضرب کے فن سے بھی بیگانہ ہیں، ان کے متعلق قرآن پاک میں یوں ارشاد ہوتا ہے :۔

"اور اگر ارادہ کرتے نکلنے کا، البتہ تیار کرتے واسطے اس کے سامان، لیکن ناخوش رکھا اللہ نے اٹھنا ان کا۔ پس کاہلی سے بند کیا اور کہا گیا بیٹھ رہو، بیٹھنے والوں کے ساتھ۔"

جہاد سے گریز کرنے والوں یا بہانہ تراشنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے تو اس کو سن کر انسان کانپ اٹھتا ہے۔ کیا ہم مسلمان ہیں کہ جہاد سے اس طرح گریز کر رہے ہیں؟ کوئی دنیاوی فوج اس لئے کھڑی کی جاتی ہے کہ اس کے سپاہی ضرورت پڑنے پر جنگ لڑیں، اپنی جانیں قربان کریں۔ کوئی سپاہی اگر جنگ سے گریز کرتا ہے تو اس کو گولی سے اڑا دیا جاتا ہے۔ اب ہم اللہ کی فوج ہیں اور جنگ کی تیاری کے لئے فن حرب سے ہی بیگانہ رہیں، تو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ کیا ہم مسلمان ہیں؟

صف بندی اور بنیان المرصوص

ہر مومن پر لڑائی کی تیاری فرض ہے لیکن کچھ اور اجتماعی ذمہ داریاں بھی ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے :۔

"بے شک اللہ محبت کرتا ہے ان لوگوں سے جو لڑتے ہیں اس کی راہ میں صف باندھے جیسے وہ سیسہ پلائی دیوار ہوں۔"

اب اس حکم یا بیان پر دھیان دیں۔ اینٹوں کے ڈھیر کو تو دیوار نہیں کہہ سکتے۔ وہ

Marfat.com

دیوار کی صورت اُس وقت اختیار کرے گی جب اینٹوں کو کسی ترتیب کے ساتھ کسی مسالے کے ذریعے سے جوڑ دیں اور اس ترتیب اور رابطہ کے بعد ہی ان اینٹوں میں یگانگت و یک جہتی کا ظہور ہوتا ہے۔ مگر جو کیفیت سیسہ پلائی ہوئی دیوار میں پیدا ہوتی ہے وہ اینٹوں کی عام دیوار میں نہیں ہوسکتی۔ ایرانی فوجیں اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھ کر لڑتی تھیں۔ جنگ کاظمہ کا دوسرا نام جنگ سلاسل بھی ہے۔ جنگ یرموک میں رومیوں کے ایک دستہ نے بھی اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھا ہوا تھا لیکن دونوں جگہوں پر مسلمانوں کی سیسہ پلائی دیوار کے سامنے ان کی زنجیریں ٹوٹ گئیں۔

ہماری قوم کو اس فلسفہ کے سمجھنے کی ازحد ضرورت ہے کہ پوری قوم صرف فوجی رابطوں اور ضابطوں سے ہی سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن سکتی ہے۔ یہ ذکر پوری قوم کے لئے ہے کہ پوری قوم کو کم از کم یہ حالت اختیار کرنا ہوگی۔ لیکن سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جانے کے بعد مومنوں کو اس قابل ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے اور اللہ کے دشمنوں کو للکار سکیں۔

قوّت کا استعمال

اب قرآن پاک کی روشنی میں ہم پیشہ ور فوج کی طرف مڑتے ہیں۔ اس سے پہلے ہم اپنی کتابوں میں پیشہ ور افواج کا ذکر کر چکے ہیں کہ کس طرح حضرت عمرؓ نے چھاؤنیاں بنانے کا حکم دیا اور خلفائے راشدین کے زمانے میں کوفہ، بصرہ، جابیہ، فسطاط اور قیروان وغیرہ کی چھاؤنیاں بنانے کا حکم دیا گیا۔ یہ تو بڑی چھاؤنیاں تھیں۔ ان کے علاوہ لاتعداد چھوٹی چھوٹی فوجی چھاؤنیاں اور سرحدی چوکیاں تھیں۔ فوج کی تنخواہ کا بندوبست کیا گیا۔ وظائف مقرر کئے گئے۔ پنشن کا بندوبست کیا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے اس سلسلہ میں واضح احکام موجود تھے:-

" تیاری کرو ان کے لئے جس طرح تم استطاعت رکھتے ہو قوت سے اور فوجی چھاؤنیوں سے۔ ڈراؤ ان سے اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو۔"

یعنی قرآن پاک کے مطابق فوجی تیاری حسب استطاعت اتنی مکمل ہو کہ اس کی وجہ سے دشمنوں پر رعب بیٹھ جائے اور وہ خوف کھانے لگیں۔

Marfat.com

لیکن بُرا ہو دو سو سال کی غلامی کا کہ ہمارے دانشور ان باتوں کو نہیں سمجھتے اور ہمیں امن پسندی کی میٹھی لوری دے رہے ہیں۔

فوجی تیاری دنیا میں آج بھی جنگ کا ایک بنیادی اصول مانا جاتا ہے اور اس سے گریز کرنے والے لڑائی سے بہت پہلے ہی شکست تسلیم کر لیتے ہیں۔ ہمارے سب فوجی جانتے ہیں کہ لڑائی کا مقصد صرف دشمن کی فوج کو تباہ کرنا یا شکست دینا ہی نہیں ہے، بلکہ دشمن کے عزم اور قوتِ مدافعت کو بھی توڑا جانا ہے اور حضور پاکؐ سے یہ سبق سیکھ کر حضورِ پاکؐ کے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ نے بھی یہی کچھ کیا تو تب ہی دنیا پر چھا گئے۔

وہ قوم جو لڑائی کے لئے تیاری نہیں کرتی، اس کا "عزم مدافعت" پہلے سے ہی مفقود ہو چکا ہوتا ہے۔ لہٰذا اسے زیر کرنے میں کوئی دیر نہیں لگتی۔ تاریخ انسانی ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے، جن میں اس اصول پر کاربند قوموں نے صحیح فوجی تیاریوں کے بل بوتے پر اپنے حریفوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔

آیئے اس کی مثال ہم جرمنی سے لیں۔ پہلی جنگِ عظیم میں شکست کھانے کے بعد، اتحادیوں کے کنٹرول کے باوجود انہوں نے کس طرح جنگ کی تیاری کی۔ پھر اُن کے حملہ کرنے پر کسی نے ان کے سامنے چوں بھی نہ کی۔ جنگِ عظیم دوم سے پہلے ہی انہوں نے فرانس کے مقبوضہ علاقہ سار پر قبضہ کیا۔ پھر آسٹریا پر اور آخر میں چیکوسلواکیہ پر قبضہ کیا۔ دوسری جنگِ عظیم میں انہوں نے فرانس کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا اور سارے یورپ پر چھا گئے۔ ہاں! روس کیسے بچ گیا اور آخر میں جرمنی شکست کیوں کھا گیا۔ ہم اس بحث میں نہ پڑیں گے۔ لیکن لڑنے والے کبھی نہیں مرتے۔ جرمن قوم آج بھی زندہ ہے۔

لیکن ہم مسلمانوں نے کسی سے کچھ بھی نہیں سیکھا۔ ہمارے پاس اپنی مثالیں موجود ہیں۔ یہ دنیاوی مثال صرف موازنہ کے طور پر لکھ دی گئی ہے۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ اگر اپنے آٹھ کروڑ عوام کو اللہ کی فوج بنا دیں اور موجودہ پیشہ ور فوج بھی ہمارے پاس ہو۔ تو کیا دنیا کی کوئی طاقت ہماری طرف دیکھنے کی بھی ہمت کر سکے گی۔ بلکہ ہماری یہ قوت عالمِ اسلام میں ایسی قوت پیدا کر دے گی جس کو کوئی قلم بیان نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

حربی نظام کا خلاصہ

ہم نے قرآن پاک کے اس حربی نظام کا خلاصہ پیش کر دیا ہے۔ گو یہ بڑا وسیع مضمون ہے اور اِس نظام کو جاری کرنے کے لئے تین سطحوں کا ذکر پہلے کر دیا گیا ہے۔ اب اسلامی طرزِ جنگ کی حکمتِ عملی اور تدبیرات پر سرسری تبصرہ سے پہلے قرآن پاک اور سنّت کی مدد سے جنگ کے کچھ اصولوں کی نشاندہی کر لی جائے، تو پھر حکمتِ عملی اور تدبیرات کا بیان آسان ہو جائے گا۔ کہ ان اصولوں میں حکمتِ عملی اور تدبیرات کی طرف بھی سرسری اشارے موجود ہیں۔

قرآنِ پاک کے لحاظ سے جنگ کے اصول

۱۔ اصولِ استقامت فی المقصد

اسلام کے لحاظ سے جنگ کے مقاصد بیان کر دیئے گئے ہیں۔ وہ بہت بڑے مقاصد ہیں جنہیں ہمیشہ ذہن میں رکھنا ہوتا ہے۔ کچھ فوری مقاصد بھی ہوتے ہیں جو اِن بڑے مقاصد کے تابع ہوتے ہیں۔ فوجی تدبیرات یا حکمتِ عملی کے تحت فوری مقاصد بھی دے دیئے جاتے ہیں اور ترجیحات بھی مقرر کی جاتی ہیں۔ اس سلسلہ میں قرآنِ پاک کی کئی آیات ہماری رہنمائی کرتی ہیں اور قرآن پاک میں اکثر جگہ احکام ہیں کہ جب تم وعدہ کر لو تو اس پر قائم رہو۔ بہرحال ہم صرف ایک آیت کا ترجمہ لکھیں گے:۔

"پس جب تو نے پکّا ارادہ کر لیا تو پھر اللہ پر بھروسہ کر۔ بے شک اللہ توکّل کرنے والوں سے محبّت رکھتا ہے"

اِس ایک آیتِ مُبارکہ میں مقصد پر قائم رہنے کے مضمون کو بیان کرتے وقت گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ ایک فوجی ذہن جس کو فوجی زندگی میں اکثر احکام ملتے رہتے ہیں کہ وہ مقصد حاصل کرو، یا یہ کرو، وہ ان الفاظ کے جذبہ کو بہتر طور پر سمجھ سکتا ہے۔ دراصل

Marfat.com

انسان کا ارادہ ہی ہر معاملہ میں روحِ رواں کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور جب اللہ پر بھروسہ کر کے پکّا ارادہ کر لیا جائے تو سبحان اللہ کیا ہی کہنے ہیں کہ مقصد حاصل ہونے میں دیر نہیں لگتی۔

دراصل اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کے لئے مقصد حاصل کرنے کے لئے بنیادی تربیت کا بندوبست بھی کر دیا ہے۔ ہر مقصد حاصل کرنے سے پہلے نیت باندھی جاتی ہے۔ نماز شروع کرنے سے پہلے نیّت باندھنا، روزہ سے پہلے نیّت کرنا، قربانی، زکواۃ، حج، حجؓ کے سفر پر روانہ ہونے کی نیت کرنا، بلکہ گھوڑے یا کشتی پر سوار ہونے کی نیت وغیرہ بھی ہے۔ تو دینِ فطرت کی شان نرالی ہے، کہ مقصد کے لئے نیت باندھو اور پھر توکل کرو۔ حضور پاکؐ نے اس سلسلہ میں اپنے صحابہؓ کرام کی عملی طور پر جو تربیت کی اس کا بیان ہو چکا ہے اور صحابہ کرامؓ نے استقامت فی المقصد کو جس طرح نبھایا اس کے نتائج کا ذکر ان کتابوں میں موجود ہے۔

۲۔ اصول ایمان ولقین

اسلام کے لحاظ سے جنگ کا دوسرا بڑا اصول یہ ہے کہ ہر کارروائی ایمان ولقین سے کی جاتی ہے اور انفرادی و اجتماعی طور پر اپنا فلسفۂ حیات اور مومن کے مقاصدِ زندگی پیشِ نظر ہوتے ہیں۔ اسلامی تعلیم کا مرکز تعلقِ قلب انسانی ہے، جس کی تربیت پر خاص توجہ دی جاتی تھی۔ اور اب بھی دی جانی چاہیئے۔ یہ روحانی تربیت اللہ کے ذکر، حضور پاکؐ پر درود وسلام بھیجنے اور بزرگوں کے ادب کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

جب اس طرح صحیح معنوں میں ایک مومن تیار کر لیا جائے تو وہ ایمان کی قوت سے مسلح ہو کر زندگی کی آزمائشوں سے گزرتا ہے۔ ہتھیار یا مشین ثانوی یا ذیلی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس زمانے میں بھی ایک آدمی اگر چاندماری میں بڑا ماہر ہے، لیکن کم دل ہے اور میدانِ جنگ میں اس کو ہمت نہیں ہوتی کہ شست لے کر فائر کر سکے تو بھلا اس کے ماہر ہونے کا کیا فائدہ؟ اور یقین جانیں کہ ہم نے میدانِ جنگ میں ایسے آدمی دیکھے ہیں اور ایسے بھی دیکھے ہیں کہ امن کے زمانے میں اتنے اچھے سپاہی نظر نہ آتے تھے۔ لیکن میدانِ جنگ میں ان کی قوت

Marfat.com

ایمانی عود کر آئی اور انہوں نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ اس سلسلہ میں ارشاد ربانی ہے:

"مت ڈرو (یا بزدلی دکھاؤ) اور مت غم کھاؤ (یعنی گھبراؤ نہیں)۔ تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایمان والے ہو"

تو بات ساری ایمان والی ہے اور ہم نے حضور پاکؐ کی تربیت یافتہ فوج کے کارہائے نمایاں بیان کر دیئے کہ ایمان والوں نے ہمیشہ کس طرح سے اپنے سے تین گنا زیادہ دشمن کو پاش پاش کر دیا۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد انگریزوں نے یہ تجزیہ کیا کہ، سب سے آگے والے مورچوں میں ایک پلٹن کی ایک کمپنی سے کتنے جوان دشمن پر شست باندھ کر فائر کرتے تھے۔ تو آگے سے پتہ چلا کہ صرف دس فیصد جوان دشمن کو دیکھ کر فائر کرتے تھے۔ باقی صرف ٹریگر دبا دیتے تھے۔ مشہور جرمن جنگی ماہر کلاسوٹز کہتا ہے کہ جنگ کے معاملات ان سے معلوم کئے جائیں جو جنگ میں شرکت کر چکے ہوں۔ اب راقم ذاتی رائے دے رہا ہے کہ انگریزوں کے زمانے میں ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ رات کے وقت تو ایک فیصد فائر تو سوچ سمجھ سے ہوتا تھا اور دن کے وقت چند لوگ ذاتی بچاؤ کے لئے دشمن کو دیکھ کر فائر کرتے تھے۔ ورنہ اکثر ٹریگر دباتے رہتے تھے۔ لیکن ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں میرے عظیم ساتھیوں نے شائد ہی کوئی گولی ضائع کی ہو۔ اور پوری جنگ کے دوران رائفل اور لائٹ مشین گن کا فالتو بارود آگے نہ منگوایا گیا۔ صرف گرنیڈ یا بکتر بند توڑ بارود زیادہ آگے منگوایا گیا کہ ضرورت ایسی پڑی۔ اصول یہ تھا کہ ایک گولی ایک دشمن اور اس پر عمل اس طرح کیا گیا کہ فائر بندی کے وقت ڈوگری کا میدانِ جنگ دشمن کی لاشوں سے پٹا پڑا تھا۔ اور اپنے تقریباً ستر شہداء کے مقابلے میں تقریباً سات سو بھارتی واصلِ جہنم ہوئے کہ دو سال بعد بھارتی لوک سبھا اس سلسلے میں چیخ و پکار کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

لڑائی کی یہ مثال صرف دفاع سے دی گئی ہے۔ لیکن جارحانہ کارروائی کے دوران اکثر ایسے ہوتا ہے کہ گشتی دستے دشمن کے علاقے میں جاتے بھی نہیں اور جھوٹی خبریں دے دیتے ہیں حملہ میں کئی آدمی راستے میں لیٹ جاتے ہیں اور مقصود پر چند ہی جوان پہنچتے ہیں۔ لیکن مسلمان کی یہ شان نہیں۔ وہ سارے کے سارے لڑتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ارشادِ ربانی ہے

Marfat.com

"کہ اگر ہوں تم میں سو تو غالب آئیں گے ایک ہزار پر"

اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں بڑی حکمت پنہاں ہوتی ہے۔ وہ کئی باتوں کو ایک فقرہ میں بیان کر دیتا ہے۔ اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ کافروں میں دس فیصدی لوگ لڑتے ہیں۔ یعنی سو میں سے دس لڑیں گے تو اُن پر دس مسلمان غالب آجائیں گے کہ وہ قوتِ ایمانی کے ساتھ لڑ رہے ہوتے ہیں۔ جناب حضور پاک ﷺ کی جنگوں میں ہر جگہ کم نفری نے زیادہ نفری کو شکست دی اور خلفائے راشدین کے زمانے میں اس اصول کو قائم رکھا گیا۔ ہم پہلی کتاب میں بیان کر چکے ہیں کہ جناب مثنیٰ رضی اللہ عنہ بن حارث فرمایا کرتے تھے، کہ اسلام سے پہلے دس ایرانی سو عربوں پر حاوی تھے۔ عرب جب مسلمان ہو گئے تو اب دس عرب، سو ایرانیوں پر حاوی ہیں۔ اور بعد میں جنگِ قادسیہ اور جنگِ نہاوند میں مسلمانوں نے اس کا عملی ثبوت دیا۔ اور شام کے محاذ پر جنگِ یرموک سے بہتر کوئی مثال نہیں مل سکتی کہ چالیس ہزار مجاہدین نے ایک لاکھ بیس ہزار رومیوں کو نہ صرف شکست دی بلکہ ان کے ستّر ہزار جوان کھیت رہے۔ اور مرتا وہی ہے، جو لڑتا ہے۔ بے شک اہلِ روم بھی بڑی بہادری سے لڑے۔ لیکن ارشادِ ربّانی کے آگے سب ہیچ ہے، اور راقم یہ سب کچھ ستمبر ۱۹۶۵ء میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہے۔

یہاں پر ایک واقعہ کا بیان ضروری ہے۔ قیصرِ روم ہرقل کا ذکر ہماری دوسری اور تیسری کتاب میں بہت جگہوں پر ہو چکا ہے کہ وہ کافی مدبّر اور جہاندیدہ آدمی تھا اور فوجی حکمتِ عملی کا ماہر تھا۔ جنگِ یرموک میں رومیوں کی شکست نے اس کو حیران کر دیا، تو اس نے بھگوڑوں کو اکٹھا کیا اور ان سے پوچھنے لگا، کہ تم لوگ سازوسامان اور نفری کی برتری کے باوجود مسلمانوں سے کیوں شکست کھا گئے؟ ایک تجربہ کار اور سن رسیدہ آدمی نے جواب دیا:-

"مسلمانوں کے اخلاق ہماری نسبت بہت بلند ہیں۔ وہ لوگ رات بھر عبادت کرتے ہیں اور دن میں روزہ رکھتے ہیں۔ وہ کسی شخص کے جذبات کو مجروح نہیں کرتے اور ایک دوسرے کے ساتھ مساویانہ سلوک کرتے ہیں۔ دوسری طرف ہم شراب کے عادی ہیں،

Marfat.com

عہد شکنی کرتے ہیں اور کمزوروں کو دباتے رہتے ہیں۔"

قوتِ ایمانی کے نتائج

اپنی کتابوں کے سلسلے میں ہم قوتِ ایمانی کے نتائج ہر باب میں بیان کر چکے ہیں. لیکن یاد رہے کہ اس کی تربیت ہمارے آقاؐ نے مجاہدین کو قرآنِ پاک کے ذریعہ سے دی تھی۔ ارشادِ ربانی ہے:۔

"کتنی بار چھوٹی فوج بڑی فوج پر غالب آئی ہے، اللہ کے حکم سے۔"

بلکہ اللہ تعالیٰ کفار کو اس طرح تنبیہہ کرتا ہے :۔

" اور تم کو تمہاری فوج ہرگز کام نہیں آئے گی۔ اگرچہ تعداد میں بہت ہو۔ اور اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔"

چنانچہ یہ بڑا ہی وسیع مضمون ہے۔ کلاسوٹز مادی وسائل کے ساتھ اخلاقی وسائل یا اخلاقی قوتوں کے فوائد کو تسلیم کرتا ہے۔ اور اس کی کتابوں کے ترجمہ کے وقت اس چیز پر تبصرہ کر دیا گیا ہے۔ کلاسوٹز کے مطابق جب طاقت یا وسائل میں کمی ہو، تو بہتر تدبّر اور اخلاقی قوتوں کی مدد سے دشمن کے ساتھ توازن پیدا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ہمارے آقاؐ اور آپؐ کے تربیت یافتہؓ اس اصول سے آگے نکل گئے، کہ گو ہر جنگ میں وہ دشمن سے کم تعداد میں تھے لیکن انہوں نے پہلے مرحلہ میں دشمن کے ساتھ اخلاقی قوتوں سے توازن پیدا کیا اور دوسرے مرحلہ میں دشمن کو پاش پاش کر دیا۔ جنگِ بدر ہو یا جنگِ یمامہ، جنگِ قادسیہ ہو یا جنگِ اجنادین، ہر جگہ یہی کچھ کیا۔ اوّل حکمتِ عملی کے ذریعہ توازن پیدا کیا اور کوئی فرق رہ گیا تو تدبیرات کے تحت اس کو پورا کیا۔ پھر قوتِ ایمانی سے دشمن کو تہس نہس کر دیا۔

ایسی قوتِ ایمانی پیدا کرنے کے لئے خاص تربیت کی ضرورت ہوتی ہے جو از خود ایک وسیع مضمون ہے کہ بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والے جمہوریت نواز اور مادر پدر آزاد لوگ ایسا نہ کر سکیں گے۔ ان کی پہچان یہ ہے کہ امن کے زمانے میں اُن کی بخیلت اور تیز زبان پہچانی جا سکتی ہے اور حضور پاکؐ کے زمانے میں بھی ایسے لوگ تھے

Marfat.com

اور اللہ تعالیٰ ان کی اس طرح نشاندہی کرتا ہے :۔

" پس جب قریب آوے خوف، دیکھتا ہے تو اُن کو کہ تیری طرف دیکھتے ہیں۔ اور پھرتی ہیں آنکھیں ان کی مانند موت کی غشی کے اور جب جاتا رہتا ہے خوف (یعنی امن مل جاتا ہے) تو پھر بیٹھتے ہیں بیچ تمہارے ساتھ تیز زبانوں کے۔ بخیلی کرتے ہیں اوپر بھلائی کے۔"

ایسے لوگ جب تک راہِ راست پر نہ آئیں ان سے کوئی فائدہ نہیں ملتا۔ ایسے آدمیوں نے حضور پاک ؐ کے زمانے میں کوئی کام نہ کیا۔ اور نہ بعد میں کوئی کام کیا۔ انہی سے پہلے آزاد فکر پیدا ہوئے اور پھر یہ معتزلہ بنے۔ آج بھی ایسے لوگ ہمارے درمیان موجود ہیں اور عقلی گھوڑے دوڑاتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے بارے اس طرح گویا ہوتے ہیں :۔

" اگر نکلتے ساتھ تمہارے نہ زیادتی کرتے تم کو، مگر فساد میں۔ اور البتہ گھوڑے دوڑاتے درمیان تمہارے۔ چاہتے تمہارے واسطے فتنہ۔ اور تم میں بعض لوگ ان کی باتیں سنتے ہیں یا اِن کو مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے ظالموں کو۔"

ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ تعداد میں دلچسپی نہیں کہ زیادہ تعداد ہو تو کیا فائدہ۔ اس سے وہ تھوڑے بہتر ہیں جو قوتِ ایمانی سے سرشار ہوں۔

دیکھ لیں آج دنیا بھر میں مسلمانوں کی تعداد نوے کروڑ ہے اور یہ تعداد ہمیں کچھ فائدہ نہیں دے رہی کہ ہم میں قوتِ ایمانی کی کمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ اسلام کا فلسفۂ دفاع (جہاد بالسیف) سیاسی فلسفہ (کلی جہاد) کے تابع ہے اور نظامِ حکومت کو اسلامی فلسفۂ حیات کے تابع ہونا چاہئیے کہ پوری قوم کی تربیت کی ضرورت ہے۔ اور یہ تربیت کیسے ہو، اس کا ذکر آگے آئے گا۔

۳۔ اُصولِ مصابرت

ایمان و یقین کے اصول کا ایک مددگار اصول بھی ہے جو اخلاقی قوتوں کو بڑھانا

Marfat.com

ہے۔ گو یہ عنصر بھی ایمان ویقین کا حصّہ ہے، لیکن اس کو الگ اور تیسرا اُصول بنا کر پیش کرنے میں ایک خاص مقصد ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اس پہلو پر کافی زور دیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انسان فطری طور پر جلد باز ہے۔ وہ جلد نتائج حاصل کرنے کے لئے جلد بازی کرجاتا ہے۔ اور جب جلدی نتائج نہ نکلیں تو کہنا شروع کر دیتا ہے کہ" اللہ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں" یعنی امید پر گزارہ کرتا ہے۔ امید بے شک اچھی چیز ہے ــ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:" لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ"۔ لیکن اصل بات یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہ دیر ہے اور نہ اندھیر۔ اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کس کام کو کب ہونا چاہیئے۔ اس لئے ہم اس اصولِ مصابرت کو الگ کرکے بیان کر رہے ہیں۔ کہ دیر ہو جانے کی صورت میں صبر سے کام لیا جائے کہ ہم لوگ" دیر" یا" زماں" کے معاملات کو نہیں سمجھ سکتے۔

جو لوگ فوج سے وابستہ ہیں ان کو معلوم ہے کہ جنگ کی تیاری اور تربیت میں ہر سطح پر بڑے کتابی اور عملی امتحان آتے ہیں۔ اور ان کا اکثر بڑی صبر آزما گھڑیوں کے ساتھ واسطہ پڑتا ہے۔ علاوہ از خود جنگ کے دوران ہر سطح پر امتحان اور انتظار کے پرچے بڑے سخت ہوتے ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ جنگ میں بڑا چوکنا رہنا پڑتا ہے۔ اور جلدی یا بروقت کارروائی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ تو جو لوگ فوجی ذہن نہیں رکھتے ان کو یہاں تضاد نظر آئے گا کہ ایک طرف جلدی، دوسری طرف صبر تو گزارش ہے کہ جلدی اور صبر میں توازن پیدا کرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:۔

"اے ایمان والو! صبر کرو اور باہم مصابرہ کرو۔ اور فوجی رابطہ رکھو اور ڈرو اللہ سے کہ تم فلاح پاؤ۔"

سبحان اللہ! کیا شان ہے، کہ ایک فوجی ذہن ان الفاظ کی تہہ میں غوطہ پہ غوطہ لگاتا رہے گا۔ اور اس کو یہ معلوم ہوگا، کہ اللہ تعالیٰ نے میری ہی یونٹ یا ادارہ کے لئے یہ احکام جاری کئے ہیں، کہ میں اس ادارہ یا یونٹ میں ہر کام ان اصولوں کے تحت

Marfat.com

کروں اور کراؤں۔ پہلے انفرادی یہ سر کی تلقین. پھر اجتماعی صبر کی کہ ایک دوسرے کی صبر کے پہلو سے مدد کرو۔ یا صبر کی اجتماعیت پیدا کرو۔ اور یہ ملا جلا صبر اس فوجی رابطہ کی بنیاد ہے جو فوج یا بنیان المرصوص کی عمارت کا ڈھانچہ ہوتا ہے۔ ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی موجودگی اور اپنے ڈر کا بھی ذکر کر دیا کہ ایسا کر کے سب کام مجھ پر چھوڑ دو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ یعنی ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ رہنے کی بات نہیں۔ پہلے کارروائی کرو اور پھر اللہ پر نتیجہ کو چھوڑ دو۔ یعنی توکل والا پہلو بھی آ گیا۔

صبر کا ذکر قرآن پاک میں اکثر مقامات پر ہے۔ لیکن ہم صرف ایک جگہ کا ذکر کرتے ہیں، جہاں ارشاد ربانی ہے :-

"اور صبر کرو تحقیق اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

تو سارے مسئلے اس ایک بات سے حل ہو جاتے ہیں کہ صبر سے اللہ کو ساتھی بنا لیا۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں کو مضبوط کرنے کے لئے دُعا بھی سکھا دی اور حکم ہے کہ اس طرح دُعا مانگا کریں :-

"اے ہمارے ربّ! ڈال ہمارے اُوپر صبر اور ثابت رکھ قدم ہمارے (یعنی ہمیں ثابت قدمی عطا فرما) اور مدد دے ہم کو اوپر کافروں کے۔"

یہ دینِ فطرت ہے۔ صبر کا اصول یا قوتِ ایمانی کا اصول، جنگ کے اصول (PRINCIPLES OF WAR) کے طور پر مغربی دنیا نے نہیں اپنایا۔ ہاں دوسری جنگِ عظیم کے بعد (MORAL) یا اخلاقی قوت کو ایک اصول تسلیم کر لیا گیا، کہ نفسیاتی طور پر دشمن کے حملے بھی شروع ہو گئے ہیں۔ اس لئے اخلاقی قوتوں کو بڑھایا جائے۔ بہرحال وہ لوگ اخلاقی قوتوں کو دنیاوی جنگ کے مقاصد کے طور پر بڑھا سکتے ہیں اور دینِ فطرت کے اصولوں کی یہ بھونڈی نقل بھی نہیں، کہ دینِ فطرت نے آج سے چودہ سو سال پہلے یہ اصول پیش کئے۔ گو صبر کے سلسلہ میں دوسری جنگِ عظیم کا مشہور انگریز فیلڈ مارشل منٹگمری اپنی ایک کتاب میں تسلیم کرتا ہے، کہ ٹامی (انگریز سپاہی) جنگوں میں اس لئے کامیاب ہوتا ہے۔ کہ وہ میدانِ جنگ میں سخت حالات میں دوسرے یورپین سپاہیوں

Marfat.com

کے مقابلے میں چند لمحے زیادہ ٹھہر جاتا ہے۔ یعنی وہ ذرا زیادہ صابر ہے۔ بہرحال انگریز سپاہی کو یہ مزاج یورپ کی سرد ہواؤں اور گلف سٹریم کی گرم رووں کی ملاوٹ کے توازن نے دیا، اور مسلمان سپاہی کو اللہ تعالیٰ نے یہ دس گنا بہتر شرف اس کی قوتِ ایمانی کی وجہ سے عطا کر دیا۔

اللہ تعالیٰ مسلمان سپاہی کو ثابت قدم رہنے کی بار بار تلقین کرتا ہے اور ثابت قدمی صبر سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

"اے ایمان والو! جب دشمن کے دستے کے ساتھ ٹکراؤ ہو تو ثابت قدم رہو اور ذکر کرو اللہ کا کثرت سے تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

اب ذکر کے بارے میں اور جگہ بھی بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دل کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ ہرقل کے سامنے ایک تجربہ کار رومی گھوڑے کا ذکر ہو چکا ہے۔ جس نے ہرقل کو بتایا کہ مسلمان رات کو ذکر کرتے تھے۔ اور اوپر والی آیت میں فلاح کا بھی ذکر ہے تو یہ بات ہم پر واضح ہو جاتی ہے کہ صبر، مصابرہ[1]، ذکر، اطمینان، ثابت قدمی ان سب چیزوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور یہ سب فلاح کا ذریعہ ہیں۔ سورۃ انفال میں جہاں تعداد کے موازنہ کا ذکر ہے، تو وہاں الفاظ یہ ہیں:۔ "اگر ہوں تم میں سے بیس صبر کرنے والے، غالب آئیں گے دو سو پر۔"

یعنی صبر مجاہدوں کا ایک خاص اوصاف ہے، اور یہ ہے اسلامی طرزِ جنگ کا اصولِ مصابرہ، جس کے تحت فوج کو تربیت دینے کی ضرورت ہے۔ لیکن یہ کام بنیادی طور پر گھروں اور مسجدوں سے شروع ہوتا ہے۔ ایسے اصولوں کی لوری مسلمان بچوں کی مائیں

---

[1] سید سلیمان ندوی اور ہمارے مطالعہ میں فرق یہ ہے، کہ ہمارے لحاظ سے صبر، مصابرہ، ذکر، اطمینان، ثابت قدمی وغیرہ سب پہلو جہاد کی تیاری کا حصہ ہیں۔ اور سید صاحب کے لحاظ سے یہ صرف اوصاف ہیں۔ اور انہوں نے سیرۃ کی کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہے۔

Marfat.com

ان کو اپنی آغوش میں دبتی ہیں۔ اور مکتبوں میں ان پر عمل ہوتا ہے۔ اسلام ایسی تعلیم کے حق میں نہیں، جہاں کالجوں میں بیٹھ کر ڈینگیں ماری جائیں اور آزاد فکری کا یہ حال ہو کہ بچے "مادر پدر آزاد ہو جائیں۔ اور ہر گزرنے والے کو ڈر لگ جاتا ہے کہ شاید یہ بچے کس وقت بپھر کر اس کی عزت کو خراب کر دیں۔

چنانچہ اس اصول مصابرہ میں جو ربط و ضبط کا ذکر ہے، اس کو ہم ایک الگ اصول کے طور پر بیان کریں گے کہ ربط و ضبط کے معاملات اور زیادہ وسیع ہیں۔

۴۔ اصول ربط و ضبط

اسلام اور قرآن پاک کے لحاظ سے یہ جنگ کا چوتھا بڑا اصول ہے۔ عام طور پر اسے غیروں نے بھی ایک جنگی اصول تسلیم کیا ہے، شاید اس اصول کی شکل و صورت کچھ مختلف ہو۔ اور وقت اس میں تبدیلی لاتا رہا، کہ اٹھارھویں صدی میں یورپ میں جنگ بھی ڈرل کے طور پر اصول ربط و ضبط کے تحت لڑی جاتی تھی۔ اٹھارھویں صدی سے پہلے کی یورپ کی عسکری تاریخ میں جنگ کا کوئی مفید سبق نہیں ملتا۔ بس لکیر کے فقیر والا معاملہ تھا۔ اور جنگ، بعض جگہ کھیل کے بھی مشابہ رہی۔ اسی وجہ سے اہل یورپ ان جنگوں کو "جنٹلمین وارز" بھی کہتے ہیں۔ بہرحال اٹھارھویں صدی میں فریڈرک اعظم نے ڈرل کے طور پر جنگ لڑنے کی راہ نکالی اور ربط و ضبط کو ایک اصول مانا گیا۔

دینِ فطرت کی شان نرالی ہے۔ اس میں پہلے روز ہی سے ربط و ضبط پر بہت زور دیا گیا۔ بلکہ یہ بھی خیال پایا جاتا ہے کہ ہمارا لفظ "رابطہ" یا "ربط" سپین میں رجمنٹ بن گیا۔ اور اب انگریزی لفظ رجمنٹیشن (REGIMENTATION) کے اندر جو بے پناہ رابطے ضابطے سموئے ہوئے ہیں اور یورپ کے مادر پدر آزاد معاشرے کی فوجی زندگی میں یہ لفظ جو آج تک قائم ہے تو یہ لفظ اہلِ یورپ کا نہیں ہو سکتا، کہ اس لفظ کا یورپ کی زبان میں کوئی ماخوذ بھی نہیں ملتا۔ ہم اس لفظ یا اسلام کے رابطے کا ذکر اسلام کے قلعہ کے عنوان کے تحت اور حربی نظام کے تحت سیسہ پلائی دیوار کے طور پر بیان کر چکے

Marfat.com

ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سیسہ پلائی دیوار ربط وضبط کے اشتراک سے مبنی ہے۔ ارشاد ربانی ہے :۔

" تحقیق اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے جو لڑتے ہیں اس کی راہ میں گویا وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں "

سبحان اللہ ! اس آیت کی کیا فوجی شان ہے۔ حضور پاکؐ اور خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں مومنینؓ نے سیسہ پلائی دیوار بن کر جنگیں لڑیں۔ ایسا صرف دفاع میں نہیں ہوتا تھا، کہ وہ کوئی " ساکن " دیوار بن جاتے تھے۔ ایسی ساکن یا ٹھوس دیوار بننے کی کوشش، تو ایرانی اور رومیوں نے کی جس کا ذکر پہلی دو کتابوں میں کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کی یہ سیسہ پلائی دیوار متحرک بھی ہو سکتی تھی۔ جناب سعدؓ بن ابی وقاص کی سرداری میں مسلمانوں نے مدائن پر قبضہ کرنے کے لئے دریائے دجلہ کو سیسہ پلائی دیوار بن کر پار کیا۔ پوری کہانی پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے لیکن صرف ایک کہاوت کافی رہے گی کہ شہر میں مشہور ہو گیا " دیواں آمدند " ، " دیواں آمدند " یعنی دیوؤں کی فوج آ گئی اور چند لمحے بعد یزدجرد، کسریٰ ایران شہر کو چھوڑ کر فرار ہو گیا اور دارالحکومت پر مسلمانوں کا پرچم لہرا رہا تھا۔ یہ سب ذکر پہلی کتاب میں موجود ہے۔ مسلمان غازی، سیسہ پلائی دیوار کیسے بنتے تھے۔ اس کی وضاحت خود ربّ العالمین اس طرح کرتا ہے :۔

" ان کے دلوں کو باہم اُلفت سے جوڑ دیا، اگر تو خرچ کرے جو کچھ زمین میں ہے پُورا۔ نہیں اُلفت پیدا کر سکتا ان کے دلوں میں۔ لیکن اللہ نے اُن کے دلوں کو جوڑ دیا الفت سے۔ تحقیق وہ غالب حکمت والا ہے "

اب اس بیان کے فلسفہ میں جائیں، کہ دولت یا مادی ذرائع سے دل نہیں جوڑے جا سکتے۔ دل الفت اور محبّت سے جوڑے جا سکتے ہیں اور ایسی محبّت، وحدتِ فکر سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اسلام کے لحاظ سے یہ " فکر " اللہ اور رسول کی غلامی ہے یہ غلامی کا مِلا جُلا جذبہ " کلُّ مومنٍ اخوۃٌ " کی بنیاد پر ہے اور یہ قلبی وحدت، اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ میدانِ جنگ میں یہ میسر ہو جائے تو سرور سے دل بھر جاتے ہیں

Marfat.com

اور اس سلسلہ میں راقم نے جس محبت کو محسوس کیا اور میرے شہید رفقاء جو کچھ میرے پاس چھوڑ گئے، یہ اُسی کے نتائج ہیں کہ میرے جیسا کم علم اور بے مائع گنہگار آج اس قسم کے نظریوں پر قلم اٹھا رہا ہے۔ کہ یہ محبت اور یہ قلبی وحدت پورے قافلۂ اسلام کے ساتھ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہ بنیان المرصوص، زمان و مکان کو بھی اپنے محیط میں لئے ہوتے ہے۔ اور ایسی وحدت آپ کو ہمیشہ "زندہ" رکھے گی۔

قرآن پاک میں ذکر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے حق تعالیٰ سے ایک مرتبہ عرض کی۔

"کہ اے میرے اللہ! تو مُردوں کو کیونکر زندہ کرتا ہے"

کچھ وضاحت کے بعد، اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا:-

"پس لو چار پرندوں میں سے اور ان کو "مانوس" کر دو اپنی طرف۔ پھر کر دو ان کے ٹکڑے ٹکڑے پہاڑ پر (یعنی ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پہاڑ پر پھیلا دو۔) پھر بلاؤ اُن کو۔ چلے آویں گے تیرے پاس دوڑتے ہوئے اور جان لو یہ کہ اللہ غالب ہے اور حکمت والا ہے۔"

عربی لفظ "فَصُرْهُنَّ" کے معنی "مانوس" کے لفظ طور پر کئے گئے ہیں۔ لیکن اس عربی لفظ کے صحیح معنی مانوس سے بہت زیادہ بڑھ کر ہیں۔ اس میں گہرے قلبی لگاؤ والا پہلو بھی آتا ہے۔ اور دینِ فطرت کا رابطہ و ضابطہ قلب کی ایک کیفیت ہے جس کی مثال نہیں ملتی اور جس کے بیان کرنے کے لئے ہمارے پاس الفاظ موجود نہیں ہیں۔

ظاہر ہے کہ ربط و ضبط کا اصول وسیع تر ہے۔ اس کے لئے تربیت گھروں اور مسجدوں کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ حضورِ پاکؐ نے اپنے رفقاءؓ کی یہ تربیت مدینہ شریف میں کی، گو اس کی بنیاد مکہ شریف میں باندھی گئی تھی۔

اس اصول کو اپنانے کے لئے ہمیں اپنی پیشہ ور افواج اور قوم میں ربط و ضبط پیدا کرنے اور اندرونی وحدت کے لئے مفصل ہدایات جاری کرنے کی ضرورت ہے۔ کہ اس کی تربیت گھروں، مسجدوں اور سکولوں میں کس طرح ہو۔ اس کام کے لئے فلسفۂ اطاعتِ امیر اور اسلام کی امامت کے طریقوں کو بیچ لانا پڑے گا کہ ہمیں ہر سطح پر ایسے اماموں

Marfat.com

کی ضرورت ہو گی جو ۔

"دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کر دے" (اقبالؒ)

پیشہ ور افواج میں ربط و ضبط موجود ہے ۔ لیکن اس کے طریقے ہم نے غیروں سے سیکھے ہیں ۔ پیشہ ور فوج کی بھی تنظیم نو کرنا ہو گی اور اس رابطے و ضابطے کی بنیاد اللہ کے طریقے یعنی الفت اور محبّت سے کرنا ہو گی ، جہاں دلوں کو جوڑنا ہو گا ۔ اس کیلئے کردار کی ضرورت ہے ۔

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلمان
اللہ کرے تجھ کو عطا وحدتِ کردار (اقبالؒ)

۵ ۔ اُصولِ حفاظت یا تحفّظ

اسلام کے لحاظ سے پانچواں اصول حفاظت سے تعلق رکھتا ہے ۔ یہ اُصول دوسرے لوگوں کے جنگ کے فلسفہ میں بھی موجود ہے جس کو SECURITY کہہ لیں یا PROTECTION وغیرہ ۔ اس کو ہر سطح پر جاری کرنا پڑتا ہے ۔ غیروں نے مختلف سطحوں پر اس ضرورت کے مختلف نام رکھے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے خُذُوا حِذْرَکُمْ کے دو الفاظ میں تمام پہلو واضح کر دیئے ۔ اور ارشادِ ربّانی ہے :۔

"اے ایمان والو ! لو بچاؤ اپنا پھر نکلو متفرق یا اکٹھے ۔"

یعنی اپنی حفاظت کے اصول کو ہر وقت مدِّ نظر رکھ کر طریق کار وضع کرو ۔ خواہ گروہ ، گروہ کے طور پر کام کر رہے ہو یا اجتماعی طور پر کسی ایک جگہ پر کام کر رہے ہو ۔ اس اصول کے تحت اوّل حکم حضور پاکؐ نے یہ دیا کہ جب دو ہو تو ایک کو اپنا امیر بنا لو ۔ یعنی اسلام کے ہر فلسفہ کے لئے آمریت کی ضرورت ہے ۔ یہی وجہ تھی کہ حضور پاکؐ اگر مدینہ شریف سے باہر ایک دن یا چند میل کے فاصلے پر بھی جاتے تھے تو مدینہ شریف میں اپنا ایک نائب مقرر کر کے جاتے تھے ۔ جنگِ احد کے بعد جب آپؐ کفار کے تعاقب

Marfat.com

میں صرف حمراالاسد تک نکلے تو بھی جناب ابن ام مکتومؓ کو نائب بنا گئے۔ بلکہ جنگِ خندق کے بعد مدینہ شریف کے ساتھ بنی بنو قریظہ کا محاصرہ کیا تو پھر بھی جناب ابن ام مکتومؓ کو مدینہ شریف میں نائب بنایا۔

لیکن جب ذمہ داری زیادہ ہوتی تھی تو نائب کوئی چیدہ شخصیت ہوتی تھی حضرت عثمانؓ، جناب سباعؓ بن عرفطہ، جناب عبداللہؓ بن رواحہ وغیرہ کو بھی بعض حالتوں میں مدینہ شریف میں نائب چھوڑا۔ بلکہ مہم تبوک کے وقت جناب علیؓ کو نائب چھوڑ گئے۔ حفاظت کا یہ اصول ہوتا ہے، کہ ہر سطح پر عملی طور پر امیر ہو۔ اس کے علاوہ حضور پاکؐ نے حفاظت کے طریقوں کو راز میں رکھنے کی ہدایات کیں اور عملی طور پر بھی ایسا کیا۔ جنگِ خندق کے وقت کفار، خندق کو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ خندق، چند دن پہلے کھودی گئی تھی۔ بلکہ مدینہ شریف کے گرد خندق، حکمتِ عملی کے تحت ضروری بھی تھی۔ کہ خندق کے کھودے جانے کے بعد مدینہ شریف کا دفاع آسان ہوگیا تھا، اور مدینہ شریف میں چند مجاہدین کو چھوڑ کر حضور پاکؐ دُور دُور تک مہمات پر جا سکتے تھے۔ نزدیک قبائل کی بغاوت کے باوجود، اِس خندق کی وجہ سے حضور پاکؐ کی وفات کے بعد خلیفہ اوّل جناب صدیق اکبرؓ جناب اسامہؓ کی مہم کو اتنا دُور بھیج سکے، جس کا ذکر پہلی کتاب میں ہے۔ تو حفاظت کے اصول کی پابندی، جتنی اسلام نے سکھلائی ہے اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ صلح حدیبیہ کی شرط کے تحت اُس سے اگلے سال جب حضور پاکؐ، مکہ شریف، عمرہ کے لئے گئے تو ہتھیار ساتھ نہ لے جانے کا معاہدہ تھا۔ اس لئے حضور پاکؐ نے مکہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر اپنا اسلحہ ایک دستہ کی حفاظت کے تحت رکھا، کہ ضرورت پڑنے پر اسلحہ کا استعمال کیا جا سکے۔ اور عمرہ کے دوران اِس دستے کے ساتھ باقاعدہ رابطہ تھا حضور پاکؐ کے زمانے میں رات کا پہرہ، پاسورڈ، امراء کا رات کو سنتریوں کا ملاحظہ کرنا، غرضیکہ حفاظت کا ہر پہلو مدِ نظر رکھا جاتا تھا۔ اور ہم ایسی باتوں کی تفصیل میں جا چکے ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے :-

"پسند کرتے ہیں کافر، کاش کہ غافل ہو تم ہتھیاروں اپنے سے اور اسباب اپنے

Marfat.com

سے پس جھک آویں اوپر تمہارے جھک آنا یکبارگی۔"
یعنی اللہ تعالیٰ نے تنبیہہ بھی کر دی ہے۔

۶. اُصولِ حرکت اور بھرپور کارروائی

اسلام کے لحاظ سے چھٹا جنگی اصول حرکت اور بھرپور کارروائی ہے۔ انگریز بھی دوسری جنگِ عظیم تک حرکت (MOBILITY) کو ایک جنگی اصول مانتے رہے لیکن جنگ کے بعد اس اصول کی بجائے لچکداری کے اصول (FLEXABILITY) کو اپنا لیا گیا۔ جس کے بیچ حرکت کا پہلو کچھ قائم ہی رہتا ہے اس لئے زیادہ اعتراض کی گنجائش نہیں۔ لیکن اسلام کے لحاظ سے چونکہ اصول پکے ہیں تو ہمارے لحاظ سے حرکت میں برکت ہے۔ اور حرکتی چال یا (MANEVOURE) حالاتِ جنگ میں فیصلہ کن کردار ادا کرتی ہے۔ ویسے بھی حرکت ایسی ہو کہ دشمن کچھ نہ سمجھے کہ کیا ہونے والا ہے۔ یہ سب اسلام کے طریق کار ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس سلسلہ میں اپنی مثال دیتا ہے اور ارشادِ ربانی ہے:۔"ہر روز وہ ایک نئی شان میں ہوتا ہے۔" یعنی اپنی ذات وصفات کے مقامات بھی حرکت پذیر یا نئی شان میں ہوتے ہیں۔ اسی طرح حضورِ پاکؐ کا فرمان بھی ہے کہ مومن کے مقامات میں بھی معراج ہوتی ہے۔ اور بے شک جو کل والے مقام پر ہے وہ گھاٹے میں رہا۔ پھر قرآن پاک میں زمین، چاند اور سورج سمیت سیاروں کا ذکر کیا، کہ وہ فضا میں تیرتے ہیں۔ یعنی وہ بھی حرکت میں ہیں۔ زمین کا اپنے محور کے گرد گھومنے کا ذکر کیا، کہ ہر چیز کتنی تیزی سے حرکت کر رہی ہے یا بڑھ رہی ہے۔

ہم اس پہلو کی وضاحت تو پہلے کر چکے ہیں کہ دینِ اسلام ایک متحرک دین ہے۔ نماز میں حرکت، زکوٰۃ اور قربانی میں مال یا صدقے والی چیزوں کی حرکت۔ اور حج میں حرکت۔ حضورِ پاکؐ نے متحرک طرزِ جنگ اختیار کیا۔ جنگِ بدر میں اپنی چُنی ہوئی زمین پر متحرک دفاع یا وقتی دفاع اپنایا۔ جس کو جارحانہ حرکت دے کر دشمن کو

Marfat.com

پاش پاش کر دیا۔ مدینہ کے مستقر کی حفاظت متحرک دفاع اور گشتی دستوں سے کی۔ جنگِ احد میں دفاع کرنے کی بجائے آپؐ اچانک دشمن کے ایک بازو پر نمودار ہو گئے۔ جنگِ خندق بھی ایک مجہول دفاع نہ تھا۔ بلکہ وقتی دفاع تھا۔ کہ دفاعی لائن تھی، اور حرکت کی گنجائش تھی۔ ہمارے ایک عالمِ دین نے اپنی جہاد کی کتاب میں، جو "مصلحانہ دفاع" اور "مدافعانہ دفاع" وغیرہ کی باتیں کی ہیں، ان کا اسلام کے یا کسی فنِ جنگ کے ساتھ دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ ہر دفاع مدافعانہ بھی ہوتا ہے اور جارحانہ بھی۔ مصلحت کے طور پر نہ کنارہ کشی کی جاتی ہے، نہ کوئی ساکن شکل و صورت اختیار کی جاتی ہے۔ مشہور جرمن جنگی ماہر کلاسوٹز نے بھی ایسی بے معنی باتوں کا مذاق اڑایا ہے اور علامہ اقبالؒ نے بھی کئی جگہ ایسے لوگوں پر پھبتی کسی ہے۔ کہیں کرگسوں کا ذکر کیا ہے اور کہیں پرے پر قاعدۂ شیر کے اظہار کی بات کی ہے۔ اگر کوئی صاحب لاعلمی یا کم مطالعہ کی وجہ سے یہ سب کچھ لکھتے رہے ہیں تو الگ بات ہے۔ ورنہ یہ سازش بھی ہو سکتی ہے کہ اُس ساری کتاب میں اُس جہاد کے بارے تو کوئی بات نظر نہیں آتی جو حضور پاکؐ اور آپؐ کے رفقاءؓ نے کیا

بہرحال متحرک طرزِ دین والوں کو اللہ تعالیٰ نے "سیروا فی الارض" یعنی دنیا کو چل پھر کر دیکھنے کی تاکید کی ہے۔ اور یہاں مدافعانہ اور مصلحانہ باتوں کی بجائے متحرک اور بھرپور کارروائی کی باتیں زیادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب قسم اٹھاتا ہے تو بھی ایسی چیزوں کا ذکر کرتا ہے جو متحرک اور بھرپور کارروائی والی ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:۔

"قسم ہے ان دوڑنے والوں کی شور کرتے ہوئے۔ پھر آگ اگلتے ہیں، شگاف کرنے کو۔ پھر تاخت و تاراج کرتے ہیں دشمن کو صبح کے وقت۔ پس غبار اُڑاتے ہیں غبار اڑانا پس گھس جاتے ہیں دشمن کی جماعت میں۔"

صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو اوّل بھی ہے اور آخر بھی ہے۔ اور اس کو سب زمانے، زمانۂ حال کی طرح نظر آتے ہیں۔ اُس نے اِس زمانے کی جنگ کا ایک نظارہ پیش کیا ہے، کہ جیسے غبار اڑاتے ہوئے شور کرتے ہوئے بکتر بند دستے پیش قدمی

Marfat.com

کرتے ہوئے، دشمن کی صفوں میں گھس جاتے ہیں۔ توپ خانہ کی توپیں فائر اُگل رہی ہوتی ہیں اور پیدل دستے صبح سویرے یا پو پھٹتے دشمن پر حملہ آور ہوتے ہیں وغیرہ۔ پورا بیان زمانۂ حاضرہ کی جنگ اور بھرپور حرکت والی جنگ کا نظارہ پیش کرتا ہے۔ تو اسی وجہ سے ہم نے حرکت اور بھرپور کارروائی کو اصولِ جنگ مانا ہے۔

اب قرآنِ پاک کا ایک اور بیان سُنیں :۔

" قسم ہے اُن کی جو زور سے آگے بڑھتے ہیں۔ غوطہ لگاتے ہیں اور جھپٹنے والوں کا جھپٹنا۔ اور ہوا میں تیرنے والوں کا تیرنا۔ پس آگے نکل جاتے ہیں، ایک دوسرے سے آگے نکل جانا۔ پس تدبیر کرتے ہیں کام کی ؛"

اب قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ موجودہ زمانے کے ہوائی جہازوں کے حملوں اور آپس میں لڑائی (DOG FIGHT) کا نظارہ نظر آتا ہے۔

تو ظاہر ہوا کہ دنیا کے سپہ سالارِ اعظم اور ہمارے آقا اور دو جہانوں کے سردار نے قرآنِ پاک کے اِن اصولوں کے تحت متحرک اور بھرپور طرزِ جنگ کو اپنایا۔ اور دشمن کو اپنی مرضی کے وقت اور مرضی کی زمین پر لڑائی کے لئے مجبور کیا۔ لیکن حکمتِ عملی اور تدبیرات کے تحت متحرک طرزِ جنگ کو اپنانا کوئی آسان کام نہیں۔ دشمن کوئی کچی گولیاں کھیلے ہوئے نہیں ہوتا۔ اس لئے متحرک طرزِ جنگ کے لئے بہت زیادہ ہدایات کی ضرورت ہے، اور ہر سطح پر ہدایات کا رنگ شاید مختلف بھی ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر حکمتِ عملی کے تحت پوری قوم کو مسجدوں کے ذریعہ سے اور ہر سطح پر امراء کے احکام کے تحت "متحرک" کرنا ہوگا۔ یعنی ہاتھ پر ہاتھ دھرنے والی یا تالیاں بجانے والی قوم نہیں بلکہ ایک بھرپور کارروائی والی متحرک قوم جو صراطِ مستقیم پر رواں دواں ہے۔ پھر اسی حکمتِ عملی کے تحت بیشتر افواج پاکستان کے بڑے گروہوں کو لچکدار قسم کا متحرک طریقہ اختیار کرنا ہوگا۔ کہ خاص اور اہم مقامات پر کچھ "وقتی ساکن" دستے چھوڑنے ہوں گے یا اصول حفاظت، یا اصولِ ضرورت کو بھی مدِّ نظر رکھنا ہوگا۔ تدبیرات کے طور پر تو یہ بڑا وسیع مضمون ہے اور جنگ کے مرحلہ در مرحلہ حالتوں کے لئے بڑی

Marfat.com

تفصیلی ہدایات جاری کرتا ہوں گی ۔

۷ - اصولِ غیرت

اسلام کے لحاظ سے زندگی اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور اللہ تعالیٰ غیرت مند زندگی کاٹنے کے احکام دیتا ہے ۔ اس لئے اسلامی طرزِ جنگ کا ساتواں بڑا اصول غیرت ہے کہ بے غیرت آدمی اپنے دین یا عقیدہ کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ جنگِ احد کے وقت ابوسفیان نے بڑماری کہ وہ جنگ جیت کر جا رہے ہیں۔ اور کافی باتوں کے بارے بڑ مارتا رہا۔ لیکن حضور پاکؐ نے اپنے رفقاءؓ کو جواب سے منع فرمایا۔ لیکن جب ابوسفیان نے اگلے سال اسی وقت بدر کے مقام پر فیصلہ کن جنگ کی دعوت دی۔ تو حضور پاکؐ نے حکم دیا کہ جواب دیا جائے۔ اور جواب یہ تھا: "بے شک اگر ہمارے اللہ کو منظور ہوا"
اب حضور پاکؐ تو چوتھی ہجری میں اپنے مجاہدین کو لے کر بدر کے مقام پر پہنچ گئے۔ اور ابوسفیان نے نہ آنا تھا اور نہ آیا۔ قحط سالی کا بہانہ بنا کر راستے سے واپس چلا گیا۔ اسی طرح صلح حدیبیہ کے دوران حضور پاکؐ پرامن طور پر مکہ شریف کے عمرہ کے لئے گئے تھے ۔ نہ آپ کا جنگ کا ارادہ تھا، اور نہ تیاری و نفری تھی کہ سولہ سو مجاہدین تھے ۔ لیکن جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر ملی، گو خبر غلط تھی۔ تو خبر سنتے ہی سب صحابہ کرامؓ کو بیعت رضوان کا شرف حاصل ہوا جس کو قرآن پاک میں فتح مبین کا نام دیا گیا ہے ۔ کہ یہ شہادت پر بیعت تھی۔ جنگِ احد میں بھی شہادت پر بیعت ہوئی۔ اور جنگِ یرموک میں جناب عکرمہؓ بن ابوجہل اور آپ کے رفقاء کی شہادت پر بیعت۔ جنگِ جسر میں ابوعبیدؓ ثقفی کے قبیلہ کی شہادت پر بیعت ۔ امام حسینؓ کی راہِ حق پر پورے کنبہ کے ساتھ باطل کے ساتھ ٹکر۔ غرضیکہ اسلامی غیرت کی ایسی کئی مثالیں کتابوں کے اس سلسلہ میں موجود ہیں ۔

ہم بھی ذرا گریبان میں منہ ڈالیں۔ کہ آج ہماری تعداد نوے کروڑ ہے۔ لیکن ہم مغلوب قوم ہیں۔ باقیوں کو تو چھوڑیں، کہ ہنود اور یہود جن کو ہم غلامی کے زمانے میں

Marfat.com

خاطر میں نہ لاتے تھے، آج وہ ہمیں خاطر میں لاتا، تو بزدر کفار ہٹانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اور اس مقصد میں ہمارے دشمنوں کو کافی کامیابی حاصل ہو چکی ہے۔ کہ اتنی تعداد کا کیا فائدہ جس میں جان نہ ہو۔ بدقسمتی سے امن پسندی کی لوری دینے والوں نے ہمیں اس طرح بنا دیا ہے کہ ہماری عزت ختم ہوتی جاتی ہے۔ حالانکہ قرآن پاک میں واضح احکام ہیں اور ارشادِ خداوندی ہے:-

"اے ایمان والو! جب میدانِ جنگ میں کفار سے مقابلہ ہو جائے تو پیٹھ نہ پھیرنا۔"
بے شک اس آیت مبارکہ کا تدبیراتی پہلو بھی ہے۔ لیکن حکمتِ عملی کے تحت میدانِ جنگ یا محاذِ جنگ سے پسپائی کی اجازت ضرور ہے۔ اور قرآنِ پاک کے مطابق ایسی پسپائی تب ہو سکتی ہے کہ کسی بہتر زمین یا بہتر تعداد کے ساتھ دشمن کو اپنی مرضی کے مطابق، مرضی کے وقت شکست دی جائے۔ ہم دوسری کتاب میں بیان کر چکے ہیں کہ جنگ اجنادین کے وقت یرموک کی وادی کو چھوڑ کر اور جنوب کی طرف کوچ کر کے ایک قسم کی پسپائی کے بعد رومیوں کی طاقت کو اجنادین کے میدان میں پاش پاش کیا گیا۔ جنگِ یرموک کے وقت بھی حمص، اور قساریہ تک کے علاقوں سے پسپا ہو کر مسلمان لشکر وادیٔ یرموک میں اکٹھے ہوئے اور وہاں پر اہلِ روم کو ایسی شکست دی کہ ہرقل ایشیا کو آخری سلام دے کر قسطنطنیہ پہنچ گیا۔

پہلی کتاب میں ذکر ہو چکا ہے کہ ایران کے محاذ پر بھی جنگِ جسر کے بعد گو تدبیراتی طور پر پسپائی اختیار کی گئی کہ اس کے بغیر چارہ نہ تھا۔ لیکن اس کے جلدی بعد جنگ بویب کے بعد حکمتِ عملی کے تحت پسپائی اختیار کر کے شرف کے مقام پر اجتماع ہوا۔ پھر وہاں سے آگے بڑھ کر قادسیہ کے مقام پر ایرانی سلطنت پر پہلا بھرپور وار کیا۔ جنگِ نہاوند جس کے بعد ایرانی سلطنت ہمیشہ کے لئے مٹ گئی اور ایران، اسلام کا ایک مستقر بن گیا، اس میں تدبیراتی طور پر ایسی پسپائی اختیار کی گئی، کہ دشمن کو اپنی طرف "کھینچا" اور جب دشمن "کھچاؤ" کی وجہ سے توازن کھو بیٹھا تو اس کو نہاوند کے مقام پر تہس نہس کر دیا گیا۔ لیکن دشمن کو اپنی طرف "کھینچنا" بڑا مشکل تدبیراتی عمل ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو جو

Marfat.com

ہم نے ۱۹۷۱ء میں سیالکوٹ کے محاذ پر کر دیا۔

اب قرآن پاک کے الفاظ کی گہرائی میں جایا جائے تو وہ یہ ہیں کہ میدانِ جنگ میں مقابلہ کے وقت پیٹھ نہ پھیری جائے۔ اِن الفاظ میں راز ہے اور فلسفہ بھی ہے۔ کہ اس طرح انسان میدانِ جنگ میں ڈٹ کر مقابلہ کرتا ہے۔ راقم نے یہ طریقہ جنگِ عظیم دوم کے دوران، جاپانیوں کو اپناتے دیکھا، جس کے اتنے زیادہ تدبیراتی فوائد حاصل ہونے تھے کہ انسان حیران ہو جاتا تھا۔ اور اتنے زیادہ "فوائد" کا حکمتِ عملی پر بھی اثر ہوتا ہے۔ راقم کے ساتھیوں اور ماتحتوں نے کچھ ایسا ہی نمونہ ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں لاہور محاذ پر ڈوگری کے مقام پر دیا۔ بے شک ان میں سے اکثر اللہ اور رسولؐ کے نام پر قربان ہو گئے۔ لیکن لاہور بچ گیا اور وہ ایک بنیان المرصوص کا نظارہ ضرور دکھا گئے اور بہت کچھ وہ اس گنہ گار کے پاس بھی چھوڑ گئے۔

اصولِ عزت کے سلسلہ میں قرآن پاک کے ایک اور بیان کا ذکر بھی ضروری ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:-

" تو تم ہمت نہ ہارو۔ اور خود صلح کی طرف دعوت نہ دو، اور تم تو غالب ہو، اور اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ وہ ہرگز تمہارے اعمال کو کم نہ کرے گا۔"

اس بیان میں اللہ تعالیٰ ڈٹ جانے کی تاکید کرتا ہے۔ اور صلح کے سلسلہ میں بھی پہل کاری سے منع ہے کہ "صلح" میں کچھ کمزوری کے پہلو کا اظہار ہوتا ہے۔ تب ہی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے، وغیرہ۔ ہم پچھلے باب میں موت کا ذکر تفصیل سے کر آئے ہیں کہ زندگی ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور مسلمان کو موت تحفہ کے طور پر پیش کی جاتی ہے۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمان جہاں گئے اور جب ان سے پوچھا گیا کہ تم کون لوگ ہو تو انہوں نے بڑا ہی پیارا جواب دیا۔ "ہم لوگ ایسی قوم ہیں جو موت کے ساتھ اتنی ہی محبت کرتے ہیں، جتنی تم لوگ زندگی کے ساتھ محبت کرتے ہو۔"

یعنی کافر اور مسلمان یا مسلمان کا غیروں سے فرق واضح کر دیا گیا ہے۔ اِسی طرح ایک مجاہد کا دس کافروں کے برابر ہونے کا ذکر بھی ہو چکا ہے۔ تو یہ تمام باتیں غیرت،

Marfat.com

یعنی اسلامی غیرت یا ملّی غیرت سے پیدا ہو سکتی ہے۔ مضمون بے شک وسیع ہے کہ تکبّر کو غیرت نہ سمجھ لیا جائے اور ہماری غیرت اللہ اور رسولؐ کے لئے ہے اور جس میں یہ غیرت نہیں وہ مسلمان نہیں۔ اور جانوروں میں بے غیرت خنزیر ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس کا گوشت اور خون تک ہمارے اوپر حرام ہے کہ اس کا استعمال ہمیں بے غیرت بنا دے گا۔ لیکن آج ہم دنیا میں ان لوگوں سے بھی بدتر ہیں جو سؤر کو کھاتے ہیں۔ تو اپنے گریبان میں منہ ڈالیں کہ ایسا کیوں ہے اور اللہ تعالیٰ ہماری حالت کو ٹھیک کیوں نہیں کرتا۔ تو اپنا دل جواب دے گا۔ کہ کیا ہم مسلمان ہیں ؟

وضع میں تم نصاریٰ، تو تمدن میں ہنود

یہ مسلماں ہیں! جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود (اقبالؒ)

۸ - اصول جستجو اور متفرق باتیں

قرآن پاک ایک سمندر ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں جس کا جواب قرآن پاک میں نہ مل سکے۔ شیخ اکبر جناب محی الدین ابن عربیؒ نے اس سلسلہ میں ہمارے لئے راہ نکالی اور آپ ہر بات کا جواب قرآن پاک میں تلاش کرتے تھے۔ اُن کو جواب کسی ایک آیت یا لفظ میں مل جاتا تھا۔ اور اس لفظ کی برکت سے اُن کو حضور پاکؐ کی سنّت سے پُوری تفصیل مل جاتی تھی۔ حضور پاکؐ کی سنّت کی بزرگوں نے یہی وضاحت کی ہے۔ مودودی صاحب ایک لفظ اکثر لکھتے تھے کہ فلاں مزاج شناس رسولؐ تھا اور مودودی صاحب کے مداح خود مودودی صاحب کے لئے بھی یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اور خدا کرے ایسا ہی ہو کہ ہم تو ہر مسلمان کے لئے دعا کرتے ہیں کہ وہ مزاج شناسِ رسولؐ ہو۔ البتہ اس سلسلہ میں حضور پاکؐ کی حدیث مبارکہ بھی ہے کہ جو کچھ میرے ساتھ منسوب کیا جائے اس کے بارے میرا تصوّر کر کے تجسّس کیا جائے کہ واقعی ایسا ہے۔ لیکن یہ بڑا مشکل عمل ہے۔

ایسا کرنے کے لئے اوّل تو یارِ غارؓ کی طرح عاجزی کی ضرورت ہے کہ اُن کو حضور پاکؐ

Marfat.com

کی شان بیان کرنے سے ڈر لگتا تھا کہ بے ادبی یا کوتاہی نہ ہو جائے۔ اور ہم عقلی گھوڑے ڈورا کر حضور پاکؐ کی باتوں کا عام آدمیوں کی باتوں کے ساتھ موازنہ شروع کر دیں تو پھر معاملہ ادھر ہی ختم ہو جاتا ہے۔ تو ظاہر ہوا کہ حضور پاکؐ کا مزاج شناس بننے کی کوشش سے پہلے حضور پاکؐ کو حاضر و ناظر ماننا پڑتا ہے۔ اگر ہماری بسم اللہ ہی غلط ہو کر ہم حضور پاکؐ کو ایسا نہ مانیں تو مزاج شناسی کس کی کریں ؟

ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں راقم کو یہ خیال وارد ہوا کہ ہر مسئلہ کا حل حضور پاکؐ اور بزرگوں کی وساطت سے تلاش کیا جائے۔ چنانچہ جنگ کے ہر مسئلے کا ایک ایسا حل سامنے آجاتا تھا جو اس سے پہلے نہ کبھی سنا تھا اور نہ سیکھا تھا۔ اور شاید یہی وجہ تھی، کہ جنگ کے تین چار ماہ بعد کوئٹہ سے واپس آکر میں اپنے بڑے بھائی کے ساتھ جب شہداء کو نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لئے گیا تو وہ جگہ نہ پہچان سکا، جہاں پر ہم سولہ دن جنگ لڑتے رہے۔ صوبیدار میجر چنار گل نے روکا اور بتایا کہ ان کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ میرے بڑے بھائی جو فوجی تھے، وہ یہ یقین نہ کر سکے کہ کوئی فوج اتنے دن ایسی " تنگی" یا غیر اہم جگہ پر لڑائی لڑ سکے گی۔

مجھے ان کو بتانا پڑا کہ یہ جگہ اُس وقت مجھے " درہ دانیال" کی طرح نظر آئی تھی اور پھر اپنی ساری باتیں اور کارروائیاں یاد آئیں تو خود حیران ہوا " کہ ہم وہاں سے یہ سب کچھ کیسے کر سکے"؟

بہر حال عاجزی کے ساتھ تجسّس کے ذریعے قرآن پاک اور حدیث مبارکہ میں جواب مل جاتے ہیں۔ اور یہ گنہگار آج تک "اجتہاد" کے چکر میں نہیں پڑا۔ کہ اجتہاد وہ کرائے جس کو ضرورت ہو اور اس کا نفاذ بھی کر سکے۔ اور پچھلے باب میں واضح کر چکے ہیں کہ بحث برائے بحث تو تفرقہ کا باعث بنتی ہے۔

بہر حال اگر اس اصولِ جستجو کا صحیح استعمال کریں تو قرآن پاک اور سنّت میں متعدد ایسے اصول اور احکام ملتے ہیں کہ جن کی مدد سے ہم اپنی حکمتِ عملی اور تدبیرات کے تمام تانے بانے اسلامی فلسفۂ حیات کے تابع کر سکتے ہیں۔ ہر قوم کا اپنا اپنا مزاج

Marfat.com

ہے، اور مسلمانوں کو ان اصولوں کے تحت جنگ لڑنا ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں یا ہمارے آقاؐ نے ان کی نشاندہی کی ہے۔ اور یہ اصول لکھنے میں مقصد یہ تھا کہ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں اور غوطے لگائے جائیں۔

مثلاً تدبیراتی طور پر قرآن پاک کے کئی احکام سے مدد لی جا سکتی ہے۔ جس میں خاص کر عقب سے حملہ، دشمن کا تعاقب جنگ سے قبل تیاری، دفاعی تجاویز، سامانِ جنگ، جنگی قیدیوں سے سلوک، عہد کی پابندی، دشمن کی چالوں سے باخبر رہنا، سازش اور کانا پھوسیوں کی ممانعت، خفیہ سرگرمیوں کا قلع قمع، باہمی مشورہ متعدد فوجی ضرورتوں کے لئے واضح احکام قرآن پاک میں موجود ہیں۔ جن پر تفصیلی مضامین لکھے جا سکتے ہیں۔ لیکن ہم نے اختصار کے طور پر ان ضرورتوں کی نشاندہی کر دی ہے کہ فوجی تربیت کے دوران اگر ایسی فوجی ضرورتوں کے لئے قرآن پاک کے ذکر یا حوالے سے کام شروع کیا جائے۔ اور لڑائی میں ان ہدایات پر عمل کیا جائے تو فتح ہماری ہوگی۔

حضور پاکؐ کی سنّت سے مدد

اسی طرح حضور پاکؐ کے اقوال یا سنت میں بے حساب فوجی ہدایات اور اصول ہیں جن میں سے ایک دو کا بیان یہاں ضروری ہے کہ اوّل حضور پاکؐ نے فرمایا: "اَلْحَرْبُ خَدْعَۃ" کہ جنگ میں دھوکا ہوتا ہے، تو اصول ہے کہ جنگ میں دشمن کو دھوکا دو اور اس کو حیران کر دو۔ اور خود دشمن سے دھوکا نہ کھاؤ۔ اب جنگ کی ہر سطح پر SURPRISE & DECEPLION کا استعمال افواج میں عام ہوتا جاتا ہے۔ اور ہمارے آقاؐ آج سے چودہ سو سال پہلے اس ضرورت کے بارے حکم دے گئے تھے۔ اور اپنی ہر جنگ میں انہوں نے دشمن کو حیران کر دیا۔ جنگِ بدر میں اچانک متحرک دفاع اپنایا۔ اور دشمن اس کی مضبوطی کو نہ سمجھ سکا۔ اس کے ساتھ ٹکرایا اور پاش پاش ہوگیا۔ جنگِ احد میں حضور پاکؐ اچانک دشمن کے بازو پر

Marfat.com

نمودار ہوگئے اور اس کو جنگ کے لئے مجبور کر دیا۔ اور جنگ خندق کا بھی ذکر ہو چکا ہے۔ اور خلفائے راشدینؓ کی چاروں کتابوں میں بے شمار اسباق کا ذکر ہو چکا ہے۔

اِس سے ایک اور فوجی سبق بھی نکلتا ہے کہ ہر کارروائی میں طریقِ کار میں کچھ تبدیلی کی جائے۔

علاوہ ازیں قرآن پاک میں پو پھٹتے دشمن کی صفوں میں گھس جانے والی بات اہم ہے اور DAWN ATTACK اب دنیاوی فوجوں میں عام ہو گیا ہے لیکن حضور پاکؐ نے ایک اور سبق سکھایا کہ سورج اگر موافق ہو تو جوابی کارروائی یا "الحیاؤ" کے بعد بھرپور کارروائی سورج ڈھلنے کے بعد کی جائے۔ حضور پاکؐ نے اس سلسلہ میں زبانی احکام دیئے اور صحابہ کرامؓ نے اس طریق کار کو اپنایا۔ انہوں نے کسی صورت میں اس اصول سے روگردانی نہ کی۔ جنگِ نہاوند میں جب ایرانیوں کو اپنی طرف "کھینچا" گیا اور جوابی کارروائی مقصود تھی۔ تو دوپہر سے پہلے اُس وقت کے ایک فوجی ماہر جناب مغیرہؓ بن شعبہ نے سالارِ لشکر کو جوابی کارروائی کا مشورہ دیا۔ لیکن سالارِ لشکر جناب نعمانؓ بن مقرنؓ نے کہا کہ" ایسا نہیں ہوگا۔ آقاؐ کا حکم ہے کہ یہ کارروائی بعد دوپہر ہی ہو۔ تفصیل پہلی کتاب میں موجود ہے۔

جنگِ نہاوند کا مکمل مطالعہ اس سلسلہ میں آنکھیں کھول دیتا ہے۔ اور بعد دوپہر جوابی کارروائی کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ دشمن کے پاس ردعمل کا وقت نہیں رہتا۔ اور یہی چیز بھرپور کارروائی کو لاگو ہے۔ یہ بڑا اہم نکتہ ہے اور فلسفہ جنگ میں ہم نے غیروں سے کچھ بھی نہیں سیکھنا۔ ہماری چاروں کتابیں ان اسباق سے بھری پڑی ہیں۔ اور جو کام اپنوں کی نقل میں کیا جائے اس میں سرور ہے اور لطف ہے۔ سکندر، چنگیز، نپولین مارلبرو، گڈیرین، رومیل، منٹگمری، ویول اور براڈے کی کارروائیوں میں ہمارے لئے کیا لطف ہے۔ اور رلڈل ہارٹ یا فلر کی کتابوں میں کیا ملے گا۔" تعصب"۔ یا ہم خواہ مخواہ مرعوب ہوں گے:-

Marfat.com

؎ وہ آنکھ کہ ہے سرمہ افرنگ سے روشن
پرکار و سخن ساز ہے۔ نمناک نہیں ہے
(اقبالؒ)

دفاعی ٹیکنالوجی

بدقسمتی یہ ہے کہ جو آدمی اپنوں کی نقل کے بارے کہتا ہے، اس پر یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ یہ آدمی چاہتا ہے کہ نیزوں اور بھالوں سے لڑائی ہو۔ خیر نیزوں اور بھالوں کا وقت بھی شائد دوبارہ آجائے۔ اور پاکستان میں آزادی کے وقت یہ موقع آیا تھا۔ اس وقت اگر ہم نیزے اور بھالے بھی اٹھا لیتے تو عزت رہ جاتی اور کشمیر بھی مل جاتا۔ لیکن جب لڑنے کا جذبہ ہی مفقود تھا۔ اور سب بھروسہ غیروں کے دیئے ہوئے ہتھیاروں اور بارود پر تھا۔ تو جنگ کی تو تجویز ہی نہ بنی۔ لڑائی کی تجویزیں منتی رہیں اور فائر بندی کا انتظار رہا۔ درحقیقت ستمبر ۱۹۶۵ء اور دسمبر ۱۹۷۱ء کے واقعات کو مکمل جنگ (WAR) نہیں کہہ سکتے۔ کہ یہ جھڑپیں تھیں۔ بہرحال اب اگر جنگ کی تیاری کرنا ہے تو سائنس دفاعی ٹیکنالوجی کی بھی ضرورت ہوگی اور اس کا انحصار ملک کی ٹیکنالوجی پر کرنا ہوگا۔ یعنی اس سلسلہ میں بھی اپنے آپ پر بھروسہ کرنا ہوگا۔

قرآن پاک کی سورۃ حدید میں ہماری توجہ اللہ تعالیٰ اس طرف مبذول کراتا ہے، کہ دھاتوں کے استعمال میں بڑے فائدے ہیں۔ اور جن تیز رفتار چیزوں کی اللہ تعالیٰ نے قسم اٹھائی ہے اور ہم ذکر کر چکے ہیں تو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہمیں آگاہ کر رہا تھا کہ ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ جنگ میں ایسے ہتھیاروں کی ضرورت ہوگی۔ حضور پاکؐ اور خلفاء راشدینؓ کے زمانے میں مجاہدین یمن بھی گئے تھے، کہ وہاں پر نئے ہتھیاروں کا استعمال سیکھیں۔ اور ایسے ہنر کے سیکھنے سے حضور پاکؐ نے یہ نہیں منع فرمایا، کہ غیروں سے نہ سیکھے جائیں۔ اسلئے غیر اگر ہمیں ٹیکنالوجی یا دفاعی ٹیکنالوجی سکھلائیں تو ضرور ان سے یہ سب کچھ سیکھا جائے اور اپنی افواج کو سامانِ حرب کے سلسلہ میں خود کفیل کیا جائے تاکہ ان کی ضرورتیں ملک ہی میں پوری ہو سکیں۔

Marfat.com

بہرحال یہ وسیع مضمون ہے اور اس کے لئے علم، ہنر اور ذرائع کی ضرورت ہے۔ اور غیر یہ نہ چاہیں گے کہ ان سب علوم پر ہمیں دسترس حاصل ہو جائے۔ نیکولر یا اٹامک طاقت کے سلسلہ میں قوم آگاہ ہے کہ غیر کس طرح ہماری مخالفت کر رہے ہیں۔ تو اس سلسلہ میں ہمیں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا ہوگا۔ اور ایمان کی ایک ایسی سطح ہے کہ تمام علوم آپ کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اگر قوم کا ایمان ویقین درست ہو گیا تو ٹیکنالوجی بھی حاصل ہو جائے گی۔ لیکن اس کی اہمیت سے انکار نہیں۔ وہ خدا ہمارے ہاتھوں میں تب دے گا جب اس سلسلہ میں محنت کریں گے۔ بہرحال یہاں پر صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ ہمیں فوجی تدبیرات اور حکمتِ عملی کی بنیاد بناتے وقت زیادہ انحصار اس سازوسامان پر کرنا ہوگا جو اپنے ملک میں سے حاصل ہو سکے۔ اور باقی جو کچھ باہر سے مل جائے اس کو بھی انعام خداوندی سمجھ کر قبول کیا جائے۔ اس سلسلہ میں ہم مزید وضاحت نہ کریں گے کہ مضمون بہت لمبا ہو جاتا ہے

حضور پاکؐ کا اسلام

ہمیں یہ تسلیم کر لینا چاہیئے۔ کہ حضور پاکؐ کے اسلام پر باطل والوں نے پردے ڈال دیئے ہیں۔ اور سازش جاری ہے۔ کتابوں کے اس سلسلہ میں راقم نے تمام تر واقعات تاریخوں سے لئے ہیں۔ جائزوں میں قرآن پاک اور حدیث مبارکہ کے حوالوں کے علاوہ حضور پاکؐ کے رفقاء کے عملوں سے مثالیں دی ہیں۔ لیکن قارئین کو ان میں سے کئی باتیں نئی معلوم ہوں گی۔ لیکن اگر اسلام کی تاریخ کا بامقصد اور تحقیقی مطالعہ کیا جائے تو عجیب وغریب راز افشا ہوتے ہیں۔ مختلف عقائدی گروہ بحث برائے بحث کو پرلطف بنانے کے لئے خواہ مخواہ کوئی حدیث گھڑ لیتے تھے۔ تفرقہ پیدا کرنے والوں نے کیا کچھ نہ کیا۔ یہ بڑے وسیع مضامین ہیں۔ لیکن ہم نے چند ضروری باتوں سے پردے ہٹائے ہیں۔ اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام کی بنیادی بات وحدتِ فکر اور وحدتِ عمل ہے۔ ایک خبر پڑھی تھی کہ مکہ مکرمہ میں ایک اجتماع ہونے والا ہے، جہاں

Marfat.com

تمام گروہی اختلافات مٹانے کی کوشش کی جائے گی۔ ہمارے لحاظ سے حضور پاکؐ کے اسلام کا نفاذ فقہ وحدت یا فقہ عسکریت کی مدد سے کیا جا سکتا ہے۔ یہی نصیحت مرحوم آغا خان نے ہمیں ۱۹۵۰ء میں کی۔ کہ ہم پہلے سو سال کے اسلام کا مطالعہ کریں۔ جہاں ہمیں وحدتِ فکر و وحدتِ عمل والا اسلام تلاش کرنا ہوگا۔ پھر اس کا نفاذ کرنا ہے۔ اور آگے اولی الامر اور مشاورت کے معاملات تو آسان ہیں۔ مشکل یہ ہے:-

آہ اس راز سے واقف ہے نہ ملا نہ فقیہہ
وحدتِ افکار کی بے وحدتِ کردار ہے خام
قوم کیا چیز ہے، قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بے چارے دو رکعت کے امام

اسلام کا نفاذ

تو ہمارے لحاظ سے اسلام وہ ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ یہ فقہ وحدت ہے یا فقہ عسکریت ہے۔ نظامِ مصطفےٰؐ ہے، اور نظامِ جہاد ہے۔ پوری قوم اللہ کی فوج ہے۔ ان کو بنیان المرصوص بنانا ہے تو ترجیحات کے طور پر۔ اس کو مندرجہ ذیل سات مرحلوں کے تحت نافذ کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ پہلا مرحلہ:- تنظیم

پوری قوم کو منظم کرنا ہوگا۔ البتہ اس کے لئے قومی تنظیم کی ضرورت ہے۔ جس کے لئے اصول میثاقِ مدینہ سے لینے ہوں گے۔ لیکن ان چند فقروں سے نہیں جو مولانا شبلیؒ نے سیرۃ النبیؐ کی کتابوں میں لکھ دیئے ہیں۔ بلکہ ان پچاس کے قریب اصولوں سے جو ابن اسحٰق اور ابن سعد کی کتابوں میں موجود ہیں۔

۲۔ دوسرا مرحلہ:- تنظیمی تربیت

پوری قوم کو نظام میں باندھنے کے لئے کچھ اصول بنانے ہوں گے اور جس کا مختصر

Marfat.com

ذکر آگے آتا ہے۔

۳۔ تیسرا مرحلہ:۔ فنِ سپہ گری کی تربیت

کہ پوری قوم کو عسکری تربیت کس طرح دی جائے۔

۴۔ چوتھا مرحلہ:۔ عسکری تنظیم

قوم کی عسکری تنظیم کرنا کہ وہ ملک کے دفاع میں شریک ہو سکے۔

۵۔ پانچواں مرحلہ:۔ رابطہ

یعنی پیشہ ور افواج اور قوم کی عسکری تنظیموں میں رابطہ پیدا کرنا۔

۶۔ چھٹا مرحلہ:۔ پیشہ ور افواج کی تنظیم نو

اِن افواج کو اس طرح منظم کرنا کہ ان کا زیادہ انحصار ملکی وسائل پر ہو۔

۷۔ ساتواں مرحلہ:۔ ملک کی دفاعی حکمتِ عملی اور تدبیرات

ملک کی دفاعی حکمتِ عملی اور تدبیرات کو اسلامی خطوط اور اپنے مزاج کے مطابق ڈھالنا۔

کہہ دینے میں تو یہ باتیں بڑی آسان معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن ان باتوں پر عمل کرنے کے لئے وسائل کی ضرورت ہے۔ اور حکومت کے باقی شعبوں کو بھی اسی طرح چلانا ہوگا۔ کہ دو غلا پن نہ ہو۔ یا معاملات آدھا تیتر اور آدھا بٹیر نہ بن جائیں۔ ہم جو کچھ بیان کر چکے ہیں، اس میں ذرائع ابلاغ، تعلیم، قانون اور انصاف کو تو پہلے ہی دفاع کے ساتھ برابری دے دی گئی ہے کہ یہ بھی بنیادی مدیں ہیں۔ اس لئے ان سب مدوں کے لئے کم سے کم اتنے اصول تو بنانے ہوں گے جتنے دفاعی فلسفہ کے لئے بنائے گئے ہیں۔ یہ کام ماہرین کو کرنا ہوگا۔

Marfat.com

البتہ مادی ذرائع کے لئے وحدت والی پالیسی بنانا ذرا مشکل کام ہے اور اس سلسلہ میں ہم کوئی خاکہ نہ پیش کر سکے۔ ہاں، چند اصول لکھ دیئے گئے ہیں کہ ان ذرائع کو ایسے اصولوں کے تحت چلانا ہوگا جو اسلامی فلسفۂ حیات کے تابع ہوں۔ پھر ان باتوں پر عمل پیرا ہونے کے طریقِ کار اور مرحلے مقرر کرنا ہوں گے اور قومی وحدت یا دینی امور کے لئے ایک وزارت بنانا ہوگی جو قوم میں وحدتِ فکر اور وحدتِ عمل پیدا کرے چنانچہ اس نئی دینی وزارت کو "فقہ وحدت" کے تحت بنانا ہوگا۔ اس کے بعد اب ہم پوری قوم کو اللہ کی فوج بنانے کے سلسلہ میں بنیادی باتوں اور مرحلوں کی مزید وضاحت کرتے ہیں :-

۱۔ پہلا مرحلہ ــــ تنظیم

اوّل ضرورت یہ ہے کہ پوری قوم کو منظم کیا جائے۔ اسلام میں شرکت منظم ہو کر کی جاتی ہے اور ہر فرد کسی منظم ادارے کے تحت اور کسی امیر کے تحت بڑی تنظیم یا فوجی تنظیم کا حصہ ہوتا ہے۔ اور بالکل اسی طرح، جس طرح ایک سپاہی، اپنی سیکشن کے ذریعے سے اپنی پلٹون، کمپنی، بٹالین، بریگیڈ، ڈویژن، کور اور آرمی کا ایک ممبر یا حصہ بن جاتا ہے۔ ہمارے خیال کے مطابق یہ کام صوبائی حکومتوں کے سپرد ہونا چاہیئے اور ملک میں کتنے صوبے ہوں یہ بات اتنی اہم نہیں۔ البتہ موجودہ لسانی یا ثقافتی نام تبدیل کر کے اسلامی نام رکھے جائیں جو ان صوبوں میں پہلے مسلمان فاتحین یا فقراء کے نام ہو سکتے ہیں۔ مثلاً عاصمؓ بن عمرو بلوچستان کے لئے، قاسم سندھ کے لئے، غزنی پنجاب کے لئے، عبداللہؓ بن عامر یا عبدالرحمٰن بن سمرہ وغیرہ سرحد کے لئے، یا داتا گنج بخش سخی سرور، بھٹ شاہ، ہو بہو (کلر کہار) یا اس قسم کے نام ہو سکتے ہیں جو وحدت پیدا کریں۔

بہر حال ہر فرد کو کسی نہ کسی مسجد اور مسجد کے امیر (امام) کے ذریعے سے قوم کی اس تنظیم میں شامل ہونا پڑے گا۔ لیکن ان مسجدوں کو ایسا بنانا پڑے گا، کہ ان

Marfat.com

کا امام واقعی امیر ہو اور یہ مسجدیں مجاہد پیدا کریں اور ان مسجدوں میں مومن کی اذان شروع ہو:۔

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذان سے پیدا

ہر فرد کو اپنی مرضی کے مطابق مسجد کے چناؤ کی اجازت ہو۔ لیکن ایک دفعہ ایک جگہ چُن لی جائے تو ہر روز بلاوجہ تبدیلی کی اجازت نہ ہوگی۔ ہاں اگر کوئی آدمی پیشہ کی وجہ سے یا نقلِ مکانی کے سبب رہائش گاہ میں تبدیلی کر دے تو اس کو نئی مسجد کا رکن بننا ہوگا۔ یہ ایک خاکہ ہے لیکن اس میں رنگ بھرنا ہوگا۔ اور تفصیلی ہدایات بعد میں جاری کرنا ہوں گی۔

۲۔ دوسرا مرحلہ — تنظیمی تربیّت

حضور پاکؐ کا فرمان ہے، بخدا اگر اُنؐ کو بچوں اور عورتوں کا خیال نہ ہوتا تو وہ ان تمام گھروں کو جلا دیتے جہاں سے مَرد مسجدوں میں نہیں آتے۔ اوّل تو اس حکم میں اسلام کی آمریت کا پہلو ہے کہ اسلام جمہوریت نہیں۔ دوم اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسجدوں میں ہمیں تنظیمی اور روحانی تربیت دی جاتی ہے۔ مسجد اور مسجد میں تربیت کا ذکر بڑا تفصیلی ہے۔ بہرحال اسلام میں بامقصد نماز کا حکم ہے کہ:۔

"یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات" (اقبالؒ)

ہماری موجودہ نمازوں اور اذانوں کے بارے علامہؒ یوں فرما گئے:۔

تیری نماز میں باقی جلال ہے نہ جمال
تری اذاں میں نہیں ہے مری سحر کا پیام (اقبالؒ)

چنانچہ ان نمازوں کو بامقصد بنانے کے لئے ان کی ادائیگی اس طرح ہونا چاہیئے کہ وہ ہمارے اندر قلبی اور جسمانی وحدت پیدا کریں۔ اور ہم ربط و ضبط اور اطاعتِ امیر

Marfat.com

کے اصول کو سیکھیں۔ کیونکہ ان مسجدوں میں قرونِ اولیٰ کے مسلمان جب مل کر سجدہ کرتے تھے تو یہ سماں بندھ جاتا تھا:۔

وہ سجدہ روحِ زمیں جس سے کانپ جاتی تھی
اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب (اقبالؒ)

تو ہمیں اپنی موجودہ نمازوں کی بجائے بہت کچھ کرنا ہوگا اور موجودہ حالت کو چھوڑنا ہوگا کہ:۔

تیرا امام بے حضور، تیری نماز بے سرور
ایسی نماز سے گزر، ایسے امام سے گزر (اقبالؒ)

پہلے بھی گزارش ہو چکی ہے کہ نماز کا پہلو بہت وسیع ہے کہ اسلام با جماعت نماز کا دعوے دار ہے۔ دراصل لفظ صلوٰۃ کے وسیع تر معانی ہیں اور اس کے ترجمہ "نماز" میں وہ بات نہیں آتی۔ صلوٰۃ کا مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ حالات سے آگاہی کے لئے اکٹھے ہوں اور اپنے لئے راہِ عمل کو سوچیں اور امیر کے حکم کے مطابق اپنی ذمہ داری کو سنبھالیں۔ قرونِ اولیٰ میں جب کوئی اجتماع مقصود ہوتا تھا تو "صلوٰۃ" "صلوٰۃ" پکارا جاتا تھا اور لوگ مسجد میں اکٹھے ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ہم مسجد میں اس لئے بھی اکٹھے ہوں گے کہ اپنی ذمہ داریاں سن لیں۔ وہاں ہی محلے یا گاؤں کے معاملات کو حل کریں گے۔ ہمسایوں کے حقوق پورے کریں گے۔ ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہونے کی راہ نکالیں گے۔ اطاعتِ امیر کے فلسفہ کو اپنائیں گے۔ آپس میں تفرقے مٹائیں گے۔ اسلامی ایمان و یقین جس کا ذکر ہو چکا ہے، وہ سیکھیں گے اور نماز کے سلسلہ میں فضول اختلافات کہ ہاتھ کہاں باندھیں یا قرأت کیسے پڑھیں وغیرہ، ان سب کو مٹانا ہوگا۔ بلکہ نماز کے فلسفہ میں جا کر روحانی، قلبی اور جسمانی وحدت کے ذریعے اسلام کے وحدتِ فکر اور وحدتِ عمل کے نظریہ پر عمل کرنا ہوگا۔

نماز سے ہمارے اندر وحدت پیدا ہوتی ہے۔ ہم صف بندی یا جنگ میں مورچہ بندی کے اصول سے آگاہ ہوتے ہیں۔ حکم ماننے کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ محبت اور الفت پیدا ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو جوڑ دیتا ہے کہ روحانی و جسمانی وحدت ہوتی ہے علاوہ

Marfat.com

عفافی کا خیال ہوتا ہے کہ وضو نماز کی تیاری ہے۔ تو نماز جنگ یا جہاد کی تیاری ہے۔
نماز کے علاوہ روزہ بھی جنگ کی تیاری کی تربیت دینا ہے اور صبر سکھلاتا ہے، کہ
ہم جو اصولِ مصابرہ کا ذکر کر چکے ہیں۔ تو صبر ہی سے اس اصول پر عمل پیرا ہونے کی تربیت
ہوتی ہے۔ علاوہ روزہ، ایمان و یقین کی ایک ارفع مثال ہے کہ فرد کا تعلق اپنے خدا سے
ہوتا ہے کہ روزہ میں سوائے فرد اور خدا کے کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ روزہ ہے یا نہیں۔ روزے
کا اخلاقی پہلو بھی ہے، کہ ہاتھ کا روزہ، کان کا روزہ، آنکھ کا روزہ وغیرہ۔ یعنی تمام
شر والی باتوں سے دوری اختیار کی جائے تو تب روزہ ہو سکتا ہے۔ اسی طرح قربانی اور
زکوٰۃ میں خیرات بانٹنے سے بھی تعلقات بڑھتے ہیں۔ اور امیر و غریب ایک ہوتے ہیں۔ اسلئے
اسلام کے لحاظ سے امیر مسجد یا امیر محلہ ہی اسلام پر عمل پیرا کر کے اپنے لوگوں کو بنیادی
تربیت دے گا۔ اور اوپر یونین کونسل اور تھانہ کی تنظیمیں اس تربیت کو بہتر طور پر منظم
کرنے میں مدد دیں گی۔ البتہ ہماری مسجدوں میں درسِ نظامیہ کے زمانے کے جو خطبات
موجود ہیں، ان سے ضرور مدد لی جائے گی۔ لیکن تعلیم و تدریس اور محلہ کے کاموں کے لئے
اس زمانے کی ضرورت کے مطابق تربیت کے لئے ہدایات لکھنا پڑیں گی۔ یعنی لوگوں کو اپنی
ذمہ داری پوری کرانے کے لئے مرکزی حکومت خطبات کا بندوبست کرے گی، جو مسجدوں
میں دیئے جائیں گے۔ بے شک یہ بھی بڑا وسیع مضمون ہے۔ لیکن موجودہ تفرقات والے
خطبے ختم کرنے ہوں گے اور تقریر برائے تقریر کی حوصلہ شکنی کی جائے گی۔ یعنی خطبات
ایسے نہ ہوں :-

لبھاتا ہے دل کو کلامِ خطیب　　　مگر لذتِ شوق سے بے نصیب

(اقبالؒ)

اس سلسلہ میں محلہ کے لوگوں کو کئی حصوں میں بانٹنا ہوگا۔ اوّل بچوں کی تربیت اور
ان کے لئے کم از کم دینی تعلیم کا معیار اور نصاب مقرر کرنا ہوگا۔ جس میں لڑکوں کے لئے
الگ اور لڑکیوں کے لئے الگ درس بنانے ہوں گے۔ پھر محلہ کی عورتوں کی تربیت کے لئے
طریق کار وضع کرنا ہوں گے۔ اور مردوں کو بھی دو حصوں میں بانٹنا ہوگا۔ کہ جوان مرد

Marfat.com

اور زیادہ عمر والے مردوں کے الگ الگ گروہ بنانے ہوں گے۔ اب کچھ خطبات عام قسم کے ہوں گے جو جمعہ والے دن یا کسی خاص دن دیئے جائیں گے اور ان میں پوری قوم یعنی چھوٹے بڑے کی تربیت پر چند باتیں ہوں گی۔ اور ہر جمعہ کا خطبہ الگ ہوگا۔ لیکن عام تربیت کے لئے نصاب اور اوقات مقرر کرنے ہوں گے، کہ جوانوں یا بوڑھوں کو مسجدوں میں کس وقت کتنی کتنی تربیت دی جائے۔ یہ سب ضرورتیں اور خاکے ہیں۔ اس سلسلہ میں مکمل ہدایات مرکزی حکومت کو جاری کرنا ہوں گی۔

۳۔ تیسرا مرحلہ ـــ سپہگری کی تربیت

بے شک تنظیمی تربیت ایک جاری و ساری معاملہ ہے اور اس کو قائم رکھا جائے گا۔ لیکن ساتھ ہی سپہ گری کی تربیت بھی دینا ہوگا۔ اور ہم مرحلہ کے طور پر اس کو اس لئے بیان کر رہے ہیں کہ تنظیمی تربیت کے بعد ہی سپہ گری کی تربیت دی جاسکتی ہے۔ ہم یہ بھی واضح کر چکے ہیں کہ ہر مسلمان پر جہاد فرض ہے۔ اور جہاد میں تب ہی شرکت ہوسکتی ہے، کہ انسان کو فنِ سپہ گری کی شدھ بدھ ہو۔ اس لئے پوری قوم کو فنِ سپہ گری سیکھنا ہوگی۔ یہ تربیت بھی مسجدوں اور محلوں کے تحت ہوگی۔ اور اس کی بھی کم از کم دو قسمیں ہوں گی۔ ایک بنیادی سپہ گری جس میں ایک آدھ ہتھیار اور بچاؤ کے طریقے یا اپنے علاقے اور محدود قسم کے دفاعی مسئلے سکھلائے جائیں گے، یہ سب لوگوں کے لئے لازم ہوگی۔ اور عورتوں کی کافی تعداد کو اس میں شریک ہونا ہوگا۔ اس سے بڑھ کر کچھ عسکری ضروریات کی سپہ گری ہوگی کہ قوم کے وہ افراد جو گھر کو چھوڑ سکتے ہوں اُن کو اس عسکری تنظیم کا حصہ بھی بنانا ہوگا جس کا ذکر ہم چوتھے مرحلہ میں کریں گے۔ اس لئے ان لوگوں کو کچھ فالتو تربیت بھی دینا ہوگا کہ اپنے گھروں سے دُور ہو کر وہ قوم کی دوسری عسکری ضرورتوں کو پورا کرنے میں مددگار ثابت ہوں۔ یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ فن سپہ گری سے نابلد قومیں مٹ جاتی ہیں یا ذلت کا شکار ہوتی ہیں اور دین فطرت نے تو پہلے ہی دن سے پوری قوم کو جہاد میں شرکت کا حکم دیا۔ ورنہ ؎

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات (اقبالؒ)

Marfat.com

۴۔ چوتھا مرحلہ یا ضرورت ــ قوم کی عسکری تنظیم

عام اور بنیادی سپہ گری سے بڑھ کر کچھ خاص قسم کی سپہ گری میں بھی عام سویلین کام کر سکتے ہیں۔ اور سرکاری ملازمین جن کی تعداد بارہ لاکھ کے قریب ہے۔ ان کو اس قسم کی سپہ گری کی تربیت دینے کی سفارش پہلے بھی کی جا چکی ہے۔ یہ کام آج کل جانباز فوج کے ذریعہ سے محدود طریقوں پر کیا جا رہا ہے، کہ ان کو کچھ ذمہ داریاں دی گئی ہیں یعنی دشمن کے ہوائی جہازوں کے خلاف کاروائی کرنا۔ یا ملک کے حفاظتی کاموں اور اندرونی دفاع میں حصہ لینا۔ یعنی دشمن کی چھاتہ بردار یا فضائی فوج کے خلاف کاروائی کرنا۔ ذرائع آمدورفت اور اہم مقامات کی حفاظت وغیرہ۔ جانباز افواج البتہ وزارتِ دفاع اور جنرل ہیڈ کوارٹر کے تحت مرکزی حکومت کا ایک حصہ ہیں۔ لیکن یہ کام صوبائی حکومتوں کو کرنا چاہیئے۔ اور اب ایسی سویلین عسکری تنظیمیں بہت زیادہ ہو جائیں گی۔ کہ ہر تھانہ میں کم از کم ایک یا دو بٹالین رضاکار عسکری فوج ہوگی۔ بعض جگہ یہ نفری زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔

تو ظاہر ہے کہ ہر تھانہ میں ایسی عسکری تنظیمیں رکھنا ہوں گی۔ جو گاؤں گاؤں اور محلہ محلہ میں لوگوں کو دونوں قسم کی سپہ گری کی تربیت دیں۔ اور خاص کر لوگوں کو عسکری تنظیموں میں جوڑ کر ایسی کئی بٹالین بنائیں جو اپنے علاقہ کا دفاع اور ضروریات بھی پوری کر سکیں اور کچھ بٹالینز دور دراز علاقوں یا محاذِ جنگ پر جا کر وہاں کی عسکری تنظیموں یا پیشہ ور افواج کی مدد کر سکیں۔

ان عسکری تنظیموں کی تربیت تو صوبائی حکومتوں کی ذمہ داری میں ہونا چاہیئے کہ لوگوں کا زیادہ واسطہ صوبائی حکومت کے ساتھ ہوتا ہے۔ لیکن ان فوجوں کا استعمال وزارتِ دفاع اور پیشہ ور افواج کے دفاعی فلسفہ کے تحت ضرورت کے مطابق اس طرح سے ہو، جس طرح آجکل ملکی دفاع میں جانباز فوج یا سکاؤٹس یا رینجرز وغیرہ کو ذمہ داریاں دی گئی ہیں۔ امید واثق ہے کہ یہ تنظیمیں پیشہ ور افواج سے کافی ذمہ داریاں لے لیں گی اور ملکی دفاع اور زیادہ مضبوط ہوگا۔ اور اس طرح جب ملک کے چپہ چپہ میں مردانِ خدا اللہ کے راستے

Marfat.com

پر لڑنے کو تیار کھڑے ہوں گے تو یہ سماں ہوگا:۔

صفِ جنگاہ میں مردانِ خدا کی تکبیر
جوشِ کردار سے بنتی ہے خدا کی آواز (اقبالؔ)

۵۔ پانچواں مرحلہ یا ضرورت — پیشہ ور افواج اور سولین عسکری تنظیموں کا رابطہ

یہ سولین عسکری تنظیمیں ملک کے دفاع میں ریڑھ کی ہڈی کا کام دیں گی۔ اور پیشہ ور فوج کے لیے سیکھے ہوئے جوان جلدی میسر ہوجائیں گے جن کو صرف پیشہ ور فوج کی ترتیب میں باندھنا ہوگا۔ یعنی وہ بنیادی سپہ گری تو جانتے ہی ہوں گے اور خاص خاص پیشہ ور کاموں کی تربیت بھی جلد حاصل کرلیں گے۔ یہ عسکری تنظیمیں ویسے تو سارے ملک میں پھیلی ہوئی ہوں گی اور وزارتِ دفاع اِن میں سے کچھ تنظیموں کو فضائی و بحری افواج کے ساتھ بھی منسلک کردے گی۔ جانباز فوج کے استعمال کے سلسلہ میں کچھ STANDING ORDER FOR WAR لکھے جاچکے ہیں۔ اوّل تو وہ مل جائیں گے۔ ورنہ اسی قسم کے اصولوں پر قوم کی عسکری تنظیموں کو لڑاکا یا بندوبستی ہیڈکوارٹروں کے ساتھ ضرورت کے تحت اس طرح وابستہ کیا جائے گا کہ وہ ملکی دفاع میں بھرپور حصہ لے سکیں۔ بے شک یہ تفصیلی ہدایات ہونگی جس میں اوّل سوال نفری، تنظیم اور معیار کا ہوگا، اور پھر ضرورت کے مطابق پیشہ ور افواج کی متعدد ذمہ داریاں ان لوگوں کو دینا ہوں گی اور پیشہ ور فوج کو خاص اور مشکل دفاعی کاموں کی ذمہ داری دی جائے گی۔

۶۔ چھٹا مرحلہ — پیشہ ور افواج کی تنظیم نو

تینوں پیشہ ور افواج کی تنظیم نو کرنا ہوگی۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء سے پہلے کی تاریخ اور روایات کو دفن کرنا ہوگا۔ ہمارے رجمنٹل جھنڈوں پر قط العمارہ، سرنگاپٹم، دہلی، کابل اور قندھار کے نام ونشان ہیں۔ اِن باتوں کو بھول جانا ہوگا۔ یہ فخر کی باتیں نہیں یہ غلامی کے زمانے کی یادگاریں ہیں۔ ہمیں تو حضور پاکؐ اور خلفائے راشدینؓ کے زمانے

Marfat.com

کے کارناموں پر فخر کرنا سیکھنا ہوگا۔ بہرحال برّی افواج کی تنظیمِ نو کے سلسلہ میں تو کچھ خاکہ یا اصول وضع کیے جا سکتے ہیں۔ لیکن بحری اور فضائی فوج کے سلسلہ میں ہماری سمجھ محدود ہے۔ یہ کام ہم ان کے ذہن پر چھوڑیں گے۔ کہ وہ صاحبان بنیادی باتوں کو یاد رکھیں۔

البتہ برّی فوج کی بنیاد اُن ہتھیاروں پر ہونا ہوگی جو ملک میں موجود ہیں اور حاصل ہو سکیں۔ وہ بھاری ہتھیار اور گولہ بارود جو ہمارے پاس باہر کے ملکوں سے آیا ہوا ہے یا آتا ہے۔ اس کو انعامِ خداوندی ضرور سمجھا جائے کہ شاید اور بھی ملتا رہے گا۔ لیکن ایسے سامان کو استعمال کرنے میں سخت کفایت کی ضرورت ہوگی۔ اس کے علاوہ سولین عسکری تنظیموں سے ہمیں کافی پیدل فوج مل جائے گی۔ اس لئے موجودہ پیدل فوج میں سے کافی تعداد کو "کمانڈو" یا "شبخونی مجاہد" یا کفن پوش مجاہدین میں تبدیل کرنا ہوگا۔ خاص کاموں کو جاننے والے سولین کو ڈرائیور، گاڑیاں ٹھیک کرنے کے کام اور وائرلیس کے کاموں میں پہلے سے ہی ریزرو بنا دیا جائے گا تاکہ بوقتِ ضرورت فوج کے خاص محکموں یعنی رسالہ، توپخانہ سگنل یا ایم ٹی وغیرہ کے لئے بھی ریزرو لوگ موجود ہوں۔ اس طرح کچھ رجمنٹ "وقتی" ہو سکتی ہیں جن کو محدود سٹاف امن کے زمانے میں "قائم" رکھے گا۔ اور جنگ میں ریزرو کی مدد سے ان کی نفری پوری ہو جائے گی۔ علاوہ ازیں امن کے زمانے میں بہت زیادہ افسروں کو تربیت دی جائے۔ تاکہ جنگ میں جب افواج میں وسعت یا پھیلاؤ ہو تو افسر موجود ہوں کہ چند دن یا چند ماہ کی تربیت سے افسر نہیں بن سکتے اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ افواج کو مکمل مذہبی تربیت دینا ہوگی کہ فی الحال یا پچھلے کئی سالوں سے یہ حالت رہی ہے :-

؎ میں نے اے میر سپہ تیری سپہ دیکھی ہے
قُل ہُوَ اللہ کی شمشیر سے خالی ہیں نیام (اقبالؒ)

۷۔ ساتواں مرحلہ یا ضرورت ــ حکمتِ عملی اور تدبیرات میں تبدیلی

افواج کی تنظیمِ نو، سامانِ جنگ کا جائزہ، دفاعی ٹیکنالوجی کے معیار اور سولین

Marfat.com

سرعسکری تنظیموں کی پیشہ ورافواج سے رابطے کے بعد، ہمیں اپنی حکمتِ عملی اور تدبیرات دونوں میں کافی تبدیلیاں لانا ہوں گی۔ ہماری افواج کو صرف لڑائی (BATTLE) لڑنے کی تربیت دی جاتی ہے۔ اور ہم فائر بندی تک چند دن لڑائی جاری رکھ سکتے ہیں۔ ہماری آنے والی جنگیں بڑی بھیانک ہوں گی اور چند دن کی بات نہ ہوگی۔ اس لئے ہمیں اپنی سرحدوں کے "دفاعی علاقے" ان ترجیحات پر بنانے ہوں گے کہ کہاں پر زیادہ پیشہ ورافواج کی ضرورت ہوگی، اور کن مقامات پر تھوڑی پیشہ ور فوج اور سولین عسکری تنظیمیں دفاع کریں گی۔ جارحانہ اقدام کی بھی کئی سطحیں یا مرحلے بنانا پڑیں گے۔ محدود جارحانہ اقدام۔ اور اُن کو کون کہاں تک کرے گا۔ بھرپور جارحانہ اقدام۔ جو صرف پیشہ ورافواج ہی کر سکتی ہیں۔ اور یہ کام تب ہوگا کہ فتح نزدیک آچکی ہے۔ شروع شروع میں جارحانہ اور متحرک دفاع سے دشمن کو روکا جائے گا۔ اور جوابی طور پر محدود جارحانہ اقدام کئے جائیں گے۔

جارحانہ اقدام کے طریق کار میں بھی تبدیلی لانا ہوگی کہ شروع کے مرحلوں میں شبخونی مجاہدوں کو دشمن کے اندر گھس جانے کی کاروائی ہوگی اور جو کامیابیاں وہ حاصل کریں گے، ان کے ثمرات حاصل کرنے کے لئے۔ پورے دفاعی "ادارے" کو آگے رینگنا ہوگا۔ (I.E THE DEFENCE POSTURE WILL HAVE TO ROLL FORWARD) بہرحال اس سلسلہ میں تفصیلی باتیں اس مسوّدے میں نہیں لکھی جا سکتیں کہ فائر یا دریا متحرک طاقتوں کو کس طرح شیر وشکر کرکے ایک رولر کی طرح آگے رینگنا ہوگا۔

اسی طرح تدبیرات میں بہت تبدیلیاں لانا ہوں گی اور پہلے سے زیادہ چھوٹے چھوٹے دستوں کو دشمن کے اندر گھس کر کاروائی کرنا ہوگی، جس کا بیان وسیع تر ہے۔ اصول یہ ہوگا کہ ان میں زیادہ تر "کفن پوش" ہوں گے۔ کم از کم ذہنی طور پر۔ اور دور دور کے علاقوں میں چھوٹے دستے یہ کام کریں گے اور اپنی نزدیک والی فوجوں سے رابطہ کے بغیر کام کریں گے۔ لیکن نزدیکی دشمن کے لئے بڑے دستوں کو ایسا کام اپنے نزدیک والے دفاعی دستوں کے ساتھ رابطہ باندھ کر ایسا کرنا ہوگا تاکہ پیچھے دفاعی دستے آگے رینگ سکیں۔ ظاہر ہے کہ بکتر بند گاڑیوں، توپخانہ اور ہوائی جہازوں کا کم سے کم استعمال ہوگا۔ اور شروع شروع میں وہ صرف محدود جوابی

Marfat.com

کارزا ہیوں میں کام کریں گے۔ بہر حال یہ اشارے ہیں اور حضور پاکؐ اور ان کے رفقاء کی جنگوں کے مطالعہ سے اس گنہ گار پر یہ طریقِ کار" وارد" ہوئے ہیں جن کے "عملی" ہونے کی بات زیرِ بحث آسکتی ہے کہ یہ حرفِ آخر نہیں اور ان کی تفصیل بعد میں دی جائے گی۔

لیکن اول ضرورت فلسفۂ حیات پر عمل کی ہے۔ جب تک ہم خود اپنے علاقہ میں اسلامی فلسفۂ حیات کو نہیں اپناتے تو آگے فتح کئے ہوئے علاقے لوگوں کو دینے کے لئے ہمارے پاس کون سی چیز ہے؟

مغربی جمہوریت اور آزادی!۔ (نعوذ باللہ) یہ تو پہلے ہی ان لوگوں کے پاس موجود ہے۔ مسلمان تو ملک فتح نہیں کرتے۔ وہ تو لوگوں کے دل فتح کرتے ہیں اور ایسا تب ہو سکتا ہے کہ وہ خود مسلمان ہوں اور وہاں سے باطل کو مٹانا ہوگا۔

؎ شعلہ بن کر پھونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو
خوفِ باطل کیا، کہ ہے غارت گرِ باطل بھی تو
(اقبالؒ)

خلاصہ

یہ نظامِ جہاد کی چیدہ چیدہ باتیں ہیں۔ اعلان کرنے سے یا فتوے دینے سے جہاد کی ضرورتیں اور تقاضے پورے نہیں ہوتے۔ یہ ایک طرزِ زندگی اور اس کو ربط و ضبط سے جاری و ساری کرنا ہوگا۔ یہ ایک کٹھن کام ہے۔ یہاں مادیت سے مکمل طور پر توبہ کرنا ہوگی۔ اور پچھلے اڑتیس سالوں میں ہم نے جو کچھ کیا ہے اس پر اپنے آپ کو ملامت کرنا ہوگی۔ اور دینِ شاہبازی اختیار کرنا ہوگا۔

؎ شکایت ہے مجھے یارب خداوندانِ مکتب سے
سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا۔
بہت مدت کے نخچیروں کا اندازِ نگہ بدلا
کہ میں نے فاش کر ڈالا طریقہ شاہبازی کا

(اقبالؒ)

Marfat.com

گیارھواں باب

تیسری اور چوتھی کتاب کے مشہور واقعات کا خلاصہ

اس سلسلہ کی کتابوں کی دوسری کتاب میں، پہلی اور دوسری کتاب میں بیان شدہ واقعات کا خلاصہ پیش کیا گیا تھا کہ وہاں پر کچھ واقعات ایسے تھے جن کی تاریخوں میں کسی قدر اختلافات تھے اور ہم نے جائزہ لے کر حسن تاریخ کا تعین کیا، اس وجہ سے ضروری تھا کہ ایک خلاصہ بھی پیش کیا جاتا۔ تیسری اور چوتھی کتاب کے واقعات کی تاریخوں میں زیادہ اختلافات نہیں کہ اس وقت سنِ ہجری کا تعین ہو چکا تھا اور اختلافات طرزِ بیان اور سوچ کے سطحی ہونے کی وجہ سے بہت معمولی قسم کے ہیں۔ بہرحال کتابوں کے سلسلہ میں مشابہت پیدا کرنے کے لئے ہم چند اہم واقعات کا تاریخ وار خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔

واقعات	سن ہجری	سن عیسوی
۱۔ جناب عمروؓ بن عاص کا مصر کی سرحد میں داخلہ۔	ذوالحجہ ۱۸ ہجری	دسمبر ۶۳۹ عیسوی
۲۔ مصر کے شہر فرما پر مسلمانوں کا قبضہ۔	محرّم ۱۹ ہجری	جنوری ۶۴۰ عیسوی
۳۔ جناب زبیرؓ بن عوام کا کمک کے ساتھ مصر پہنچنا۔	جمادی الاوّل ۱۹ ہجری	مئی ۶۴۰ عیسوی
۴۔ باب الیون کا محاصرہ۔	آخر ۱۹ ہجری	آخر ۶۴۰ عیسوی
۵۔ شہنشاہِ روم ہرقل کی وفات۔	صفر ۲۰ ہجری	۱۱ فروری ۶۴۱ عیسوی
۶۔ باب الیون اور مرکزی مصری علاقوں پر قبضہ۔	ربیع الاوّل ۲۰ ہجری	مارچ ۶۴۱ عیسوی
۷۔ مسلمانوں کی سکندریہ کی طرف پیش قدمی اور رومیوں کی پسپائی	رجب ۲۰ ہجری	جون ۶۴۱ عیسوی
۸۔ مسلمانوں کا سکندریہ کا محاصرہ اور قبضہ	۲۰-۲۱ ہجری	۶۴۱-۶۴۲ عیسوی

Marfat.com

واقعات	سن ہجری	سن عیسوی
۹۔ جناب عمرو رضؓ بن عاص کی طرابلس کی طرف پیش قدمی اور قبضہ۔	۲۲-۲۳ ہجری	۶۴۳-۶۴۴ عیسوی
۱۰۔ حضرت فاروق اعظم رضؓ کی شہادت اور حضرت عثمان غنی رضؓ کی خلافت۔	محرم ۲۴ ہجری	نومبر ۶۴۴ عیسوی
۱۱۔ رومیوں کا سکندریہ پر دوبارہ قبضہ۔	موسم خزاں ۲۴ ہجری	۶۴۵ عیسوی
۱۲۔ جناب عمرو رضؓ بن عاص کی سکندریہ کی طرف پیش قدمی۔ نکیوس کی جنگ، سکندریہ پر دوبارہ قبضہ وغیرہ۔	۲۵ ہجری	۶۴۶ عیسوی
۱۳۔ جناب ولید رضؓ بن عقبہ کا آذربائیجان میں جہاد شامی اور عراقی فوجوں کا ملاپ - آرمینیا کی طرف پیش قدمی وغیرہ۔	۲۵-۲۶ ہجری	۶۴۶-۶۴۷ عیسوی
۱۴۔ جناب امیر معاویہ رضؓ کی انطاکیہ سے آگے ساحلی علاقوں طرطوس وغیرہ کی طرف پیش قدمی۔	۲۶-۲۷ ہجری	۶۴۷-۶۴۸ عیسوی
۱۵۔ جناب عبداللہ رضؓ بن ابی سرح کی شمالی افریقہ کی طرف پیش قدمی اور جنگی کاروائیاں	۲۷ ہجری	۶۴۸ عیسوی
۱۶۔ سبطیلہ کی فتح	۲۸ ہجری	۶۴۹ عیسوی
۱۷۔ جناب امیر معاویہ رضؓ کا سمندر کے راستے قبرص پر حملہ۔	۲۸-۲۹ ہجری	۶۴۹-۶۵۰ عیسوی
۱۸۔ جناب عبداللہ رضؓ بن عامر کا بصرہ میں تقرر اور جہاد کے لئے روانگی	۲۸-۲۹ ہجری	۶۴۹-۶۵۰ عیسوی
۱۹۔ جناب سعید رضؓ بن عاص گورنر کوفہ کا	۲۹-۳۰ ہجری	۶۵۰-۶۵۱ عیسوی

Marfat.com

سن عیسوی	سن ہجری	واقعات
		طبرستان اور جرجان کی طرف جہاد کے لئے کوچ
۶۵۱ عیسوی	۳۰-۳۱ ہجری	۲۰۔ جناب عبداللہؓ بن عامر کا فارس میں بغاوت کا قلع قمع کرنا اور خراسان کی طرف جہاد کے لئے روانگی۔
۶۵۱ عیسوی	۳۱ ہجری	۲۱۔ مسلمانوں کی مصر کے ساحل کے نزدیک پہلی بحری جنگ (عبداللہؓ بن ابی سرح)
۶۵۱ عیسوی	۳۱-۳۲ ہجری	۲۲۔ جناب امیر معاویہؓ کا قبرص پر دوسرا حملہ اور قبضہ۔
۶۵۱-۶۵۲ عیسوی	۳۰-۳۲ ہجری	۲۳۔ ایران کے محاذ پر مزید فتوحات۔ نیشاپور رے۔ بلخ پر دوبارہ قبضہ اور کابل وغزنی کی فتوحات۔
۶۵۲-۶۵۳ عیسوی	۳۱-۳۲ ہجری	۲۴۔ قرآنِ پاک کی اشاعت
۶۵۴-۶۵۵ عیسوی	۳۴ ہجری	۲۵۔ مسلمانوں کی دوسری بحری جنگ فناکس کے علاقہ میں (امیر معاویہؓ)۔
جون ۶۵۶ عیسوی	ذوالحجہ ۳۵ ہجری	۲۶۔ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت اور حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت۔
دسمبر ۶۵۶ عیسوی	۳۶ ہجری	۲۷۔ جنگِ جمل
مئی۔جولائی ۶۵۷ عیسوی	۳۶-۳۷ ہجری	۲۸۔ جنگِ صفین
۶۵۸ عیسوی	۳۷-۳۸ ہجری	۲۹۔ جنگ نہرواں
جنوری ۶۶۱ عیسوی	رمضان ۴۰ ہجری	۳۰۔ حضرت علیؓ کی شہادت اور حضرت امام حسنؓ کی خلافت

Marfat.com

واقعات	سن ہجری	سن عیسوی
۳۱۔ امام حسنؓ کی خلافت سے دستبرداری اور امیر معاویہؓ کی خلافت	صفر ۴۱ ہجری	جولائی ۶۶۱ عیسوی
۳۲۔ جناب عمروؓ بن عاص کی وفات	۴۳ ہجری	۶۶۳ عیسوی
۳۳۔ جناب مغیرہؓ بن شعبہ کی وفات	۴۹۔۵۰ ہجری	۶۷۰ عیسوی
۳۴۔ قسطنطنیہ پر حملہ	۴۷ یا ۴۹ ہجری سے ۵۴ یا ۵۷ ہجری تک (سات سال)	عیسوی عیسوی ۶۶۹ - ۶۷۶
۳۵۔ امام حسنؓ کی وفات	۵۱ ہجری	۶۷۲ عیسوی
۳۶۔ جزیرہ روڈس پر مکمل قبضہ	۴۹ ہجری	۶۷۰ عیسوی
۳۷۔ جناب عقبہؓ بن نافع اور دینار کی بحیرہ اوقیانوس تک مہمات۔	۴۹ سے ۵۹ ہجری	۶۷۰-۶۸۰ عیسوی
۳۸۔ بخارا اور وسط ایشیا پر قبضہ	۵۳ ہجری	۶۷۴ عیسوی
۳۹۔ غزنی اور کابل پر دوبارہ قبضہ بنوں، قندھار اور مکران کے مزید علاقوں کی فتوحات	۵۶-۵۷ ہجری	۶۷۷-۶۷۸
۴۰۔ امیر معاویہؓ کی وفات	۶۰ ہجری	۶۸۰ عیسوی
۴۱۔ سانحۂ کربلا	محرم ۶۱ ہجری	۶۸۱ عیسوی

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خلفائے راشدینؓ کی جنگِ عملی اور تدبیرات کا تجزیہ

(کتاب چہارم)

وسط ایشیا سے بحیرہ اوقیانوس تک فتوحات

اشاریہ

(الف)

ابانؓ بن عثمان غنیؓ (خلیفہ سوم) اسلام کے اوّلین مورخ اور المغازی کے مصنف
ص ۳۳، ۴۳، ۶۴

ابراہیمؑ (حضرت ابراہیمؑ پیغمبر) :- ص، ۶، ۲۵، ۱۶۷، ۲۷۲

ابراہیمؓ (حضور پاک حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کے فرزند :- ص، ۲۳۰

ابراہیم عباسی (خلیفہ سفاح کا بڑا بھائی)
ص، ۲۴

ابرک بن عبداللہ (حجاج) ۔ خارجی ۔ حضرت امیر معاویہؓ کی شہادت کا قصد اور حملہ :-
ص ۱۲۸، ۱۳۳

ابرہہ بن الصباح (خانہ کعبہ پر حملہ) :- ص ۱۰۶

ابن اثیر (مورخ) :- ص، ۱۶، ۲۵، ۴۳

آبنائے فاسفورس :- ص، ۲، ۱۵۴

ابن اسحٰق (مورخ) :- ص ۲۵، ۲۷۸

ابن حضرمی (ابن ملجم کے ساتھی شبیب کو پکڑنا :- ص، ۱۳۳

ابن ام کلثومؓ (نابینا صحابی) مدینہ شریف میں حضور پاکؐ کی نیابت :- ص ۲۷۴

ابن خلدون (مورخ) :- ص، ۶، ۱۹، ۳۲، ۱۲۵، ۱۲۹، ۱۵۹، ۱۷۲، ۲۳۰، ۲۸۷

ابن شہابؒ (محمدؒ بن شہاب) امام زہری، اسلام کے عظیم فقیہہ اور مورخ :- ص ۶۶

ابن عربی (شیخ اکبر محی الدین) اسلام کے

Marfat.com

عظیم روحانی فلاسفر:- ص ۲۲۷، ۲۳۰، ۲۳۳، ۲۳۸، ۲۸۱

ابی الاسود دولی رضؓ (جناب علی رضؓ کے ایک امیر) ص ۴۵، ۱۱۴

ابوالاعور سلمی رضؓ (امیر معاویہ رضؓ کے ایک امیر) ص ۸۰ تا ۸۲، ۸۸، ۱۰۳

ابوالکلام آزاد (کانگرسی مولوی):- ص ۱۸۵

ابوالحربا (بصرہ کے لشکر کے دستہ کا امیر) ص ۵۷

ابوالہیثم رضؓ بن التیہان (جناب علی رضؓ کے ہمدرد) ص ۳۶

ابو ایوب انصاری رضؓ (میزبان رسولؐ) قسطنطنیہ میں دفن:- ص ۴، ۴۷، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۴۹، ۱۵۶، ۱۵۷

ابوبکر صدیق رضؓ (صدیق اکبر رضؓ) یار غار، خلیفہ اول:- ص ۱۳، ۲۰، ۱۳۲، ۱۴۷، ۱۴۹، ۱۵۴، ۱۶۸، ۱۶۹، ۲۰۳، ۲۷۴، ۲۸۱

ابوبکر رحؒ بن امام حسن رضؓ:- ۱۶۸، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴

ابوبکر رحؒ بن علی المرتضیٰ رضؓ:- ص ۱۶۸، ۱۷۱، ۱۷۴

ابوبکرۃ رضؓ (زیاد بن سمیہ کے بڑے بھائی):- ص ۹، ۱۳۴، ۱۵۰

ابوجہل (عمرو بن ہشام) عدو اللہ:- ص ۲۰۱

ابوذر غفاری رضؓ (عاشق رسولؐ):- ص ۱۱، ۲۲۸

ابوسعید خدری رضؓ (انصار محدث صحابی) ص ۱۹، ۲۰، ۲۵، ۱۸۸

ابوسعید رحؒ بن عقیل بن ابی طالب:- ص ۸، ۱۷۴

ابوسفیان رضؓ بن حرب (امیر معاویہ رضؓ کے والد) ص ۲۳، ۶۶، ۶۷، ۸۹، ۱۵۳، ۱۷۵، ۲۷۸

ابوطالب رضؓ بن عبدالمطلب رضؓ (حضور پاکؐ کے عظیم چچا اور جناب علی رضؓ کے والد):- ص ۲۳ تا ۲۶، ۱۷۳

ابوطفیل رضؓ (راوی):- ص ۱۲۷

ابوعبید ثقفی رضؓ (سالار لشکر اور شہادت):- ص ۸۰، ۱۸۵، ۲۷۸

ابوعبیدہ رضؓ بن جراح (امین الامت):- ص ۳۶، ۱۲۴، ۱۶۵

ابوعبیدہ رضؓ بن راشد (جنگ جمل میں شہادت) ص ۶۱

ابولیلیٰ رضؓ (ابوعبیدہ رضؓ کے بھتیجے اور جناب علی رضؓ کے ساتھی):- ص ۳۶

ابوموسیٰ اشعری رضؓ (عظیم صحابی، بصرہ وکوفہ کی گورنری اور منصف):- ص ۳۲، ۳۳،

Marfat.com

۴۸ تا ۵۱، ۱۰۰، تا ۱۰۲، ۱۰۶ تا ۱۰۸، ۱۱۱

ابومسعود انصاریؓ (کوفہ میں جناب علیؓ کی نیابت) :- ص ۷۹

ابوہریرہؓ (عظیم محدّث صحابی) :- ص ۱۲۴

اجنادین (مقام اور جنگ) :- ص ۲۶۵، ۲۷۹

احسان الحق ڈار مرحوم، میجر جنرل (راقم کا رفیقِ خاص اور افواجِ پاکستان میں اہم کردگی) :- ص ۱۱

احد (جنگ) :- ص ۹۲، ۹۳، ۹۸، ۱۶۵، ۲۷۳، ۲۷۶، ۲۷۸، ۲۸۳

احمد حسن اللہ آبادی (ابن خلدون کا مترجم) ص ۹۵، ۱۰۷

احمرؓ (جناب علیؓ کے خادم) :- ص ۸۹

احنفؓ یا احنافؓ بن قیس (غیر جانبداری اور بعد میں جناب علیؓ کے ساتھی) :- ص ۴۱، ۴۵، ۵۶، ۵۸، ۷۰، ۱۰۰، ۱۰۱

آڈریانوپل کا جزیرہ نما (یورپین ترکی کا حصہ) ص ۱۵۴

آذر (حضرت ابراہیمؑ پیغمبر کے والد ؟) :- ص ۲۵

اذرح (دومۃ الجندل کے نزدیک مقام اور منصفین کا اجتماع) :- ص ۱۰۵، ۱۱۱،

آذربائیجان (علاقہ) :- ص ۷۸، ۸۶،

۲۱۷، ۳۰۰

آرمینیا (علاقہ) : ص ۱۵۳، ۳۰۰

ازد (بنو) قبیلہ :- ص ۵۱، ۵۷

اسامہؓ بن زیدؓ بن حارث (حضور پاکؐ کے منظورِ نظر) :- ص ۱۹، ۳۰، ۴۷، ۱۱۸، ۲۷۴

اسد (بنو) قبیلہ :- ص ۵۰، ۱۹۲، ۱۹۳

آسٹریا (ملک) :- ص، ۱۶۳، ۲۶۰

اسمٰعیلؑ (حضرت اسمٰعیلؑ پیغمبر) :- ص ۶

اسماءؓ بنت عمیس (زوجہ جعفر طیارؓ، جناب ابوبکرؓ سے عقد ثانی اور جناب علیؓ سے عقد ثلاثہ) :- ص ۱۷۲

اسودؓ بن ابوالبختری (جنگ جمل میں شہادت) ص ۶۱

اشتر نخعی (حضرت عثمانؓ سے اختلاف اور بعد میں جناب علیؓ کے امراء میں سے ایک) ص، ۴ تا ۱۸، ۲۳، ۴۹ تا ۵۱، ۵۴، ۵۵، ۷۴، ۷۸ تا ۸۱، ۸۸ تا ۹۰، ۹۴، ۹۶، ۱۰۰، ۱۰۳، ۱۲۰، ۱۳۸

اشعث بن قیس (پہلے مرتد ہونا پھر توبہ، جہاد میں بھرپور شرکت، حضرت علیؓ کے ساتھی لیکن مشکوک کردار) :- ص ۷۸، ۸۱، ۹۹ تا ۱۰۱، ۱۰۳، ۱۱۷، ۱۱۹، ۱۲۹، ۱۹۰

Marfat.com

اشعرین (اشعری قبیلہ) :- ص ۵۱

اصحاب بدر :- ص ۸۰

اعظم رح۔ جناب نعمان رح (حنفی مکتب فکر کے بانی)
ص ۶۶، ۱۰۴، ۱۳۲

آغاخان مرحوم (موجودہ آغاخان کے دادا کی
مسلمانوں کو نصیحت) :- ص ۶۵، ۲۸۷

آغاخان (موجودہ) شہزادہ کریم :- ص ۶۵

آغادیر (مقام) جہاں جناب عقبہ رض نے بحیرہ
اوقیانوس میں گھوڑا ڈال دیا :- ص ۱۶۱

افریقہ (خاص کر شمالی) :- ص ۱، ۴، ۱۳، ۱۵۲،
۱۵۷، ۱۵۹، ۱۶۰، ۳۰۰

افغانستان (ملک) :- ص ۱۶۱، ۱۶۲

اقبال رح (حکیم الامت) :- ص ۳، ۶۱، ۷۰،
۸۷، ۱۰۵، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۲۱ تا ۱۲۳، ۱۶۵،
۱۷۷، ۱۹۷ تا ۱۹۹، ۲۰۱، ۲۰۴، ۲۰۵،
۲۰۷، ۲۰۸، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۴، ۲۲۲،
تا ۲۲۴، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۳۱، ۲۳۴،
۲۳۷، ۲۳۸، ۲۴۰، ۲۵۴، ۲۵۷،
۲۷۳، ۲۷۶، ۲۸۱، ۲۸۵، ۲۸۷، ۲۹۰،
تا ۲۹۳، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۸

الصفت (سورۃ) :- ص ۶، ۱۶۷

ام اسحٰق رض بنت طلحہ رض (زوجہ امام حسن رض) :-
ص ۵۳

ام البنین رض (زوجہ جناب علی رض) عباس رض علمبردار
جعفر رض، عثمان رض اور عبداللہ رض کی والدہ) :-
ص ۱۷۱، ۱۸۵

ام حبیبہ رض (ام المومنین) جناب معاویہ رض کی
عظیم بہن :- ص ۱۰۶

امامہ رض بنت زینب رض بنت رسول ص (زوجہ
جناب علی رض) :- ص ۱۷۲

امریکہ (ملک) :- ص ۲۳۳

ام کلثوم بنت عبداللہ رض بن عامر (زوجہ یزید)
ص ۱۵۲، ۱۹۳

ام ہانی رض بنت ابوطالب رض (حضور پاک ص کی
منہ بولی اور پیاری بہن :- ص ۱۲۹، ۱۵۰

امیر تیمور (مشہور فاتح) :- ص ۲، ۱۶۲

امیہ (بنو) :- ص ۱۴، ۲۰، ۲۳، ۲۴،
۴۲، ۶۰، ۶۴ تا ۶۶، ۸۳، ۸۷، ۱۳۶،
۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۸، ۱۶۹، ۱۷۵، ۲۴۲

اناطولیہ (علاقہ) یعنی ایشیائے کوچک بھی :-
ص ۱۵۳ تا ۱۵۵، ۱۵۷

انبار (مقام) :- ص ۱۲۳

انڈونیشیا (ملک) :- ص ۳، ۱۶۳

انس رض بن مالک (عظیم محدث صحابی) :- ص ۱۲۴،
۱۸۸

انطاکیہ (مقام اور علاقہ) :- ص ۱۵۵، ۲۰۰

Marfat.com

انمار (قبیلہ) :- ص ۵۱

انور پاشا (غازی) حضور پاکؐ کے نام مبارک پر سے ہزاروں سلطنتوں کو قربان کرنے والے ص ۹

انگورہ (موجودہ انقرہ) :- ص ۱۵۵، ۱۶۲

اواگون (ہندو فلسفہ حیات) :- ص ۲۲۰، ۲۳۵

اوجا (پہاڑ) ہنوطے کا علاقہ :- ص ۱۸۰

اویس قرنیؓ (خواجہ)، حضور پاکؐ کے "دیدار خاص" کی عطاء۔ عاشق رسولؐ :- ص ۹۷، ۹۸

اورنگزیب عالمگیرؒ (اسلام کے عظیم فرزند ص ۱۴۸

ایشیا (برّاعظم) :- ص ۱ تا ۳، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۶۳، ۱۹۵، ۲۷۹، ۳۰۲

ایران (ملک) :- ص ۴، ۱۲، ۱۶۱، ۱۷۸، ۲۵۱، ۲۵۴، ۲۶۴، ۲۷۱، ۲۷۹، ۳۰۱

ایلہ (عقبہ (مقام) :- ص ۳۱

(ب)

بابر (ظہیرالدّین) مغل بادشاہ :- ص ۱۶۲

باب الیون (مصر کا قلعہ) :- ص ۲۹۹

باقرؒ (امام محمد باقرؒ بن زین العابدینؒ) ص ۶۶، ۱۳۲، ۱۹۱

بایزید یلدرم (سلطنت عثمانیہ کا عظیم اور بدقسمت بادشاہ :- ص ۱۶۲

بجستان (علاقہ) :- ص ۷۱

بجیلہ (قبیلہ) :- ص ۵۱

بحیرہ اوقیانوس :- ص ۱، ۱۵۷، ۱۶۰، ۱۹۵، ۲۱۵، ۲۴۸، ۳۰۲

بخارا (وسط ایشیا کا شہر) :- ص ۱۶۱، ۱۶۲، ۳۰۲

بخاریؒ (امام محمد بخاریؒ) :- ص ۱۰۵، ۱۶۲

بدر (مقام اور جنگ) :- ص ۶، ۹۲، ۹۳، ۱۶۵، ۲۵۲، ۲۶۵، ۲۷۵، ۲۷۸، ۲۸۳

براڈلے (عمر براڈلے) دوسری جنگ عظیم کا امریکن جنرل اور مصنف :- ص ۲۸۴

بربر (قوم) شمالی افریقہ :- ص ۱۵۹

برقہ (شمالی افریقہ کا شہر) :- ص ۱۵۲

برما (ملک) :- ص ۱۰

برمکی :- سلطنت عباسیہ کے مشیر :- ص ۱۴۸

بروسہ (ترکی کا شہر) :- ص ۹

بریرؓ بن حضیر (سانحہ کربلا میں شہادت ص ۱۹۲

بزوخا (جنگ اور مقام) :- ص ۱۶۵

بسیر بن ارطا (قسطنطنیہ کی مہم کے سالار)

Marfat.com

ص ۵۷

بشیرؓ بن محصن (انصار صحابیؓ) جناب علیؓ کے ایلچی :- ص ۸۳

بشیرؓ بن عمر حضرمی (سانحہ کربلا میں شہادت) ص ۱۹۲

بصرہ (صوبائی دارالحکومت) :- ص ۱۵، ۳۲، ۳۳، ۳۶، ۳۷، ۴۱ تا ۴۷، ۴۹، ۵۰، ۵۲ تا ۵۴، ۵۶، ۵۸، ۶۴ تا ۶۶، ۶۷، ۶۹ تا ۷۱، ۷۹، ۸۴، ۸۷، ۱۰۸، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۹، ۱۲۴، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۶، ۱۵۸، ۱۶۱، ۱۶۳، ۱۶۹، ۲۵۹، ۳۰۰

بغداد (سقوط یا اشارہ) :- ص ۳، ۴، ۲۴، ۷۰، ۱۴۳، ۱۸۷

بکر (بنو) قبیلہ :- ص ۵۷

بلخ (شہر) :- ص ۳۰۱

بلقان (جزیرہ نما) علاقہ :- ص ۲، ۱۵۴، ۱۵۷

بلوچستان (علاقہ) :- ص ۱۶۱، ۲۸۹

بلغاریہ (ملک) :- ص ۱۶۳

بنگال اور بنگلہ دیش :- ص ۳، ۱۶۳

بون (شہر) :- ص ۳، ۱۶۳، ۳۰۲

بویب (جنگ) :- ص ۲۷۹

بہادر شاہ ظفر (دہلی کا آخری مغل بادشاہ) ص ۱۱

بھارت (ملک) :- ص ۱۶۳، ۲۰۷

بھٹ شاہ (سندھ کے صوفی) :- ص ۲۸۹

بیر معونہ (حضور پاکؐ کے زمانہ میں عظیم قربانی کا مقام) :- ص ۱۶۵، ۱۶۷

بیعت رضوان (صلح حدیبیہ کا پیش خیمہ) :- ص ۸۰

بیعت عقبہ ثانی (انصار مدینہ کی بیعت اور اسلام کی تاریخ کا سنگ میل :- ص :- ۲۶، ۷۳

(پ)

پاکستان :- ص ۱۹۸، ۲۰۴، ۲۱۵، ۲۲۸، ۲۵۴

پشاور (شہر) :- ص ۱۶۲

پنجاب (صوبہ) :- ص ۲۸۹

پولینڈ (ملک) :- ص ۱۶۳

(ت)

تاتاری (منگولوں کا مسلمان قبیلہ) :- ص ۲

تارح - حضرت ابراہیمؑ کے والد کا نام۔ (آذر بھی دیکھیں) :- ص ۲۵

تبوک (حضور پاکؐ کی مہم) :- ص ۲۲، ۳۱، ۲۱۳، ۲۷۴

تخیلہ (مقام) :- ص ۸۰

Marfat.com

تغلب (بنو) قبیلہ :- ص ۱۵

تلمین (شمالی افریقہ کا شہر) :- ص ۱۶۰

تمیم (بنو) قبیلہ :- ص ۵۰، ۵۷، ۸۳، ۹۶، ۱۲۸، ۱۹۰

تنجیر (شمالی افریقہ کا مقام) :- ص ۱۶۰

توبہ (قرآن پاک کی سورۃ) :- ص ۲۱۳

(ٹ)

ٹاؤنسنڈ (پہلی جنگِ عظیم کا انگریز جنرل۔ قط العمارہ کے محاصرہ میں) :- ص ۱۱

ٹھٹوال (کشمیر ۴۸ء محاذِ جنگ) :- ص ۱۱

ٹیپو سلطان (عظیم مجاہد) :- ص ۱۸۷

ٹیکسلا (پرانی تہذیب) :- ص ۲۰۷

ٹیونس (ملک) :- ص ۱۵۸

(ج)

جابرؓ بن حارث (سانحہ کربلا کے شہید) :- ص ۱۹۲

جابرؓ بن عبداللہ (انصار صحابی) :- ص ۱۸۸

جابیہ (چھاؤنی) :- ص ۲۵۹

جارجیا (علاقہ) :- ص ۱۵۳

جبرائیلؑ (حضرت جبرائیلؑ فرشتہ) :- ص ۱۳۰

جبریہ (مکتبِ فکر) :- ص ۱۰۴

جبلہ بن مسروق (محمدؓ بن ابوبکرؓ کی پناہ) :- ص ۱۲۲

جرجان (علاقہ) :- ص ۳۰۱

جرمنی (ملک) :- ص ۲۶۰، ۲۷۶

جریرؓ بن عبداللہ بجلیہ (صحابی جناب علیؓ کے ایلچی۔ بعد میں امیر معاویہؓ کے ساتھی) :- ص ۸۰، ۸۶، ۱۱۹

جزیرہ (علاقہ) :- ص ۱۲۰، ۱۳۸

جعدہؓ بن ہبیرہ (جناب علیؓ کے بھانجے) :- ص ۱۲۹

جسر (جنگ) :- ص ۲۷۸، ۲۷۹

جعفرؒ بن علی المرتضیٰؓ :- ص ۱۷۱

جعفرؓ بن عقیلؓ بن ابی طالبؓ :- ص ۱۷۳

جعفر صادقؒ (امام جعفرؒ بن امام باقرؒ) ص ۶۶، ۱۰۴

جعفر طیارؓ بن ابوطالبؓ :- ص ۱۶۵، ۱۷۳، ۱۸۸

جلال الدین خوارزمؒ (اسلام کے عظیم فرزند) ص ۱۶۲

جمانہؓ بنت مسیب زوجہ عبداللہؓ بن جعفر طیارؓ ص ۱۷۳

جمال الدین افغانیؒ (انیسویں صدی کے عظیم مسلمان مفکرؒ) :- ص ۱۹۷

جمل (جنگ) :- ص ۳۸، ۵۹، ۶۳، ۶۴، ۶۷، ۶۹، ۷۴، ۹۵، ۱۰۰، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۴۱، ۱۴۹، ۳۰۱

Marfat.com

جندبؓ بن عبداللہ (امام حسنؓ کی بیعت کے بارے پرسش): ص ۱۳۰، ۱۳۱
جنید بغدادیؒ (عظیم صوفی): ص ۱۴۸
جہمیہ (مکتب فکر): ص
جیحوں (دریا): ص ۱۶۱

(چ)

چراغ علی (نظام حیدر آباد کا اعظم یار جنگ کا خطاب لیکن بہتر خطاب "فراز جنگ" تھا
ص ۲۱۲
چشتیہ (صوفیاء کا سلسلہ): ص ۶۵
چشمۂ خواب (کتب): ص ۴۴، ۴۵، ۶۳، ۶۵
چنار گل (صوبیدار میجر) ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ: ص ۲۸۲
چنگیز خان (فاتح): ص ۲۸۴
چین (ملک): ص ۲
چینی ترکستان: ص ۲، ۱۶۳

(ح)

حبیبؓ بن بجنہ (جناب علیؓ کے لشکری):
ص ۵۱
حبیبؓ بن مسلمہ (امیر معاویہؓ کے طرفدار)
ص ۸۲، ۸۶، ۸۸، ۸۹، ۱۰۳
جیب عجمیؒ (اسلام کے عظیم صوفی): ص ۶۶

حجاج بن عرفہ انصاری (مصر کی خبر):
ص ۱۲۲
حجاز (علاقہ): ص ۴، ۶، ۶۹، ۷۲، ۲۴۴
حجاز بن الجبر (امام حسینؓ کو کوفہ آنے کی دعوت): ص ۱۸۹
حجرؓ بن عدی (جناب علیؓ کے ساتھی):
حجر بن عدی کندی (معاہدہ پر دستخط):
ص ۱۰۳
حدیبیہ (صلح): ص ۱۰۱، ۱۰۸، ۲۷۸
حدید (قرآن پاک کی سورۃ): ص ۲۸۵
حرؓ بن یزید تمیمی (دونوں جہان حاصل کر لیے): ص ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۹۰، ۱۹۲
حروراء حروریہ (مقام اور خارجیوں کا گروہ): ص ۱۰۲، ۱۰۴
حرثؓ بن مرہ العبدی (خارجیوں نے شہید کیا): ص ۱۱۵
حرقوس (خارجی): ص ۱۱۱، ۱۱۶
حرقوص بن زہیر خارجی: ص ۵۱
حریث بن راشد (بصرہ کے لشکری):
ص ۵۷
حسانؓ بن ثابت (اسلام کے شاعر):
ص ۱۹
حسنؓ (امام حسنؓ بن علی المرتضیٰؓ): ص ۱،

Marfat.com

۲، ۱۶، ۲۱، ۲۳، ۳۷، ۴۹، ۵۰،
۵۳، ۶۳، ۶۶، ۷۴، ۷۵، ۸۹،
۱۰۱، ۱۰۴، ۱۱۷، ۱۲۲، ۱۲۷، ۱۳۰،
۱۳۱، ۱۳۵، ۱۳۷، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۲،
۱۴۵ تا ۱۴۹، ۱۵۱، ۱۵۶، ۱۶۷، ۱۶۸،
۱۷۱، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۹۵، ۳۰۱، ۳۰۲

حسن بصری رح (اسلام کے عظیم صوفی) :- ص ۶۶

حسین رض (امام حسین رض بن علی المرتضیٰ رض)
شہید کربلا :- ص ۵، ۶، ۲۱، ۸۹، ۱۰۴،
۱۳۰، ۱۳۶، ۱۳۸، ۱۴۶، ۱۵۶، ۱۵۷،
۱۶۷ تا ۱۹۳، ۱۹۵، ۲۷۸

حضرموت (علاقہ) :- ص ۱۲۸

حفصہ رض (ام المومنین حفصہ رض بنت فاروق اعظم رض)
ص ۳۶، ۱۴۱، ۳۰۴

حکیم رض بن جبلہ (جناب علی رض کے ساتھی) :
ص ۱۵، ۱۷، ۴۶، ۴۷، ۴۹

حماد رح بن ابی سلیمان (اسلام کے عظیم عالم) :-
ص ۶۶

حمزہ رض بن عبدالمطلب رض (سید الشہداء)
حضور پاک ص کے عظیم چچا :- ص ۱۶۵، ۱۸۸

حمزہ بن مالک ہمدانی (معاہدہ پر دستخط)
ص ۱۰۳

حمرالاسد (جنگِ احد کے بعد کی مہم) :-

ص ۲۷۴

حمص (شہر اور صوبہ) :- ص ۱۵۵، ۲۵۴،
۲۷۹

حمیر (قبیلہ) :- ص ۱۲۸

حنبل رح (امام حنبل رح) :- ص ۱۰۴

حنظلہ رض بن اسد (سانحہ کربلا کے شہید) :
ص ۱۹۲

حنین (حضور پاک ص کے زمانے کی جنگ) :-
ص ۶

حیدرآباد (دکن) :- ص ۲۱۲

(خ)

خارجہ بن ابی جیبہ (عمرو بن عاص کا فوجی
افسر) :- ص ۱۳۳

خارجی (فرقہ) گمراہ گروہ :- ص ۱۰۰، ۱۰۳،
۱۰۴، ۱۰۹، ۱۱۱ تا ۱۱۶، ۱۱۹، ۱۲۷، ۱۲۸،
۱۳۴، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۴۴، ۱۵۳

خالد رض بن عثمان غنی رض :- ص ۳۴

خالد رض بن مسعود (عظیم صحابی عبداللہ رض اور
مجاشع رض کے بھائی) :- ص ۶۴

خالد بن ملجم (مفسد) :- ص ۵۵

خالد رض بن ولید (اللہ کی تلوار) :- ص ۱۰۱،
۱۲۳، ۱۲۴، ۱۴۰، ۱۵۹، ۱۶۵

خالد بن یزید (یونانی فلسفہ سے متاثر)

Marfat.com

ص ۲۴۲
خدیجہ طاہرہؓ (ام المومنین جناب خدیجہ طاہرہؓ)
ص ۶۴
خراسان (علاقہ):۔ص ۵۷، ۱۴۸، ۳۰۱
خزرج (قبیلہ):۔ص ۴۳
خزیمہؓ بن ثابت (دو شہادتوں والے حضور پاکؐ کے منظور نظر) جنگ صفین میں شہادت:۔
ص ۳۶، ۹۸
خشعم (بنو) قبیلہ:۔ ص ۵۱
خطاب (جناب فاروقؓ کے والد):۔
ص ۱۳۴
خلیل پاشا (دوسری جنگ عظیم کا ترک جنرل):۔ ص ۹
خندق (جنگ):۔ ص ۹۲، ۲۴۸،
۲۴۹، ۲۵۱، ۲۷۶، ۳۰۸
خوصا بنت حصفہ زوجہ عبداللہؓ بن جعفر طیارؓ
ص ۱۷۳
خیبر (جنگ):۔ص ۳، ۲۰، ۹۶

(د)

داتا گنج بخشؒ (سید علی ہجویریؒ):۔
ص ۲۸۹
داؤد (حضرت داؤدؑ پیغمبر):۔ص ۲۰۸
۲۳۶
داؤد طائیؒ (اسلام کے عظیم صوفی):۔ص ۶۶
دجلہ (دریا):۔ص ۱۱۷، ۲۷۱
دردان (جناب علیؓ کی شہادت کے سلسلہ میں):۔ص ۱۳۳
درہ دانیال (ترکی کا مقام):۔ص ۲،
۱۵۴، ۲۸۲
دکن (بھارت):۔ص ۲
دمشق (شہر):۔ص ۳۰، ۳۴، ۳۵،
۷۰، ۷۸، ۱۲۳، ۱۴۳، ۱۶۰، ۱۷۰،
۱۹۳
دہلی (شہر):۔ص ۱۱، ۱۶۲، ۲۹۵
دومتہ الجندل (مقام):۔ص ۱۰۵، ۱۱۱

(ڈ)

ڈوگرئی (لاہور محاذ) ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ:۔ص ۲۸۰

(ذ)

ذات اطلاع (حضور پاکؐ کے زمانے کی عظیم قربانی):۔ص ۱۶۵
ذاریت (قرآن پاک کی سورۃ):۔ص ۲۰۹
ذوالثدیہ (جنگ نہروان) عجیب الخلقت ہونا۔حضور پاکؐ کی پیشگوئی:۔ص ۱۱۶،
۱۳۷
ذوالکلاحؓ (جنگ صفین میں شہادت)

Marfat.com

ص ۹۰
ذی تار (مقام) :- ص ۴۸، ۴۹، ۵۱
(ر)
رافع بن خدیجؓ (انصار صحابی) :- ص ۱۹
رباب (قبیلہ) :- ص ۵۰، ۵۷، ۱۲۸
ربعی بن کاس عنبری (جناب علیؓ کے ماتحت امیر) :- ص ۱۷
ربیعہؓ (جنگ جمل میں شہادت) :- ص ۶۱
رجیع (حضور پاکؐ کے زمانے میں عظیم قربانی) ص ۱۶۵، ۱۶۷
رحمٰن بابا (پشتو کے صوفی شاعر) :- ص ۲۳۴
روڈس (جزیرہ) :- ص ۱۵۳ تا ۱۵۵، ۳۰۲
روس (ملک) :- ص ۲، ۲۳۳، ۲۶۰
روم (رومی) بحیرہ روم وغیرہ :- ص ۱، ۲، ۳۰، ۱۲۴، ۱۵۴، ۱۵۶، ۱۹۵، ۲۵۱، ۲۵۴، ۲۶۴، ۲۷۱، ۲۷۹، ۲۹۹، ۳۰۰
رومانیہ (ملک) :- ص ۱۶۳
رومیل (جرمن جنرل) :- ص ۲۸۴
رے (مقام) :- ص ۱۸۱، ۳۰۱
(ز)
زاویہ (مقام) :- ص ۵۳
زاہدان (مقام) :- ص ۱۶۳
زبلستان (علاقہ) :- ص ۱۶۱
زبیرؓ (جناب زبیرؓ بن عوام) عشرہ مبشرہ حضور پاکؐ کے پھوپھی زاد :- ص ۱۴ تا ۱۷، ۲۰، ۲۷، ۲۸، ۳۵ تا ۳۸، ۴۱ تا ۵۹، ۶۲، ۶۳، ۶۹، ۸۴، ۱۰۹، ۱۴۹، ۲۹۹
زراعہ (خارجی) :- ص ۱۱۱، ۱۱۲
زرود (مقام) :- ص ۱۷۷، ۱۸۰
زفر بن الحارث (بصرہ کی فوج کے امیر) ص ۵۷
زمل بن عمرو عذری (معاہدہ پر دستخط) ص ۱۰۳
زہیرؓ بن القین (امام حسینؑ کے عظیم ساتھی اور کربلا میں شہادت) :- ص ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۹۰، ۱۹۲
زیادؓ بن نصر حارثی (جناب علیؓ کے ساتھی) ص ۸۰
زیادؓ بن حفصہ (جناب علیؓ کے ایلچی) :- ص ۸۵، ۸۶
زیادؓ بن حنظلہ (جناب علیؓ کے ساتھی) :- ص ۳۵، ۳۶
زیاد بن سمیہ (بعد میں زیاد بن ابوسفیانؓ) ص ۶۶، ۶۷، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۴۹،

Marfat.com

١٥٠، ١٥٢، ١٦١

زبالہ (مقام) :- ص ٣٢

زیدؓ بن ارقم (صحابی) :- ص ١٨٨

زیدؓ بن ثابت (عظیم انصار صحابی)، کاتبِ وحی :- ص ١٩، ٢٣

زیدؓ بن حارث (سیدنا زیدؓ) حضور پاکؐ کے اہلِ بیت میں شمار :- ص ٢٠، ١٦٥

زید بن حصین (خارجی سرغنہ) :- ص ٩٦، ١٠٠، ١١٢، ١١٦

زیدؒ بن امام زین العابدینؒ :- ص ٦٦

زیدؓ بن صوحان (جناب علیؓ کے ساتھی) ص ٤٩، ٥١، ٨١

زیدؓ بن قیس (جناب علیؓ کے ایلچی) :- ص ٨٥

زیدؓ بن ہانی (جنگ صفین) جناب علیؓ کے ساتھی :- ص ٩٦

زینبؓ (بنت علی المرتضیٰؓ) :- ص ١٤٣

(س)

سار (فرانس اور جرمنی کے درمیان جھگڑے والا علاقہ) :- ص ٢٦٠

سالم بن ثعلبہ (قاتلین عثمانؓ سے ہمدردی) ص ٥٥

سباعؓ بن عرفطہ (حضور پاکؐ کی نیابت) ص ٢٧٤

سبطیلہ (افریقہ میں جنگ) :- ص ١٥٨، ٣٠٠

سبرہؓ جہنی (جناب علیؓ کے قاصد) :- ص ٣٤

سبیعؓ بن یزید انصاری (معاہدہ پر دستخط) ص ١٠٣

سپین (ملک) :- ص ٢، ١٥٧، ١٦٠، ١٦٣، ٢٠٩، ٢٤٩، ٢٧٠

سخی سرورؒ (اس خطہ کے عظیم صوفی)، ڈیرہ غازی خان کے نزدیک مزار :- ص ٢٨٩

سرحد (صوبہ) :- ص ٢٨٩

سرنگاپٹم (سلطان ٹیپو کی شہادت گاہ) ص ٢٩٥

سسلی (جزیرہ) :- ص ١٥٧، ١٦٣، ١٩٥، ٢٤٨

سعدؓ بن ابی وقاص (فاتح ایران) عشرہ مبشرہ میں شامل :- ص ١٤، ١٨، ١٩، ٢٩، ٣٠، ٣٨، ٨٨، ٩١، ١٠٦، ١٤٩، ١٧٧، ١٧٨، ١٨١، ١٩١

سعدؓ بن عبادہ (عظیم انصار صحابی) :- ص ٣١، ٧٣، ٢٠٣

سعدؓ (عمرؓ شہید کربلا کے خادم اور شہید کربلا) :- ص ١٩٢

سعدؓ بن مالک (جناب علیؓ کے امراء میں سے)

Marfat.com

ص ۵۱
سعدؓ بن مسعود ثقفی (جناب علیؓ کی طرف سے مدائن کے گورنر) :- ص ۵۱، ۱۱۳
سعیدؓ بن زید (جناب فاروقؓ کے بہنوئی) عشرہ مبشرہ میں شامل :- ص ۱۴۹
سعیدؓ بن عاص (حضرت عثمانؓ کی طرف سے کوفہ کے گورنر) :- ص ۴۱، ۴۳، ۱۵۲، ۱۷۴، ۳۰۰
سعیدؓ بن عثمان غنیؓ (وسط ایشیا کی فتوحات) :- ص ۴۳، ۱۴۱، ۱۶۱
سعیدؓ بن قیس ہمدانی (جناب علیؓ کی طرف سے معاہدہ پر دستخط) :- ص ۸۳، ۱۰۳
سفیان ثوریؒ (اسلام کے عظیم عالم اور صوفی) :- ص ۶۶
سفیان بن عوف ازدی (قسطنطنیہ کی مہم کے سالارِ لشکر) :- ص ۱۵۵
سقیفہ بنو ساعدہ (خلافت کے لئے اجتماع) ص ۳۱
سکندر (یونانی) :- ص ۲۸۴
سکندریہ (مصر کی بندرگاہ) :- ص ۲۹۹، ۳۰۰
سلاسل (جنگ کاظمہ) :- ص ۲۵۰، ۲۵۹
سلمان فارسیؓ (عظیم صحابی) اہل بیت میں
شمولیت کا شرف :- ص ۱۸۶
سلمان (لپوتا) :- ص ۱۱
سلمہؓ بن سلامہ (انصار صحابی) :- ص ۱۹
سلیم (بنو) قبیلہ :- ص ۵۷
سلیم (سلطان) خلافتِ اسلام کو قسطنطنیہ لے جاکر خلیفہ المومنین کا اعلان. بقول ابن عربیؒ یہ (س) کے (ش) میں داخلہ کے بعد ہونا تھا جو سلیم کی شام میں آمد تھی :- ص ۲۴
سلیمانؑ (حضرت سلیمانؑ پیغمبر) :- ص ۲۰۸، ۲۳۶
سلیمان بن عبدالملک (اموی خلیفہ) :- ص ۶۵
سلیمان ندویؒ (مصنف) :- ص ۲۱۱، ۲۱۳، ۲۶۹
سمرقند (وسط ایشیا کا شہر) :- ص ۲، ۱۶۱، ۱۶۲
سمیہ (زیاد کی والدہ) :- ص ۶۶
سنتہ الجماعت (امیر معاویہؓ کی خلافت پر امت کی وحدت) :- ص ۲۰۲، ۱۴۲، ۱۴۵، ۱۴۹، ۱۵۶، ۱۵۸، ۱۶۱، ۱۶۳
سندھ (صوبہ اور دریا) :- ص ۱۶۳، ۲۴۹، ۲۸۹
سوس (دریا) افریقہ کے شمال مغرب میں

Marfat.com

مسلمانوں کی فتوحات کی حد :- ص ۱۶۰

سویز (قلزم) اشتر نخعی کی موت :ص ۱۲۰

سوید رضؓ بن عمر (سانحہ کربلا میں شہادت) :- ص ۱۹۲

سہروردیہ (صوفیاء کا سلسلہ) :- ص ۶۵

سہل رضؓ بن حنیف (جناب علی رضؓ سے عقد مواخذہ اور اُن کے نامزد گورنر وغیرہ) :- ص ۳۰، ۳۱، ۴۸، ۴۴، ۸۹، ۱۲۳

سہل رضؓ بن سعید (صحابی) :- ص ۸۸

سیالکوٹ (شہر) :- ص ۲۸۰

سیف رضؓ بن حارث (سانحہ کربلا میں شہادت) :- ص ۱۹۲

(ش)

شام (ملک) :- ص ۱۹، ۲۰، ۳۰، ۳۱، ۳۳ تا ۳۶، ۴۴، ۷۱، ۴۷ تا ۷۶، ۷۸ تا ۸۱، ۸۴، ۸۶، ۸۷، ۸۹، ۹۰، ۹۴ تا ۹۶، ۹۹، ۱۰۲، ۱۰۵، ۱۱۱، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۷ تا ۱۲۰، ۱۲۳، ۱۴۴، ۱۴۴، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۷، ۱۹۰، ۲۶۴، ۳۰۰

شامل رحؒ (امام شامل رحؒ) روسی ترکستان کے انیسویں صدی کے عظیم مجاہد :- ص ۶۲

شافعی رحؒ (امام شافعی رحؒ) اہلِ سنّت کے امام :- ص ۲۱

شبث بن ربعی (جناب علی رضؓ کے ساتھی) امام حسین رضؓ کو کوفہ آنے کی دعوت ۔ بعد میں ابن زیاد کے ساتھ مل جانا :- ص ۸۳ تا ۸۵، ۱۰۰، ۱۰۳، ۱۸۹

شبث بن عمرو (خارجی سرغنہ) :- ص ۱۰۰، ۱۰۳، ۱۰۶

شبلی نعمانی رحؒ (مولانا) :- ص ۲۱۲، ۲۸۷

شبیب بن شجرہ (خارجی ۔ ابن ملجم کا ساتھی) ص ۱۲۸، ۱۳۳

شراف (مقام) :- ص ۱۷۸، ۲۷۹

شرجیل بن السمط کندی (امیر معاویہ رضؓ کے ساتھی) :- ص ۷۹، ۸۶

شرجیل رضؓ بن حسنہ (عظیم صحابی، کاتب وحی) ص ۱۲۴

شریح بن اوفی (اوّل حضرت عثمان رضؓ کے خلاف مفسدین میں شامل بعد میں خارجی) ص ۵۵، ۱۱۲، ۱۱۶

شریح رضؓ بن ہانی (جناب علی رضؓ کے ساتھی) ص ۸۰، ۱۰۷

شعبی رحؒ (امام شعبی رحؒ) امام اعظم رحؒ کے استاد ص ۶۶

شمر بن ذی الجوشن (سانحہ کربلا کے ذمہ دار وں میں سے ایک) :- ص ۸۴، ۱۷۱، ۱۸۳ تا ۱۸۵

Marfat.com

۱۹۵

شوذب (شہیدِ کربلا) اور جناب عابسؓ

شہیدِ کربلا کے خادم :- ص ۱۹۲

شہیم بن شہاب (جناب علیؓ کے امراء میں سے ایک) :- ص ۵۱

شیر محمد (۱۹۴۸ء کی کشمیر کی جنگ کے "جنرل خالد") :- ص ۱۱

شیعانِ علیؓ (جناب علی کے ہمدرد) :- ص ۱۰۴، ۱۰۹

(ص)

صالحؑ (حضرت صالحؑ پیغمبر) :- ص ۱۲۷

صبرہؓ بن شیمان (جناب علیؓ کے ساتھی اور امراء میں سے ایک) :- ص ۴۵، ۵۷

صعصعہؓ بن صوحان (جناب علیؓ کے ایلچی) ص ۸۱

صفین (جنگ) :- ص ۳۶، ۷۱، ۷۶، ۷۹، ۸۴، ۹۵، ۱۰۶، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۹، ۱۲۱، ۱۸۹، ۱۹۰، ۳۰۱

صہباؓ (زوجہ جناب علیؓ) :- ص ۱۷۲

صہیبؓ بن سنان رومی (عظیم صحابی) :- ص ۱۹، ۴۷

(ض)

ضحاکؓ بن قیس (امیر معاویہؓ کے ساتھی) ص ۸۲

(ط)

طارقؒ بن زیاد (فاتح سپین) :- ص ۶۶، ۱۶۰

طائف (مقام) :- ص ۶۷، ۱۴۹

طبرستان (علاقہ) :- ص ۳۰۱

طبری (مورخ) :- ص ۶، ۱۹، ۱۳۰، ۱۷۱، ۱۸۸

طرابلس (افریقہ کا علاقہ اور شہر) :- ص ۱۵۲، ۱۵۷، ۱۵۸، ۳۰۰

طرطوس (مقام) :- ص ۱۵۵، ۳۰۰

طرفہ بن عدیؓ (خارجی) :- ص ۱۱۲، ۱۶۰

طرماح بن عدیؓ (امام حسینؓ کو پناہ دینے کی پیش کش) :- ص ۱۸۰

طلحہؓ بن خویلد (زیاد کے امیر) :- ص ۳۲، ۳۳

طلحہؓ بن عبیداللہ (صاحبِ احد، عشرہ مبشرہ میں شامل) :- ص ۴ تا ۱۷، ۲۰، ۲۷، ۲۸، ۳۳، ۳۶ تا ۳۸، ۴۱ تا ۵۰، ۵۲ تا ۵۹، ۶۲، ۶۳، ۶۹، ۸۴، ۱۰۹، ۱۴۹

طے (قبیلہ) :- ص ۹۶، ۱۱۲، ۱۱۵

(ظ)

ظفر علی خان (مولانا) تحریک پاکستان میں اہم کردار :- ص ۱۰

(ع)

عابسؓ بن ابی شبیب (سانحہ کربلا کے شہید)

Marfat.com

ص ۱۹۲

عاصمؓ بن عمرو (اسلام کے عظیم فاتح) :-
ص ۱۲۸، ۱۶۳، ۲۸۹

عاصریہ (کربلا کے نزدیک گاؤں) :ص ۱۹۳.

عافقی بن حرب (جناب عثمانؓ کے خلاف مفسدین
کا سرغنہ) :- ص ۱۴

عامر (بنو) قبیلہ :- ص ۵۷

عائشہؓ (ام المومنین جناب عائشہ صدیقہؓ
بنت صدّیق اکبرؓ) :- ص ۳۶، ۳۷، ۴۱
تا ۴۷، ۴۹، ۵۱، ۵۲، ۵۶، ۵۷، ۵۹،
۶۰ تا ۶۴، ۶۹، ۸۴، ۱۵۰، ۲۳۱

عباسؓ بن عبدالمطلبؓ - یا بنو عباس، عباسیہ
وغیرہ (حضور پاکؐ کے عظیم چچا) :- ص ۲۳،
۲۵، ۲۶، ۶۰، ۸۰، ۱۴۳

عباسؓ بن علی المرتضیٰؓ (جنگِ کربلا کے علمبردار)
ص ۱۳۰، ۱۷۱، ۱۸۲، ۱۸۵، ۱۸۶

عبدالرحمنؓ بن ابوبکر صدّیقؓ :- ص ۱۰۶، ۱۲۲

عبدالرحمن بن ابوبکرہؓ :- ص ۶۶، ۱۴۹

عبدالرحمنؓ بن حارث (جنگ جمل میں شہادت) :-
ص ۶۰

عبدالرحمن بن حکم (جنگ جمل میں شرکت)
مروان کا بھائی :- ص ۶۴

عبدالرحمنؓ بن خالدؓ بن ولید مخزومی :- ص ۱۰۳

۱۵۵

عبدالرحمنؓ بن سمرہ (فاتح کابل) :- ص ۲۸۹

عبدالرحمنؓ بن عبیداللہ (جناب طلحہؓ کے بھائی)
جنگِ جمل میں شہادت :- ص ۱

عبدالرحمن بن عتاب (جنگ جمل میں شہادت)
ص ۶۱

عبدالرحمنؓ بن عتبہ (جنگ جمل میں اونٹ کے
گرد بہادری) :- ص ۶۰

عبدالرحمنؓ بن عزرہ غفاری (میدان کربلا
میں شہادت) :- ص ۱۹۲

عبدالرحمنؓ بن عقیلؓ بن ابی طالبؓ (میدان کربلا
میں شہادت) :- ص ۱۷۳

عبدالرحمن بن ملجم (جناب علیؓ کا قاتل) :- ص
۱۲۷ تا ۱۲۹، ۱۳۳، ۱۳۵، ۱۳۷

عبدالرحمن سعیؓ (اناطولیہ کے جہاد میں شرکت)
ص ۱۵۵

عبدالقیس (قبیلہ) :- ص ۵۱، ۵۳

عبدالمطلبؓ بن ہاشمؓ (حضور پاکؐ کے دادا)
ص ۱۲۹

عبدالملک بن مروان (اموی خلیفہ) :ص ۶۵

عبداللہؓ بن ابی سرح (فاتح افریقہ) :- ص ۳۱،
۸۱، ۸۲، ۳۰۰، ۳۰۱

عبداللہ بن ابی نخل (جناب علیؓ کے چادر

Marfat.com

بیٹوں کے لئے امانت کہ یہ ان کا ماموں زاد تھا)
ص ۱۷۱، ۱۸۵

عبداللہ بن الکوا الیشکری (خارجیوں کا سرغنہ)
ص ۱۰۳، ۱۱۲

عبداللہؓ بن امام حسینؓ (علی اصغرؓ) :-
ص ۱۷۳

عبداللہؓ بن بدیل (جناب علیؓ کے لشکری)
ص ۸۹، ۹۰

عبداللہؓ بن یقطر (امام حسینؓ کے ایلچی) کوفہ
میں شہادت) : ص ۱۸۰

عبداللہؓ بن جعفر طیارؓ بن ابی طالبؓ :- ص
۷۴، ۱۲۶، ۱۳۸، ۱۵۰، ۱۷۲ تا ۱۷۴

عبداللہؓ بن حباب (خارجیوں نے شہید کئے)
ص ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۳۶

عبداللہؓ بن خالد (جناب طلحہؓ و زبیرؓ سے
علیحدگی) :- ص ۴۳

عبداللہؓ بن رقبہ (جنگ جمل میں شہادت) :-
ص ۶۱

عبداللہؓ بن رواحہ (عظیم انصار صحابی)
جنگ موتہ میں شہادت :- ص ۱۶۵، ۲۷۴

عبداللہؓ بن زبیرؓ بن عوام :- ص ۴۴، ۵۷،
۶۱، ۱۰۶، ۱۴۶، ۱۴۹، ۱۵۶، ۱۷۰،
۱۷۱، ۱۹۰

عبداللہؓ بن زید (جناب علیؓ کے ساتھی) :
ص ۸۹

عبداللہ بن سبا (مفسدین کا بڑا) :- ۲۳،
۵۳، ۵۵، ۵۶، ۵۸، ۶۰، ۶۸، ۲۳۵

عبداللہؓ بن سلام (جناب علیؓ کو مشورہ) : ص
۱۹، ۳۷

عبداللہ بن شجرہ (خارجی) :- ص ۱۱۶

عبداللہ بن طفیل عامری (معاہدہ پر دستخط)
ص ۱۰۳

عبداللہؓ بن عامر (بصرہ کے گورنر اور خراسان
کے فاتح) :- ص ۳۲، ۳۶، ۴۱ تا ۴۳، ۴۴، ۴۵،
۵۶، ۱۵۶، ۲۸۹، ۳۰۰، ۳۰۱

عبداللہؓ بن عباسؓ (حضور پاکؐ کے چچیرے
بھائی) :- ص ۲۴، ۲۹، ۳۰، ۴۸، ۴۹، ۵۸،
۶۷، ۷۱، ۷۸، ۷۹، ۸۸، ۸۹، ۹۵، ۱۰۰،
۱۰۵، ۱۰۷، ۱۱۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۴۶،
۱۵۶، ۱۷۰

عبداللہؓ بن عزرہ غفاری (سانحہ کربلا میں شہادت)
ص ۱۹۲

عبداللہؓ بن علی المرتضیٰؓ (سانحہ کربلا میں شہادت)
ص ۱۷۱

عبداللہؓ بن عقیلؓ (سانحہ کربلا میں شہادت) :-
ص ۱۷۴

Marfat.com

عبداللہؓ بن عمر فاروقؓ (عظیم صحابی اور غیر جانبدار)
ص ۱۴، ۱۸، ۱۹، ۳۰، ۳۸، ۴۱، ۴۳،
۱۰۶، ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۴۹، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۹۰

عبداللہؓ بن عمروؓ بن عاص (مجبوری کے تحت شرکت)
ص ۷۷، ۸۲، ۸۸، ۹۲، ۱۰۶، ۱۵۲، ۱۶۰

عبداللہؓ بن کعب (جنگ صفین کے شہید) :- ص ۹۸، ۹۹

عبداللہؒ بن مبارک (اسلام کے عظیم عالم) :- ص ۶۶

عبداللہ بن محل العجلی (معاہدہ پر دستخط) :- ص ۱۰۳

عبداللہؓ بن مسعود (عظیم محدث صحابی) ص ۱۲۴

عبداللہؓ بن مسلمؓ بن عقیلؓ (سانحہ کربلا میں شہادت) :- ص ۱۷۴

عبداللہ بن وہب (خارجی) ص ۱۱۶

عبداللہ خزاعیؓ (جنگ جمل میں شہادت) ص ۶۳، ۶۴

عبد خیرؓ (جناب علیؓ کے ساتھی) :- ص ۵۰

عبیداللہ بن زیاد (یزید کا کوفہ کا گورنر اور سانحہ کربلا کا ذمہ دار) :- ص ۶۶، ۱۵۲، ۱۶۱، ۱۷۱، ۱۷۵ تا ۱۷۸، ۱۸۰ تا ۱۸۳، ۱۸۵، ۱۸۹، ۱۹۱ تا ۱۹۴

عبیداللہؓ بن عمر فاروقؓ (امیر معاویہؓ کے ساتھی)
ص ۸۲، ۸۸، ۹۰، ۹۷

عبیداللہؓ بن عباسؓ (حضور پاکؐ کے چچیرے بھائی) :- ص ۳۳، ۳۶، ۲۷

عبیدہؓ بن حارث :- ص ۱۶۵

عثمانؓ بن حنیف (جناب علیؓ کی طرف سے بصرہ کے گورنر) :- ص ۳۲، ۳۷، ۴۵ تا ۴۷، ۴۹

عثمانؓ بن عفان (جناب عثمانؓ ذوالنورین خلیفہ سوم) :- ص ۱، ۱۳ تا ۱۵، ۱۷، ۲۰ تا ۲۲،
۲۳، ۲۷ تا ۲۹، ۳۱ تا ۳۹، ۴۱ تا ۴۶،
۵۱ تا ۵۳، ۶۴، ۶۸، ۶۹، ۷۲، ۷۵، ۷۶،
۷۸ تا ۸۰، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۶، ۸۷، ۸۹،
۹۱، ۹۶، ۹۷، ۱۰۳ تا ۱۰۶، ۱۰۸، ۱۱۳،
۱۱۴، ۱۲۰ تا ۱۲۲، ۱۲۷، ۱۳۰، ۱۳۲،
۱۴۱، ۱۴۴، ۱۴۷، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۸،
۱۵۹، ۱۶۱، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۹، ۱۷۴،
۱۷۵، ۱۹۵، ۲۰۳، ۲۷۴، ۲۷۸، ۳۰۰،
۳۰۱

عثمانؓ بن علی المرتضیٰؓ (سانحہ کربلا میں شہادت)
ص ۱۷۱

عثمانیہ (سلطنت) :- ص ۲۰۴، ۲۴۴، ۲۵

عدیؓ بن حاتم (صحابی اور سخی حاتم کے بیٹے)
ص ۵۱، ۵۵، ۸۵، ۱۱۲

عراق (ملک) :- ص ۷۲، ۷۵، ۸۶، ۹۴ تا ۹۶

Marfat.com

۱۰۳، ۱۰۵، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۲۴،
۱۷۷، ۱۹۰، ۳۰۰

عروہؓ بن زبیرؓ بن عوام (عظیم محدث) :-
ص ۱۴۹

عزازیل یا ابلیس (شیطان) :- ص ۱۷۷، ۲۱۰،
۲۱۱، ۲۵۷

عزت بخاری (عظیم شاعر) :- ص ۲۲۷

عقبہ بن زیاد حضرمی (معاہدہ پر دستخط) :-
ص ۱۰۳

عقبہؓ بن نافع (سمندر میں گھوڑا ڈالنا) ص ۶۶
۱۵۸ تا ۱۶۰، ۳۰۲

عقیلؓ بن ابی طالبؓ (امیر معاویہؓ کے ساتھ
شریک ہوگئے) :- ص ۱۲۳، ۱۴۳

عکرمہؓ بن ابو جہل (شہید جنگ یرموک) ص ۱۲۴
۱۲۴، ۱۶۵، ۲۷۸

علی اصغرؓ بن امام حسینؓ (عبداللہؓ) شہید
کربلا :- ص ۱۷۳

علی اکبرؓ بن امام حسینؓ (شہید کربلا) ص
۱۷۲، ۱۷۳

علی اوسطؓ بن امام حسینؓ (امام زین العابدین)
ص ۱۷۲ تا ۱۷۴، ۱۹۱

علیؓ بن ابی طالبؓ (سیدنا جناب علیؓ) خلیفہ
چہارم :- ص ۱، ۱۳ تا ۲۴، ۲۷ تا ۳۹،
۴۱ تا ۸۱، ۸۳، ۸۴، ۸۶ تا ۹۰، ۹۲ تا ۱۰۷
۱۰۹ تا ۱۳۹، ۱۴۳ تا ۱۵۰، ۱۵۲، ۱۵۳،
۱۶۵ تا ۱۶۹، ۱۷۲، ۱۷۷، ۱۸۵، ۱۸۸، ۱۹۳
۱۹۵، ۲۰۳، ۲۳۲، ۲۴۲، ۲۷۴، ۳۰۱

علیا بن الہیثم (قاتلین عثمانؓ کا ہمدرد) ص ۵۵

علی رضاؒ (امام علی رضاؒ) ص ۱۰۴

علنۃ (بنو) قبیلہ :- ص ۱۶

علیم الدینؒ (غازی اور شہید) :- ص ۸۲

عمارؓ بن یاسرؓ (جنگ صفین کے عظیم شہید)
ص ۲۳، ۴۹، ۵۰، ۵۷، ۸۵، ۸۸ تا
۹۲، ۹۷، ۹۸

عمارہؓ بن شہاب (جناب علیؓ کے کوفہ کے نامزد
گورنر) :- ص ۳۲، ۳۳

عمرانؓ بن حصین (جناب علیؓ کے ہمدرد)
ص ۴۵، ۴۶

عمر بن الجرموز (جناب زبیرؓ کو شہید کرنے
والا) :- ص ۵۸، ۵۹

عمر بن بکیر (تین خارجیوں کا عہد و پیام)
ص ۱۲۸، ۱۳۳، ۱۳۴

عمرؓ بن خالد (سانحہ کربلا میں شہادت) :-
ص ۱۹۲

عمرؓ بن قرظہ (سانحہ کربلا میں شہادت) :- ص ۱۹۲

عمرؓ بن علی المرتضیٰؓ۔ صہبا (عین التمر) کے بیٹے

Marfat.com

جو ننھیال میں ہونے کی وجہ سے سانحہ کربلا میں
نہ شریک ہوئے :- ص ۱۷۲
عمرؓ بن عبدالعزیزؒ (عظیم اموی خلیفہ) :-
ص ۶۵، ۲، ۱۴۲
عمر فاروق اعظمؓ (خلیفہ دوم) ص ۱۳،
۹۸، ۱۳۰، ۱۳۴، ۱۴۷، ۱۴۹، ۱۶۵،
۱۶۶، ۱۹۵، ۱۹۹، ۲۲۳، ۲۵۱، ۲۵۹،
۳۰۰
عمروؓ بن امام حسنؓ (کم عمری میں کربلا کے سانحہ
میں شرکت) :- ص ۱۷۳، ۱۷۴
عمروؓ بن ابی سلمہ (جناب علیؓ کے لشکری) ص ۳۶
عمروؓ بن سفیان " " " ص ۳۶
عمروؓ بن سعیدؓ بن عاص (مکہ کے گورنر) ص ۱۷۴
عمرو بن سعدؓ وابی قاص (بدقسمت) ص ۸۴
۱۷۸، ۱۸۱، ۱۸۳، تا ۱۸۵، ۱۸۹، ۱۹۱
۱۹۳، ۱۹۴
عمروؓ بن عاص (فاتح مصر) آخری عمر میں
ندامت :- ص ۳۸، ۷۲، ۷۶، ۷۷، ۸۱
۸۲، ۸۸، ۹۱ تا ۹۵، ۹۹، ۱۰۱، ۱۰۲،
۱۰۵ تا ۱۰۸، ۱۱۸ تا ۱۲۲، ۱۲۴، ۱۲۸،
۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۸، ۱۵۲، ۱۶۰، ۲۹۹
۳۰۰، ۳۰۲
عونؓ بن عبداللہؓ بن جعفر طیارؓ (شہید
کربلا) :- ص ۱۷۳
عونؓ بن علی المرتضیٰؓ :- ص ۱۷۲
عیسیٰؑ بن مریم (حضرت عیسیٰؑ پیغمبر) ص ۱۳۱
عین التمر (مقام) :- ص ۱۲۳

(غ)

غزالیؒ (امام غزالیؒ گیارھویں بارھویں
صدی عیسوی کے عظیم تر مسلمان عالم ص ۱۹۷
غزنی (شہر) :- ص ۱۶۱، ۲۸۹، ۳۰۱، ۳۰۲
غطفان (بنو) قبیلہ :- ص ۵۷
غمر (بنو) قبیلہ :- ص ۵۷

(ف)

فاطمۃ الزہراؓ بنت حضرت محمد مصطفےٰؐ
(حضور پاکؐ کی پیاری بیٹی) :- ص ۲۰، ۲۱، ۵۰،
۱۲۵، ۱۴۰، ۱۴۱
فاطمہ بنت خطاب (جناب فاروق اعظمؓ کی
بہن) زوجہ جناب سعیدؓ :- ص ۱۴۹
فاتحہ (قرآن پاک کی سورۃ) :- ص ۲۰۷
فارس (صوبہ یا خلیج) :- ص ۱۲۳، ۱۶۳،
۳۰۱
فتح (قرآن پاک کی سورۃ) :- ص ۲۰۷
فتح نور خان (چچا) :- ص ۱۰
فخری پاشاؒ (مدینہ شریف کے سلطنتِ
عثمانیہ کے آخری گورنر) :- ص ۲۵۴

Marfat.com

فرات (دریا) :- ص ۸۱ ، ۱۸۱

فرانس (ملک) :- ص ۲۶۰

فرضہ (مقام) :- ص ۵۳

فرعون :- ص ۲۰۰

فرما (مصر کی بندرگاہ) :- ص ۲۹۹

فریدالدین عطارؒ (اسلام کے عظیم صوفی) :-
ص ۲۳۶

فریڈرک اعظم (جرمن بادشاہ) :- ص ۲۷۰

فسطاط (فوجی چھاؤنی) :- ص ۱۲۱ ، ۳۰۱ ، ۱۵۸ ، ۲۰۹ ، ۲۵۹

فضالہؓ بن عبید (عظیم انصار صحابی) قسطنطنیہ کی مہم کے سالار :- ص ۱۹ ، ۱۵۷

فقہ جعفریہ (امام جعفر صادقؒ سے منسوب) ص ۱۰۴

فقہ حنابلہ (امام احمد حنبلؒ سے منسوب) :- ص ۱۰۴

فقہ عسکریت (قرآن پاک سے منسوب حزب اللہ) :- ص ۱۰۵ ، ۲۰۰ ، ۲۰۹ ، ۲۱۳ ، ۲۸۷

فقہ وحدت (قرآن پاک اور حضور پاکؐ سے منسوب) بنیان المرصوص۔ کھجور کا درخت ص ۱۰۵ ، ۲۰۰ ، ۲۰۹ ، ۲۸۷ ، ۲۸۹

فلر (میجر جنرل) متعصب انگریز عسکری

تاریخ کی کتابوں کا مصنّف :- ص ۲۰۴

فلسطین (ملک) :- ص ۷۷ ، ۱۵۷

فناکس (علاقہ) :- ص ۳۰۱

فیصل (یونان) :- ص ۱۱

(ق)

قادریہ (سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ سے منسوب صوفیاء کا سلسلہ) :- ص ۶۵

قاسمؓ بن امام حسنؓ (سانحہ کربلا میں شہادت) ص ۱۷۳

قاسمؒ (محمد بن قاسم) سندھ کی فتح :- ص ۲۸۹

قاسم (یونان) :- ص ۱۱

قادسیہ (مقام اور جنگ) :- ص ۸۴ ، ۸۱ ، ۱۷۷ ، ۱۷۸ ، ۲۶۴ ، ۲۶۵ ، ۲۷۹

قاہرہ (شہر) :- ص ۷۰ ، ۱۴۳

قائد اعظم محمد علی جناحؒ :- ص ۱۹۸ ، ۲۰۴

قاہر بن سہمی البجلی (معاہدہ پر دستخط) :- ص ۱۰۳

قبرص (جزیرہ) :- ص ۱۵۳ ، ۳۰۰ ، ۳۰۱

قبیعہ حبشی (امیر معاویہؓ کا قاصد) :- ص ۲۴ ، ۱۲۳

قثمؓ بن عباسؓ (حضور پاکؐ کے چچیرے بھائی) ص ۴۸

قدامہ بن مظعون (مہاجر صحابی) :- ص ۱۹

Marfat.com

قرقیشیا (علاقہ اور مقام) :- ص ۷۹

قریظہ (بنو) یہودی قبیلہ :- ص ۲۷۴

قساریہ (شہر) :- ص ۲۷۹

قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) :- ص ۲، ۴، ۷۰، ۳۰۴، ۱۵۲ تا ۱۵۷، ۱۹۵، ۲۴۸، ۲۷۹، ۳۰۲

قصر (مقام) :- ص ۵۳

قطام بنت شجنہ (خارجی عورت) :- ص ۱۲۸، ۱۳۳، ۱۳۷

قطب شہیدؒ (سید) اس صدی کے عظیم مسلمان :- ص ۱۹۷

قعقاعؓ بن عمرو (اسلام کے عظیم فاتح) ص ۴۹ تا ۵۴، ۵۸، ۶۱، ۶۲، ۱۲۴، ۱۲۸

قندھار (شہر) :- ص ۲۹۵، ۳۰۲

قیروان (فوجی چھاؤنی) :- ص ۱۵۱، ۲۰۹، ۲۵۹

قیس بن اشعث (یزید کا لشکری) :- ص ۱۱۷، ۱۲۹، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۳، ۱۹۴

قیسؓ بن مسہر (امام حسینؓ کے قاصد) کوفہ میں شہادت :- ص ۱۸۰

قیصر روم :- ص ۴، ۱۲، ۱۴۴، ۱۵۳، ۱۵۶، ۱۷۰، ۲۶۴

(ک)

کابل (شہر) :- ص ۱۶۱، ۱۶۲، ۲۹۵، ۳۰۱، ۳۰۲

کاشغر (وسط ایشیا کا شہر) :- ص ۱۶۲

کاظمہ (جنگ سلاسل) :- ص ۲۵۹

کاکیشیا (علاقہ) :- ص ۱۵۳

کریٹ (جزیرہ) :- ص ۱۵۷، ۱۹۵، ۲۴۸

کربلا (مقام اور سانحہ) :- ص ۵، ۶، ۴، ۸۴، ۹۵، ۱۱۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۷۲، ۱۷۴، ۱۸۱، ۱۸۷، ۱۸۹، ۲۴۲، ۳۰۲

کریمیا (جزیرہ نما) :- ص ۲، ۱۶۳

کسریٰ (شہنشاہ ایران) :- ص ۱۷۰، ۲۷۱

کسیان (ابوسفیانؓ کا پرانا خادم) :- ص ۸۹، ۹۳

کسیلہ (بربر سردار) :- ص ۱۶۰

کشمیر :- ص ۱۱، ۸۵، ۲۸۵

کعبؓ بن سور (قاضی) جنگ جمل میں شہادت ص ۴۷، ۶۰، ۶۲، ۶۴

کعبؓ بن عجزہ (انصار صحابی) :- ص ۱۹۰

کعبؓ بن مالک (مصر کے لئے روانہ ہونے کے بعد واپسی) :- ص ۱۹، ۱۲۱، ۱۲۲

کلاب (بنو) قبیلہ :- ص ۱۷۱

کلاسوٹز (جرمن جنگی ماہر) :- ص ۸۵، ۲۱۲، ۲۵۷، ۲۶۳، ۲۶۵، ۲۷۶

Marfat.com

کمال ترکی (اسلام کی خلافت اور وحدت کو پاش پاش کرنے والا) :- ص ۲۴

کنانہؓ بن بشر (محمدؓ بن ابوبکرؓ کی امداد میں شہادت) :- ص ۱۲۱

کنانہ (بنو) قبیلہ :- ص ۵۰

کندہ (بنو) قبیلہ :- ص ۱۲۸، ۱۹۳

کوفہ (چھاؤنی اور صوبائی دارالحکومت، جناب علیؓ کا مرکز :- ص ۳، ۱۵، ۲۷، ۳۲، ۳۳، ۳۶، ۴۱، ۴۳، ۴۸ تا ۵۱، ۵۸، ۶۰، ۶۳، ۶۷، ۷۰، ۷۱، ۷۴، ۷۸، ۷۹، ۹۱، ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۱۱ تا ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۷، ۱۱۹، ۱۲۱ تا ۱۲۳، ۱۳۸، ۱۵۲، ۱۵۸، ۱۶۹، ۱۷۲، ۱۷۴ تا ۱۷۷، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۲، ۱۸۴، ۱۸۹، ۱۹۳، ۲۵۹، ۳۰۰

کوئٹہ (شہر) :- ص ۲۸۲

(گ)

گڈیرین (دوسری جنگِ عظیم کا جرمن بکتر بند دستوں کا مشہور جنرل) :- ص ۲۸۴

گلب (پاشا) اردن کا سابق جنرل مشیر اور مصنف :- ص ۶۰، ۹۳

گلزار احمد (بریگیڈیئر) مصنف اور اسلامی عسکری تاریخ کا طالب علم :- ص ۲۴۶

گلف سٹریم (سمندری رَو) :- ص ۲۶۹

گیلی پولی (جنگ ۱۹۱۴-۱۹۱۸ء کا ایک معرکہ) :- ص ۱۵۴

(ل)

لاہور (شہر) :- ص ۱۶۲، ۲۴۱، ۲۸۰

لڈل ہارٹ (انگریز مصنف) :- ص ۲۸۴

لیلیٰؓ بنت مسعود زوجہ جناب علیؓ :- ص ۱۷۱

لیلیٰؓ زوجہ امام حسینؓ (والدہ علی اکبرؓ) یزید کی پھوپھی زاد بہن) :- ص ۱۷۲

لیلۃ الحریر (جنگِ صفین کی آخری رات) ص ۹۴

(م)

حضور پاک حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب کے اکثر صفحات آپؐ کے کسی نہ کسی اسم مبارک کے نور سے مزین ہیں اور ساری کتاب آپؐ ہی کے جلال و جمال کا مظہر ہے۔ اسلئے صفحات کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔

محمد ارشاد خان خامس (خلیفۃ المسلمین) ص ۹

محمدؓ اصغر بن علی المرتضیٰؓ :- ص ۱۷۲

محمدؓ اوسط بن علی المرتضیٰؓ :- ص ۱۷۲

محمدؓ بن ابوبکر صدیقؓ :- ص ۱۸، ۲۳، ۴۸، ۵۴، ۶۱ تا ۶۳، ۷۴، ۷۵، ۹۱، ۱۱۹ تا ۱۲۱

۱۵۰، ۱۷۲

محمدؓ بن ابوحذیفہؓ بن عتبہ :- ص ۳۱

محمدؓ بن ابوسعید بن عقیلؓ بن ابوطالبؓ (شہید کربلا) :- ص ۱۷۴

محمدؓ بن جعفر طیارؓ (مخبری کا کام) :- ص ۴۸، ۷۴، ۱۵۰، ۱۷۲

محمدؓ بن حنیفہ (جناب علیؓ کے خولہ کے بطن سے بیٹے) :- ص ۴۲، ۳۶، ۸۸، ۸۹، ۱۳۰، ۱۳۶، ۱۷۲

محمدؓ بن طلحہؓ بن عبید اللہ (کالی ٹوپی والے) جنگ جمل میں شہادت :- ص ۵۳، ۶۴

محمدؒ بن قاسم (فاتح سندھ) :- ص ۶۶

محمدؓ بن عبداللہ بن جعفر طیارؓ (شہید کربلا) ص ۱۷۳

محمدؓ بن عمروؓ بن عاص :- ص ۷۷

محمدؓ بن مسلمہ (انصار صحابی) غیر جانبدار ص ۱۹، ۲۰، ۷۴

محمدؓ فاتح (عثمانی بادشاہ) ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ فتح کیا :- ص ۲، ۴، ۱۵، ۱۵۷

محمد علی جوہرؒ (مولانا) اس صدی کے عظیم مسلمان :- ص ۲۰۶

محمد لطیف (ہم جماعت) :- ص ۱۰

مارلبرو (انگریزوں کے آنجہانی وزیر اعظم چرچل کا جد امجد) جس کو خواہ مخواہ ویلوں نے آسمان پر چڑھا دیا (معمولی قسم کا جنرل ص ۲۸۴

ماسکو (شہر) :- ص ۲

مالکؒ (امام مالکؒ) مالکی فقہ سے منسوب :- ص ۶۶، ۱۰۴

مالکؓ بن عبید (میدان کربلا میں شہادت) :- ص ۱۹۲

مالک بن کعب ہمدانی (معاہدہ پر دستخط) ص ۱۰۳

مالک بن مشمع (بصرہ کے لشکر میں امارت) :- ص ۷۵

مالک بن نویرہ (بنو تمیم کا سردار) ص ۱۲۸

مامون رشید (خلیفہ عباسی) :- ص ۴، ۱۰

ماوزے تنگ (موجودہ چین کا بانی) ص ۲۵۷

مثنیؓ بن حارث (اسلام کے عظیم مجاہد) دیدار خاص سے مستفیض :- ص ۱۵۹، ۱۷۸، ۱۴۱، ۲۶

مثنوی رومی (مولانا جلال الدین رومی کی تصنیف :- ص ۲۷۱

مجاشعؓ بن مسعود (عظیم محدث) جناب عبداللہؓ کے بھائی اور جنگ جمل میں شہادت :- ص ۷۵، ۶۴، ۱۶۲

مجدد الف ثانیؒ (شیخ سرہندی) :- ص ۲۱

Marfat.com

مجمعؓ بن عبداللہ (سانحہ کربلا کے شہید) ص ۱۹۲

محرزؓ بن حارث (جنگِ جمل میں شہادت) ص ۶۴

محسنؓ بن امام حسنؓ (سانحہ کربلا سے کم عمری کی وجہ سے بچ جانا):- ص ۱۷۳، ۱۷۴

محمود غزنویؒ (بت شکن) اس خطہ کے عظیم مجاہد:- ص ۱۸۷

مختار ثقفی (امام حسینؓ کو شہید کرنے والوں کو تہس نہس کرنے والا):- ص ۵۱، ۱۹۱، ۱۹۲

مخدوج ذہلی (بنوبکر کے امیر):- ص ۵۱

مخنف بن سلیم (بنوبجیلہ کے امیر):- ص ۵۱

مدائن (ایرانی دارالحکومت):- ص ۸۰، ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۷، ۱۱۸، ۲۷۱

مدینہ شریف:- ص ۱۴ تا ۱۷، ۱۹ تا ۲۲، ۲۷، ۳۱، ۳۳ تا ۳۷، ۴۱، ۴۲، ۴۵ تا ۴۸، ۵۰، ۵۶، ۶۳، ۶۵، ۶، ۷۰، ۷۱، ۷۴، ۷۵، ۸۳، ۹۸، ۱۲۳، ۱۵۰ تا ۱۵۲، ۱۵۵، ۱۶۹ تا ۱۷۲، ۱۷۴، ۱۷۹، ۱۹۳، ۲۰۳، ۲۰۷، ۲۰۹، ۲۴۷، ۲۴۹، ۲۷۲ تا ۲۷۴، ۲۷۶

مذحج (بنو) قبیلہ:- ص ۵۱، ۱۹۳

مراد (قبیلہ):- ص ۱۲۸

مراکو (ملک):- ص ۱۶۰

مروان بن حکم (جناب عثمانؓ کا مشیر اعلیٰ) ص ۲۰، ۳۵، ۴۱، ۴۳، ۴۴، ۵۴، ۵۹، ۶۱، ۶۴، ۶۵، ۸۳، ۸۴، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۶۹، ۲۴۲

مرید حسینؓ (غازی اور شہید):- ص ۸۲

مزدہ بن نوفل (خارجی):- ص ۱۱۵

مزینہ (قبیلہ):- ص ۵۱

مسعر بن فدک (خارجی سرغنہ) ص ۹۶، ۱۰۰

مسلمؒ (امام مسلمؒ محدث):- ص ۱۰۵

مسلمؓ بن عقیلؓ (کوفہ میں شہادت):- ص ۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۸۰

مسلمؓ بن عوسجہ (سانحہ کربلا میں شہادت) ص ۱۸۶، ۱۹۲

مسلمہؓ بن مخلد (غیر جانبدار انصار صحابی) بعد میں مصر کے گورنر:- ص ۱۹، ۷۱، ۱۶۰

مشیبؓ (بنو مخزوم):- ص ۲۵

مصر (ملک):- ص ۱۵، ۴۴، ۳۲، ۳۳، ۷۱، ۷۳ تا ۷۷، ۸۱، ۸۸، ۹۱، ۱۱۱، ۱۱۸ تا ۱۲۲، ۱۲۴، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۵۰، ۱۵۲، ۱۵۷، ۱۶۰، ۲۱۵، ۲۹۹، ۳۰۱

مصعبؓ بن زبیرؓ (غیر جانبدار) ص ۴۹

مصعبؓ بن عمیر (اسلام کے علمبردار) شہید

Marfat.com

احد :- ص ۱۶۵

مضر (بنو) قبیلہ :- ص ۵۷

معاذ رضؓ بن جبل (اسلام کے عظیم عالم) :- ص ۱۲۴

معاویہ رضؓ (امیر معاویہ رضؓ بن ابو سفیان رضؓ) :- ص ۱، ۴، ۵، ۱۹، ۲۰، ۲۳، ۲۵، ۳۰، ۳۱، ۳۴، ۳۵، ۳۷، ۳۸، ۴۱، ۶۳، ۶۵، ۶۶، ۶۹، ۷۱ تا ۹۰، ۹۲ تا ۹۵، ۹۷، ۹۹، ۱۰۱ تا ۱۰۳، ۱۳۱، ۱۳۳ تا ۱۳۵، ۱۳۸، ۱۴۲، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶ تا ۱۵۱، ۱۵۳، ۱۵۵، ۱۵۷، ۱۶۰، ۱۶۸ تا ۱۷۰، ۳۰۰ تا ۳۰۲

معاویہ رضؓ بن خدیج (پہلے غیر جانبدار بعد میں عمرو رضؓ بن عاص کے ساتھ مل گئے) :- ص ۷۱، ۱۱۹ تا ۱۲۲

معبدؓ بن مسعود ثقفی (مدائن میں جناب علیؓ کے امیر) :- ص ۸۰

معبدؓ بن عباس رضؓ (حضور پاک ﷺ کے چچیرے بھائی) :- ص ۲۵

معتزلہ (مکتبِ فکر) :- ص ۱۰۴، ۱۳۰، ۱۳۷، ۲۶۶

معقلؓ بن یسار (قبیلہ اسد کے امیر) ص ۵۰

معقلؓ بن قیس (جناب علی رضؓ کے ہراول دستوں کے امیر) :- ص ۸۰

معن بن یزید (امیر معاویہ رضؓ کے ایلچی) :- ص ۸۶

مغیرہ رضؓ بن شعبہ ثقفی (عظیم مجاہد اور سیاست دان) :- ص ۱۹، ۲۸، ۲۹، ۴۳، ۶۶، ۷۶، ۱۰۶، ۱۴۹، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۶۱، ۱۶۹، ۲۸۴، ۳۰۲

مقداد رضؓ (جنگِ بدر میں مشورہ) :- ص ۲۵۲

مکہ مکرمہ :- ص ۲۰، ۲۵، ۲۹، ۳۲، ۳۳، ۳۵ تا ۳۷، ۴۱ تا ۴۴، ۴۸، ۵۶، ۶۳، ۶۵، ۷۰، ۸۴، ۱۱۹، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۲۹، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۵۵، ۱۷۱، ۱۷۳ تا ۱۷۵، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۲، ۱۸۴، ۲۰۱، ۲۰۷، ۲۰۹، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۷۲، ۲۷۴، ۲۷۸، ۲۸۶

مکران (علاقہ) :- ص ۳، ۱۶۳، ۲۴۸، ۳۰۲

ملائشیا (ملک) :- ص ۲، ۱۶۳

منٹگمری (انگریز فیلڈ مارشل) :- ص ۲۶۸، ۲۸۴

ملتان (شہر) :- ص ۱۶۲، ۲۴۹

منطق الطیر (اسلام کی تعلیم) :- ص ۲۰۸، ۲۱۷، ۲۳۶

منظور الحق مرحوم (قاضی) استاد :- ص ۱۰

Marfat.com

منگول (قوم) :- ص ۱۶۲، ۲۴۲

منو سمرتی (ہندو منکر) :- ص ۲۱۰

موتہ (مقام اور جنگ) :- ص ۱۶۵

مودودی (ابوالاعلیٰ) مصنف :- ص ۱۰۹، ۲۱۲، ۲۸۱

موسیٰؑ (حضرت موسیٰؑ پیغمبر) :- ص ۲۲، ۲۶، ۲۵۲

موسیٰ بن نصیرؒ (فاتح سپین) :- ص ۶۶، ۱۶۰

موصل (مقام) :- ص ۸۰، ۱۱۷، ۱۲۳

مہاجر مکیؒ :- ص ۲۲۷

مہر علیؒ (پیر مہر علی شاہ گولڑوی) :- ص ۲۲۷

مہاجندارو (کھنڈرات) :- ص ۲۰۷

میاں محمد اولیاء زرگرؒ :- ص ۱۰

میاں محمد (مولوی) استاد :- ص ۱۰

میثاقِ مدینہ (حضور پاکؐ کا طرزِ حکومت) ص ۲۸۷

میران شاہ (مقام) :- ص ۳

میکائیلؑ (حضرت میکائیلؑ) فرشتہ :- ص ۱۳۱

(ن)

ناجیہ (بنو) قبیلہ :- ص ۷۵

نافعؓ بن بلال (سانحہ کربلا میں شہادت) ص ۱۹۲

نائلہؓ (زوجہ عثمان غنیؓ) :- ص ۱۹

نپولین (دنیا کو فتح کرنے کی سعی) :- ص ۲۸۴

نجف اشرف (جناب علیؓ کا مزار) :- ص ۱۳۵

نذیر عالم مرحوم (ہم جماعت) :- ص ۱۰

نرک (ہندو فلسفہ کے تحت روح کی آخری منزل) :- ص ۲۲۰

نصراللہ خان عزیز مرحوم (صحافی) :- ص ۱۰

نظام جہاد :- ص ۷، ۲۱۱، ۲۱۳، ۲۴۵، ۲۸۷، ۲۹۸

نظام مصطفےٰؐ :- ص ۱۴۲، ۲۰۲، ۲۱۱، ۲۴۵، ۲۸۷

نعمانؓ بن بشیر (انصار صحابی) کوفہ کے گورنر ص ۱۹، ۱۷۵

نعمانؓ بن مقرنؓ (فاتح نہاوند) ص ۲۸۴

نکیوس (مقام اور جنگ) :- ص ۳۰۰

نوحؑ (حضرت نوحؑ پیغمبر) :- ص ۱۹۱

نورالدین (ترک کرنل) :- ص ۹

نہاوند (مقام اور جنگ) :- ص ۲۶۴، ۲۷۹

نہروان (مقام اور جنگ) :- ص ۱۱۱ تا ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۹۰، ۳۰۱

نیل (دریا) :- ص ۱۶۲

نینویٰ (کربلا کے نزدیک مقام) حضرت یونسؑ

Marfat.com

بھی اسی مقام پر تھے۔ ص ۱۸۱

(و)

وادی سینا (علاقہ) :۔ص ۱۳۲

وزیرستان (علاقہ) :۔ص ۱۶۱ ، ۱۶۲ ،
۲۴۸

ولید بن عبدالملک (اموی خلیفہ) :۔ص ۶۵

ولید بن عتبہ بن ابوسفیان رضؓ :۔ ۱۵۲ ، ۱۷۱

ولیدؓ بن عثمان غنی رضؓ :۔ ص ۴۳ ، ۶۴

ولیدؓ بن عقبہ (حضرت عثمان رضؓ کی طرف سے کوفہ کا گورنر) :۔ ص ۸۱ ، ۸۲ ، ۸۹ ، ۳۰۰

وی آنا (آسٹریا) شہر :۔ ص ۲

ویکارٹ (مغربی مفکر) :۔ ص ۲۴۰

(ھ)

ہاشم رضؓ بن عبد مناف رضؓ (حضور پاک صؐ کے پردادا اور خاندان :۔ ص ۲۴ ، ۲۶ ، ۷۰ ، ۱۲۹

ہاشم رضؓ بن عتبہ (جناب سعدؓ کے بھتیجے اور جناب علیؓ کے لشکری :۔ ص ۸۸ ، ۹۱

ہارونؑ (حضرت ہارونؑ پیغمبر) :۔ص ۲۲

ہامان (فرعون کا مشیر) :۔ ص ۲۰۰

ہشام بن عبدالمالک (اموی خلیفہ) :۔
ص ۱۴۸

ہرقل (قیصر روم) :۔ص ۲۶۴ ، ۲۶۹ ،
۲۷۹

ہڑپہ (پرانی تہذیب) :۔ص ۲۰۷

ہلال بن ربیع (بنو حنظلہ کے امیر) :۔
ص ۵۷

ہمدان (مقام) ص ۸ ، ۸۳

ہوبہو۔ جناب اسحاقؒ اور جناب یعقوبؒ پسران سید عبدالرزاق بن سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ شہادت امد کلر کہار میں مزار
ص ۲۸۹

ہندؓ بن ابی ہالہ (ام المومنین خدیجہ طاہرہؓ کے پہلے خاوند سے بیٹے اور جنگ جمل میں شہادت) :۔ ص ۶۴

ہندؓ بن عمرو (جناب علیؓ کے امراء میں سے) :۔ص ۵۱

ہندؓ بن مالک (جناب علیؓ کے امراء میں سے) :۔ ص ۵۱

ہنگری (ملک) :۔ص ۲ ، ۱۶۳

ہندوکش (کوہ) :۔ ص ۱۶۱

(ی)

یارقند (چینی ترکستان کا مقام) :۔ص ۲

یحییٰ بن حکم (مروان کا بھائی) جنگ جمل میں شرکت :۔ ص ۶۴

یحییٰؒ بن علی المرتضےٰ رضؓ :۔ص ۱۵۰ ، ۱۷۲

یرموک (مقام) وادی اور جنگ) :۔ص ۲۲۸

Marfat.com

۲۵۰، ۲۵۹، ۲۶۴، ۲۷۹

یزدجرد (ایران کا آخری بادشاہ) :۔ص ۱۷۳، ۲۷۱

یزید بن الحارث (یزیدی لشکر میں شامل) ص ۷۱، ۱۸۹

یزید بن الزیاد کندی (ابو شعثا) سانحہ کربلا میں شہادت :۔ص

یزید بن اسعد (امیر معاویہؓ کا لشکری) :۔ ص ۸۱

یزید بن علیلی (معاہدہ پر دستخط) :ص ۱۰۳

یزید بن فجیہ تمیمی (معاہدہ پر دستخط) :۔ ص ۱۰۳

یزید بن قیس (جناب علیؓ کے ساتھی) :۔ ص ۵۱

یزید بن قیس (جناب طلحہؓ و زبیرؓ کے ساتھی) ص ۶۱

یزید بن معاویہ (سانحہ کربلا کا ذمہ دار) :۔ ص ۱۰۱، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۲۹، ۱۳۱، ۱۴۶، ۱۵۵ تا ۱۵۷، ۱۶۸ تا ۱۷۱، ۱۷۵، ۱۷۸ تا ۱۸۰، ۱۸۲ تا ۱۸۴، ۱۸۷، ۱۸۹ تا ۱۹۵، ۲۴۲

یعلیٰؓ بن منبہ (حضرت عثمانؓ کی طرف سے یمن کے عامل) :۔ص ۳۳، ۴۱

یمامہ (جنگ) :۔ ص ۱۶۵، ۲۶۵

یمن (علاقہ) :۔ ص ۳۳، ۴۱، ۱۲۳، ۱۲۸

یورپ (براعظم) :۔ ص ۲، ۴، ۱۵، ۱۵۷، ۱۶۲، ۲۲۰، ۲۴۸، ۲۷۰

یوکرین (روسی علاقہ) :۔ ص ۱۶۳

یوگوسلاویہ (ملک) :۔ ص ۲

یونان (ملک) :۔ ص ۲، ۲۰۱، ۲۲۰

(نوٹ) صفحات نمبر ۱۱۰، ۱۲۶، ۲۱۸، ۲۴۴ جو خالی تھے کتاب میں شامل نہیں کئے گئے۔ قارئین نوٹ فرمالیں۔

☆☆☆

تمت بالخیر

از حضورِ پاکؐ کا سپاہی

Marfat.com

Marfat.com